

# خُطَبَاتِ حَكِيمِ اللّٰهِ

حکیم الامت المجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی  
کی موثر اور انقلاب آفرین تقریر کا اہم مجموعہ

برکاتِ رمضان

ماہِ رمضان کے آداب و احکام

رمضان میں شب بیداری

نماز کی حقیقی روح

روزہ کی حقیقت

عید کی حقیقت

احکام کی حقیقت آداب و احکام

لوگوں سے میل جول میں احتیاط

احکام کے مسائل اور مقاصد

رمضان کے تین مواعظ

روزے کی مقررہ مدت کی تکمیل

روزہ اور عید کے تعلقات

زَمْرُوبَكْفٍ يَوْمَ يَوْمِنَا

# خطبات حکیم الامت ⑤

## برکاتِ رمضان

اور

حکیم الامت مجدد الملة سحرة مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی مدظلہ

ترتیب موابط

منشی عبد الرحمن خان

غزوات

خانہ محمد ابراہیم دہلوی پٹنہ

زمزم پبلشرز

## عرض ناشر

الحمد للہ۔ جناب منشی عبدالرحمن صاحب مدظلہ اور مولانا قاری ادریس صاحب مدظلہ ہوشیاپوری نے حضرت سحانوی قدس سرہ کے مواظظ کو عنوان دار ۲۸ جلدوں میں ترتیب دیا تھا۔ زمزم بک ڈپو دیوبند نے اس عظیم کام کو خداوند قدوس کے بھروسہ پر شروع کر دیا جسکی تین جلدیں "دعوت و تبلیغ، آداب انسانیت، جزا و سزا" حضرات علماء اور عوام کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں۔ اب دو جلدیں حقوق الزوجین، برکات رمضان آپکے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہیں۔ خداوند کریم کی رحمت اور آپ حضرات کے تعاون سے انشاء العزیز ہم اس کارِ عظیم کو جلد پورا کریں گے۔

اس سلسلہ میں آپ خود بھی ممبر بنیں اور دوسرے حضرات کو بھی ترغیب دیں، آپ کی یہ سعی انشاء اللہ ضائع نہ ہوگی۔

اسعد واجدی

# ترتیب مواعظ

- ۱۔ تطہیر رمضان  
ماہ رمضان کے آداب و احکام
- ۲۔ تقلیل المنام  
والَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ  
رمضان میں شب بیداری
- ۳۔ روح القیام  
وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰ (نبي) أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي  
نماز کی حقیقی روح
- ۴۔ روح الصام  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ  
روزہ کی حقیقت
- ۵۔ روح الانظار  
قَالَ عِيسَىٰ بْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عَيْدًا إِلَّا لَوْنَا وَخَوَارِقَ أَبْهَرَةً فَثَبَتَتْ  
عید کی حقیقت
- ۶۔ روح الخوار  
وَلَا تَبْأَسُوا هُنَّ ذَاتُنَّ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ لَا تَغْفِرُهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لِيَاسِمَاءِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ  
اعکاف کی حقیقت  
آداب و احکام
- ۷۔ تقلیل الاختلاط  
وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ  
لوگوں سے میل جول میں احتیاط
- ۸۔ التہذیب  
وَإِذَا عَزَمْتَ لَهُمُ الرَّمْيَ فَلْيَفْعِلُوا وَاللَّهُ فَأْوُوا إِلَى الْكَهْفِ يَلشُرْ لَكُمْ رَبُّكُم مِّن رَّحْمَتِهِ وَيَهْتِكُمْ نَعْمَ مِنْ أَمْرِكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهِ  
اختلاف کے مسائل  
اور مفاد
- ۹۔ مثلث رمضان  
إِنَّ الْبُغْيَةَ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ مِنْهَا بَابٌ يُسْمَى بَابَ الدَّيَّانِ لَيْدِجُ الْإِلَاحِ  
رمضان کے تین مواعظ
- ۱۰۔ اكمال العدة  
يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّيسَ وَيُزِيدَ بِكُمْ الْخَيْرَ وَلَسَوْفَ يَكُونُ الْأَجْرُ لَكُمُ  
دور کی تیاری
- ۱۱۔ اكمال الصوم  
وَلْيُكَبِّرُوا وَلِلَّهِ عَلَى مَا هَدَا مَكْرُومًا لَّعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ  
روزہ اور عید کے منقحات



بسم اللہ الرحمن الرحیم

## عرض مرتب

عندہ وکصلی علی رسولہ الکریم — اہا البعد :

برکات رمضان (مجموعہ مواعظ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃ) بعد از ترتیب جدید معاصر خدمت ہے۔ اس مجموعہ میں رمضان المبارک کے بارے میں نہایت عمدہ مضامین آئے ہیں۔ جیسے کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام مواعظ ہی اپنی افادیت کے لحاظ سے بلند پایہ ہیں لیکن یہ مجموعہ اس لحاظ سے تاثیر و افادیت میں بڑھا ہوا ہے کہ یہ مواعظ رمضان المبارک کے مقدس ایام میں بیان فرمودہ ہیں۔ روزہ کے انوار و برکات کا ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان اپنی اپنی استعداد کے لحاظ ادراک کرتا ہے۔ اور اس کے قلب میں ایک خاص ترقی ہوتی ہے جو انہی ایام کے ساتھ مخصوص ہے۔ سال بھر کے روزوں میں وہ بات پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن اس کے بالمقابل ایک عارف ربانی ایام صیام میں جو کچھ بارگاہِ متمدنیت سے اخذ کرتا ہے ظاہر ہے اس کا تصور ہر کس و نا کس کے لئے بہت مشکل ہے۔ — حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ شانہ کے مقبولین میں سے تھے۔ ان کے ذریعے مخلوق خدا کو بہت فیضان ہوا۔ — موجودہ مضامین آپ نے روزہ کی حالت میں بیان فرمائے۔ — الحمد للہ میں نے حضرت کے بہت مواعظ کا مطالعہ کیا۔ مگر ان مواعظ میں رمضان المبارک کی خصوصیت لفظ لفظ میں چلتی ہے۔ مطالعہ رمضان المبارک کا انتظار کرنا چاہئے صاحب ذوق اگر اس مجموعہ کو ایام رمضان میں زیرِ نظر رکھیں گے تو اس کی افادیت مانے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ — حق تعالیٰ شانہ ہم سب کو اس سے مستفیض ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ — آمین !

امید کرتا ہوں کہ قارئین کرام اس ناکارہ خلافت کو رمضان المبارک کی دعاؤں میں فراموش نہ فرمائیں گے۔

## فہرست

## ماہ رمضان کے آداب احکام

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۱	ختم قرآن کے دن کثرت پر اعمال کے منکرات	۱۸	منکرات روزہ
"	حضرت عمرؓ کا قصہ ہے۔	۱۹	ماہ رمضان کی عبادت کا اہم سال ہے
۳۲	اسراف کے معنی	۲۰	دکذب غیبت کے نتائج
"	کپڑا پہننے سے تین غرضیں ہیں	"	غلطی ان لوگوں کی ہے جو کہتے ہیں
۳۳	ختم ششائی کے منکرات	۲۱	برکھدال رزق نہیں ملتا۔
"	مساجد کا استحکام ضروری ہے نقش و نگار	"	منشأ قس ل کار طلال دوزی نہیں ملتی ہے
۳۴	ضروری نہیں بلکہ ناجائز ہے	۲۲	غرض کی کم ہمتی کا عمدہ علاج
۳۵	مولد شریف کی ششائی بھی ایسی ہی ہے	۲۳	رزق میں برکت کے معنی
۳۶	عید کے دن ایک بدعت کا بیان	۲۴	ہماری نماز کی مثال
"	عمل عقیقہ میں موثر ہے۔	۲۵	ہماری نماز پر سزا نہ ہونا بغایت رحمت ہے
"	نکاح یوگان پر علماء کے اصرار کی وجہ۔	۲۶	تراویح کے منکرات کا بیان
۳۷	رسوم اور بدعات کے متروک ہونے کا طریقہ	۲۸	عہد توں کو نامحرم کا قرآن سننا بھی
۳۸	رم سے ہر یہ بھی ناجائز ہو جاتا ہے	۲۹	غالی از قباحت نہیں ہے۔
۳۹	اکس زمانہ کا ہدیہ اقرض ہے	۳۰	قبر پر اجرت دیکر قرآن غالی کرنا حرام ہے
"	تمام وعظ کا خلاصہ	"	ایک طالب علم کی حکایت
		"	استیجار علی العبادۃ شیریں کیونکر ہوا
		"	ان کے اندر کا کیا طریقہ ہے

# تقلیل المنام بصورة القیام ، رمضان میں شب بیداری

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۹	لطافت مجاہدہ شرعیہ	۴۱	خطبہ ماثورہ
۶۰	تحقیق اسرار کافقان	"	تہنید
۶۱	شاہانہ مجاہدہ	۴۲	فضیلت مجاہدہ شرعیہ
۶۲	رسم روزہ کشائی	۴۴	مجاہدہ عرفیہ کی غرابی
۶۳	شرعیات کی آسانی	۴۴	مشکر سنت
۶۵	اہتمام شب قدر	۴۹	شاہ ابوسعید کا واقعہ
۵	ہجرت کا نور	۵۱	حضرت سرمدی کا واقعہ
۶۲	اعمال رمضان	۵۲	تراویح اور انکی تعداد
۶۴	تعمیل فی انفسہ	۵۲	عمل بالحدیث
۶۹	وسعت رحمت	۵۲	تراویح میں مجاہدہ
۷۰	ہجرت بے نماز	۵۸	گرم بازار عی عشق
۷۱	دقیق مسئلہ پر تنبیہ		

## روح القیام ..... نماز کی حقیقی روح

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۸	دوام تراویح	۷۷	خطبہ ماثورہ
۷۹	اثر ترک سنت	"	تہنید
۸۰	قوة قدسیہ	۷۸	خصوصیت تراویح

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۳	سمیات کی قیمت	۸۳	بے پایاں رحمت
۱۰۴	سالم کو تنبیہ	۸۴	فطرۃ خاص کا اثر
۱۰۶	توجہ الی اللہ کا ماقبل میں اثر	۸۵	تحقیق تراویح
۱۰۸	اعمال ماضیہ کا بقا	۸۵	تراویح میں اجتہاد
۱۰۹	ذکر کے معنی میں دشواری	۸۷	فضل و احسان باری
۱۱۰	مراتب ذکر		قانونی برائے
۱۱۳	غیر مقلدیت	۸۹	تراویح و تہجد میں فسق
"	ذکاۃ اور بھول پن	۹۰	روح صلاۃ
۱۱۴	مرض اجتہاد	"	صورۃ صلاۃ
۱۱۶	فتنہ کا فہم	۹۲	حقیقت ولایت
۱۱۷	امام اعظم کی وقتِ نظر	۹۳	حقیقت خشوع
"	علمۃ اقامۃ صلاۃ		عشق بالروح
۱۱۸	عسلی کو تابی	۹۶	تزئین صورت
"	حقیقت حضورِ قلب	۹۷	بے رسم امام
۱۱۹	حفاظتِ خطرات	۹۸	حقیقی امتداد
۱۲۰	روح قرآن	۹۹	اصلاح اخلاق
"	قصصیت قرآن بالرمضان	۱۰۰	تنبیہ مرشد
۱۲۱	سہرہِ نبویؐ کا سبب	۱۰۱	ارادۃ میں غلطی
	یک شبہ کا عجیب جواب	۱۰۲	صورۃ عمل کی قیمت



# روح الصَّیام ..... روزہ کی حقیقت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴۴	مسلموں و جدید	۱۴۴	تمہید
۱۴۵	گرمی اور رمضان	۱۴۵	فلسفیانہ ضبط
۱۴۶	تراویح اور پنکھا	۱۴۶	خوبی و عکراہ
۱۴۹	ادراک و ادراہ	۱۴۸	محبب خلوص
۱۵۰	محکمہ نفع و ضرر	۱۴۹	عنایت و رعایت
۱۵۱	مقصود روزہ	۱۴۱	تأثیر اجزاء
۱۵۱	غلبہ نیاز	۱۴۲	نسلی سائنسین
۱۵۲	اسرار احکام	۱۴۳	مجالستہ محبوب
۱۵۵	تأثیر روزہ	۱۴۴	آغوش رحمت
۱۵۸	نفع روزہ		دولتِ ذکر
۱۵۹	چند رمضان	۱۴۶	شیوہ زنداں
۱۶۲	تأثیر چلہ	۱۴۷	غیر محسوس نفع
۱۶۲	روحِ صوم	۱۴۸	مبارک تظہیر
۱۶۳	صورۃ صوم	۱۴۸	منحوس تحقیق
۱۶۴	مصدقِ اعظم روزہ	۱۴۹	حقیقی عقل
۱۶۵	تفصیل مباحہ	۱۴۹	کفر طریقت
۱۶۶	تجلی فی النعمۃ	۱۵۰	ضرورتِ تظہیر
۱۶۷	ارکان مباحہ		لذت طلب
۱۶۸	بسیار خوری	۱۵۱	قوة علم و عمل

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۷۲	دائمی روزہ	۱۶۹	اسباب ضعف
۱۷۳	علاج مشقت	۶	حرفی حصول نسبت
۱۷۴	برکت ذکر	۱۷۰	مبادیہ معتدلہ
		۱۷۱	بخیر مبادیہ

## روح الافطار ..... عید کی حقیقت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۷۶	بزرگی کے معنی	۱۷۸	خطبہ مائورہ
۱۷۷	مصلحت احکام	۱۷۹	تہبہ
۱۷۹	عشق و حکمت	۱۸۰	افطار اکبر
۲۰۰	روشن دماغی	۱۸۱	فرصت روحانیہ
۲۰۱	سادہ لوحی	۱۸۲	مثالی یاد آخرت
۲۰۲	قانونی اسلام	۱۸۳	حرفی حصول دنیا
۲۰۳	مذہب شاق	۱۸۴	حقیقتہ توکل
۲۰۴	روح افطار	۱۸۵	عبد اللہ
۲۰۵	ذوق قرب	۱۸۶	اعتبار ترک دنیا
۲۰۷	راضی برضا	۱۹۰	حقیقت اسباب رزق
۲۰۸	آثار قربہ	۱۹۱	مشریب ابراہیمی
۲۰۹	لطف بیکلی	۱۹۲	تاثر تدبیر
۲۱۱	الہامات	۱۹۳	ادراک عناصر
۲۱۲	ملک نیم شب	۱۹۴	وصف برفعی
			مذاق العارفین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۲۶	قرآن مجید کی قدری	۲۱۲	وصال مطلوب
۲۲۷	سببِ رد	۲۱۹	حقیقتِ حید
۲۲۸	درجِ صف	۲۱۸	روحِ حید
۲۲۹	فضیلتِ داد	۲۱۹	عطیہ شای
۲۲۹	اہتمامِ دیگران	۲۲۱	کناستِ طبع
۲۲۹	مصلحتِ اطراف	"	مصلحتِ جمعی
۲۳۰	ترغیبِ قول و عمل	۲۲۲	عارف کی عیب
		۲۲۵	نورِ الصدور
		"	دھم دستار بندی

## روح الجوار اعتکاف کی حقیقت آداب و احکام

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۳۰	شانِ عبودیت	۲۳۱	خطبہ بائودہ
۲۳۱	اسوۂ نبویؐ	۲۳۲	تہنید
۲۳۱	قوتِ نبوی کا عالم		مشہدِ عبودیت اعتکاف
۲۳۲	بیانِ سیرت میں اعتقاد	۲۳۲	صورۂ اعتکاف
۲۳۲	اہلِ سیرت کی ہر سے مفاد		وصلِ محبوب
۲۳۵	سہل پسندی کی حکمت	۲۳۵	روزہ و غذا
۲۳۶	باطنی غذا	"	حالیہ افزائشِ بد
۲۳۶	روزہ دار کے لئے دو فرحتیں	۲۳۶	روزہ میں غسل

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۹	جذباتِ فطری کی روایت	۲۲۸	فنا میں تبدیلی
۲۶۰	مقصودِ خلوت	۲۲۹	لذتِ دیدار
۲۶۱	ہاتھ میں قوتِ بصر	۲۵۰	ثوابِ ایامِ روزہ
۲۶۲	احتکاف میں ترکِ مباشرۃ کی حکمت	۲۵۱	روحِ اعتکاف
۲۶۳	منیبتِ اعتکاف	۲۵۲	خلوتِ درِ انجمن
۲۶۴	برکتِ محکم	۲۵۳	مزرِ رساں خلوت
۲۶۵	استیاجِ محکم	"	خلوۃِ صمیمہ
"	گدائے افتادہ برادر	۲۵۵	اعتدالِ شریعت
۲۶۶	غایتِ بر محکم	۲۵۶	مثالِ مسلم صحیح
۲۶۸	رہایتِ محکم	"	ہلِ مراۃ کی حقیقت
"	آدابِ مسجد	۲۶۰	مسلم بلا صحت
"	حکمتِ اعتکاف	۲۶۱	جلالِ قلب کے آثار
۲۶۹	محکم کا سامان	۲۶۲	ذہنِ انسانی کی وسعت
۲۷۱	شبِ قدر کی تلاش	۲۶۳	وحدةِ دعوت
"	اہتمامِ شبِ قدر	۲۶۵	صلاۃِ اخلاط
۲۷۲	فضیلتِ شبِ قدر	۲۶۶	برکتِ صحت
		۲۶۸	اخلاط میں اعتدال

تعقیبِ الاخلاط مع الانام فی صلوۃ الاعتکاف فی خیر مقدم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۸۵	تہنید	۲۸۵	خطبہِ ماثورہ



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۱۸	قیاس بے جا	۲۸۶	ترکِ مباح
۲۱۹	مزدورہ محقق	۲۸۷	منصبِ جہاد
۲۲۰	تقلید بلا عقل	۲۸۹	غیر فطری مساوات
۲۲۱	تقلید بعد از تحقیق	۲۹۰	شخصی حکومت
۲۲۲	ترجیح عزت	۲۹۱	نظامِ بالبعیت و مبعویت
۲۲۳	احتیاط از امتیاز	۲۹۲	اسلام کا نظامِ حکومت
۲۲۴	الغناط اوقات	۲۹۳	کثرتِ رائے کی حیثیت
"	چندے کا احسان	۲۹۴	اہلِ صل و عقد کی ذمہ داری
۲۲۵	لیکچر میں چندہ	۲۹۵	اسلام اور جمہوریت
"	وعظ کا لباس	۲۹۶	اسبابِ پرستی
۲۲۶	جنتلین کا چندہ	۲۹۷	موجد کا اطمینان
۲۲۷	چندہ کی ذمہ داری	۲۹۸	عقلی تہذیب
۲۲۸	وعظ برائے چندہ	۲۹۹	تہذیبِ جدید
۲۲۹	چندے میں احتیاط	۳۰۰	غار و دن کا نظریہ
"	سربراہِ آخر ط	۳۰۱	دستداری کا اسلام
۲۳۰	گوشہ نشینی کا طریقہ	۳۰۲	موجہ کی ترقی
۲۳۱	شہرت کا نقصان	۳۰۳	اشتیاقِ عارف
"	علمائے حقیقت	۳۰۴	اتباعِ شریعت
۲۳۲	مقصودِ سلطنت	۳۰۵	عشق کا حاصر
۲۳۳	شہرت بلا طلب	۳۰۶	مقامِ محسوسیت
۲۳۴	اختلاطِ عظیمِ حزر	۳۰۷	منافعِ اختلاط
۲۳۵	خلوۂ شب	۳۰۸	شرائطِ اختلاط

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۵۱	آداب صحبت	۳۴۱	شانِ خلوة
۳۵۲	محاسن اعتکاف	۳۴۲	ریاضۃ بزرگان
۳۵۳	فضیلت اعتکاف		
۳۵۵	خصوصیت اعتکاف	۳۴۶	آداب عیادت
۳۵۶	اہتمام شب قدر	۳۴۸	اجتماع تعزیت
		۳۴۹	ساکس کے لئے تنبیہ

## التہذیب . اعتکاف کے مسائل و مقاصد

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۶۲	امتحانِ قلب	۳۶۰	خطبہ مالورہ
"	اہل اللہ کی دولت	"	تمہید
۳۶۴	سماع سے دھوکہ	۳۶۱	تدارکِ مافات
۳۶۵	خلوت کا درجہ	۳۶۲	علامتِ مذہبِ الہی
۳۶۸	خلوة اصحابِ کہف	۳۶۵	فوائدِ خلوت
۳۸۲	شرکِ طریقہ	۳۶۶	صفتِ متقی مجازی
۳۸۶	ترکِ تعلقات	۳۶۸	بدنگاہی کا علاج
۳۸۸	ترکِ لذات	۳۶۹	علاج میں غلطی
۳۸۹	اختلافِ ریاضت	۳۷۰	خداوندی قلعرہ
۳۹۰	لفظِ اعتکاف کی حکمت	۳۷۱	فضولیات سے اجتناب
۳۹۱	خلوة اور اغنیاء	"	مذہبِ سماع

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۹۲	کم سے کم اعتکاف	۳۹۲	شریعت کی آزادی
		۳۹۳	حجرۃ صلوٰۃ

## شہدِ رمضان رمضان کے تین مواعظ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۱۱	جنت کی مددیں	۳۹۸	حوالہ دافعی
۴۱۲	سیرابی کی محنت	۳۹۹	خطبہ یا ثورہ - تمہید
"	ادبِ افطار		باب المیزان
۴۱۴	تجلیاتِ ربانی	۴۰۰	حقیقی انعام
۴۱۵	حیاتِ نعتِ دوزخ	۴۰۱	حقیقتِ تغذیب
۴۱۶	سیرابی و سحری	۴۰۲	تغذیبِ شمس و قمر
۴۱۷	نفیستِ رمضان	۴۰۳	صورۃ تغذیب
۴۱۸	اتمامِ تلاوت	۴۰۴	باعِ محمدی
۴۱۹	شفاعتِ روزہ	۴۰۵	نطفِ نظری
۴۲۰	عبادتِ شبِ قدر	"	ربین کی روٹی
۴۲۱	نفسِ کا علاج	۴۰۶	جنت کا بخت
۴۲۲	مقامِ باز	۴۱۰	فرہ واریت

## اکمالِ العدة روزے کی مقدر مدت کی تکمیل

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۲۸	تمہید	۴۲۸	خطبہ یا ثورہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۴۵	بروقت اہد		عہدیت و خوبین
۴۴۶	مقام شکر	۴۴۸	روحانی بہت
۴۴۸	نہایت	۴۴۹	نور دگر
۴۴۸	حقیقت عبادت	۴۴۰	اصلی غرور
۴۴۹	تقدیق و تفسیر	۴۴۱	صوم شعبان کی حکمت
	حقیقی روزہ	۴۴۵	روزہ میں سرور خاص
۴۵۱	انذاتہ ناقدری	۴۴۵	دینی دوس پرانعام
۴۵۳	مقصود بیان	۴۴۶	منہاجیہ
	یکسیر جسم	۴۴۸	گنہ کی محرمیت
۴۵۵	اخلاف تاریک میں تدریس		صداقت صوبیت کو
۴۵۶	وداع رمضان	۴۴۹	آثار غایت قرب
	مکمل صوم	۴۴۱	طاعت پر ری
		۴۴۲	توفیق در
		۴۴۲	جدیدیت و تعویذ

## اکمال الصوم والعبادۃ تکمیل روزہ اور عید کے منہجیت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۴۰	صباح سعید	۴۵۶	خطبہ مآثر
۴۴۳	برکت طہرہ، لوداش		تہنید
۴۴۰	قرآن مجید	۴۵۹	میل شہاد
۴۴۵	عت متعل		ترکب مصالح
۴۴۶	صوفیہ کی دو قسم	۴۶	عید گاہ کی عادی



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۸۴	حقیقتِ استغفار	۴۶۷	جمیہ دینی
۴۸۵	احسان شناسی کا تقاضا	۴۶۸	حصہ ظلم کی غیرت
۴۸۶	مالی حرام اور روزہ	۴۶۹	خاصیت محبت و غیرت
۴۸۷	فرحتِ عید الفطر	۴۷۳	اقسام انسان
۴۸۹	عید میلاد ؟	۴۷۴	عقل و تجربہ میں فرق
۴۹۰	مہم یومِ میلاد	۴۷۵	استغناء اسلاف
۴۹۱	حقیقتِ عرس	۴۷۷	طلبِ صادق
۴۹۲	عرس کی خرابیاں	۴۷۸	عنایتِ توفیق
۴۹۳	عیدِ مطلوب	۴۸۰	حقوقِ روزہ
۴۹۵	احکامِ عید	۴۸۱	استغناء رحمت
		۴۸۱	الطاف و مراحم کی گھڑی



# وَعظ تَطَهِّرْ رَمَضَانَ یعنی

## ماہِ رمضان کے آداب و احکام

مراد آباد ۲۱ شعبان ۱۳۱۹ھ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰى لَنَا هٰذَا سُبُوْلًا مُّبِيْنًا  
عَلَىٰ سَبِيْلِ مَنْ مَّاتَ مِنْ سَيِّدَاتِ اَهْلِ مَدِيْنَةِ مَدِيْنَةِ الْمَدِيْنَةِ  
مِنْ بَنِي اَبِي لَهْدٍ وَشُهَدَا اَهْلِ الْاِيْمَانِ وَشُهَدَا اَهْلِ الْاِيْمَانِ  
سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدًا وَرَسُولًا

اما بعد :- بوجہ قریب معاش شریف مناسبت ہے کہ  
ماہِ رمضان کے بیان کرئیے جائیں یہ تو معلوم ہے کہ رُوحِ فرغانہ ہے اس کے  
بیان تو ضرور مستحب نہیں ہے ہی تو یہ کہ سنت ہو کہ ہے کہ وجہ سے ضروری  
ہے اس کے بیان کرنے کی بھی ضرورت ہے

## منکراتِ روزہ

بہت ضروری مضمون یہ ہے کہ بعض لوگوں سے اس ہدینہ میں کچھ منکرات برعادہ ہیں اور جو اس کی یا تو عدم علم ہے یا فہم و علم یا جانتے بھی میں مگر امتیازاً نہیں کرتے بڑے تشبہ کی بات ہے کہ اللہ میں نے اس ہدینہ میں ان چیزوں کو بھی حرام کر دیا جو میرے حلال نہیں کیا یہ اس باب پر دال نہیں کہ جو چیز ہمیشہ حرام ہے اس میں اور شدت و دہرجت لگائی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ بات بیان کی روزہ رکھنے کی لفظاً کھانا شقیقہ منکر ہے اس واسطے کہ تم لکھتے ہو یا۔ اس پر غور کرے کہ قبل رمضان میں اور رمضان میں کچھ فرق اس کی حالت میں ظاہر ہوا اس کے منکر و باغیست و جھوڑ و یا نہیں سو کچھ نہیں دونوں حالتیں یکساں ہیں کسی بات میں بھی کمی نہیں ہوتی اسباب کھانا سو اس کے بھی وقت بدل دینے۔ مقدار میں کچھ تغیر نہیں کیا۔ غرض کہ سب اس حدیث اسلام کا تو قصور یہ تھا کہ منکرات میں کمی ہو۔ مگر لوگوں سے کچھ بھی نہیں ماننا تحقیق تو کھانے تک میں بھی کمی کر دیتے ہیں اس ہدینہ میں بہ نسبت شعبان سے مگر اس کی مقدار کچھ معین نہیں ہو سکتی ہے۔ بقا استعمال میں کھانے تھے اس سے کم کر دیا بعض سے صرف بقدر ضرورت کھا کر روزہ رکھا جب ہی تو کچھ شریعتاً ہدینہ بھی طرز کھانا ایک ہدینہ عبادت ہی کے واسطے ہے۔ حاصل یہ کہ دن لوگوں نے کچھ میں بھی کمی کر دی۔ مگر یہ بات منکر و باغیست غرض کے لیے ہے یہ شخص سے نہیں ہو سکتا مگر معاصر تو جھوڑ و خیر کھانے کے لیے جو کامرتہ تو ہے۔ معاصر کے واسطے جوڑ بھی نہیں ہم برحالت اس کے دن بھر معاصر میں مشغول رہتے ہیں بلکہ بعض تو عیال میں اور زیادہ

منکرات کی دہرہ تیں      بقدر ضرورت ہی کہ جسے منکر اس سے کہے  
کے کل      کے منکر یعنی مستحب

جو جلتے ہیں اسی کو کچھ نیچے یعنی لی نماز میں ہمیں نیچے اپنے وقت پر ہوتی ہے یا نہیں اس نذر  
ن تو وقت سے تاخیر کرنے کی عادت ہوگئی ہے۔ ہیشہ و سگ تو قصا برتی ہے اور قصا بھی ہو تو  
اس قدر تاخیر تو ہوتی ہے جس سے جماعت فوت ہو جائے تو حق میں کہ ہم نے روزہ رکھ لیا بڑا عجب ہے  
کہ نماز کو چھوڑ دیا۔ روزہ میا غایت کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مغفرت کو اس قدر بڑھا دیا کہ دس  
صغیر تو بڑا وعدہ فرمادیا اور ہم اس قدر گناہ کرتے ہیں کہ سب امت باوجود اتنے بڑھائے جانے کے  
بھی سبائے کے برابر نہیں ہوتیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ حسانات کی تعداد بھی ہوتی رہتی ۱۰ اس کو بھی  
بہت نیچے برقرار رہتی کہ پھر بھی حسانات جو جب بہشت رحمتی علی مغنی کے غالب ہو جائیں انجب باوجود  
اضاعہ مضاعفہ جانے کے بھی نیک رہتا ہوں گے برابر نہیں ہوتیں بلکہ گناہ بڑھتا رہتا ہے تو یہ کیا حشر ہوگا  
اچھا اس کو بھی جانے دیجئے اگر جیٹ ہم اس پر قادر نہیں کہ معافی کو گناہوں میں مضامین  
میں تو ایسا کر لیا جائے۔

## ماہ رمضان کی عبادت کا اثر تمام سال رہتا ہے

تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ عبادت کا اثر اس کے بعد گیارہ مہینے تک رہتا ہے جو کوئی اس میں  
کوئی بیک پہنچت کر رہتا ہے اس کے بعد اس پر با سال قدر ہو جاتا ہے وہ جو کوئی کسی کام سے اس  
میں عبادت کرے تمام سال آسانی بہت بڑھ کر سکتا ہے اور اس مہینہ میں معصیت جتناب کرنا  
بہت حاصل نہیں کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ تاملین قیہ کر لیئے جاتے ہیں جس جب تاملین قیہ ہو گئے  
میں آپ ہی کہ ہر ماہ میں گئے۔ مگر اس کے قیہ ہو جانے کی وجہ سے، وہ یہ روزہ نہیں آتا کہ  
معافی مانگنا مقصود ہی رہتا ہے کیونکہ وہ روزہ اچھوڑ کر یعنی غصہ تو رہتی ہے اس مہینہ میں وہ معصیت  
کرے ہر گز اس کم اثر ہوگا کیونکہ ایک ہی ہو کر رہ گیا۔ اس میں ایک مہینہ کی مشقت گوارہ کر  
و جائے کوئی بات نہیں۔ جو میں میں ہر مقصود کر گناہ سے بچا یا جائے۔

سات مہینوں میں سیات۔ ریال میں سیات۔ رحمتی علی غنی  
میری رحمت یہ سے سب سے بڑھتی میں خدا کی معاف۔ ان کی گناہ و گناہ جو گنا  
تو معافی گناہ میں سے ہے۔



## کذب

ایکسان جن کے پیشِ منہ میں بیباک مامروں کی برائے نامی صورتیں لکھ رہے ہیں  
ایکساں جن کے کد بکھڑے ہیں اور کوسوں سے شیرازہ کھڑا ہے اور کذب وہ

تھے جہ کہ کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں اور یہ اس دوسرا سیاستدار سمجھتے ہیں کہ اس کا بھی  
لگاؤ کذب کا ہر حصے میں حقیقت ہوگی۔ یہاں تک کہ یہ بھی نہ تو ان کے غماز سے  
ایکنا کچھ سے بہانے کے طور پر یہیں کہتا رہے یہاں آؤ چیز دی گئے ترخاب دوسوں سے ملتی تہ  
علیہ وسلم سے فرمایا کہ اگر وہ اس سے تو کیا چیز دوں گی۔ اسوں نے کہا کہ اگر کچھ رہے یہ کہ ہاتھ میں  
فرمایا کرتا وہی ریت میں کچھ۔ تو تو یہ حقیقت لکھنی بات حضرت کذب پر چڑھے ہوئے  
تو بڑے لوگوں کی بات میں اگر اس سے احتساب ہو سکے تو کذب بھڑکے تو غنا یا بیسے۔

## تغیبات کے نتائج

اور محمدؐ میں دوسرے وہاں وہاں حاکمیت سے تو یہاں  
کرتے ہیں کہ میں خود تو اس کا رہا ہوں۔ یہاں تک کہ  
کہہ دے تو مست ایجا کرو گے اور یہی تو ہے یہاں تک کہ یہاں تک کہ  
ہر بھی تو یاد دے۔ وہ غلط نہیں کہہ سکتے۔ پتہ دے کہ یہاں تک کہ  
کہا کرتا اس کے سے ادا ہے۔ یاد رکھو صاحب کہ دوسرے وہاں تک کہ یہاں تک کہ  
آبرو ہے چنانچہ جب بڑی بات سے اس تو کیا چیز سے یہاں تک کہ یہاں تک کہ  
آبرو دینی کر دے۔ کیسے حق حید سے رہی ہر سنا سے تو یہاں تک کہ یہاں تک کہ  
میں احساس بھی نہیں ہوتا۔ محبت ہوئی یا نہیں۔ اس سے کہنے کہ ایک تو یہاں تک کہ  
کا بھی یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ  
ہر ایک تک نہ بچا دیتا ہے اور کچھ دلا کھتا ہے۔ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ  
اور یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ  
پر ایسے ہی دوسرے کیا پڑتی۔ خداوند میں حقیقت تو یہاں تک کہ یہاں تک کہ  
میں دوسرے کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ  
اسی طرح یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ یہاں تک کہ

## غلطی اُن لوگوں کی ہے جو کہتے ہیں کہ حلال رزق نہیں ملتا

یہ کہے ملے وہ ایک گنہگار شخص ہے اور علی گرام سے ڈسے تعجب کی بات ہے کہ اس مہمہ میں حلال کا کھانا بھی ایک وقت میں حرام ہو گیا اور پھر نئے بھرتے سے لوگ چھوڑ دے یہی وہ شام کو حرام سے الطاف کریں اور دراصل جس لوگوں نے ضبط میں ڈال دیا ہے یہ کہتے ہیں کہ رزق حدوں تو پایا نہیں مگر سوائے اس کے کہ وہ یا میں سے بھی شکار کر کے کھائی جائے یا سبزی کھا کر یا گھاس چیر کر پیٹ بھال لیا جائے اور کچھ فقہے اس کے متعلق متہور کیے ہیں وہ ایک بزرگ کا قصہ ہیں کیا رہتے ہیں کہ اس کا پس رشتہ رشتے دوسرے کھیت میں جلا گیا تو انہوں نے اس کھیت کا غلہ کھا چڑ دیا کہ وہ مظلوم دوسرے کے کھیت کی مٹی جو میرے بے بیل کے گھر میں لگا کر بلا اجازت چلی گئی کون سے دانہ میں تال ہو گئی ہو۔ گریہ قصہ ہوا ہے تو وہ صاحب مال ہے دوسروں کے لئے اس کا حق محنت نہیں ہوتا قصہ اتنا سبب نہ کرنا تقویٰ کا ہیضہ کی کو کہتے ہیں۔ جب لسنے شبہ کر بھی حرام میں داخل کھا جائے گا اور اس سے بچنا غایب ہے کہ شکل ہے تو گمان یہ بڑا کہ حرام ہے کچھ مشکل ہے پس سب چیزیں میں مستند ہو گئے اور حلال کو بالکل چھوڑ ہی دیا میں کہتا ہوں کیا کسر و ہایہ بالکل غریبی میں حسب یہی بات ٹھہری کہ حلال باوجود ہی نہیں تو ناجی اتنا ضبط کیا وہ فائدہ کافی تھا۔ لعلانہ فیوضہ۔ بزرگ ہمیں جس پر کسر و ہایہ فتویٰ دیدی وہ حلال ہے میں کہتا ہوں کیا سب کا حرام غریبین یہ رہ گئے مولانا غفر حسین صاحب نے یہ حالت بھی کہ اگر کوئی انکو مال حرام دیکھے سے بھی لکھ دینا تھا تو یہ ہوتا کہ کتنی ہی اور پھر میں وہ دونوں قت صا، کھاتے تھے اس کا صاف معلوم ہوتا ہے کہ حلال کا وجود دنیا میں ہے وہ وہ دیکھا جاتے تھے کہ فرض کیجئے وہاں حرام ہی کھاتے تھے تو طبیعت کو یہ غرت میں ہو سکتی یہ کہ ہمیشہ ہی کیا کرتے ہوں گے رکھا، فضل ہے۔

## منشہ اس قول کا کہ حلال رزق نہیں ملتی ہے

غرض و میاں حد بھی بہت حرام بھی ہے جو مساوی دریافت کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے

مگر گوشت پر چیتے ہی نہیں اور یہ خساد پیدا نہیں ہے ہوا کہ لوگوں کو جیسا عیذ دیا وہاں میں آیا کرتے ہیں تو وہ  
 اس کے عادی ہو گئے۔ اب کسی نے منع کیا تو اس کا کھوڑا مایہ و تہا بعد ہوا میں کہ دیا کہ  
 میاں یہ دگل تو خواہ مخواہ بھی حد کو تو اس کی کھانے میں ان کا تو داخل نہیں ہے کہ مال، ٹھک، ور  
 مسلمانوں کو تنہا نہ ہو۔ بس جتنے جتنے یہ ذن میں جو گیا کہ اس کے یہاں تو سب یہ حرام ہی ہے  
 حد کا وجود ہی نہیں حدوں تھا وہ بھی حرام ہی تھے اسے اور خوف سے مفتی کے پاس جا بھڑک دیا  
 کہ دیکھنا مانا ہے کہ ہمارے کس معاد کو۔ ایم تادیوں یا حدوں تا میں تو ساری ناطوں سے تیار کہہ دیں  
 اور فی نفسہ حرام ہی ہو گا کہ کہ حد کا تو وجود ہی نہیں سو یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جس کو مفتی  
 مباح کہ وہ عمدہ مباح ہے اس میں کچھ حرج نہیں تیس دن کے بہت حال میں رہا یہ کہ  
 یہ بھی ہے کہ دوسرے وقت ہے کہ یہ سب حرام ہے۔ پھر جس لوگ تراء و حد میں خود بخود تہبہ  
 کر کے طاع کو بھی چھوڑ دیتے ہیں کہ جب اس میں دوسرے سے ترجیح ہی ہو چلتا ہے مفتی کتبہ ہی کہے  
 کہ یہ حدیں ہیں مگر وہ اس کے عیذ دینے ہی کو اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ ہمیں اس حد میں کچھ حرج نہیں جو  
 مباح ہے اہل علم سے رجوع کر کوئی حد میں امتناع نہیں ہے وہ کوئی حد نہیں ہیں خود بخود  
 یہ ہی چاہتے ہوں کہ تم کو وقت میں ڈھیں ورنہ خیال مت کرو کہ وہ حدیں موجود ہی نہیں اور خود  
 پھر جس سے وہ منع کریں اس پر عمل کرے کہ یہ بہت بدمعاش۔

## نفس کی کم ممتی عمدہ مباح

اور اگر نفس کم ممتی ہی کرے تو اس سے یہاں کہہ دیں جو  
 حکام وقت کے۔ کام میں بن کر کس لب مانتا ہے اسکو  
 بھی ماکہ تفتی کا حکم مجھ کر مانو پھر دوسرے لوگ بھی ستا اہل تمہے معارفہ کریں گے یہاں خود  
 قصہ ہے کہ کبھی ریدہ ہوا تو جو کچھ پادشہ کے واسطے دیا یہ بیسے سے ریدہ دے آتا ہے اس لیے  
 جب کبھی زیور مرزا کے اتفاق ہوا تو میں یا مہر دو ستر گند سے غریب کیسے دیدہ جاؤ ایک مرتبہ  
 تو اس نے کہا کہ ورنہ سے ورنہ تو ان کو تاب کر دینا میں نے اس سے کہا کہ یہ بیسے دینے کے  
 خلاف ہے اس نے اس نے اس کو نہ تھی سے منظور کر لیا۔ تو رول سب دن جتنے میں دن پناہ لینے  
 اور ائمہ میاں کی طرح اس سے یہ تنہا ہو جاتے ہیں خدیں کہ لیتے کہوں کہ سبب اس کو دینا ہی کا

حکم دیتا ہے اس پر اس کوئی عاتق ہی کیا کرتا ہے حال یہ کہ وہ اس کو مضبوط کر دے اور اس پر سوار کر لے کہ نہ کوئی دانا نہ بوجہ نہ کیا گئے۔ ان اس روپے سے بیس سو تین عدد جو جس بھی نکلیں گی وہ اس میں آمدنی کبھی نہ ہو جائے گی تو خوش کھلو در تجرہ کرو کہ اس کہ جس میں رات ہو جائے گی۔

## رزق میں برکت کے معنی

اور اس کے یہ معنی ہیں کہ کم چیز مقدار میں بڑھ جاتی ہے کہ بڑے تو ایسے میں گیدوں لٹے وہ گھر پر ہر دو دن سے منہ والا بھی ہے ایک صاحب میرے فحشے بیان کیا کہ وہ مسجد جاتے تھے اور ایک عقیق میں بیٹھے رکھتے تھے اور کھانا کھا کر صوبہ ہوتی اس میں سی سے ہاتھ ڈال کر نکالتے یہاں تک کہ سب کاں گیا۔ حساب خریدا تو مقدار وہ یہ تھا اس سے کم نہیں ہوا تو کبھی ایسا ہی ہوتا بہت عرصہ ہمیشہ۔ وہ ان میں انداز اس کے خفیہ اور وہی اکثر اوقات میں اور وہ یہ کہ یہ مقدار قلیل بہت تباہی ہی نہ تھی میں نے عیاری میں فریت۔ ہوا اور ایسے ہی انہوں میں عیاری میں مقدار میں لکھنا میں صانع۔ بے۔ جو چھوٹے تھے ہاری ات پر صرف بڑیا ہے مقدار بڑا اس جہت سے زیادہ تھے وہ خریدا ہوا اور آخر میں میں ہوتا ہوا کہ۔ ہوا برکت کر خود نہ میاں ی رضا ہی دیا تھا فیما سے ہر ہے اند میں میں پھر کیا حقیقت کسی عیاری۔ مال اور کچھ مقدار میں کیا نہ میاں کی چھ وقت نہیں سمجھنے ہر حضرات اند میں رضا وہ عیاری ہے کہ جس کی نسبت ایک رب بنے میں

۷۳ بیان لے آؤ جز تو پاک نیست

دسیا کے حکم کی طرف خود ہی کے واسطے کہنے کہنے سحر دیکھا کیا نہ پنا کر اڑتا ہے اور پھر ان کی ہمت سوری ویرا میں۔ ذرا سی با ست۔ پھر جگہ سے اور اند میں فرشتے میں رہی نکالنے میں خیاں کیجئے اس لفظ کو۔

ایسا ہوتا ہے کہ کسی کوئی عیاری علیہ اور وہ اس کی جہت غریب و مدد مٹھوئی رکھتا ہے کہ کسی میں کوئی عیب۔ نکالے اور غریب کو مدد دے کہ کوئی تو سب سے دے دے وہاں یہ عیاری عیاری کے اور سناٹا پھیرے کہ ہر بادشاہ سے ہوا ہر کوئی ہے۔ وہ اند میں ان سے یہاں ہر رنگ اپنے اعمال سے جاتے ہیں۔ اور در ان

سے اور جس کوئی لے لے لے لے لے دنیا و دنیا پر دنیا اور دنیا میں سے نکال دیا



ہمال کو بھی دیکھ لیجئے نہ کوئی قابل ہیں۔

## ہماری نماز کی مثال

ایک نماز ہی کو لے لیجئے اس وقت تفسیر کے واسطے کہ کھڑے ہونے میں، اندھیاں سے باتیں کرنے کو اور کرتے ہیں کس سے گاؤں خرے۔ یا بوں مثال دیکھئے کہ ایک بادشاہ نے محض اپنی رعایت کے لئے غلام کو دربار میں غازی کی اجازت دی بلکہ یوں کہیے کہ زبردستی طلب کیا (مجموعہ ایسے جیسے) اس تو ہے کہ میں کہ غازی کی اجازت مستحکم دی دربار میں پہنچنے کو نصیحت کی کہیں اور بدستی ملے دے بلکہ پابند بھگت ہو کہ دربار میں پہنچے اور کام تم سے کیسے کہ بادشاہ کو ان پر رحم آیا ہے اور پاتا ہے کہ ان کو دربار میں کچھ گفتگو کرے کہ دربار میں اور تمام رعایا میں اس عزت پر ملنے اپنا کچھ نفع مقصود نہیں ہے

میں نکر دم خلق تا سوئے کم  
بلکہ تا بر بند کاں جو ہے کم

..... ہائے ..... میں نکر دم خلق تا سوئے کم یہ بلکہ تا بر بند کاں جو ہے کم  
اندھیاں کا کیا نفع ہے ہائے پیدا کرنے یا موت دینے سے ..... خیر ان حضرات نے کیا مصلحت کی اس ہائے کی کہ پہنچتے ہی مزاحیہ کر کھڑے ہو گئے اور کانوں میں انگلیاں ڈالے ہیں مگر بادشاہ تو کدورت نہیں ہے اس گستاخی پر مضر نہیں کرتا اور حکم دیتا ہے اپنے غلاموں کو کہ اس بیوقوف کی انگلیاں کانوں سے نکال دو بلکہ ہاتھ باندھ دو کہ پھر انگلیاں کانوں میں نہ ڈالے اور منہ اس ہمارے طرے رو اور ملدی سے کچھ شفقت آمیز کلمات زبان سے فرماتے لگے کہ ایک دفعہ تو اس کے کان میں میرا میں دیکھیں تو معلوم کیے نہیں ہوتا مگر یہ تو قسم کھا کر چلے میں کہ انہی کیوں سے حیث سے یہ انگلیاں کانوں کی طرف بڑھائیں مگر ہاتھ بندھے جسے تھے جلدی سے اس وقت کہ کہیں محبوب کو وہاں میں پڑ جائے اس جگہ سے بھاگے مصل میں گھونٹے کے پاس چھپے وہاں آدمی پڑنے کے لئے ہوتا۔ گدھے کے پاس ایچھے۔ غرض ایک ٹھنڈے بھر بھی کیفیت رہی کہ یہ بھاگائے اور بادشاہ کے نور بکھودا دیا۔ اندھیرا۔ ان کے چھپے چھپا گیا۔ مگر انہوں نے وہی کیا حوش مست احوال سے ہوا تھا اب اندھیت کہ شخص کسی سزا کا مستحق ہے یا بادشاہ کو اس پر رحم آیا ہے یہ تو میں تو نہیں جانتا بلکہ وہ بھی یہ حرکت میں نے کی ہے تو تو میں بادشاہ

مے جرم میں اس کو لے لیا جائے اور کبھی دربار کی ماضی کی اجازت نہ ہو۔

## ہماری نماز پر سزا نہ ہونا غایت رحمت ہے

اب آپ اپنے معاملہ کو اللہ میاں کے ساتھ دیکھ لیجئے کہ ادھر سے تو ماضی کی اجازت ہر وقت یعنی نفل نماز کے لیے، اجازت ہے جب پا ہو پڑھو (بائستہ تھوڑے سے وقتوں کے) مگر میں ترفیق نہیں ہوتی کہ اس اجازت کو غنیمت سمجھیں یہاں تک کہ پڑھ کر جانے کی نوبت نہ آجی یعنی غرض نماز کا وقت آیا نہایت کالی کے ساتھ گرتے پڑتے پیٹنے برا بھلا دھوکا، دربار کا نیت نماز کی یعنی سلنے باتیں کرنے کو کھڑے کئے گئے۔ کھڑے ہوتے ہی منہ ایسا پھیرا کہ کچھ خبر نہیں صرف الفاظ زبان پر جاری ہیں۔ دھوکا دینے کے واسطے آداب تہی بجا، ہے لیکن یہاں تک انتم پر حواء اللہ میاں نے اس میں پھیرنے پر غور نہ کیا اور کلام شروع کیا۔

چنانچہ اکملہ مدرسہ العالمین پر جواب طالعہ شیوں میں آیا ہے ذرا سی جھلک میں پڑتے ہی ایسے بھانے کہ سیدھے گھر آکر دم لیا کبھی زوی کے پاس کبھی بچوں کے پاس کبھی مکان میں کبھی طویل میں پھرا گئے۔ مراد اس سے خیالات کا جولا لی دینا..... غرض یہی سزا پان کیا کہیے یہاں تک کہ ہر مشکل تمام دربار کی ماضی ختم تک پہنچی یعنی سلام پھیرا۔ بڑی خبر ہوئی بادشاہ کی ہم کلامی سے بچ گئے جانے وہ کاٹ کھانا یا کسب کرتا۔ دیکھ رہے ہیں کہ کیا کرتا اور کیا ہوتا اور یہ کیا پاتے۔ صاحبزادے اب نگاہت خیر کی سزا دی ہوئی چاہیے محنت یا نہیں، جو مثال میں میں نے عرض کی کہ اگر ایک دھند بھی ہم ایسی نماز پڑھتے تو کبھی اللہ میاں کے یہاں ہم لوگ گھسنے نہ دیا جاتا اور بار سے ملنے ہی رہ جاتی اور جس دوام کا۔ دوبار جاری ہو جاتا۔ مگر سنیے کہ اللہ میاں سے کیسا روکھا جاتی ہوا..... وَكَانَ مِنْكُمْ مَشْكُورًا۔ اس نے دربار میں آکر تخیل کی معصیت کو بہت اچھی طرح انجام دیا..... مر جانے کی انت سبنا بھی طرت تو جیسے انجام دی وہ ہم بھی خوب جانتے ہیں اور جو ہاں عام تھے انہوں نے بھی خوب

لے وہاں سیکر مشکور۔۔۔ تہا ہر و شش قابل قدر ہے۔

دیکھا بلکہ حاضرین کے سامنے ستر رکھنے کے واسطے اور فرماتے ہیں .....  
 وبت علیہ السلام ان الله سبأ تلهو حشرات۔ گویا بے وقوف۔ بے کتنی ہی گستاخیاں کہیں مگر ہم  
 اس سے کو حاضری ہی میں نفع لیتے ہیں اور اس کی وہی عزت کی بنیے جو ناقاعدہ کہنے والے کی  
 کی جاتی ہے۔ اسب فرماتے کہ اگر ایک مرتبہ، سیاستمدار شاہ کسی کے ساتھ کرے تو کیا  
 دوبارہ ان شخص کی ہمت پڑ سکتی ہے کہ پھر اس طرح دشمنانہ طریق سے وہاں میں جاکے چڑ  
 نہیں بلکہ سر سے یہ رنگ خجالت کے پسینہ میں غرق ہو جائے گا۔ مگر یہ ایسے احسان و ہمت  
 ہیں کہ ایک دو دفعہ کیا جانی سیکڑوں مار ملکہ ہر روز پانچ بار یہی جفاکاری کہتے ہیں مگر ادھر  
 سے سلطان خیال نہیں کیا تا۔ ان یہ طریقہ ہے کہ ان گھڑے ٹوٹے شمال (ملکہ شمال) جیسے  
 کہا جاتا ہے۔ یہ عملیوں کے ذریعہ بھی کی اور کوتاہی ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے فرستے کی  
 طرف مہیاں ہے۔

ساجو، ذرا شرمناز اور عمل کرو اور حرام سے بچو خاص کر رمضان  
 کے بہینہ میں۔

تراویح کی منکرات کا بیان | یہ منکرات تو روزہ کے ہرے۔ اب  
 ایک عمل اور ہے خاص رمضان کا  
 جیسے دن، ٹل، روزہ ہے جسے رات کا عمل قیام ہے۔ اس میں یوں ضبط کر دیا کہ تراویح کی  
 میں رکعت گن میں تو پوری کریں مگر یہ پتہ نہیں چلتا کہ ان میں تو ریت بڑھ جاتی ہے  
 یا انہیں بڑھ جاتی ہے۔ یا تو شروع کا حرفت سمجھ میں آتا ہے یا رکعت کی تکمیل کیا  
 حافظہ قصہ ہے کہ قرآن شریف پڑھتے پڑھتے جہاں بھولے وہاں کچھ اپنی تفسیر سے  
 بڑھ دیا۔ بڑی شرمناک ہوتی ہے۔ انہوں کو کہیں متشابہ نہیں گستاخوں و لائقہ و لائقہ  
 ۔ اسب انہیں ان کو دھوکہ دیتا ہے دو بیس رکعتیں گن کر دیا دھوکہ سر بھی تو کر د  
 ایک یہ نغمہ جوتا ہے کہ ماہِ قمریوں کو جھگاتا ہے اس طرح کہ قرآن کو اتنا ہول دیتا ہے  
 کہ کوئی ٹھہری نہ سکے۔ پانچ پانچ پیارے ایک ایک رکعتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ

نے ارشاد کیا کہ تم سب اس وقت تک نہیں کو نہ اذان پڑھیں کہ انہوں سے بدل دیتا ہے



میں بھی معصیتِ بطلِ عمل کی لازم آئی اور نہ لیٹنے سے بھی نماز نہ سہ ہوتی ان سب صورتوں کو ملا کر آپ ہی کو یہ دیکھنے کو نہ رہے یا کہیں۔ احکامِ علی ہری کے لحاظ سے بھی تو نماز صحیح نہ ہوئی شروع و ختم کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

اور ایک خرابا شبینہ میں یہ بھی ہے کہ اکثر اہل کی جماعت لازم آتی ہے کیونکہ بعض اپنی لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اس کو تراویح کی جماعت میں کرتے ہیں کیونکہ سب مقصدیوں سے یہ نہیں ہو سکتا، کہ اول سے آخر تک شریک رہیں اور اسی کو تراویح رکھیں۔ اس لئے تراویح علیحدہ پڑھ لیتے ہیں پھر نفلوں میں اس رویتے ہیں اور نفلوں میں جماعت کروہ ہے بغیر اس ہر سبب منکرات اس شبینہ میں لازم آتے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ بعض حفاظ اپنا اپنا پڑھنے کے بعد منقطع ٹیٹے لگتے ہیں۔ یہاں آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سننے کو آئے ہیں اور یہ بے ادبی نہیں ہے.....  
ادہ لیٹے ہی بہت سے مدقات ہیں۔

اں اگر شبینہ میں ختم ہی نہ نظر ہے (مگر ملاس کو غور کر لیجئے گا) تو اس حسن ہے اس میں بھی اعلان کی ضرورت نہیں تاکہ ریاء و شہرت سے خالی ہے مبنی ہمت ہو قرآن شریعت پڑھو۔  
اللہ کو گڑبڑ میں نہ ڈالو اور سب منکرات مذکورہ سے بچو۔

## عورتوں کو نا محرم کا قرآن سُنانا بھی خالی از قباحت نہیں ہے

ایک بڑے بزرگ نے یہ مسئلہ کہ نا محرم حفاظ گھروں میں جا کر عورتوں کو محراب سنتے ہیں اس میں چند قباحتیں ہیں ایک یہ کہ اجنبی مرد کی آواز جب وہ خوش آؤری کا قصد کرے عورت کے لیے یہی ہے جیسے اجنبی عورت کی آواز مرا کے لیے اور روحِ نبوی ہے کہ خوش آؤری و مرد تلاش کے جاتے ہیں۔ اور حافظ صاحب بھی مردوں کی جماعت میں تو شاید سادہ سادہ ہی سنتے ہیں یہاں خوب سنا کر ادا کرتے ہیں۔ سو عورتوں کے لیے جماعت کی ضرورت ہی کیا ہے۔  
اپنی ہی انگ پڑھ لیں اور کچھ ضرورت محراب سے کی نہیں ہے اگر وہ ہیں تو مرد ہی فرد ہی اپنی تراویح میں تکرار لیں اور اگر وہ حفظ نہیں ہیں تو اہم ترکیف سے پڑھ لیں اور اہم ہوتا ہو کہ پڑھ





بلا سوال وحید ان کو دے دیا جائے کہ تو نوبت کب ہے کو آئے۔

## ایک طالب علم کی حکایت

ایک طالب علم کا قصہ ہے کہ وہ ایک جگہ ٹھہرنے لگا تھا مقرر ہوا۔ اتفاق سے ایک موت ہو گئی اور وہ اس کے لیے تو غمی محسوس کر اس جہاز پر لیے یہ کادون لگ گیا۔ اس کا کھانا چالیس دن کے لیے مقرر ہو گیا غنیمت سمجھا۔ حسب عہدہ تربیت تم کو پہنچا تو فکر ہوئی کہ میری فاقہ آتا ہے اتفاق سے پہلے ختم ہو گیا۔ ہوا تھا کہ جب اس وقت ہوئی۔ ان کے ایک چہرہ کا سامان اور ہو گیا غرض اسی طرح کئی مرنے مرنے کے بعد دیگرے ٹرک ہو گئے۔ ان طالب علم صاحب کو پاٹ لگ گئی اور ہر وقت انتظار میں رہنے لگے اسی طرح کئی مرنے۔ ایک روز ایک شخص سے کہا کہ یہ طالب علم سارے محلہ کو اسی طرح لگا جائے گا ورنہ اس کا کھانا مقرر کر دو کہیں اس طرح میں اللہ میں پہنچا دیتے ہیں غرض یہ نوبت نہ جیتی کی کہ اس سے پہنچتی مرنے شخص کے خبر نہ لینے سے۔ یوں تو کبھی ساں بھی ڈنگ کا نہ ملے اس جہاز کے دن ملے آجائیں گے اور جو کئی جہاز کی تسمیع سے منع کرے تو اس کو مقرر ہو گا۔ صاحبو! کیا اٹھ دن کا کھانا ایک دن کھا سکتے ہو۔ طالب علم غریب نے کیا قصہ کیا کہ ہے کہ ہفتہ بھر تک تو فاقہ کراؤ اور ایک دن اتنا لاکر کھانے کے۔ یہاں سے ان کی خدمت رہی دیا جائے کہ ان کی نیت نہ جھگڑے لوگوں نے تو اس کو انکل چھوڑ ہی دیا اور سبب اس کا یہ ہے کہ خدا مان دین کو لوگ قہر سمجھتے ہیں اس لیے ان کی کچھ وقت ہے نہ خدمت اور ای ہر سے یہ بھی۔ راج ہو گیا کہ نرون وہی ہوتا ہے جو کسی کلمہ مانہ ہو کر گڑے سے۔ یہاں سے جو کسی کام کے نہ رہیں وہ مؤمن بن جاتے ہیں پھر کوئی خبر نہیں دیتا۔ اس وجہ سے بہتیں بگڑ گئیں ایک ایک کلمہ کھانے کی ایک فقیر کو دیا تھا۔ مزدور کو جو خبر لگا تو فوراً پہنچے کہ وہ صاحب میرا حق اس کو دے دیا خدا خدا کر کے تو یہ دن آتا ہے اس میں بھی ہمارا حق اور اس کو دے دے ہو

اسٹیج ریل عبادۂ شیعہ کیونکر ہوا اور ان کے انسداد کا کیا طریقہ ہے

بھگت سبھی بات سے بہت استفادہ کے بعد یہ دن غریب ہوتا ہے مگر اس میں اس کا قصہ نہیں ہے بلکہ ایک انداز قصہ ہے۔ کیوں یہ نوبت پہچان اگر ہم لوگ مقرر کر لیں کہ گیارہ ہفتہ میں

پنے کپڑوں کے ساتھ ایک کیر یا ان کو بھی بنا دیں اور جہاں آپ کھانے میں کچھ کھجواں لائیں کچھ دھوت کر دیا کریں اور اپنے خدیج کے رویوں کے ساتھ ان کے لیے بھی کچھ روپیہ نکال دیا کریں۔ غرض غیر رمضان میں ان کی برابر خبر گیری کرتے رہا کریں پھر رمضان شریف میں ان سے سوال کیا جائے کہ قرآن شریف سنائیے تو کیا نہیں سنا دیں گے حضور اور خوشی منظور کر لیں گے اس میں جہاں علی العبادہ وغیرہ کی کوئی قباحت نہ لازم آئے گی۔ غرض اجرت پر حافظ سے قرآن شریف پڑھوانا جاری رہیں اور ایسے ہی عورتوں کو گھروں میں سنانا نامناسب ہے، میں کہتا ہوں جب عورتوں کو مسجد میں آنے سے روکا گیا ہے تو غفلت نہ کچھ سکتا ہے کہ مقصود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف مباحثہ مذہبوں اور عورتوں میں درمیان اختلاف لازم آتا ہے۔ کیا حاجت ہے عورتوں کو قرآن ختم کرنے کی حاجت تمام ہی کی طرف سے لازم نہیں کیا گیا تو ان کے ذکر کو ضرور نہیں ہے بس اہم ترکیف سے چھوڑ دیا کریں اور ایک خبر لی اور جوتی ہے کہ جب ایک جگہ حافظ عورتوں کے سامنے کے لیے مقدور کیا جاتا ہے تو اسے عورتیں شکر میں ہوتی ہیں وہ اس میں حرج و ضرر نہیں اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، المرأة عورة، عورت چھپانے کی چیز ہے۔

## ختم قرآن کے دن کثرت حیرانوں کے منکرت

ایک بدعت رسان شریف میں حیرانوں کی کثرت ہے ختم کے روز لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس میں شوکت اسلام ہے ہم کہتے ہیں رمضان میں ہی اہلبار شوکت اسلام کی ضرورت ہے یا ان تمام زمینوں میں بھی تو ہمیشہ چراغ بہشت کے جلا یا کیجئے یا یوں کہیے کہ اور دنوں میں اسلام کے چھپانے کا حکم ہے حسب جان بھیجے کہ شوکت اعمال ساکھ ہی میں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ | آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ سنا ہوگا کہ جس وقت تمام کو گئے ہیں اور نصاریٰ کے شہر کے پاس پہنچے تو پتھروں میں پوندے ہوئے تھے، اور سواری میں اونٹ تھا اس پر بھی خود سوار ہیں تھے علامہ بار تھار گوشت سوز کیا کر یہاں فہر شوکت کا موقع ہے کہ اسے کم گھٹنے پر سوار ہو جائیے

آپ نے بہت اہم سے منظور کر لیا جب سوار ہوئے تو گھوڑے کے کونڈا اچھلنا شروع کیا۔ آپ فوراً زہرے کو اس سے لٹس سے جھپکے دیا تو تباہی (لہذا یہ کہ یا زہرہ من حضرت عیسیٰ علیہ السلام) قسبے حیل بہ وقت بہت تھا اور انہار شوکت کے جواب میں فرمایا۔ مگر قوم اعزاء اللہ باسلام بہ وہ قوم ہیں۔ اسلام سے ہی ہماری عزت ہے چراغوں سے کہیں شہوت ہوتا ہے شوکت اسلام تو سارا ہی ہے اسلام کو کامل کرو میں کہتا ہوں ٹولہ دیکھو لوں کو اور انہری دور شخص تباہی سے سوا اسلام نہ درست کرے تو ہمیں ویسی خوشی ہوگی جیسی اس سے ہونے لگی ہے کہ ہم نے یہ سب یہ اہتمام سے درست کی ہے۔ عود کرے کہ نہ ہوگی بس معلوم ہوا کہ صرف اپنا نام جتانے کے لیے ہے۔ ورنہ انہار شوکت تو دونوں حالت میں برابر تھا پھر یک صورت میں درست کم دس ہوئی اور اس سے تو یہ روپیہ ہاں مالک اگر موتوں کو نہ دیا جاتا تو اولی قہار مارا تو یہی نسبت یاد کیجئے ہوتا کیا یہ سرف نہیں ہے

آپ نے اپنے کتبے میں لکھا ہے کہ میں ہوں اسرار کے معنی ہیں سرف اُنکے ملائیس لہرو اور اس کی طرف سے ہوتی ہیں۔ اولی خاص فاعل و درست لہریں ہوں۔ اس قدر یہ تباہی کہ اس سے کم میں نہ ہو سکے

خلاصہ اس کے کہ اس کی غرض کا حق و سرف ہے یہی سرف اور یہ عرس شام سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ دوسری غرض اس سے ہے۔ یہ باس میں ٹاٹ سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ سرفی کے سرف میں تھوڑی روئی کے کوف سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔ سب تک کافی روئی نہ ہو۔ سرف میں اس کی بھی اجازت کی گئی ہے تیسری غرض اس سے ہے اور یہ بھی شہادت میں مانز ہے ان اللہ جل جلالہ پس اس سے مبات ہے اور اس میں مبات نہ ہوتی ہیں۔ انھوں نے غرض انہار شمس سے عدلیت یا منتہ یعنی خدا تعالیٰ کی نعمت کا انہار ہو رہا ہے اور یہ ہے اور انھوں نے غرض اس سے کہ یہ ہوتی ہے کہ عدلیت لوگ اس کی وسعت کو دیکھیں

یہ سرف اس سے کہ اس سے سرف سرف و اللہ میں وہ کمال انھوں کا دیکھا ہے۔ یہ سرف سرف ہے۔ یہ سرف سرف ہے۔ یہ سرف سرف ہے۔

اور ان صاحبِ حال سوال کریں اور ایک غرضِ عشاق کی آرائش کے علاوہ بیباک حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیا کرتے تھے وہ یہ کہ میاں کو اچھا معلوم ہوا اور اس سے ابھی کوئی غرض نہیں ہو سکتی دکھایا بھی بہت ترسہ میاں کو۔

اور ایک خاص بیان بہت تائش سے وہ یہ کہ اپنے اپنی نفس کو لذت و فرحت ہو اس میں بھی کچھ صحت نہیں۔ یہ غرض صرف مال کی توکل و ہوس اور ان غرض میں سے ایک غرض مذموم بھی ہے اور وہ بدو و تائش ہے تو جان لو کہ دل تو نفس ریا ہی جائز نہیں پھر اس کثرتِ چرخ کے متعلق ایک مسئلہ مقدس اور قابلِ نظر ہے کہ یہ کہ معصیت کو معصیت سمجھ کر کرنا پہل ہے اس سے کہ معصیت کو دین سمجھ کر کیا جیسے و جبرائیل کے لیے بھلائے جاتے ہیں اور یہ کہ معصیت ہے۔ چہرہ لوگ اس کو دین اور فریب سمجھتے ہیں تو کتنی سخت بات ہوتی۔ یہ قباحتیں ہیں روشنی میں۔ علاوہ بریں ہتھام کرنے و نہ تو روشنی ہی میں نہ حول رہتے ہیں نما میں ان کا دل نہیں ہوتا بلکہ بغل اوقات جیسی شرارت بھی نہیں ہوتی۔ اس دور کی تراویح ان کرمات ہو جاتی ہے کہیں صوموں کے بیچ میں پھرتے ہیں کہیں ایک صفت سے دوسری صفت ملاتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی مردوں کو پھلانگے گا اس کو پل کی طرح ڈال دیا جائے گا قیامت کے روز کہ مخلوق اس پر ہرگز گزرنے لگی۔ ملتے احکام کی مخالفت لاہم آتی ہے روشنی میں۔ میں کہتا ہوں قرآن مجید اور احادیث کے حکام کیا اس لئے ہیں کہ بت پرست اس پر عمل کریں یا بغضی عمل کریں اور مسلمان اپنے ہاتھوں میں لے کر بس فخری کریں کریں۔

کچھ بعید نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت میں شکایت فرمادیں یا رب ان قویٰ انخذوا ہذا القرآن مجبوراً۔ قرآن کو صرف اپنے گھروں میں رکھنا اور زبان سے پڑھنا کافی نہیں بلکہ جو کچھ اس کے اندر ہے اس کو بھی دیکھو اور دل پر اثر ڈالو۔

اور ایک منکر ختم کے دن شیرازی کا تعظیم کرنا ہے اور اس کا منکر ہونا اگرچہ نفوذِ ظاہر ہے مگر

ختم کی منشا کے منکرات

میں کھائے دیتا ہوں۔ یہ منشا اگر ایک شخص کی رقم سے آئی ہے تو اس کا مقصد دینار و اشہار و



## مولد شریف کی مٹھائی بھی ایسی ہی ہے

یہی حال مولد شریف کی مٹھائی کا۔ جیسے لوگ اس میں عیب کے فعل سے محبت  
کرتے ہیں میں کہت ہوں کہ تو کسی کا فعل محبت نہیں، پھر تم اپنے فعل کو اس کے فعل  
پر قیاس بھی نہیں کر سکتے۔ اس کی تو ایسی بے تکلف عادت ہے کہ شب کو آؤ، رات کو جاؤ  
اور مٹھائی ختم ہو جائے کہہ دیتے ہیں عیسیٰ ہو چکی۔ ان کو یہاں کہ طرح سرد و عیدہ کی فکر  
نہیں ہوتا جس کو سپینچ مٹی پہنچ گئی، نہ پینچے تو کچھ خیال نہیں سیں کہاں تباہی مٹھائی  
اللہ کہاں ان کا فعل سے

کھانا کان راقی کس از خودی  
کچھ مادہ در زوشن شیرا شیر

میں کہتا ہوں تیرے بچہ کی زبان وہ اصل میں غلامی ہے، خدا علیٰ رسول  
نعمت لیکن جب شیخ میں ایک نکرہ ضرر ہو جائے کہ تسمیہ بھی تو اس کا تسمیہ  
ہے اور اس سے زیادہ ہوتا ہے کہ تاجوں کو لے لیا جلتے۔ خود وینہ حال میں صرف  
دعا کے وقت کی شکر گری بہر حق جس ہے رقم رہا میں وہ بھی اس کا فائدہ  
ہو گا اور نہ شک است۔ اس میں سے حونا میں غل تھے اور شہر یا میں فی مسد کو  
نہیں میں دعائیں کی حیثیت میں ہے کہ اس قیمت کے ساتھ بھی نہاد است  
اور چونکہ یہ دعائیں بھی ہیں، تو میں کہتا ہوں کہ یہ ایک پس رس کے کم  
موت کی تسمیہ کہتا ہے، اصل میں اس کا سلسلہ جاری ہے اور اصلاح میں اس وقت  
ہوئی کہ اس میں وہ دعائیں تھیں جو اس وقت اصلاح  
تسمیہ میں داخل تھیں۔ اس کے وقت میں وہ دعائیں تھیں جو اس وقت اصلاح  
تسمیہ میں داخل تھیں۔ اس کے وقت میں وہ دعائیں تھیں جو اس وقت اصلاح

لیکن اب تو بس ترک ہی کر لیا جوفے کا غور کر لیجئے، اور لانتھرتہو القسوة کا قصہ نہ کیجئے جہاں شہرینی کا جواز ہے وہاں ان منکرات کی حرمت بھی ہے اور جب تک دونوں جمع میں حرمت ہی کو تینیت ہوگی۔

## عید کے دن کی ایک بدعت کا بیان

مفسدہ در رسوم کے ہمارے قصبات میں ایک یہ رسم ہے کہ عید کے دن سحری کے وقت اذان فجر کا انتظار کرتے ہیں اور اذان کے وقت کہتے ہیں کہ روزہ کھول لو۔ پھر کچھ کھاتے ہیں تو ان کے نزدیک اب تک رمضان ہی مانتی تھ۔ خوال کی یہی رات بھی گزری اور ان کے یہاں بھی روزہ رہا ہے حدیث شریف میں تو افطروا الرویۃ اور ان کے یہاں ایک شب اور گزرتا ہے اور کوئی یہ نہ کہے کہ افطروا لرویتہ پرمیل تو ہو گیا یا نہ ہو دیکھ کر غدار کر لیا تھا۔ ب رات میں کھانا نہ کھانا، اور اذان کے وقت کھانا، یا فعل ہے کہہ کر میں کہتا ہوں کہ انکار اکل یا عدم اکل پر نہیں بلکہ یہاں عقیدہ میں فساد ہے چنانچہ اس کو روزہ کھولتے تعبیر کرنا اس کی دلیل ہے اور یہ زیادت فی ابدین نہیں تو کیسا ایسے موقع پر تو بالقدوم دم تنفس کے لیے فجر سے پہلے ہی کھانا چاہیے۔

عمل عقیدہ میں موثر ہے | بعض کا خیال یوں ہے کہ عقیدہ بدل دو اور درست کر دو۔ لیکن اعمال کے بدلنے

میں عام مخالفت ہوتی ہے۔ اگر عمل باقی رہے جو کہ مباح ہے اور عقیدہ درست ہو جائے تو کیا حرج ہے لیکن یہ خیال غلط ہے اس لئے کہ ثابت ہوتا ہے تجربہ سے کہ جیسا کہ عقیدہ کو اثر ہے۔ عمل میں یہ بھی اس کا عکس بھی ہے۔

نکاح بیوگان پر علی کے اصرار کی وجہ | ایک مدت تک میں اس خیال میں رہا کہ علماء کیوں پیچھے پڑے ہیں شنگھائی کے جائزہ کی تو

مجھے کیا کیا دیکھ دیکھا پھر کچھ میں آیا کہ حرج صد سے نہیں نکلتا مگر عمل کو ایک مدت تک بل نہیں آئے اس لیے رسوم میں عمل کی تبدیلی ضروری ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ عید کی شب میں





پس کیا جاتا ہے۔ یہ بھی بہ کرام میں اللہ تعالیٰ ہمہ سے ثابت ہوا ہے۔ یوں کہتے ہیں کہ بیسے دو ہفتے یا سو خوشی کا دن دیکھ کر بد یہ محبت مستحق ہے، یہی طرح عید کا دن بھی خوشی کا ہے۔ احباب کے پاس کیوں گئے۔ بھیجے جاتے۔

میں کہتا ہوں مقبوس علیہ کی کو دیکھ لیجئے کہ ہر چند کہ تہادی الی عروس فی نفسہ بہت زیادتی محبت ہے لیکن اللہ بھری رحمہ بھیجا بعض کو بڑھاتا ہے، محبت سے اس پر ہاں ہے۔ ہاں غلوں کے ساتھ بھیجے سے محبت بڑھتی ہے جبکہ دو دوست آپس میں بہت کبھی کبھی بھیج دیا کریں و رسم سے محبت بڑھتی ہیں۔

## رسم سے بد یہ بھی ناجائز ہو جاتا ہے

محبت و غلوں کا جو مل فرما ہے، اسی کو لکھنے کے رسم کو دخل دینے سے کیا حقیقت اس کی وہ باقی ہے وہ درد و محبت ہے جو یہ دوسری میں ہوتی ہے کہ میں کہیں دو شخصوں میں نہیں پائی جاتی کہ ہاں سے یہ وہ عزیز مرید کے نزدیک شین ہوتا ہے، اور مال تو کیا پیر ہے، کبھی کبھی شیخ کی خدمت میں نذر کر دکنے میں و رسم سے غلوں بڑھ جاتا ہے مگر جب اسی نذر کو رسم قرار دے دیا تو دیکھ لیجئے کہ نذر کی پیری مریدی کا کیا حال ہے۔ غلوں ترکیب جس جگہ پیر صاحب پہنچ گئے مرید آپس آپ کو چھپنے لگے کہ ایسا نہ ہو کہ چندہ کی دہشت آئیے۔ دعائیں مانگنی پڑتی ہیں، کسی طرح پیر صاحب جلدی ٹھیلیں۔ اب فریاد کرنے کی مشابہت تو شیخ کو بد یہ دینا موجب محبت تھا، یہاں موجب بعض کہہ سے ہو گیا، صرف ہم سے۔ میرے ایک دوست کا قصہ ہے کہ ایک مدت تک انہوں نے حضرت حامی صاحب کے پاس خط میں بھیجا میں نے ان سے وجہ پوچھی تو کہا میں اس عروس میں غلی جاتے تھا، مگر میں ہوں کچھ بد یہ نہیں سے دل جیسے تو عرفینہ بھولنے میں نے کہا اس خیال میں صحت پڑو اب تو ضرور بلا بد یہ خط بھیجو اب دیکھ لیجئے کہ اس عروس تک اس خیال نے ان کو استفادہ سے روک دیا۔ فی نفسہ حسن ہو مگر قید رسم سے قہر گیا، ایسے ہی عید کے دن کے بد یہ ہیں۔

لے مقبوس علیہ وہ مات جس پر کسی دوسری چیز کو نہیں کیا جائے۔ عید فی نفسہ بہت محبت

## اس زمانہ کا ہدیہ اقراض ہے

اور اگر غور کیجئے گا توں یہ یا قرض پہنچے گا، کیونکہ نیت وقت یہ ضرور نیت ہوتی ہے کہ کسی کے یہاں سے بھی تسکے گا، اور اگر ایک مرتبہ نہ تسکے تو ادھر سے بھی بند ہو جاتا ہے، اور ہدیہ کی تعریف میں بلا عوض کی شرط ماخوذ ہے پس یہ ہدیہ بھی نہ رہا۔ پھر قرض دار ہونے سے یا قرض دار کرنے سے کیا فائدہ ہے

حاصل یہ کہ جس اہل میں مادیہ ان اعمال سے ہی، مقناہ پائیے۔ ذر سی خوبی کو دیکھ کر بڑے بڑے مسکرت میں پڑنا، عقل سے بعید ہے۔

## تمام و غلط کا خلاصہ

اب بیان فرماتا ہوں، اور اصل مقصود کا غماض بھر مختصر، عادیہ کرتا ہوں، کہ روزہ رکھ کر ہیٹ رانم سے بھر، اور دن کو بھی فیست و عیرو میں مبتلا ہے تو یہ روزہ کس شمار میں ہے۔

حاصل یہ کہ روزہ کے آداب سیکھو اور غور توں کو بھی سکھو۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: "تم میں سے ہر ایک کو ہم وقت ہم، عذبت۔ یعنی بہت سے روزہ رکھنے والے اور قیام میں رستہ سے وہ ہیں کہ ان کی بھوک، اور پیاس کی طرف اللہ میاں کو کچھ حاجت نہیں اور آداب کے موافق گزرتا رہتا تو اس کے حق میں مسرتا ہے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "تستعان"

یعنی روزہ مار دونوں سعادت کریں گے میں اس شخص کے ساتھ دو لحاظ موجود ہوں گے عذاب سے بچنے کے لئے، پھر آپ کہہ سکتے ہیں کہ جس کے دو لحاظ سہ کاری موجود ہوں کیا اس کی نجات ہوگی۔ خدا نے تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمادیں۔

والسلام

# تَقْلِيلُ الْمَنَامِ بِصَوْتِ الْقِيَامِ

رمضان میں شب بیداری

۴ رمضان مبارک سترہ کو نماز جمعہ کے بعد کھڑے ہو کر ۲ گھنٹے تک ارشاد فرمایا — جس میں کس بات کی وضاحت فرمائی کہ تقییس منام کی تراویح کے ساتھ تسبیحیت نے جو صورت تجویز فرمائی ہے، اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔  
اس میں کی حد اکثر یہ ایک سو پچاس حضرت مومن طہم حمد صاحب عثمانی سے سے قلمند فرمایا۔

الوعظ المسبب

تقليل المنام : بصوة القيام

وهو الجذر الثاني من المجموعة منقبة به

البواب المجابهة : وابواب المشاهدة :

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خطبة بالثورة | الحمد لله محمد بن نستعين ونستغفره ونؤمن به وننته كما عاهدنا الله به مشرقة الشمس

ومن سميات اعمالنا من عهد الله فلا مضل له ومن فضله فلا

هادی له و نشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و نشهد

ان سيدنا و مولانا محمد اعمدة و رسول الله صلى الله عليه و علي

آله واصحابه وبارك وسلم؛ انا بعد — فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ

الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. وَالَّذِينَ يَجَاهِدُونَ

فَلْيَا كُنْهِدِيْنَهُمْ سُبْحَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ .

فایدا مائیں کو یاد ہوگا کہ اگر مشن جمعہ کو بھی یہی آیت پڑھی گئی تھی ویرس کی تفسیر

میں بہت سے ضروری مضامین بیان ہوئے تھے، مگر اس درساں سب کا عجیبہ

بھروسے کے پر۔ روکان جگائے گئے تھے۔ لطیف طعام، نفیس منام، نفیس کلام و نفیس خضوع و خضوع

نام - اور یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ قہس العام کو شریعت کے روزہ کی صورت میں منع فرمایا ہے۔

اس کے علاوہ تصویریں، ایسا ماحول نے اکیلے تعلیم کی اختیار کر رکھی ہیں مہریت میں، سستی، محسوس

اس میں اور اس کے نہیں وجود کر بیچ کا ہندو سرحد کی کاہنہ عربیہ درسیان کا ہیں

ان کا علاج اس وقت یاد رکھیں اور اس کو صحت دوں اور یہ یاد رکھیں۔

## فضیلت مجاہد شرعیہ

اور وہ یہ کہ مجاہدہ حرقیہ مطمئن ہے فتنہ کوعائدہ کا اور مجاہدہ شرعیہ میں یہ اتنا نہیں تفصیل اسکی یہ ہے کہ حوط لایقہ مجاہدہ تقید ہند کام تاضیں میں متعل ہے کہ کوئی ایک وقت کھا کھاتا ہے تو غذائیں بہت کمی کر دیتا ہے اس طریقہ سے مجبب ناز پیدا ہو جاتا ہے وہ اپنے سب کو رگ نیاں کرنے لگتا ہے کہ میں بڑا صاحب مجاہدہ ہوں کہ دوسرا سے کم کھاتا ہوں۔ اور جو اس سے زیادہ کھاتے ہیں اس کو وہ ہانک و خانور سمجھتا ہے کہ یہ لوگ خاک مجاہدہ نہیں کرتے درگو عجبک علاج ممکن ہے مگر ہر بہر ہیست کہ عجبک اکثر علاج نہیں کیا جاتا اور علاج کرے کیونکر وہ تو ایسی حالت ابھی سمجھتا ہے کیونکہ عجب کے معنی یہ ہیں کہ اپنی حالت کو اپنے سمجھے اور جب وہ اپنی حالت کو اپنے سمجھے گا تو علاج کیسے کرے گا اور اگر علاج کرنا بھی ہے تو ایک مایع قوی یہاں سے جس کی وجہ سے ضغاکو علاج کی ہمت نہیں ہوتی

اصول سے اس عجبک علاج کو کم کھانے سے پیدا ہوا ہو یہ ہے کہ خوب کھائے لگے مگر اس میں ن کو یہ عار دانگیر ہوتی ہے کہ تیر کم کھا تو تہو ہو جیلا ہے اب تو میں نے پرگت گھا اور خوب کھائے لگے گا تو لوگ کہیں گے کہ میں اپنی اصل کی طرف لوٹ آئے ایک وقت کھانے پر ناہ تو نہ ہو سکا سب یہ شخص محض مخلوق کے دکھانے کو ایک وقت کھاتا ہے تاکہ اس کا مجاہدہ لوگوں کا بنا ہے اور یہ ریا کا شعبہ ہے اس کا علاج بھی وہی ہے کہ خوب کھائے لگے اور ایک وقت کی جگہ دو وقت کھائے لگے یہ علاج یہاں ہے کہ جو امر اس سے مانع ہے یہ اس کا بھی مانع ہے مگر اس کے لئے ہمت کی غزورت ہے کہ ایک دفعہ دو ٹنگ دعار کی پروا نہ کرے، کھو چو لے میں ڈلے اس کا خیال نہ کرے کہ لوگ کیا کہیں گے پھر تو اس علاج میں کچھ بھی دشواری نہیں۔ دشواری اسی وقت تک ہے جب تک ریا و عجب دل میں بھرتے ہوئے ہیں اور یہ بڑے سنگین امراض ہیں۔

بزرگوں نے لکھا ہے کہ ریا و عجب قلب میں سبب ہیر میں نکلتے ہیں واقعی ان دونوں سے بہت سی کم لوگ پکے ہوئے ہیں درنہ ان کو لوگوں کے تو رگ رگ میں عجب ریا و کم کھاتا ہو ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات ریا سے بچنے کی صورت میں ریا مود ہے پچانچہ بعض داکترین جن کو دگر تہر

تعلیم کیا جاتا ہے وہ یوں کہتے ہیں کہ حضرت اس میں تو مزہ ہوتی ہے مگر میں ذکر خفی کی سزا  
دیدنی جلتے مگر یاد رکھو! اس نفس کا ایک کید ہے میرا یہ مطلب نہیں کہ کبھی میں کید ہوتا  
ہے بلکہ اس کا مدد شیخ محقق کی رائے پر ہے جس کے سے شیخ ہی خود ذکر خفی کو تیز کرے! میں کو  
کید نہیں اور جس کے سے شیخ سہر تو تیز کرے اور طالب خفی کو تو تیز کرے تو اس میں کید ہے  
اور وہ کید یہ ہے کہ شخص یوں چاہتا ہے کہ میں ذکر میں آزاد رہوں لوگ میری بات سے سلیقہ نہ ہوا  
اور یہ آزادی ذکر خفی ہی میں ہو سکتی ہے اگر تم سب بھر بھی ذکر نہ کرو تو ملنے ملانے والے بھی  
سمجھتے رہیں گے کہ چپکے چپکے کام کر لیتے ہوں گے اور ذکر جہر میں اگر ایک سبب بھی سمجھ کر کھلی تو  
سارا محمہ بن جائے گا کہ آج سمجھ نہیں کھلی میں سارا زور شور ختم ہو گیا تو میں مانہ کا فوراً بھانڈا  
بھٹوٹا ہے اس لئے جب کوئی مجھ سے کہتا ہے کہ ذکر جہر میں تو یہ ہوتی ہے میں کہہ دیتا ہوں  
میں دن مانہ ہو گا اس دن تو شیخ بھی پیدا ہو جائے گی خود شرف مانہ کے کہ میری مانہ کی سب کو اطلاع  
موتی در ذکر خفی میں یہ تو سبب کہاں سبب چاہے روز مانہ کرتے رہو لوگ سمجھیں گے کہ مولانا  
ذکر خفی کیا کرتے ہیں اس لئے آواز نہیں آتی چاہے مولانا سو بھی ہے ہوں اس لئے یہ سو سے  
واہیات اور نفسوں میں کہ ذکر جہر میں رہا ہوتی ہے اس کا منہ ابھی یاد و مجب ہی ہے کہ  
تم اپنے نفس کو لوگوں سے چھپانا چاہتے ہو اور اس کا علاج یہی ہے کہ حد کیا کرو اور اس تسلیت  
کی جو صورت تراویح میں مستحکم ہے اس میں مجب کبر کا بڑا عائد ہے اور اس کا علاج مختصر کے  
اصول پر خوب کھانا ہے میرا یہ مطلب نہیں کہ اگر کسی عبادت میں عجب کا حتم ہو تو اس کو ترک کر  
دے اس طرح تو سب عبادت چھوٹ جائیں گی بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کسی عبادت کے ذکر طریق  
ہو جائیں میں سے ایک میں تو عجب کا مظنہ ہو اور دوسرے میں عجب کا حتم بھی نہ ہو تو دوسرا طریقہ  
بہتر ہے اور ترتیب سے جو صورت تقییس طعام کی مقرر کی ہے اگر روزہ میں صرف کھانے کے  
اوقات کو بدل دوغذا میں کمی نہ کر دو اس میں عجب تو کیا پیدا ہوتا بلکہ اس کا متا بل تو ضعیف  
پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی کہ غلطی کے وقت، یہ روزہ دار ٹھنڈے پانی پر روف پر اور مختلف قسم  
کے کھانوں پر گرا ہے۔ رمضان میں اکثر گھروں میں، در دنوں سے روزہ کھانے پیتے ہیں، روزی  
کے علاوہ گوشت، اور پھلیاں درختے کے دانے وغیرہ بھی پکائے جاتے ہیں، یہ حساب بھی کچھ



بھی جیتے ہیں، خصوصاً مومن تو رمضان میں ایسے مختلف کھانے کھاتے ہیں کہ امرار سے بھی اچھے پڑ جاتے ہیں، تو جو شخص انہی چیزوں پر گریے گا اس میں عجب کیا پیدا ہوتا وہ تو اپنے کو بہت ہی شرمندہ پائے گا کہ کھانے میں کتنا کھایا لوگ کیلکیتے ہوں گے اور پھر مزایہ ہے کہ اس کے ساتھ مجاہد بھی حاصل ہو گیا چنانچہ اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔

### مجاہدہ عرفیہ کی غرابی

اور ایک مضبوط مجاہدہ عرفیہ میں دو ہے کہ جس کو میں اپنے جہاد کے واسطے اکثر کہتا رہتا ہوں اور اس کو میں نصفاً مسلم کہہ سکتا ہوں وہ یہ کہ مجاہدہ عرفیہ والا اپنے اہل کو زیادہ اور نهار الہیہ کو کم سمجھتا ہے اور دوسرے لوگوں کو اہل میں کم اور نهار سے زیادہ منتفع ہونے والا خیال کرتا، نیز خیال کرتا ہے کہ لوگ لذات سے مستغنی ہیں اور میں لذت سے الگ ہوں حالانکہ تعیل طعام تو مجاہدہ ہے مگر ترک لذت مجاہدہ نہیں یہ محض اہل ریاضت کی عادت ہے جو دین شری نہیں ہو سکتی شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں دیکھئے الذالاشیاء دنیا میں وقایع ہے لیکن شریعت نے بعض نکاح اس کی ترمیم دی ہے، حدیث شریف میں ہے :

یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانہما یغض للبصر و یحصن للفرج :

اور ترغیب نکاح سے محض کسر شہوت ہی مقصود نہیں بلکہ لذت بھی مراد ہے درنہ کسر شہوت کی تو اور بھی صورتیں ہیں چنانچہ رہبانیت کے اختصا ہے کافر کھانا ہے بعض صحابہؓ نے اپنے اجتہاد سے یا راہبوں کو دیکھ کر اختصا کی اجازت چاہی تھی، تو حضورؐ نے نہایت سختی سے منع فرمایا۔ پھر شریعت میں عزل سے منع کیا گیا ہے کیونکہ کس میں طبع کا دل لذت کامل نہیں ہوتی اگر نکاح سے محض کسر شہوت ہی مقصود ہوتی تو عزل پر انکار نہ کیا جاتا، درگوبعض اصول سے ترغیب سے مقصود تو لہ ہے لیکن وہ محدود موقوف ہے لذت پر تو مشروط کی ترغیب مشروط کی ترغیب روحانیت اور کثرة جماع نے منع نہیں کیا، چنانچہ وقت و کمزرت و تنوع سے بھی شریعت کچھ حد و حدیث میں وارد بھی ہیں مثلاً طحاہ و ثلث مشربہ و ثلث منفسہ کہ بتائی ہیٹ کھانے

میں سحرے در تہائی پاں میں در تہائی سانس کے لئے رکھے (۱) مگر کثرت وقایع کے لئے شریعت میں کوئی تہ در تہ نہیں شریعت نے اس سے بحث ہی نہیں کی یہ جتنی مسئلہ ہے اس سے اظہار بحث کرتے ہیں اس سے معلوم ہو کہ کثرت وقایع سے باطن کو ضرر نہیں ہوتا ورنہ شریعت اس سے بحث کرتی۔ پھر بل شریعت کا طرز میں دیکھو تو ان میں سب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضور کی یہ حالت تھی کہ تفہیم طعام تو آپ کے کی ہے لیکن تفہیم وقایع کا آپ کے یہاں اہتمام نہ تھا۔ آپ کے پاس نو بیس تھیں، اور دو غلام باندیاں، مگر گیارہ کا حد دُورا ہو گیا تھا تو بعض دفعہ آپ نے ایک رات میں سب فرغت کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ قوت بھی، اور لوگوں سے بہت زیادہ تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرائض ہیں کہ ہم باجمہم کرتے تھے کہ حضور میں سنتیں مردوں کی قوت ہے، اور بعض روایات میں چالیس بھی کہ ہے کسی سے حق تعالیٰ نے انچومت سے زیادہ بیس رکھے کی اجازت دی بلکہ حضور نے جو ذرا تفہیم یہ بھی پکا صبر تھا ورنہ آپ کو تو تیس چالیس لکھ کر نہ ہوتے تھے اپنی قوت کے موافق مگر ان بیس نواری پر غور فرمائیے وہ دیکھتے ہیں کہ آپ نے سنت نکاح کئے سلاک کثرت و قلت نور اضافہ ہیں تمہاری قوت کے اعتبار سے مگر یہ مقدار زیادہ ہے تو کیا یہ حد حضور کی قوت کے اعتبار سے بھی زیادہ ہے ہرگز نہیں، آپ کی قوت کے لحاظ سے تو یہ کچھ بھی نہیں عرض حضور نے کثرت وقایع سے استرا نہیں فرمایا، اگر یہ غیر باطل ہوتا تو آپ ضرور اس سے امتہ نہ کرتے۔

اس پر شاید کوئی کہے کہ حضور کو اس سے باطنی ضرر نہ تھا، اس لئے آپ امتہ نہ کرتے تھے، مگر ہم کو ہتھ اڑ کرنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ یہ وہی بات جس کا جواب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا فقہ احادیث میں اس طرح ہے کہ حضرات ازواج مطہرات یعنی اللہ عنہن سے جنس صحابہ نے حضور کے سموات پوچھے۔ ہوں نے ہی ہر فرما جس کا حاصل یہ تھا کہ آپ رات کو کچھ دیر سوتے ہیں کچھ دیر جاگتے ہیں کچھ دیر عبادت کرتے ہیں کچھ وقت بیسوں کی باتوں میں صرف کر دیتے ہیں کبھی روضہ لکھتے ہیں کبھی انظار کرتے ہیں راوی کہتے ہیں۔

مناہجہ تفالو ہا وقالوا اس نحن من انبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد عرفناہ  
عانتہ من دسہ واما تخر فقال احدھما انی صلو اللہ علیہ وعلیٰ آلہ  
الاصوم بہ۔ مہ اودہ انظر فذل الاخرانا اعترافا لہ۔ حدیث۔





یہ اپنے لئے مکان اور کھانے کا انتظام کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ان کی سمجھ کون ہے حد پریشان ہوتے ایک شخص نے صرف ہندیوں کا پتہ بتانے کے لئے ان سے چار روپے اجرت کے لئے وہ ڈاک خانہ کا ایک ملازم تھا یہودی تب یہ اس کے پاس پہنچے۔ اور نہ معلوم پہلے شخص سے اجرت کا معاوضہ کیوں کر لے لیا ہوگا۔ دوسرے طرح اشاروں میں یہ مجرم اور کیا ہوگا میں کسی ہندی سے ملنا چاہتا ہوں کیا خبر زبان باہر نکالی ہوگی یا کس طرح سمجھا یا گی ہوگا۔

زبان باہر نکالنے پر ایک حکایت یاد آئی کہ ایک شخص ہرن خرید کر، یا کسی نے اسکی قیمت پوچھی اس کی قیمت چار روپے بتانا چاہتا تھا۔ مگر رست پر نہیں آیا اس لئے اس نے گیارہ روپے کا عدد اس طرح نکالا کہ اول ایک ہاتھ کی انگلیاں کھول کر پانچ کا عدد بتلایا پھر دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے پانچ اور بتلانا چاہا تو ہرن کی تہی منہ میں بگڑتی دس تو یہ ہونے پھر گیا چوں کہ بتانے کے لئے زبان باہر نکال دی ترکیب تو اچھی تھی مگر نتیجہ یہ ہوا کہ ہرن بھاگ گیا تو صاحبو زبان کا قطع بھی خدا تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جس کو ہم رات دن تپنی کی طرح چلاتے رہتے ہیں پھر زبان لینے کے بعد ہم زبانوں میں رکھنا یہ بھی بڑی نعمت ہے مولانا فرماتے ہیں :

ہر کہ دار ہم زمانے شد جدا بے نوا شد گرچہ دارد صد نوا

ترجمہ : جو اپنے ہم زبان سے جدا ہوا وہ کتنا ساز و سامان رکھتا ہو جب بے نوا ہے ۔

مولانا نے تو کسی اور حالت پر فرمایا ہے۔ مگر اس حالت پر بھی یہ چسپاں ہوتا ہے مومن کی مراد تو ہمزبان سے ہم زبان باطنی یعنی ہم راز ہے شیخ عقیق جو جماعت ذاکرین ہو کہ جب ذاکر اپنے شیخ یا اپنی جماعت سے الگ ہو سکے تو محنت، الجھن میں پڑ جاتا ہے۔ واقعی نا اہلوں میں چسپاں کر اپنی جماعت کی قدر ہوتی ہے تو مولانا کی مراد ہمزبان سے ہمزبان باطن ہے کیوں کہ اس طریق میں ظاہری ہمزبان کی ضرورت نہیں۔ اگر صاحب و شیخ کی زبان جدا جدا ہو جب بھی فیصل ہوتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں ایک اردو شیخ گئے تھے جن کا نام تھا مسٹر کندی حضرت اس وقت مغربی پڑھا ہے تھے اور تقریر اردو ہی میں فرمایا کرتے تھے مگر وہ مخلوط و غلط ایک خادم نے حضرت سے عرض کیا کہ اگر یہ اردو سمجھتے تو ان کو اور زیادہ حفظ آتا حضرت نے فرمایا کہ اس خط کے لئے اس زبان کی ضرورت نہیں اور یہ شعر پڑھا ہے

پارسی گو اگرچہ فارسی خوشترست      عشق را خود صد زبان دیگر مست  
روئے آن دلبر چو زبان می شود      این زبانہا جہد حسیہ نامی شود  
ترجمہ ۱۰ اگرچہ عربی اچھی مگر فارسی ہی کہو، عشق کی سوز زبانیں ہیں، جب محبوب کی خوشبو  
پکھڑی ہے یہ زبانیں سب حسیہ زبان رہ جاتی ہیں۔

تو دیکھئے ہر مالوں میں ہونا کتنی بڑی نعمت ہے، مگر وہ حق ان نعمتوں پر نظر نہیں کرتا وہ  
صرف درد و دیشوں ہی کو نعمت سمجھتا ہے حالانکہ حق تعالیٰ کی نعمتیں کتنی ہیں کہ وہ انکے ثواب و ثمرات  
شاید لا محضہً تھا جس کا ادنیٰ طریقہ انسان ہے کوششِ سعادی عیدِ رحمت نے بیان فرمایا ہے  
ہر نفس کے فردی و دہندہ حیات است و چون کی آمد و مرج ذرات پس در بر نفسے دولت و نعمت موجود  
است و در بر نفسے شکر ہے واجب یعنی جو سانس نہ آتا ہے معین حیات ہے اور سانس سانس  
آتا ہے وہ روح کا مفرج ہے اس لئے ہر سانس میں دولت ہے اور مرگمت پر نگر داجب  
ہے بحد تعالیٰ ان نعمتوں کا احصاء نہ کر سکے کہ جو کتنا ہے تم جتنی مقدار معین کر دے کہ ہر سانس  
میرا کو غلط کر دے گا بلکہ خود یہ سانس ہی ایک نعمت اسی ہے کہ اس کا بھی احصاء نہیں ہو سکتا۔  
معین لوگوں نے جس دم کے اس نعمت سے مسفع ہونے میں بھی تفریق کی ہے مگر اس نعمت میں  
تفریق کا قصہ کرنا ان کا بیہودہ پن ہے درمیں جس دم کو بے مورد نہیں کہنا بلکہ اس میں کو بیہودہ  
کہتا ہوں یعنی حقین نعمت کے خیال سے جس دم کرنے کو درود جس دم تو معین اعراض نمودہ کے  
سے بزرگوں نے بھی کیا ہے۔

شاہ ابوسعید کا واقعہ | شیخ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے تو ایک مرتبہ ایک تجلی کے  
استبانت میں ہو ایک بار پہنچے وہ صبح ہوئی تھی جس دم اس کے  
یہاں تک عزم کر یا کہ جب تک تجلی نہ ہوگی سانس نہ چھوڑوں گا جب بہت دیر ہو گئی غصہ اور  
شدت کے ساتھ جو سانس چھوڑا ہے اس کے عد سے سے سبکی ڈٹ گئی اس سے تجلی ظاہر ہوئی  
اور اس میں ایک ہاتھ ظاہر ہوا جس میں معجون کی طرح کوئی رو تھی وہ ان کے منہ میں ڈال دی گئی  
اس کے کھاتے ہی پسلی خود گئی۔ اور اسی حالت میں یہ بھی حکم دیا گیا کہ بیوزہ کا شور با چند روز  
بیوزہ شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو حوالہ کے شیخ تھے اس

دافنی کی اطلاع دی اٹھو سہے اسی روز سے پورے کے ٹوبے کااں کے بنے (ہتمام) فرار یا لنگر  
نصا کے بنے کوئی عاصف غلط کشف نہ کھنڈے تھیں نہ دروازے پر شیخ کو شہدیا کریں کہ سچ تھے  
کھانے کا حکم ہوا ہے سچ ہے پنے کا حکم ہوا ہے جیسے آج کل ایک شیخ پورپ کی طرف ہیں نہ کے  
یہاں کشف کا بنار بڑا گرم ہے ان کے مریدوں کو روز ایسے ہی کشف ہوئے ہیں کہ آج حکم ہوا  
ہے کہ فلاں شخص کو اتنے روپے دیدو فلاں بلکہ خاتج کر دیا فلاں بلکہ عرس میں  
شرکت کر دو فلاں ملازم کو رتی دو فلاں کو معز دیا کر دو اور وہ خدا کے بندے سب کو میسج  
سمجھتے ہیں سو خوب سمجھو کہ شیخ متقن کے یہاں جھوٹے کشف نہیں مل سکتے وہ اس قسمی کھل ہی جاتی  
ہے تو یہ کشف پڑنے لگتے ہیں اور شیخ بوسعید رحمۃ اللہ علیہ جس خاص جملی کے استیاق میں جس دم  
کمر کے بیٹھے تھے اس کا ہبی بار خاص ہونے کا اور قہر ہوا تھا کہ شیخ نظام الدین طینی رحمۃ اللہ علیہ  
نے بعد تعم ذکر و شغل کے نظر حضرت سے یہ معلوم کر کے کہ دشمن صاف میں غیب ہو گیا ہے سب  
ذکر و شغل چھوڑ کر معاذ کے مدد پر شکایتوں کی خدمت ان کے سپرد کی تھی ایک مرتبہ یہ ن  
کنوں کو محل میں لے جائے تھے۔ مقررہ دن دور سے کسی تھکار کو دیکھا جس اب وہ کہاں تھے  
وہ بھی برا ہو گیا کچھ دور تو شیخ اوس میدان کے ساتھ ساتھ بھاگنے لگے جب دیکھ کر یہ میرے قابو  
سے باہر ہیں تو اس خوف سے کہ نہیں کی بات سے بھٹوٹ ملے اور کتے ساگ جائیں تو شیخ کاوت  
ہوگا نظروں سے کنوں کی زحمر کو پسی کمر سے باندھ یا کنوں سے جو دور میں دوڑنا شروع کیا تو میرے  
نہ منھ سے کہہ پڑے اب یہ صاحبہ کہتے دوڑتے پنے بنا ہے میں اور یہ اسیلوں پتھر پر  
گھسے جا رہے ہیں مد میں کانٹے تھکے ہیں سر میں چٹ سہی سے مگر یہ مٹی ہیں وہی حالت  
میں اب پر ایک خاص تھکن خود اور ہوں اس کی بدست میں سب تکالیف ٹھوٹ گئے۔ اور حضرت شیخ  
نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی موت متوفی ہوں تو خدا سے فرمایا کہ اوس سید یہ بس وقت خدا  
کا فضل مویا اور شکل میں اسے دوست عیب ہوئی ہو اس کو اٹھاؤ پھر اسی وقت شیخ  
علیہ الرحمۃ دین رحمۃ اللہ علیہ کی روحیت صحتان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو متوفی ہوئی اور شیخ فرما  
سے میں نظام الدین بہ محنت بیٹے ہا تو مصائب نہیں مگر ہم سے معنی ہوا سے مجھ سے تم سے اتنی  
محنت نہ تھی شیخ شام الدین شیخ کے اس ساتھ کا یہ گئے وہ یہ کبھی شیخ اوس سید سے کسی







انجمن و تربیت نفسی در راه و در محفل و تربیت نفسی در راه

[illegible]

ماتا ہے۔ اگر کوئی چہاڑی سے پہلے میرا طیارا تو اس وقت ہوگا جب تم مانع کے دستخط دکھا دو گے کہ تم نے اس سے بدادامہ نہ ہے تو لوگ یہ کہیں گے کہ اس کو خدا کی ضرورت ہی نہیں اور نہ ہی وہی صاف کہنے کا کہ مجھے دستخط لکھنے کی ضرورت نہیں ہے بدو میں نے ہمت نہ کی۔ کسی ان مستنیں سلف کا طریقہ ہے کہ وہ مدعی کے لئے مغز دلی نہیں کرتے تھے بن مسعودؓ فرمایا درگزر کسی نے اس میں جیتیں طالیں دے کر کہہ دیا کہ کسی آدمی سے تحقیق کرو جس پر تم کو اعتدال ہو میں ہمت کی ہمت نہیں مولا جب ایتھوم صاحب مقیم حلال حرمہ شہید سے جب کوئی مسئلہ پوچھتا تو کتابیں دیکھ کر جواب دیا کرتے تھے درخشاں دیا کرتے تھے کہ کتاب میں یوں لکھا ہے درخشاں حدیث چھتا تو فرماتے کہ اسی میں مسئلہ ہیں یوں میرے نادانہ دست مسلمان تھے اور ان طایفہ کے باوجود اور سو، رسول اللہ علیہ السلام نے راہ میں مسلمان تھے جو لوگ حضورؐ کے راہ میں تھے انہوں نے حضورؐ کے طرز عمل کو دیکھ کر عمل کیا درخشاں کے بعد تھے اور اسے لپٹے رہا کہ وہ دیکھ کر عمل کیا اور اس کے بعد تھے انہوں نے اپنے رُؤس کو دیکھ کر عمل کیا اس انی سلسلہ سلسلہ ہے کہ میں اپنی خواہش اپنے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ عمل اس سے مجھے حدیث ڈھنڈائی کی ضرورت نہیں اس کی ضرورت تو فوسلوں کو ہے اس کتاب انما میں وہاں قطع نرا ہے کہ میں ہمت کو یہ عصمت پسند نہ کرتے تھے خدا عوام کو گستاخ بھی دیا ہے کہ حدیث میں یہ ہے تو ان کے طریق استیلا کا علم کس طرح ہوگا اس میں چہ وہ فقہاء کے حکام ہوں گے تو پہلے ہی سے فقہاء کے بیوں پر کیوں متاثر نہیں کرتے

**عمل بالحدیث** موصوفہ ایتھوم صاحب رُؤس میں نڈت تھے۔ ایک مرتبہ حکیم صاحب لکھنؤ کی بدادامہ کے لئے آپ میں حدیث ہو کر گھر کو دیا پس مال لکھنؤ تو مولانا کے حوالے سے سیدھے کر دیتے وہ کہنے میں مولا کہ پس نے یہ کیا کیا آپ تو ہوتے بزرگ ہیں یہی تو بتایا سیدھی رہی نہ آپ کتاب سے نہیں شرمندہ کیا تو آپ سے دیا کہ میں حکم تم مجھ سے زیادہ بزرگ ہوا اور انھوں نے عرض کیا تو تو میں کیا چہ ہوں یہ سے یا اس کی دیں چہ وہ یہ کہیں کہیں اس سے وعظ کہ باوجود کہ جوہر میں لکھنؤ میں مگر کچھ تر میں ہو یہ

نومیری رنگی تھی، اب تم ہی نہ رہ گئے۔ ان کو دیکھو ایک استبداد نے دو کو جو بیہودہ سورت نکاح نہیں کرتے، اس کو نہ ہوگی اور گھر سے بڑھ جائے گا اور موت۔ کار کی طرف سے اس کے نکاح میں امداد کی جائے گی، لیکھو پھر کتنی بیوہ فوتیں نکاح کو نہ ہیں، لیکن صاحب کو نکاح کی بڑی قدر تھی فوراً نکاح کے لئے تیار ہو گئے، اب کیا تھا، دھڑ دھڑاچا بوب لگے، دیکھئے مولانا نے یہ کام کس سے سورتی سے کیا، پھر اسوی کہ ان رنگوں کو تار کا عمل، لکھتے دکھایا ہے درود ۱۲۷، ۱۲۸ حدیث جہان سے ہی نصیرات ہیں۔

البتہ کسی سے اُٹھنا اور محبت کو ناپسند نہیں کرتے دیگر لوگ خواہ مخواہ لکھتا ہی ہے تو اس میں ان کا وہ مذاق ہے جو عامی صاحب فرماتے تھے جب کوئی تم سے معاملہ کرے تو سب طلب یا اس جمع کئے اس کے ساتھ رکھ دو، ان دلائل میں تم خود فیصلہ کرو کہ کون قوی ہے کون ضعیف ہے کو اس حق تعالیٰ ہے اور کون ہی، ظل سے مجھے فیصلہ کی وصیت نہیں کیوں کہ قبائلی فیصلہ پر وہ پھر افسوس اور درگاہ کا واسطہ نکام آتم۔ مولا، وصیت نامی صاحب۔ اس پر ایک جہان ی حکایت سب۔ درانی لکھتے ہیں کہ کسی کی تمناست نہ رہا تھا۔ کیا کہانی دیکھی ہیں سے سفید مائیں، یا اس۔ آیت۔ کہ مارا مارا دیکھی ہوئے کہ اس سے کہ دی کہ نام اب جو وسیع وسیعہ کو لگ کر نہ تھے ان سے ہی وصیت نہیں ہو سکتی، دیکھو انہ طبعی، یہاں نفس حکایت شوق یہ ہیں انسانی، ایک شخص بیٹھا بائیں ہی ہاتھ کر دھڑ دھڑاتی ہوئی تو اس نے "سری" اور لگا دی کہ، اگر میرا ہی ہاتھ کو پسند ہیں تو بوجہ حکایت تو ظاہر میں گندی ہے مگر اس کا مطلب غریب ہے، بت سب دیکھ کر کہنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ، اور اس سے کہو کہ میں اب تم کو جو چاہو شش موٹا ہے، واقعی میں بھوک کے آگے سے اس سے کہتی بہت حکایت تھی صاحب حق کا، انسانی خوشگاہے میں سے، سری ہا بول لیوں، بائیں سری خود نہیں ہوتی بلکہ اس سے اندر لوں، اور اوست ہے۔۔۔ یہی مول صاحب حق کا ہے، وہ خود نہیں بلکہ حق اس کی اس سے ہوتا ہے، فی سبھی کی مطلق فی سبھ اللہ بڑا عارف، آیت ہیں

وہی سبھ طولی سبھ قدیر

تو تمہارے سبھ بلکہ فی حق ہوں تو سبھ دزل کہتے ہیں، وہی بہت ہوں

اور اس فرق، درانی لکھتے ہیں کہ حق جس دیکھو درست ہو جاتے ہیں، اسی طرح صاحب حق

کی گفتگو ایک نام کو تو رکھ دیتی ہے اور مدعی کا ہونا یہی ہے جیسے مقدمہ کا ہونا کہ عام میں کسی سے بدعت و گمراہی و گمراہی نہ رہے چیل مانی ہے کہ کاتون مومن رہا ہے میں گمراہ ایک رہا ہے جسے دینی کی قدرت نہ ہو تو اس سے اٹھ رہا ہے تہن توں ہو جاؤ اور اسے بولے دو حد بصیرت حق کی خوشبختی اور باطل کی بدبو کا خود امتیاز کر میں گئے اس طرح مومن کے لئے تو ترویج کا ثبوت کافی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو سنو فرمایا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صحابہ عظام ترویج کی پیش رکھتے پڑھتے تھے عوام کے لئے اتنا کافی ہے اس سے زیادہ تحقیق علی کا منصب اس سے اس وقت بہت نہیں اس ترویج کا نام قیام رمضان بھی ہے کہوں کہ یہ رمضان کے ساتھ مخصوص ہے ورنہ دیش میں اس کو قیام رمضان سے تعبیر کرنا اس کی دلیل ہے کہ ترویج چہندہ سے الگ کوئی عبادت ہے کیونکہ چند رمضان کے ساتھ مخصوص نہیں در کس کے بارہ کس پر اور بھی رکائی قائم ہیں کہ یہ دونوں الگ الگ عبادتیں ہیں۔

**ترویج میں مجاہدہ** اب اصل ماسنہ کہ میں طرح صوم کو تقبیل طعام میں داخل ہے۔ اسی طرح ترویج کو تقبیل منام میں داخل ہے اور جیسا روزہ میں تبدیل عادت کی وجہ سے مجاہدہ کی شان کی تھی اسی طرح یہاں بھی شریعت نے محض تبدیل عادت سے مجاہدہ کا نام لیا ہے کیونکہ عام عادت یہی ہے کہ اکثر لوگ مشائخ کے بعد فوراً سوئے جاتے ہیں تو نیند کے وقت میں ترویج کا امر کر کے عادت کو بدل دیا جس سے نفس پر گرائی ہوتی ہے جو کہ مجاہدہ ہے۔ چہرہ عہد ہے کہ مینہ کا وقت بچا جائے کے بعد پھر دیر میں نیند آتی ہے اس طرح بھی تقبیل منام ہو جاتی ہے اور اگر کوئی شخص روزہ دنس بچے ہی سولے کا پہلے سے عادی ہو جائے بھی ترویج سے مجاہدہ کا ثمرہ کس طرح حاصل ہو جاتا ہے کہ آنا دی کے ساتھ مانگ گراں نہیں ہوتا مگر قنیدہ کے ساتھ روزہ ہی گمراہی ترویج ہو جاتی ہے دیکھئے آپ اپنی خوشی سے ایک جگہ گفتگوں بیٹھے ہوتے ہیں لیکن اگر تو یہ کہہ جائے کہ میں گیارہ بجے تک نہ مییں بیٹھے رہنا تو میں اسی وقت آپ جہانگ چاہتے ہیں و منٹ گراں گرائے لگتے شریعت نے اس راہ کو مجھ اور محض ذرا سی قنیدہ سے مجاہدہ کا نام لے یا تو شریعت نے تقبیل مام کے لئے بھی عجیب مجاہدہ تجویز کیا ہے واللہ شریعت پر تو یہ شعر پڑھے کہ جی چاہتا ہے ۵

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می محرم ، کر شد دس دن یکشدہ عبادت  
 توحید، سرت باو تک جہاں بھی دیکھیں کر شدہ دنازیہ کہنے ہیں کہ دل ہے کی عکس تو یہ ہے  
 یہ ہیں تربیت کو بھر بگ کو خواہ کہتے ہیں خود کا خوف نہیں آتا اور اگر بغرض کسی کو  
 شریعت کے احکام میں کچھ گرائی معلوم بھی ہو تو ہر کجا کہ کر شدہ دنازیہ کہتے ہیں کہ دل ہے کی عکس تو یہ ہے  
 تبا کہ نہیں کہتے جس سے اول اور چکر آتے ہیں مگر عادت کے بعد میں کے بغیر نہیں سنا تو  
 یہی سمجھ کہ تم ذرا عموں شریعت کی عادت تو کر لو داندہ پھر یہ خود تم کو چٹ مائیں گے معشوق اگر  
 سہ نہ ملگئے تو اس کی غمی کیوں جھینے ہو، در معشوق تو اکثر غمی مزاج ہی ہوتے ہیں اگر وہ نری سے  
 ملے گئے تو پھر اس میں، در بازار کی عورت میں کیا فرق ہے ۵

خوبی ہیں کر شدہ دنازیہ و خسر نیست ، بسیار شود است تمانا کہ نام نیست  
 ترجمہ: کر شدہ دنازیہ صرف خوبی نہیں معشوق کے لیے بہت کوشش ہے میں کا کوئی کام نہیں  
 تو سب دنیا کے کاموں میں غمی اور گرائی جھینے سے بچے ہوئے نہیں ہو پھر دین ہی کے کاموں  
 میں اس سے پناہ کیوں چاہتے ہو خصوصاً جب کہ غمی لذیذ بھی ہے جسے تمسا کو دلاں کو اس کی غمی لذیذ  
 مسودہ برتی ہے در اگر تم کو اس غمی میں مزا نہیں آتا تو صبر ہی کر لیا ہوتا جیسا دنیا میں بعض تو نہیں  
 سخت ہوتے ہیں اور ان پر صبر کیا جانا ہے عارف فرماتے ہیں ۵

صبر کہ حافظ بکنے روز و شب ، عاقبت روزے بسیار کام را  
 ترجمہ: حافظ دن رات کی غمی پر صبر کر، انجام کار کسی روز کا سیاب ہو جاؤ گے۔

یہ تو ان کے لئے ہے جو عاشق نہیں کہ غمی کو محسوس کرتے ہیں، اور جو عاشق ہیں ان کے لئے تو  
 حافظ یوں فرماتے ہیں ۵

آں تلخوش کہ صوفی ام عاشق خورد ، آشہی نادا علی من قبسۃ العذراء  
 یعنی غمی ہی محسوس نہیں ہوتی، تلخوش سے مراد طریق عشق ہے اور نہ خشک اس کی کلام الہا  
 ی نے کہتا ہے کہ عشق میں بعض دفعہ ظاہر اعداد و ترتیب سے تجاوز ہو جاتا ہے اور حقیقت  
 میں وہ تجاوز نہیں ہوتا، مگر اس حقیقت کی زامہ خشک کو خبر نہیں ہوتی اس لئے وہ اہل عشق پر غواہ  
 غواہ لازم ہے۔ ۵



## گرم بازار می عشق

اور اسی ہی کے متعلق مولانا فرماتے ہیں

ہوئی خوش اور وہاں سے دل ہلائے بار دل رحمتان سے

نوسہ تھری نہ ہوئی میری حال لئے غمی ہے رنجیدہ دل یاد پر بیزار دل سدا ہے

میں متاق کو حکام تربیت کی غلی نہ یہ معلوم ہوتا ہے جیسے مچوں کی تیرسزی لہو ہوتی

ہے مچوں کی کھاتے ہوئے رہتے بھی ہیں اور کھانے ہی جاتے ہیں اس سے معلوم ہو کہ دنیا جیسے مچ کی

اور رنج بھی ہے میں مونا ملو نہ کبھی مدت سے بھی بدلتا ہے کبھی کہ پہلی بار دیکھ کر جواں ہوا

سے کیا کوئی دیکھتا ہے عشق کی حالت ہے کہ دھار کے وقت بھی سکھ فکس میں ہیں مٹی سوت

دہ آتا ہے مگر وہ دنا محرومی کا نہیں مگر دوسری ہی قسم کا وہ ہے کہ کوئی دیکھتا ہے یہ حال تو عام

ہو رہا ہے وہاں کی حالت ہوتی ہے اسی نے سہو قہ رھا ہے اس سے کہ

نہ کا فکس ہے کہ وہاں کی حالت ہے جس میں اداس تو ہو سکے مگر سب سے پہلے اور

مطلوبہ کے ساتھ طوفان بیت اللہ دھپے تو جس وقت اور وہاں سے بت الہی سطر بڑی

ہے تو ان پر وہ دہری ہوا دیر نہ بڑھا ہے

ہوئی کوئی اور سب بارہاں مصطر اور یاد دیکھو رسی بدیں مدت

فرحہ جہت محبوب کے کوڑے میں سب خون ہاں ہے دو گیس ایسا ہو پھر رتھا جس پہلے

اور گرتے ہی حال ہو گئی بیت اللہ تلک پہنچے بھی نہ پایا غرض وہ بھی دوسری قسم کا

بھی ہوا ہے جیسے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ تھا کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے دیا کہ تمہیں تعالیٰ کا علم ہوا ہے کہ یہ سورت بڑھ کر سنو تو وہ درایت فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ یہ کہ تعالیٰ نے میرا مے کر دیا مصطر نے دیکھا ہاں تو وہ دینے لگے حضرت عباسی ص

کی تحقیق ہے کہ وہ گرم دہری عشق کا ہے کی کوہاں تیرا ہی فرماتے ہیں

میں لوگ بھی خوش رنگ دمنہ داشت انداز برگ دونوں ہاں کے ناز داشت

گفتش دین وصلیں ناز و درداست گفت اور جلوہ مستور ای کار داشت

ترجمہ ایک جس اس خوش رنگ ہوا کی پتی پونچ میں کہ عار و ناز و دردا تھا میں نے اس



اسی حالت میں یاجین آئے ۔ آپ سے کچھ سوالات کئے جو بہ حق ، توہم لوں سے  
قریبوں سے آپ کو شبید کر دیا ، دل کے وقت روگوں نے چاہا پھر پرکھ کر دلی شمع حسب حال کندہ کر  
کر قبر پر نصب کریں مگر کوئی شعر حسب حال نہ ملا تو ایک اہل دل سے کہا کہ خود ان ہی کے دیوان  
سے نکالو ۔ تو اذن ہی دہر میں یہ شعر لکھا ہے

ہر جہت میں یہ نقد زغیب خسری ۶ کہ اس مقولہ پر مکی ہی نیست تعقیری  
توجہ دہری روح تربت پر غیب سے یہ خبر پائی گئی کہ اس مقولہ کا گاہ بہ گاہ ہی کے سوا کچھ نہیں  
داعی مست ہی حسب حال شعر ہے ۔ عرض تربت کی لطافت کو ایسے حسرت چکستے تھے ۔

تحقیق اسرار کا نقصان | تم گر مجھ سے کو تم کو تحقیق کیا ضرورت ہے بس خدا اور میں  
کا حکم مجھ کو عمل شروع کر دو آخر اگر کوئی فیر تم کو گویاں در سے

کہ یہ وقت باہ کی ہیں تو ان کو عاری سے منہ میں کیوں باہ دیتے ہو یعنی رکھ لینے ہو ۱۲ ہندی میں  
کہ ام کاٹنے سے کام پڑ گئے سے کیا کام ۔ ۱۳ تم کو اسرار کے پیچھے بٹھانے سے کیا مطلب تم کو  
عمل سے کام ہے ۔ روزہ میں اور تمام اسرار میں کچھ ہی اسرار ہو تم کو اس سے کیا بحث مقصود تو رخصت  
حق ہے در وہ عمل سے حاصل ہو جاتی ہے اسرار کے جاننے پر رضا موقوف نہیں پھر تم ان کے دپے  
کیوں ہوتے ہو پھر کیا ضرور ہے کہ جن سے تم پوچھتے ہو ان کو بھی اسرار معلوم ہوں اور اگر معلوم بھی  
ہوں تو یہ کیا ضرور ہے کہ وہ تم کو بتلا بھی دیں کیونکہ ان کا مذاق یہ ہے کہ وہ ہر ایک کو اسرار نہیں  
بتلا یا کرتے جس کو حل دیکھتے ہیں اسی کو بتلاتے ہیں اور نام حل کے متعلق ان کا یہ ارشاد ہے ۔

ہامنی گوئیہ اسرار عشق دستی ۷ بگذا تا میرد از رنج خود پرستی  
ترجمہ ہمدی عشق دستی کی باتیں نہ کہو اسے جھوٹ وہ خود پرستی کا رنج سے مراد ہے تو مرجائے ۔

مولوی فوت علی صاحب بانی پتی کے پاس ایک خان صاحب آئے در کہ میں نے فرست  
ہے کہ آپ کو گھبراہتی ہے ۔ کہا اس آتی ہے خاں صاحب نے کہ پھر میں بھی بتلا دیجئے کہ  
نہیں بتلاتے اس نے کہا آخر کیوں نہیں بتلاتے کہ کیا میں تم سے باوا کا نوکر ہوں پھر کہا  
خان صاحب خدمتیں کرو ، بدن دباؤ ، حقہ بھر دیکھی سال دوسال میں جی چاہیگی تو ہند بھی دیں  
گے جس محنت سے ہم نے حاصل کی ہے تم اس کی آدھی محنت تو دکھ دو اسی طرح ہمدی نے

ریوں تک رگڑا کر جسے اہل بھتے ہیں اسے اسرار پر مطلع کر دیتے ہیں ہر ایک کو نہیں بتلایا کرتے  
گوجاتے تھے ہوں حافظہ جتھے اسے علیحدہ ہی کو فرماتے ہیں ۷

مصوت نیست کہ اگر پرندہ بڑوں افتد از - ورنہ در مجلس زنداں جبرے نیست کو نیست  
ترجمہ: راز کا راز سے ماہر باندہی مصوت کے خلاف ہے ورنہ یہاں ہر بات کی خبر ہے  
مصوت نیست کی وجہ یہ ہے کہ بعض دفعہ مدون اسرار جانے عمل کرتا زیادہ مفید ہوتا ہے  
وہ اسرار جاننے سے نائدہ کم ہو گیا ہے جیسے حکیم اپنے گھر سے بنی بانی دو دیدے تو عقائد  
زیادہ ہوتا ہے اور بعض دفعہ ای معمولی چیز ہوتی ہے کہ اگر ماہر ہو جانے کے بعد اس کی  
دقت نہیں رہتی جیسے ایک ماہر کے سر میں شدت کا درد ہوا انہوں نے ایک درویش سے تعویذ  
یا اس کے ہاتھ سے ہی فوراً آجائے اور بڑ بخت ہوا تعویذ حصول کر لی تھی تو اس میں صرف  
بسر نہ رہی اور جسم بھی تھی ان کے خیال میں یہ بات ایسی کہ یہ تو میں بھی اچھے سمجھتا تھا اس خیال کے  
آگے ہی دروازہ دھڑکی ہو گی کہ تعویذ کو لاکھ ہاتھ سے نہیں ہوتا سی بے گز تعویذ لینے سے  
تعویذ کو کو کر دیکھے سے نہ کیا کرتے ہیں تاکہ عقائد کم نہ ہو اسی طرح حکام ہر طریقہ کے ہر سامنے سے  
علم کی باتوں کے سامنے حکام کی دقت کم ہو جاتی ہے۔ دیکھتے ہیں کہ اس کی حکمت مقصود  
ہے تو دیکھتے ہیں کہ اس کا مو۔

شاہانہ مجاہدہ | اس سے اول تو یہ دیکھ کر دقت کہ ہولی ہے بھر وہ الی میں چھتا ہے  
مقصود تقیہ ہے تو ہر کسی دوسرے طریقہ سے تعقیب کریں گے، حالانکہ  
اُن نو حکمت نامی میں شعاع میں معلوم ہوتی حکمتیں ہوں گی پھر یہ حکمت اس قید کے ساتھ  
مقصود ہے کہ اس خاص عمل کے ساتھ پائی جاوے اس عمل کے خیریت حکمت مطلوب نہیں پس  
دونوں کا مجموعہ مطلوب ہوا پھر دوسرے طریقہ سے یہ مقصود کیوں کر حاصل ہو جائے گا، غرض  
ہمارے حکمت تقیہ عام کے سے خصوصیتیں ہدایت کی اختیار کرنے ہیں انکو دیکھ کر پھر شرعی مجاہدہ  
ہو اچھو جائے کہ علوم ہوتے کہ شریعت نے تادم علاج کیا ہے کہ یہ تعقیب چھوڑنے کی ضرورت  
سے درستیاں مدھے افراد سے یہ سیادہ بیہودہ بیہودہ ہے کہ نہیں رکھتے تو بیہودہ  
عت کے عہدہ سے جو تعقیب مذہم ہو گیا پھر مزید حکمت یہ کہ راویج جماعت سے ہوتی ہے

ایک ایک جان مسئل تھا جماعت کے ساتھ جاگنا، اور بھی سہل ہو گیا پھر حج میں حینہ آنے لگے تو ہر چار رکعت پر قدرے توقف مستحب کیا گیا جس میں اگر کسی کو حینہ آنے لگی ہو تو وہ ٹہل سکتا ہے پانی منہ پر ڈال سکتا ہے۔ باتیں کر کے حینہ کو دفع کر سکتا ہے اس طرح سے بیس رکعت کی مقدار جاگنا کچھ بھی دشوار نہیں بس یہ دیرسا ہی علاج ہے جیسا کہ ایک بادشاہ نے طبیب سے کہا تھا کہ میں کج بیمار ہوں میری بغض دیکھ کر علاج کرو مگر شرط یہ ہے کہ مجھے نہ دو ایسی پڑے نہ لگانے پڑے بس دیسے ہی علاج ہو جائے طبیب نے بغض دیکھ کر کہا بہتر ہے ایسا ہی علاج ہو جائے گا اس نے گھر جا کر ایک بچے پر کچھ دوا چھڑک دی اور شاہی خادم سے کہا کہ بادشاہ کو کس پٹکھے سے دوا کرنا بس پٹکھا جھٹکتے ہی دوا حینہ آگئی اور سامنے کے ذریعے سے دوا کا اثر دماغ میں اور دماغ سے دل میں پہنچا تو جب بادشاہ جاگا کہ تو خاصا جوق و چوہند تھا جاری کا نام کو بھی نشان نہ تھا۔

**رسم روزہ کشائی** | اسی طرح ایک مرتبہ دہلی میں تاجزادہ نے روزہ رکھا تھا اس کی روزہ کشتی کا بڑی دھوم دھام سے انتظام ہوا گویا یہ رسم روزہ کشتی کی بدعت ہے مگر سوقت روزہ کی تنظیم ہوتی تھی در اس بہانہ سے غریب کو بہت کچھ مل جاتا تھا اسی لئے فقیر ابوالیت فرماتے ہیں کہ سب ریاکار مر گئے اور غلغلی پیدا ہوئے سوقت سے لوگ بھوکے مرنے لگے کیوں کہ ریاکار بہت کام دہ کے کرتے تھے کوئی وقف کرنا تھا کوئی لشکر جاری کرنا تھا کوئی سرائے اور مسکن بنانا تھا گو یہ سب نام دنیوی کے تھے ہوتا تھا مگر مخلوق کو تو رامت ہوتی تھی پھر کیا وجہ ہے کہ مخلوق کی دواؤں سے ان ریاکاروں کی سہی منفرت ہو گئی ہو تو روزہ کشتی کی رسم جاری سے دیکھتے تو بدعت ہے لیکن اگر بادشاہ کریں تو ان کی واسطے بدعت نہیں ہے بلکہ میمنت سمجھا جائے گا کہ دین کی قدر و عظمت تو انھوں نے کی جیسے کالج علی گڑھ میں مولود شریف جوئے کی عادت میرے ایک دوست نے خوب لکھ لکھا تھا کہ مولود شریف کی محل عامے تو بدعت ہے مگر کالج میں واجب ہے کیونکہ ہر دینی کا کچھ اسناد تو ہے مگر اس فتوے کے لئے حقیق کی بدعت ہے ہر شخص کا یہ کام نہیں کہ بدعت کو جائز کرے لگے معنی روزہ کشتی کا انتظام ہو بہت کھانے پکوانے لگے ہاں روایوں کو دعوت دی گئی یہی نے غصہ کے دفت ٹپ تو مہر گیا مگر عہد کے بعد اس نے پانی لگا کر میرا پاس سے

بڑا حال ہے بادشاہ کو بڑی پریشانی ہوئی کہ اگر اس وقت اس نے روزہ توڑ دیا تو ساری خوشی خاک میں مل جائے گی اور ساری محنت برباد ہو جائے گی اور پتے کی حالت کا بھی ملکہ تھا کہ وہ پیاس سے قیاب ہے فوراً طبیبوں کو بولیا کوئی ایسی تدبیر کر جس سے شہزادہ کی پیاس کو تسکین ہو جائے اور روزہ بھی نہ ٹوٹے سبب اطباء عاجز ہو گئے کسی کی سمجھ میں کوئی تدبیر نہ آئی صرف ایک ہندو طبیب کے ذہن میں ایک تدبیر آئی اس نے کہا حضور اسی وقت یہ منگائے جائیں چناچہ منگائے گئے اس نے چند لڑکوں کو بلوایا کہ تم شہزادہ کے سامنے قریش کرنا کہہ کر شروع کرو وہیں دوسروں کو میو کھاتے دیکھ کر بچہ کے منہ میں پانی پھیرا یہ طبیب نے کہا اس عذاب کو نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹا اب کیا تھا اب تو منہ میں لعاب کا ذریعہ پیدا ہو گیا اور پھر نے اس کو نکلنا شروع کیا فوراً پیاس کو سکون ہو گیا

**شرعیات کی آسانی** | صاحبو! اس پر تو سب کو متعجب ہوتا ہے مگر میں فہم کہتا ہوں کہ شرعیات نے مراض باطنہ کے ساتھ علاج تداویٰ ہی کے ہیں اور اس طرح ہر چیز کا علاج کر کے دعوے سے فرماتے ہیں الدین فیئسہ کہ دین آسان ہے کسی طبیب سے نہیں وہ یہ دعوے کر کے الطیب فیئسہ کہنہ کہ ہمیں سچا پھر بھلا بھی ہے اپریش بھی ہے سترہ بھی لگاؤ جو آپ مرقعہ قدی تمام احکام کو مبہن و مراکزہ و فراتے میں:

ما جعل علیکم فی الدین من حرج - خدا نے تم پر دین میں کچھ بھی مشکل نہیں کی۔

لو آباد میں ایک بار اس آیت کا میں نے بیان کیا تھا اور دعویٰ کیا تھا کہ سچ میں اس مسئلہ کو ثابت کروں گا کہ دین میں کمیں ذرہ بزرگ بھی نہیں اس وعظ میں تو تعلیم یافتہ بہت سننے وہ میرا منہ ٹکٹے تھے مگر صوب میں سے تقریر سے فرار کی اور دلائل بیان کے تو سب مان گئے اور سب کی گردنیں ہم موٹیں اس وعظ کے لئے دعا کیجئے کہ خدا طبع جو جائے اس کے مطالبہ سے اس قسم کے تمام استہکات دور ہو جائیں گے بخدا شریعت میں تنگی نہیں بلکہ حال اس کا تو یہ ہوتا ہے وہ تنگی خود اس کے اندر ہے ہم اپنی تنگی کو نہایت طرف منسوب کر رہے ہیں جیسے کہ اسے باب ایک گوار عورت اپنے بچے کو پانچاں پھر کر جلدی میں لے کر بیٹھ کر بچہ سے کہہ دے وہ عذریہ ہی مگر طبع دیکھو یہ باقی

کرمہ پانہ دیکھے کھڑی ہوئی، اگل میں کچھ دھار بٹا دیا تھا تاکہ برنگی رکھنے کی عورتوں میں بہت رات ہے، اس نے جو ایک برنگی رکھ پورے ایک تو جی اگلی میں تہ یہ تاروں پر رنگ میں بھی تو وہ کہتی ہے کہ ادنیٰ اب کے سزا ہوا پانہ میں نظر جس طرح اس موقع سے اپنی اگلی کی مڑ بند کو چاند کی طرف منسوب کی تھی وہ یہی ہم لوگ اپنی طہائی کی سلی کو دس کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ میں تنگ ہے ہم لوگوں کو کینہ نہایت میں اپنی بھونڈی صورت نظر نہ رہی ہے اب لگے آئینہ ہی کو بڑھنے جیسے ایک جھٹکا ہوا بار بار تھا راستہ میں ایک آئینہ پڑ پایا تھا کہ تو پڑ نہ دیکھ تو ایک دروٹی صورت نظر آتی تو یہ آئینہ دیکھ کر دانتے ہیں کہ اس نری صورت کا تھا جی تو کوئی پھینک گیا سبحان اللہ آپ نے آئینہ کو بدست قرار دیا مگر اپنی امت یہ بدگمانی نہ ہوئی کہ شاید میری ہی صورت نظر آئی ہو یہی حال ہمارا ہو رہا ہے کہ آئینہ نہایت میں ہی صورت صبا، ملاحظہ آئے تو نہایت کا قصور رہتا ہے جس جیسے ایک تپکے ہاتھ سے لوٹے میں روٹی کا ٹکڑا گر پڑا تھا اس نے جو جھک کر نکال چاہا تو پانی میں اپنی صورت نظر آئی اس نے باپ کو پکارا انا اس نے میری روٹی چھین لی اس نے پوچھا کس سے چھین لی کہاں سے یہ جو لوٹے میں بیٹھا ہے باہاں میں دیکھنے آئے کہ لوٹے میں کون بیٹھا ہے وہ جو لوٹے پوچھے تو پانی میں اس کو اپنی صورت نظر ان مقلعہ دارھی سفید ہوں تو آپ اس کو خوب کونکے کہتے ہیں کہ تجھے شرم نہیں آئی یہ ایسی دارھی لگا کر بچہ کاٹو چھین یہ تلف ہے تیری وقت یہ اس طرح جس کو نہایت میں شبہ ہے تو درحقیقت وہ شبہ اس کے اندر ہے نہایت میں کوئی شبہ نہیں۔

مولف قلم صاحب علیہ الرحمۃ کسی نے سوال کیا کہ حضرت قرن تریف میں ارشاد ہے  
 ذلک الكتاب لا یب فیہ یہ کتاب کامل ہے اس میں شک نہیں مگر اس میں تو بہت کچھ شک کرتے ہیں اور بعض کچھ فرسوں بھی ذرا کہ وہ کہتے ہیں کہ ان کے اندر نہیں اور جی تعالیٰ نے لا یب فیہ ذایہ ہے لا یب فیہ نہیں فرمایا اسکی ایسی شان ہے جیسے یہ تان ناگہما ہے ہا غوب، صفر (یک پڑا زار ہے) اگر عجیب کہتا ہے  
 هذا الصفر مہ وانا الصفرۃ فی عینک اگر اس پڑے میں تو زردی نہیں

ان میں سے کچھ ایسی چیزیں ہیں جن سے کچھ کو بھی رد نظر آتی ہے، جیسے یہ کلام چلتا یا نہیں جیتا سچا ہے بس یہی تو ان کا دعویٰ ہے۔ دین میں تسلی نہیں، بس جو کوئی تسلی کا دہی ہے اس کی نگاہ میں خود تسلی ہے یہ ہر شے کی ہے صاحبو، اگر قرآن کے میں دعوے میں کچھ بھی غامی ہوئی تو یہ آیت، ایک حد کے سامنے تن میں لا رہا وہ فلاسفہ و علم کتاب سب ہی کو خوہیں دعوے کے ساتھ پیش نہی، باقی پھر اور سے تصور سنی، اللہ علیہ وسلم نہی یا ستر در اس کی نابہ و عزیت۔

اسان سے اور کچھ حقیقت کے بھر سے یہ دعوے کرتے ہیں کہ ایک دین اسان ہے اسی افسانہ کیسے کا ایک کو نہ سے رفتہ رفتہ فیض منار کی صورت تراویح میں تجویز کی۔ اور اس قید کو کہہ سے در تقویت بوجہ ان سے خصوصاً یہاں قدر کیا

ایک شہید قدر

کہ ان دنوں میں صد سے رخصت کے نماز سے زیادہ مانگنے کا تمام دنیا میں رواج ملتا ہے کوئی شہر کے ساتھ کتنے قلعے چم ان میں بھی شہر سے ہوا۔ امت کی کس نہ رعایت کی ہے کہ یہاں قدر ہے وہ ہیں ہیں ملک حاکم رہیں ہیں یہ یسوں اور تیسویں اور ستاویں در یسوں راہیں کر بیچ میں ایک ایک رت کا عمل بھی کیا ہے تاکہ ایک تین ہاں کار میں رت میں زیادہ سوا و بہتہ کے سے سانس بھی منسلک ہیں کو کہہ ہی کے سے یہ وہاں تھے ہی ہیں تو کھانے سے پہلے کچھ بھیننا، زیادہ کیا اتوار سے، ہمارے خوشنصیب بہتہ کا وہی خدا ہے اس کو سناں میں وہی عبادت سنا ہے کو کہہ ہمیں ہمہ کے سے ٹھکانا منسلک نہیں سہی کھا ہے سب ہی تھے ہیں چھتہ تہہ تہہ مناجات کے سے عادی ہوئے۔

بہتہ کا نور

اس میں مزید و تہہ کے تمام سے فیض منار جو باقی ہے در یہ خود ہی کو بہر بھی ہے پھر ہمیں اپنی فائدہ کے سوا وہی خود بھی ہیں یہاں تک کہ کو سے سے جنات نصیر کو میں ہیں تو سمیت کے سے ہمیں تہہ یز سے تہہ یہ تہہ تہہ ہے چنانچہ ایک محدث کا قول ہے میں کہتو وہ صدمتہ فی سیر حس و جہہ فی اللہ بھی تہہ ان کو حدیث مرفوعہ قابل ہے کر یہ ہیں سناں کو سناں معاذ خدا ان تہہ سے تہہ ایک محدث حدیث سناں سے تھے۔



اسلم کذا رکدا اور درمیان میں ایک بزرگ آگے گئے جن کے چہرہ پر انوار تھے۔ تو محدث سے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا میں کثرت صلوٰۃ کی دلیل حسن وجہتی انتہا رکھتا ہوں کہ عورت کو نماز دیا۔ پڑھے ۵ دن میں اس کا چہرہ درجہ بہ درجہ نکلا تو بعض سے لوگ جو پوزیشن میں مامور تھے وہ اسی کو حدیث سمجھنے والا کہ حدیث اس کے بعد بیان ہوئی تھی کسی نے جس علم میں اخیر تک رہنا چاہیے تب صحیح مضمون حاصل ہوتا ہے ورنہ وہی مثال ہوتی ہے کہ ادھاتیہ ادھامیٹر، عالمگیر کے زمانہ میں ایک عورت نے چار آٹا کر سکھے تھے اور ہر ایک سے نکاح بھی کر رکھا تھا، مگر ایک شوہر کو دوسرے کی اطلاع نہ تھی عالمگیر کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس عورت کو بلوایا نہایت پریشانی میں جا رہی تھی۔ راستہ میں اسے ایک طالب علم ملے اور کہا اگر تو مجھے اتنے رشیت دے تو میں تجھے رامنی کی تدبیر بتا دوں ورنہ عالمگیر تجھے زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اس نے وعدہ کیا کہ جو کہو گے وہ دوں گی تم تدبیر بتاؤ اس نے کہا تو یہ کہہ دینا کہ میں نے ایک عالم کے وعظ میں سنا تھا کہ خواہ مخواہ بدکاری کی جاتی ہے خدا تعالیٰ نے چار نکاح تک جائز کئے ہیں اور جو وہ پوچھیں کہ یہ مردوں کے لئے کہا تھا یہ عورتوں کے لئے تو کہہ دینا کہ آگے میں نے سنا نہیں اس نے صکر کر ہی بیان کر دیا عالمگیر نے مسرور سمجھ کر سزا دی ورنہ آئندہ کے لئے ہدایت کر دی کہ خبردار وعظ کبھی ادا ہو رہا نہیں سنا کرتا۔ یہ تو جملہ معترضہ تھا میں یہ کہہ رہا تھا کہ تہجد سے چہرہ پر نور پیدا ہوتا ہے۔ واللہ تہجد پڑھنے والا حسین بھی نہ ہوتا تب بھی اس پر حسن ہوتا ہے ۵

نور حق ظاہر بود اندر دلی : نیک ہیں باہمی اگر اصل دی  
ترجمہ : دل میں نور حق ظاہر ہوتا ہے اگر تو اصل دل ہے تو بھی طہرج دیکھ لے گا۔  
کس نے اردو میں ترجمہ کیا ہے ۵

مرد حقانی کی پیٹ لای کا نور : کسٹھیا رہتا ہے پیش روی شعور  
اندر من رات کو جاگنا باعث تسن ظاہری و نور وجہ ہے تو تفہیم منام میں ملاوہ مجاہدہ ہونے کے لئے لازم ہے۔ پھر اس کے ساتھ شریعت نے ایک اور رہایت کی ہے جس پر سوجان سے اعمال رمضان ادا ہونے کو جی چاہتا ہے وہ یہ کہ مجاہدہ مرتاضین کے نزدیک تو محض ترک کلام ہے مثلاً ترک کلام و ترک منام وغیرہ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض ترک پاکتفا

نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ انہی بھی مشرعی فرمائے ہیں اور مجاہدات حقیقیہ یہ اعمال ہی ہیں اور  
ترک تو یہ ہر حکم میں یعنی مجاہدات حقیقیہ کے لئے معین ہونے کے سبب حکم مجاہدہ میں ہے کہ یہ ہے  
کہ قرب الی اللہ کے لئے اعمال ہی موضوع ہیں مثلاً روزہ میں صرف ترک طعام پر کفایہ نہیں کیا بلکہ اس  
کے ساتھ اور کار بھی مشرعی کئے گئے ہیں مثلاً بھی وقوفاً بھی مثلاً تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان  
حدیث قرینہ میں وارد ہے۔

یٰ کَیۡنَ فِی رَمَضَانَ کَانَ حَرَمٌ یُّلَاقَا کُلَّ لَیْلَةٍ فِی رَمَضَانَ یَعْرِضُ عَلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی  
عَلِیْہِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ فَاِذَا الْقَیِّمُ جَمَعَ لَیْلَ کَانَ جُودًا خَیْرٌ مِنَ الرِّیْحِ الْمُرْسَلَةِ  
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو ہر وقت ہی سب سے زیادہ سنی تھے مگر سب سے بڑھ کر رمضان میں آپ  
سُنی ہوتے تھے اور جبریل علیہ السلام ہر شب میں آپ سے ملنے آتے تھے ان کی ملاقات کے وقت آپ ہوا سے  
بھی زیادہ فیض رساں ہوتے تھے جو ان کی فیض رسائی کہ اس سے اثر ہوتا ہے معلوم ہے اس خود میں  
سے بعض کی تصریح بھی درج ہے مشکوٰۃ میں یہی ہے بروایت ابن عباس آیا ہے :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل شہر رمضان اطلق حکم  
السیور واعطی کل سائل من اسئلتہ من عمل تعلیم فرمائی ہے کہ رمضان میں اور دنوں سے  
زیادہ فیض رساں ہوا جائیے دروداً کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں : ہذا شہر المراساة هذا

مشہر من رزق المؤمن من تقرب فیہ عن ملطہ من الخیر کان کن ادا  
عن بضعہ سواہ یعنی یہ مہینہ ہمدردی کا ہے اس مہینہ میں یومین کا رزق زیادہ  
کیا جاتا ہے جو اس میں نفل کام کرے اس کو اور دنوں کے فرض کے برابر ثواب ملے گا۔ درجو اس  
میں فرض دکرے اس کو اور دنوں کے ستر فرضوں کے برابر ثواب ملے گا۔ ہمیں کس قدر تعجب  
تحریر ہے صدق غیرات اور اہل ماضی کہ رمضان میں رکعات نافذ کا ثواب فرض نمازوں کے  
برابر ملتا ہے اور جو فرض کو اس ماہ میں ادا کرتے ہیں انکو ستر فرضوں کا ثواب ملتا ہے

تبعہ فی الخیر | مگر اس سے بعض لوگوں نے کیا اثنا مطلب سمجھا کہ بعض لوگ رمضان سے پہلے  
بعض نیک کاموں کو دکرے رکھتے ہیں مثلاً کسی کی زکوٰۃ کا سال شہان میں گزرا  
ہو گیا وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا رمضان کے انتظار میں رکھے رکھتا ہے چاہے رمضان میں اس کو توفیق





ترجمہ: اللہ کی رحمت تو بہانہ نکال کر آپ کی قیمت نہیں

تو جس طرح قاصحی بھی کا نہ تمامہ ہو بلکہ رُحہ یا وہاں کلام سیکھا ہی طاعت شد

مختار بے نیاز

آپ کو رات کی گد میں بدلتے ہوئے اللہ اللہ کر لینا بھی کام آجائے گا اور آپ تہہ داہوں میں شمار ہو مادیں گے اور بے نیاز کے قہر ہوگی گویا صفت اذان ہی ہوگی جیسے مرفعات کو اذان دیا کرتا ہے ورنہ نماز میں بدلتے ہیں آپ کی بھی اذان ہی اذان ہوگی نماز تو ہوگی نہیں مگر خدا کے واسطے اس اذان کی تشبیہ سے اس وقت میں پکار کر سنان نہ یا نہ سنت کہنے تک نہیں ہونے داہوں کی مینہ میں مل آئے پھر تو وہ پریشان کرے میں حافظ جنارہ کی اذان ہو جائے گی ایہ اس خانقاہ کے متعین میں سے ایک بھوئے شخص تھے جو یک غیر یاد مسجد میں موزن تھے ایک دفعہ مغرب کے بعد کھانا کھا کر سو گئے زراہ رات گئے تو آٹھ گھنٹے تو آپ نے وقت کی اذان کی تھی بنا بارہ بجے ہوں گے پھر میں ہوا کہ کوئی صبح کی دیکھ کر صبح کا سے نہ رُک جائے تو اذان کے ساتھ یہ بھی پکار دیا کہ یہ سنت کی اذان ہے صبح کی نہیں ہے لوگ پریشان ہوئے تھے مسجد میں۔۔۔ دس پڑیں ہو رہیں اور کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ اللہ ہی جاس کے موزن تھے اذان کے اخیر میں! تصحیفات الرجال کہا تھا کہ پہنے ٹھہر ہی میں نماز پڑھ لو مسجد میں آئے کی ضرورت نہیں بات یہ ہے کہ وہ اذان تو وقت پر تھی اس لئے اذان کے سنت کے لئے اعلان کے ساتھ اذان دے کر الاصلہ فی نوحہ کہہ دیا تھا تاکہ لوگ پریشان نہ ہوں بلکہ حافظ جنارہ کی اذان کے کہے وقت تھی کس لئے خود پریشانی کا سبب تھی ان سے کوئی پوچھے کہ جب تم کو بانا مقصود نہیں اور ۱۲ بجے لوگ سکیں تو یہی ہے وقت میں جلا کر اذان دینے کی کیا ضرورت تھی آہستہ اذان کہہ لی ہوتی اس سے بھی سنت ادا ہو جاتی عرض شریعت نے جاننے کیساتھ دکر دستغفار و صلوٰۃ کو بھی مشروع فرمایا ہے محض بدلتی پرکتفا ہیں کیا پھر اس میں بھی کوئی یہ قید نہیں کہ دو بجے شویاتین بجے اٹھو میں صبح سے پہلے اٹھ چلے ہیں جن تعالیٰ نے حضور کو خطاب فرمایا ہے۔

وَنُفِضْنَا وَنُفِضْنَا مِنَ الشَّيْءِ مَدْرَدٌ وَنُفِضْنَا الشَّيْءَ وَنُفِضْنَا

آپ کے پروردگار کو معلوم ہے کہ آپ بھی ذاتی رات سے کچھ کہہ جاتے ہیں کبھی دھی رات

اور کبھی نہ ہاں سات جلتے ہیں اور ایک جماعت بھی ان لوگوں میں سے جو آپ کے ساتھ ہے اس کے بعد فرماتے ہیں۔ **وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ** مگر رات اور دن کا پورا اندازہ حق تعالیٰ ہی کرتے ہیں یہ جملہ سیکار نہیں بلکہ مطلب ہے کہ تم اندازہ ٹھیک طور پر نہیں کر سکتے کہ ہمیشہ ایک ہی وقت پر اٹھو اس لئے کسی خاص وقت کی تعیین لازم نہیں کی جاتی جب تک کھٹل جائے اسی وقت اٹھنا چاہیے یہی معنی ہیں کس کے جو فرمایا ہے۔ **عَلِمَ مَنْ لَّنْ تَخْصُوْهُ** فَابْعَثُوْهُمْ فَاَفْعَوْا وَاَعَايَنُوْهُمُ الْاَسْرَافَ اور پھر پیاروں کو اور کسب معاش کرنے والوں کو وقت بھی انکی کچھ بعض دفعہ جمع کے قریب ہی کھلتی ہے تو ارشاد فرماتے ہیں۔

**عَلِمَ مَنْ لَّنْ تَخْصُوْهُمُ مِّنْكُمْ مَّوَصَّيْ وَاَحْسَرُوْا لِمَنْ لَّيْضُ لَوْ اَنَّ الْاَرْضَ بَيْنَتْخُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَحْسَرُوْا لِمَنْ يَّقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَقْرَبُ وَاَمَّا يَنْتَشِرُوْنَ** یعنی یہاں اور مسافروں کو زیادہ بیماری معاف ہے، ان کی جب کچھ کھٹل جائے صبح سے پہلے پہلے وہ جن قرآن پڑھ سکیں نماز میں پڑھ لیا کریں چاہے دو رکعت ہی پڑھ لیا کریں اس سے بھی کامل ثواب مل جائے گا اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو حدیث میں آتا ہے کہ بعد وتر کے دو رکعت پڑھ کر اس کی نسبت کفّاء وارد ہے جس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے بھی تہجد کا ثواب مل جاتا ہے سبحان اللہ ہماری رٹیوں کی بھی تو رعایت ہے کہ تجارت کے لئے سفر کرو تو طویل بیداری معاف ہے جتنا ہو سکے کر لیا کر دو کوئی طبیب ایسا ہے جو اسے یوں سمجھ لے کہ اس نسخہ میں سے آدھا پلیر یا ربع پلیر تو صحت کے لئے کافی ہے ایسا کوئی طبیب لے گا وہ تو قدح ہی پائے گا مگر حق تعالیٰ ایسے ہیں کہ رویت فرماتے جاتے ہیں کہ زیادہ نہ ہو سکے تو اخیر شب میں دو رکعت ہی پڑھ لو اتنا بھی نہ ہو سکے تو سونے سے پہلے وتر کے بعد دو رکعت پڑھ لیا رات کو دو تین بار سبحان اللہ ہی کہہ لو بس کافی ہے غرض یہاں بھی ترک نام کے ساتھ فعل مشروع ہو رہے محض بیداری پر اکتفا نہیں فرمایا۔

اور اس میں ایک مسئلہ دقیقہ پر تنبیہ فرمادی ہے تمہید اس کی یہ **دقیقہ مسئلہ پر تنبیہ** ہے کہ بعض لوگ مجاہدات سمجھنے تر دک ہی کو مقصد سمجھ جاتے ہیں نائیں بعض تو عہد ہیں جو مزدورت اعمال ہی کے منکر ہیں ان سے تو اس وقت بحث نہیں غرض



اے یہ قلت کیفیات کسی معصیت کی وجہ سے تھوڑا ہی تھی جو استعمار ستلادیا بلکہ اس کا منت تو بھی اورتھا ۔

دیدار زار لیش کو زار دل ست      من خوش ست اگر فتار دل ست  
ماشتی پیدا ست از زاری دل      نیست بیماری جو بیماری دل  
ترجمہ : اسکی زاری سے یہ چہ چلا کہ اسکی دل ضعیف ہے جسم تندرست ہے مگر دل گڑبڑا ہے ماشتی  
دل کی کمزوری سے ظاہر ہے دل کی بیماری کی طرح کوئی بیماری نہیں ۔  
بہ طبیعت اپنی علاج کرنا ہے وہ کہتا ہے کہ اس مرض کی تدویر ہے کہ تم ان کیفیات پر  
انتہات ہی نہ کرو ، اگر کیفیات نہ رہیں نہ ہی خدا تو ہے ۔

روزگار گرفت گزرد باک نیست      تو ہاں لے آکر چوں تو پاک نیست  
ترجمہ : دن اگر چلے گئے تو کس عروج ہے لے محبوب تو ہمیشہ باقی رہے ۔  
حالات میں صرف خدا کو مطلوب سمجھو کیفیات کو ہرگز مطلوب نہ سمجھو بلکہ جس کو دھمال  
سمجھتے ہو اس پر بھی نظر نہ کرو کہ ہم کو یہ دھمال سیر ہوگا نہیں تم صرف عمل کو مقصود  
سمجھو محبت سے کسی میں لگے رہو زبان حال سے یوں کہتے رہو ۔

یا بلبل اورا یا نہ یا بلبل جستوئے می کنم      حاصل آید یا نہ آید اوروئے می کنم  
ترجمہ : اسکو پاؤں یا نہ پاؤں ڈھونڈتا تو ہوں حاصل ہو یا نہ ہو جستجو تو کرنا ہوں  
عارف فرماتے ہیں ۔

فرق وصل چہ باشد رضا نے دوست طلب      کہ حیف باشد از غییر او مناسائے  
ترجمہ : جدائی اور دھمال کی چیز ہیں دوست کی رضا کو تلاش کر کے اس سے اس کے سوا کسی چیز  
کی قسمت گزرا باعث صد حیف ہے ۔

اور

بلبل سٹوئے دھمال دیرا سٹوئے فریق      ترک کام خود اگر قسم تا بر آید کام دوست  
بُیْد و صَا نَد بُیْد ہجبر بی      قَا نَکُ نَ اُر بُیْد لَی بُیْد  
ترجمہ : عربی و فارسی دونوں مشنوں کا مطلب ہے کہ میں تو دھمال چاہتا ہوں مگر وہ ہجر چاہتا



ہے اس لئے اس کے ارادے کی بنا پر میں نے اپنی چاہ کو چھوڑ بھی دیا مگر تسلیم فرم ہے جو مزاج  
یار میں آئے۔

عارف کہتا ہے کہ تم کیفیات کو کیلئے پھرتے ہو ہمارے نزدیک تو فرق و وصل بھی کوئی چیز  
نہیں بلکہ اصل چیز رضائے محبوب ہے جس کا ذریعہ عمل ہے جب تک تم عمل میں لگے ہوئے ہو رضا  
حاصل ہے۔ درجیب رضا حاصل ہے تو سب کچھ حاصل ہے چاہے دس سال ہو یا نہ ہو کیفیات ہوں  
یا نہ ہوں اس تعلیم کے بعد راستہ صاف نظر آنے لگتا ہے اور ساری پریشانی ایک منٹ میں جاتی رہتی  
ہے یہی تعلیم کا خلاصہ پھر کچھ دیتا ہوں کہ کیفیات پر نظر نہ کرو محقق ایک نکتہ میں علاج کر دیتا  
ہے بشرطیکہ اس کا انصاف نہ ہو جائے حاجی صاحب کی یہی تعلیم تھی جب کوئی ذکر شکایت کرتا  
کہ حضرت ذکر سے نفع نہیں ہوتا تو فرماتے یہ کیا کچھ کم نفعی ہے کہ تم ذکر تو کر رہے ہو۔

حالانکہ خدا کی ایک مخلوق اس سے محروم ہے اب اس تہید کے بعد سمجھو کہ شریعت نے عبادت  
کے ساتھ اعمال کی قید رکھا کہ جس نکتہ پر تہید کی ہے وہ یہ ہے کہ اصل مقصود رضا ہے یعنی جس کا  
طریق عمل ہے اور عبادات علم کی اس کے لئے محض سبب سہولت ہیں خود مقصود نہیں پس اگر عمل  
موجود ہو اور مجاہدہ کے آثار خاصہ مرتب نہ ہوں تو کچھ حرج نہیں اور اگر مجاہدہ کے آثار خاصہ موجود  
ہوں اور عمل مغفود ہو تو وہ محض بیکار چیز ہیں اس لئے شریعت نے ہر مجاہدہ کے ساتھ ایک  
ایک عمل بتا دیا مددہ میں بھی اعمال کی ترغیب دی ہے تاکہ معلوم ہو کہ تعلیل طعام خود مقصود  
نہیں بلکہ عمل مقصود ہے اور تعلیل منام کی صورت بھی ترویج اور تہجد کی نماز میں تجویز کی ہے  
تاکہ معلوم ہو کہ محض جاگ مقصود نہیں بلکہ عمل مقصود ہے پس اگر یہ عمل نہ ہوں تو تعلیل منام کی  
عادت کوئی فائدہ مند چیز نہیں اور اگر اعمال موجود ہیں تو تعلیل منام کا ثمرہ خاصہ حاصل نہ ہو کہ کیفیات  
طاری نہ ہوں تو بے فکر رہو غرض شریعت نے کسی مجاہدہ علم کی مجاہدہ حقیقیہ سے خالی نہیں  
رکھا اور کسی جگہ محض ترک پر اکتفا نہیں کیا یہ فرق ہے مجاہدہ عرفیہ در مجاہدہ شرعیہ میں یہ دوسرا  
رکن تھا مجاہدہ کا جس کے متعلق سن دقت بیان ہوا۔ اب ذکر کن اور ہے، انشاء اللہ ان  
کے متعلق پھر کبھی بیان ہو جائے گا۔ اب میں ختم کرنا ہوں اور اس بیان کا نام تعلیل المنام  
بصورتہ التعلیم بخود نہ کرنا ہوں

سلیم عطا فرمائے اور محل کی توفیق عنایت ہو۔ آمین ،  
 وصی اللہ علی خیر خلق سیدنا و مولانا محمد و علی الہ و  
 اصحابہ اجمعین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔



# فریح القیام

نماز کی حقیقی روح

حضرت حکیم آیت قدس سرہ فرمے یہ وعظ ۹ رمضان المبارک بروز جمعہ جامع مسجد تھانہ بھون  
میں تقریباً ۲۰۰ مائیس کی موجودگی میں بیٹھ کر ارشاد فرمایا جو فریح صلوٰۃ کے سلسلہ  
میں علمی مضامین پر مشتمل ہے۔

سب نیکارک ۲۰۱۶ گھنٹے تک جاری رہا  
مولوی عبدالعلیم صاحب کھنڑی مرحوم نے اسے قلم بند فرمایا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

هفت اختر کا

دو ترا وعظ

# روح القیام

بسم الله الرحمن الرحيم

**خطبہ ثور** ۱۰۰۰  
میں بھدہ اندر ملا مکمل ہے جس سے جہاد ہدیٰ ہے و شہدان  
و السلام اللہ وہ کہ وہ شہیدان شہیدان شہیدان شہیدان  
عبدہ و رسولہ و شہیدان شہیدان شہیدان شہیدان  
و غزوہ شہیدان شہیدان شہیدان شہیدان  
خاستہم لکھنؤ شہیدان شہیدان شہیدان شہیدان  
واقعہ القصیرہ شہیدان شہیدان شہیدان شہیدان  
سو جو کچھ دینی کی پوری ہے شہیدان شہیدان شہیدان شہیدان  
پس تم یہ کی پوری ہے شہیدان شہیدان شہیدان شہیدان  
شہیدان شہیدان شہیدان شہیدان

قاعدہ کلیہ بھی بتلایا تھا کہ ہر عبادت کی ایک صورت ہے اور ایک رُوح ہے چنانچہ صوم کی رُوح محابہ ہے اور محابہ کا حاصل جماعت نفس ہے ہر منہ کے اس کے، عبادہ کی صورت نہ تھی مگر اس لئے عبادہ کر دیا کہ اس پر تسبیہ ہو جائے۔ نیز آج کے مصلوں سے رُبطاً ظاہر ہو جائے منسلک ہے کہ جس طرح صوم کی ایک رُوح ہے اسی طرح ہر عبادت کی ایک رُوح ہے۔ سمجھ کر اس وقت ہر عبادت کی رُوح بیان کرنا مقصود نہیں کیونکہ اس وقت اسکی ضرورت ہے اور نہ فرصت ہے البتہ ان عبادات کی ارجاح بیان کر دینگے جو رمضان سے متعلق ہیں اسی وجہ سے صوم کی رُوح کا بیان کیا گیا تھا کہ یہ رمضان کی سب سے بڑی عبادت ہے اب بھی انہیں عبادتوں کو ذکر کیا جائے گا جو رمضان کی خصوصیات سے ہیں اور انکی خصوصیت خصوصیت ثابت ہے۔

**خصوصیت تراویح** | ان میں سے ایک عبادت نماز ہے، اور ایک قرآن ہے اور دونوں سے نماز میں ایک نئی غار سنت قرار دی گئی ہے۔ اور عبادتیں بھی بڑھ سکتی تھیں اس سب میں نماز کو بڑھانے سے معلوم ہوا کہ اسے رمضان سے خصوصیت ہے جو اور کسی عبادت کو نہیں اس کا نام تراویح ہے اس کا بڑھنا بھی نہایت ضروری ہے کیونکہ روایات سے اس کا مرتبہ بخیر ہونا مامور بہ ہونا معمول بہ ہونا مطلوب مقصود ہونا محمود ہونا سب ثابت ہے خود آپ کے فعل سے بھی اس کے بعد صحابہؓ کی طبیعت سے بھی اس سے متحقق نیا ہے سنت موکدہ لکھا ہے کہ آپؐ یہ ثابت ہے کہ تین شعبہ کے بعد آپؐ تراویح کے لئے تشریف نہیں لائے اور فرمایا کہ مجھے اس کے تم پر فرض ہو جائے گا اذیثہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ گمراہ ذلیلہ وضعت کا ہونا تو آپؐ کا عزم تھا تشریف لانے کا اور عزم بجائے محل کے ہو کر ہے پس جب آپؐ عزم کیا تو اس سے بھی تا کد ثابت ہو جائے گا جب کہ صل سے ثابت ہوا ہے اس کے سنت موکدہ ہونے کی ایک یہ تقریر ہے جو اپنے عنوان کے اعتبار سے نئی ہے۔

**دوام تراویح** | اور جو عموماً اس کا مشہور ہے وہ یہ ہے کہ مواظبت دو طرح ہر ہے۔ ایک حقیقی دوسرے حکمی مواظبت حقیقی تو یہ ہے کہ کسی فعل کا دوام حسناً واقع ہوا ہو مثلاً ظہر کی سنتیں ہیں فجر کی سنتیں ہیں مواظبت حکمی یہ ہے کہ ایک فعل بے

طرز سے واقع ہوا ہے کہ وہ طرز بتا رہا ہے کہ اس کا وہام مطلوب ہے چنانچہ آپ دُعا میں  
شب تشریف لائے اس کے بعد پھر تشریف نہیں لائے تو صحابہ سے فرمایا کہ مجھے تم سب کا  
اس نامعلوم تھا مگر میں اس لئے نہیں آیا کہ ایسا نہ ہو تم پر فرض ہو جائے اور نہ ہو سکے تو تم  
گنہگار ہو اور اس کے یہ معنی نہیں کہ ملو یہ تو ایک گنہگار کی بات معلوم ہوئی کہ مرض نہیں اب  
کلمہ کو مشقت اٹھائیں کہ جاگیں اور تحکیں۔ بلکہ مطلب ہے کہ گناہ تو ہو گا مگر ترک فرض کے  
برابر ہو گا تا یہ کوئی ایسا کلمہ ہے کہ خیر زیادہ گناہ تو نہیں ہے تو ڈانٹا گیا ہے اگر چھوڑ دیں گے  
تو کچھ بڑا گناہ نہیں ہو گا جو کہ پہلے وہ میری اس رائے کو قبول کرے تب یہ سمجھا جائے  
گا کہ یہ تھوڑی سی چیز کی وقعت نہیں کرتا اور اسے بہن سمجھا ہے تب میں بھی اسے غصے کے  
لئے غصہ دے دوں گا کہ اسے چھوڑ دینا جائز ہے اور وہ رائے یہ ہے کہ ایک جھوٹی سی چنگاری  
لے کر اپنے چھپر پر اپنے کپڑوں کے صندوق میں رکھ دے اور اگر کوئی کچھ تو یہ کہہ دے کہ یہ تو  
چھوٹی سی چنگاری ہے بڑا انگارہ تو نہیں ہے۔ اور اگر یہ جھوٹی سی چنگاری رکھنے سے رکے کہ اثر  
تو چھوٹ بڑی کا کیا ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ حضور اثر دونوں کا یہاں بھی کیسا ہے۔  
وہ کیا ہے نا خوشی حق تعالیٰ کی بلکہ ایک اعتبار سے تو ترک سنت  
اثر ترک سنت

کا اثر ترک فرض سے بھی بڑھ کر ہونا چاہیے و بات یہ ہے کہ  
گو حق تعالیٰ کی عظمت سب سے بڑھی ہوئی ہے اور ان کے حقوق بھی بڑھے ہوئے ہیں  
اور انبیاء کی ذاتی عظمت ان کے حقوق ہیں مگر فطری مذاق یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو  
بہتر شاہد ہے اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے چنانچہ دیکھ لیتے کہ جس قدر آپ حکام ملکی سے  
ڈرتے ہیں حق تعالیٰ سے نہیں ڈرتے تو کیوں اس لئے کہ حق تعالیٰ کے مسائل (زنجیریں) در  
غالب اس پر نہیں آتے اور حکام کا طوق وزنجیر پیش نظر ہے حق تعالیٰ کا سینہ نہ (جہنم)  
خطر نہیں آتا حکام کا جینے نہ سامنے موجود ہے اور بیچے اپنی حسین بیوی کی طرف کس قدر  
طبعی کشش ہوتی ہے حق تعالیٰ کی طرف اتنی نہیں ہوتی پس اس سے معلوم ہو کہ غائب کا  
اس درجہ کا اثر نہیں ہوتا جس درجہ حاضر کا ہوتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
تو متاثر ہیں آپ سے باقی کر سکتے تھے آپ کو دیکھ سکتے تھے آپ کے پاس بیٹھ سکتے

کہتے تھے کہ ہم نے آپ کو نہیں دیکھا مگر میں سے بھی بہت بڑا اثر ہوتا ہے کہ جس وقت ہم آپ کا  
تمثل و حلیہ معمولات و خورد و نوش عادات نشست و برخاست عادات و احوال معلوم کرتے  
ہیں تو باطل وہی اثر ہوتا ہے تو پتہ خود کرتے ہوئے دیکھ کر ہوتا ہے خلاف حق سبحانہ کے  
کہ کبھی آج تک نہ نہیں کسی نے دیکھا اور نہ اس دنیا میں دیکھ سکتا ہے کہ کہیں بھی نہیں  
کوئی چیز دہن میں بھی ایسی نظر نہیں آتی کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آجاتی ہے  
اسے برتر از خیال و قیاس و گمان و دہم و ذہم و ذہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندیم  
ترجمہ ہے اللہ تعالیٰ آپ دہم و گمان و قیاس سے بالاتر ہیں اور جو کچھ بزرگوں نے کہا ہے  
اور ہم نے سنا اور پڑھا اس سے بھی برتر ہیں (۱۲)

دفتر تمام نشست و پایاں رسید مگر ماہ پچاس در اول و نصف تو ماہ ایم  
ادھر تمام ہو گیا اور عمر اختتام کو پہنچی یک و نصف بھی آپ کا بیان نہ کر سکے  
وہ روزوار نور و شمع در اور اور ہیں جیسا کہا گیا ہے کل ماہ احطرت ماہ مہو  
ہدایت و اللہ تعالیٰ اجل من دلت علیہ تو تصویریں ذہن میں گزرتی ہیں وہ سب منت  
ہو جوال ہیں نہ کہ سے بہت برتر ہیں ہم تو کیا سب سے بڑھ کر علم عاری ہیں کا ہے مٹی کہ  
حکمت نے پڑا بھی ان سے ملے ملے مکتب ہیں۔

یہ میں دعویٰ ہی نہیں کرتا مگر کہ بھی اس کا اثر ہے جہاں انہوں  
**قوت قدسیہ** نے قوی مدد کہ کتیم کہ ہے وہاں یک قوت قدسیہ مانی ہے کہ  
وہ قوت کہ مینہ ہیں سے اہل باطن کے ساتھ حاصل ہے سو اس کا خود کو ذرا ہے کہ وہ  
قوت قدسیہ کہ عین کی ایک بہت ہیں ہوئی ملکہ ہمیشہ اس حکم کی یہ حالت رہی کہ فرشتوں  
یک بعد از یک الیہ الیہ یہ لوگ علم ہی میں اترتے رہے اور سمجھے کہ بہت بڑا کمال  
ہے در خود حکماء میں بھی آؤں گے جسے شریکین و متقیین اور اشرافین نے لڑتے  
مجاہد سے قدر و ملک کی صفائی میں تھی کہ حقائق کو نیکو استیلا کی ایک مشکلف ہوجاتی تھیں  
مگر چونکہ یہ علوم برہان و کائنات میں ہیں اور متانیں کو جو کچھ علم ہوا وہ مستندال سے معلوم  
ہوا ہوا انہوں نے انہیں کے ساتھ انہوں نے ہی علوم لدیہ و حکم معلوم ہوئے اگرچہ اس کا

عزت کرتے رہے کہ دو قسم کے لوگ ہیں ناقہ قدرت قدسیہ اور واجد قوۃ قدسیہ مگر اس وقت  
قیسہ کہ عرب توجہ نہ کی علی رطابہ بن بھی جن پر اس علوم کا علمہ ہوا علوم باطنیہ کو انہوں نے  
بھی بقدر دہر حوج سمجھا۔

مشہور ہے کہ ایک بہت بڑے امام مسنی حضرت نجم الدین گبرائی کی خدمت میں حاضر ہوئے  
کہ حضرت کی تعلیم ذکر و شغل ذالیع حضرت نجم الدین گبرائی نے تعلیم دی، درقاعدہ کے موافق  
درا دیا کہ کیفیت سے اطلاعی دینے رہنا۔ جب یہ ذکر میں مشغول ہوئے علوت میں تو یہیں یہ  
معلوم ہوا کہ کوئی چیز قسب سے مل جاتی ہے عرض کیا حضرت دکر سے یہ کیفیت ہونی آپ  
نے دنیا کو تو پیر مکنی ہونی معلوم ہوتا ہے یہ معلوم فلسفہ میں عرض کیا حضور یہ تو بڑی محنت  
سے حاصل کیے ہیں کا ملنا تو گور نہیں ہے آپ فرمایا کہ یہ جانتے رہیں گے تو کیسے ان  
سے بہتر علوم حاصل ہوں گے

نہی اندر خود علوم سبیا : لے معید دے کتاب داد سنا  
آنگو بے معین اور غیرت دو کتاب کے بیار جیسے علوم حاصل ہوں گے  
ان کے بعد تم کو وہ علوم حاصل ہوں گے کہ کتاب کا دسط ہو گا نہ استا کی ضرورت  
ہو گی کسی طرح ان کی سمجھیں : کیا اور یہ کہہ کر حضرت بہ در سے پیسے مخریک دن  
کی صحبت کام لے کر مل بھی ایک دن تو بہت سے واقعی ایک ساعت بھی کام کو عاتی ہے  
صحت یہاں گر یک صحت است : ہمت از حد سارہ زہد و طاعت است  
یک نوکوں کی صحت گر ایک گواں بھی ہے تو وہ نور میں کے زہد و طاعت سے  
بہتر ہے (۱۱)

یک دانے صحبت : ویب بہتر از صد سالہ طاعت ہے :  
انہ داہوں کی تنہوری دیر کی صحت بھی سو سالہ کی سے ریامادات و طاعت سے بہتر ہے  
اس صحت کا یہ اندر ہوا کہ تو اس علوم نفسیہ کے سو اور ہوں کو گوارا کرنے سے  
وہ بھی سکی صحت دیتے ہیں

نکذیۃ اقدام العقل عقلا : و صلیۃ سیر العالمین صلال



وہم مستعد من تحت طول عمر . مسویاں سمعت فیہ قبایل  
 جیسا کہ پہلے پڑا کہ ساری عمر حرکت کر کے ایک اور قبیلہ کے کچھ حاصل ہو اور  
 عمر بھر یہ جن مصالح کی تلاش کرے کہ جس کو بھی اس کا ذریعہ ہے کہ ایک مرتبہ واحد قوت قدسیہ  
 ہے مگر اس کا علم ہے کہ وہ کوئی ہے حقیقت میں وہ درجہ عارضی کا ہے جس کی قوت قدسیہ  
 ادرست ہوتی ہے سو اس سے بڑھ کر کیا علم ہوگا مگر تے بڑے علم والے ہی کو وہ دلیل ثابت  
 دے دیتے ہیں اور جس قدر معرفت بڑھتی جاتی ہے اس کا امتیاز بڑھا جاتا ہے جس کی  
 مثال ایسی ہے جیسے استعارہ بندہ کی بیاد و ناکس قدر اپنی پیمائش ہے یا اس  
 بڑھتی جاتی ہے

دل آرام در بردل آرام جو لب رشتگی حلق بر طریق جو  
 محبوب گود میں ہے در محبت کو ڈھونڈ رہے ہیں ہر یکے کے لئے یہ ہیں "ہوٹ  
 پیاس سے خشک ہیں" (۱۱)

گویم کہ ہر اک قادر شمس کہ بر سائل مسل مستقیم  
 یہ ہم ہیں کہتے کہ پانی بر تار ہیں لکہ دریائے یل کہ کھائے پر جلد ہر کے بجا کی طرح  
 یعنی اس کی یہ حالت ہوتی ہے جیسے رودیں پر کسی مسکن کو ٹھاؤ کسی اس کی تسلی  
 رفع نہ ہوگی در اگر حیرت افتاد یہ جلتے ہیں کہ ذات مسکن نہیں ہو سکتی مگر شد شتیق  
 میں کچھ نہیں یاد رہتا اور بلا طلب میں لگے رہتے ہیں سین جب تھک تھکا کے ہر طرف  
 سے لڑتے ہیں تو پھر آخر یہی کہتے ہیں

عفا شکار کس لشود ہم از میں . کایں با بیست مادہ مست دایار  
 جس طرح عفا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا عا چیلان اور کوشش کرنا عا حاصل ہے  
 اسی طرح اس وقت کہ کہ کا دماک نہیں کر سکتا میں سے مگر سوچ بیکار ہے (۱۲)  
 جب عفا کسی کا شکار ہوا تو ذات عا کی مدد نہیں ہو سکتی میں وہ غیر مدد  
 اور اتنا تمہارا اور میں سے وہ ایک نفسیات ہیں تمہارا نہ صورت نہ شکل  
 کسی سے دکھا دیکھا میں دیکھ سکتا ہے

اور اس کا مقصد یہ بھی تھا کہ ہم سب کبھی سخت نہ پاتے

**بے پامیاں رحمت**

کیونکہ دل واجب ہے اور وہ موقوف ہے معرفت پر۔  
لہذا معرفت بھی واجب ہونی اور وہ حاصل نہیں ہو سکتی مگر اللہ تعالیٰ کے حق سے  
کبھی بے پروا نہیں ہو سکتے بسجاساں خدا پر رحمت ہے کہ جیسا کہ موانع معرفت واجب  
ہیں کی مراد کی تان کے موانع واجب کی ہے۔ کہ جیسا کہ موانع معرفت واجب  
کے موانع حق تعالیٰ کو ملے۔ لگ بھگ سب جی ہیں علما محققین نے لکھا ہے کہ ہمیں  
جتنا ہم ہے ہم حق قدر سمجھنے کے مطلق ہیں اسی قاعدہ کے حکم کرے سے بہت سی احادیث  
شکاک سے صاف ہو جاتی ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ جی اس دنیا میں ایک کفن چھوڑا تھا اس

**معارف الحدیث**

نے مرنے کے وقت اپنے سب بٹوں کو جمع کر کے کہا کہ میں  
تھوڑا کپڑا، بپ تھا یعنی تھکے ساتھ کیسا ترناؤ کی ہے، ابوں سے کہا بہت اچھا ترناؤ  
کیا اس سے کہا اس کے مرنے میں ایک ٹیوٹا سا کام کر دو گے، انہوں نے کہا جان و دل سے کر  
دے کہ جب میں مر جاؤں تو میری رات کو میرا درہا کی ساکھ کو محفوظ رکھو۔  
جب خوب زور شور کی آمدی جیسے تو اس رات کو منتر کر دیا شاید میں اس طرح سے خدا کے  
مخدوم ہو جاؤں، اور خدا کا مجھ پر قادر ہو گئے تو مجھ پر ایسا رحمت  
مذاب کریں گے کہ کبھی کسی پر نہ کیا ہوگا۔ چنانچہ جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹوں نے سب رحمت  
پر عمل کیا حق تعالیٰ نے اس کے تمام اجر جمع کر کے بھیج دیا جب زندہ ہو گیا تو دیکھا  
کیوں صاحب یہ کیا حرکت تھی ایسا کیوں کیا اس سے اس کا اس پر دروگارتی سے خوف سے  
ایسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جس نے اس کی رحمت میں شک تھا تو مومن کیسے ہوا جب مومن  
ہو تو معرفت کیسے ہو گئی اور اس کا جواب یہ تو مومن نہیں ملتا کہ شاید یہی اہم میں غیر مومن  
کی بھی معرفت ہو کر ہی ہو سواس کا انتہا سب سے بڑا کہ یہ امر مخصوص سے معلوم ہے کہ اس  
پر رحمت زیادہ ہے حتیٰ کہ کفار پر بھی۔ بہت پہلے کفار کے رحمت زیادہ ہے کہ گناہ کرتے

ہیں اور نبی اسرائیل کی طرح مسخ نہیں ہوتے۔ عادی طرح تیر ہواؤں سے ہلاک نہیں کئے جاتے کسی کو امٹ دیا گیا کسی کو فرشتے کی چنچ سے ہلاک کر دیا کہیں اس امت میں بھی ہے۔ اور اس امت کے کفار کے واسطے بعض قطعی ہے کہ مغفرت نہیں ہوگی سو پہلی اہم کے کفار کی مغفرت ہوگی تو اس امت کے کفار کی بھی ہوگی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان پر رحمت زیادہ ہے اور لازم اس ہے ہند، ملہ، روم بھی اہل میں یہ جو ب نہیں ہو سکتے پس اعتراض باقی رہا کہ وہ قدرت میں تردد کیونکہ سے کافر خاتمہ مغفرت کیسے ہوگی۔

غرض یہ نکال ہے بعضوں نے اس سے بچنے کے لئے ان قدر اللہ کے قادر ہو گئے اللہ تعالیٰ کے معنی ہیں توفیق کی کہ قدرت کے معنی صحت (حقیقی کی ۱۲) کے بھی آتے ہیں میں کہتا ہوں کہ ان کلمات کے بعد اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی سمجھ تھی ہی تھی اور وہ اپنی سمجھ کے موافق مکلف تھا وہ بہت سخت تھا کہ اس قدرت اتنی ہی ہوتی ہے اتنی عقل نہ تھی کہ یہ سمجھتے کہ وہ قدرت میں سے بہت آگے ہے سطر اس باب میں اعرابوں کی غیب و غریب ملکاتیں مشہور ہیں۔ ایک عرالی کی حکایت ہے کہ بعد غلہ سے اپنے دست میں سیان کیا کہ حق تعالیٰ کے نذرانہ ہے زیادہ نہ آگے ہے۔ ناک اور اعضا عرس وہ جوارح سے مائل ہاں ہے ایک اعرابی شکر کہے گا کہ علی ستائی کی طرح گول مویا اور پانچ تیرا ہی خدا ہو گا ماسے خدا کے سب کچھ ہے غرض یہ شخص اپنی غم کے موافق سمجھتا ہے اور خدا پر یہ ٹھکانا ہے جس کا کہ باوجود ان بدی غیظوں کے پھر بھی نہ سبکا نام افر سحر میں نکھا ہوا ہے اور دوسرے تو کہ ذات کی یہ سمجھتے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ٹھکانا ہے میں یہی نہ تھا ہی نہیں کہ سکتا ہو

دراختہ ہیں یہ کسی اور کی کیا جا جو کہ اور حقیقت دریافت کر کے

**فطرۃ خاص کا اثر** ہر حال خدا کی توحید اور ہر شے ہمارا اور ہر شے ہمارے رضی ہو کر ہے

کچھ نہیں سمجھا کر بھی مراد جانے میں غلطی سے پہلے محسوس کے ہیں۔ درحقیقت اگر زیادہ ہو جائے گا متفقد ہے کہ بیک طرف نہ رہے ہونے زیادہ غم کی جائے تھی اس تقریر سے یہ ثابت ہو کہ زیادہ میں گنجائش نہیں کہ سے مائل گاہ نہ سمجھ کر یہ سمجھ کر چھوٹے چھوٹے اس مطرہ خاص کا اثر ہے کہ جو کہ ماہ درص بھی نہیں پڑھتے وہ بھی ترویج کا اہتمام کرتے ہیں

**تخفیف تراویح** | تو ثابت کر لیسے لوگ جو بارہویہ فرض پڑھتے چلے آتے ہیں وہ ہمیں تخفیف کرنا چاہتے ہیں آج ہی میں سے یکس خط کا جواب لکھا ہے عجب تیز ہے کہ وہ حضرت پڑھتے ہیں اگر کوئی عامل ہو کر کہتا کہ آج ہے گریز پڑھتے ہیں بہت مشکل سے سمجھتے ہیں اس خط میں لکھا تھا کہ آج کل کس صاحب ہے اثر و اس میں بڑا مل رہا ہے جن میں کاٹھا بارہ رکعت کی تصریح ہے تو کیا سونے ہے۔ مجھے بھی خبر ہوئی کہ میں کا ب جواب لکھوں پھر میں نے شہ سے دعا کی کہ اس شہ میں کوئی کا کوئی جو سمجھنے پر قادر ہو اس نے مجھے سمجھا دیا۔ میں نے یہ بھی کہ سید جی سی بات ہے کہ بیس رکعت کے سنت ہو کر ہوئے پر امام مسند ہو چکا ہے اور جماع کی مخالفت ناجائز ہے اور یہ جماع علامت ہے ان احادیث کے منسوخ ہونے کی اور اگر جماع میں شہ ہو کہ بعض میں ہے کہ اس کو سنت ہو کر لکھی ہے تو جواب یہ ہے کہ جماع اس قوم سے منسوخ ہے اس کے مقابلہ میں شاذ قوم قابل اعتبار نہیں ہو گا عیب نہ کہ آیت ہو کی تو اس کے ترکہ کرے سے مورد عتاب ہو گا۔

نہج پسا اور آج بھی صاحب نفع قدیری سے ہے کہ انکھ کھین پر مہنا چاہیے میں نے لکھا کہ جہور کے مطابق میں ایک صاحب نفع قدیری سے ہیں چل سکتی بنو سنا سب کہ اس کا عمل خود ان کے اندر ہو کیونکہ صاحب نفع اس قدر کی غلطی تحقیق ہے مگر پڑھیں انہوں سے بھی ہمیشہ ہیں۔ بہر حال ان کی تحقیق قابل عمل نہیں۔

**تراویح میں اجتہاد** | ایک شخص دلی کے سے محمد بن سے آٹھ تراویح لکھ کر موسیٰ سے لکھا کہ صاحب کے پاس آئے تھے اور انہیں تردید تھا کہ آٹھ ہیں یا تین۔ یہ سے محمد بن سے کہ مال ماحدث کہتے ہیں کہ صاحب صاحب میں میں بھی تو ان میں ان برکیوں کا کیا کہ اس کے صحن میں آٹھ پر بھی خل ہو جائے بات کیا ہے کہ نفس کو سہوت تو آٹھ ہی میں ہے۔ میں کیونکر پڑھیں صحت ہے کہ جو کچھ ان کے جی میں ہے کہتے ہیں ورنہ شاذ و رعیض احادیث کو کسی سہارہ نہ دیتے ہیں قاری عبد الرحمن صاحب ان کے مدد کو کر رہے ہیں کی نسبت فرمایا کہ تم نے غم کیا ہے۔ بے شک مال ماحدث میں لیکن حدیث میں عرض مصافحہ کے ہے درود مصافحہ میں عیس ہے یعنی مال سے





قانونی بنان اس مقدمہ کے مدعینوں کی قیمت ۱۰ لاکھ روپے تھی جو جب ایک حکام سے معلوم ہوا کہ ایک درویش سی ماہی کے پاس رہتا ہے تو اسے اس وقت سے پتہ چلا کہ وہ کسی شخص میں سنا کر کونسا اور انھوں سے اسے سکر سے ملنا ہوگا۔ رہتا بھی بھولا جادو اور تلاش کر لے میں اس قدر پیاس لگے کہ بہتہ چلے، سنوار چو جائے بلکہ دم بربق جائے وہ اس وقت تمہارے پاس کوئی شخص ایک پایہ پانی لے کر آئے اور کہے کہ آدمی سلطنت کے عرصہ یہ ایک پایہ مل سکتا ہے تو تم یہ مرد گئے جاس کے اسے حان دو گئے یا آدمی سلطنت دے کر وہ بیل لے ہو گئے، دشوار سے کہا پانی سے کھانا لگا۔ درویش نے کہا چھ اس کے بعد تم پانی پیکر چلے تھوڑی دُور چل کر بیت ب لگا۔ اور اتفاق سے وہ مرد ہو گیا اور کسی طرح نہیں اُترتا ایک طبیب بہتہ میں ملا اس نے کہا آدمی سلطنت مجھے دو تو میں پیناں امار دوں گا تو تم کیا کرو گے، ۱۰ ناہ سے کہا میں زیادہ پیاری ہے اُسے بھی آدمی سلطنت دے دوں گا۔ درویش نے کہا سچاں بتا دے ہی سلطنت پر اس قدر گھمٹ ہے جسکی قیمت ایک کٹوٹے بیتاب اور ایک پالہ پانی کے برابر ہے اس کے گھر سے انا کد ادا کر دے میں یہاں در میں ایسا ہے یہاں کر دے کر دیا کے پانی کی کس قدر قیمت ہے گھر سے کے گھر سے یہ وہی پانی جاتے ہیں ملک خور کیا جائے تو ایک شخص کسی کسی نام پانی پکا ہے گودہ نم میں آتی ہیں رام ملہ بسکر خارج ہو گیا۔

اس خارج ہونے پر، ایک طرحت آمید حکایت یاد آئی کہ ایک احمق نے ایک سیل خرید  
تالاب برائی بنا کر لیا۔ کڑواؤں کی عادت ہے کہ پانی پیسے کے وقت مالتے ہیں وہ  
سیل بھی مالتے تھا اس احمق نے حوسیل کو موت دیکھی کہیں لگا کہ بھاؤ پنہاں ہم بھوٹا ہوا  
سیل نہیں لینے پس ہی طرح تم بھوٹے ہو گئے ہو اگر میٹ میں پانی نہ ٹھہرے تو کیا کیا  
کرسے دے نے تو دریچے ہیں کیا دوسرے اب ایک کٹورے پانی کی قیمت دنیا میں آدمی سلطنت  
اور راحت میں ایک دروں کی حالت ہے تو جو کچھ ہمیں یہاں ملتا ہے باہر سے کامب  
حق تعالیٰ حاصل ہے کسی کو کسی چیز کا بھی اتنا حق نہیں اب جو تم خدا تعالیٰ کے ساتھ قانوں  
گھما رہے ہو کہ رعایت تراویح مست ہو کہ سنی رکھ رہے تو سو رو بہی تمہارے ساتھ نازل

برسختہ تو ایک گناہ پر ہلاک کر دیتے اگر وہ ہمیں گناہ صحت آتا ہی دینے کے نہ ہو تو  
مانی یا دعا دے غصے پر پڑھے لکھے لوگ ہیں کہ جو سارے کو کچھ پڑھ لے کر ادب پر  
سکھایا ہوتا ہے حالانکہ ترویج جو کہ سنت ہے اس سے اس کا عمل بہت اہتمام کرنا چاہیے کہ  
اعتقاد دس کا اہتمام زیادہ ہے اور عملاً اس کا اہتمام اس سے زیادہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم کا شرمسوس ہے اور یہ ایک طبعی بات ہے چنانچہ اگر ایک قرآن رکھا ہو اور ایک حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض مبارک بھی رکھا ہو۔ دیکھ لو دل کدھر کھینچتا ہے طبیعت کا جذبہ  
کہ ہر زیادہ ہوتا ہے تو اعتقاداً وہ حق تعالیٰ کا کلام ہے اسکی تعظیم واجب ہے گو عملاً تم  
اس کے ساتھ وہ براؤ کر دو گے جو قرآن کے ساتھ نہیں کرتے بھر کسی یہ نہ کہ ہے نہ ترک  
ادب ہے کیونکہ نظر انسان اس کے خلاف پڑتا رہیں ایسے حدود شرم سے تجاوز نہ  
بدعت ہے اصل سبب ہم آپ کے لمحات سے اس قدر متاثر ہوتے ہیں وہ آپ کی  
سنت کی کیوں نہ وقت ہو بہر حال ترویج و معائنہ کی خصوصیات میں سے ہے یہ تقریر  
اس پر مبنی ہے کہ نہ تانت جو کہ اس ماہ کی خصوصیات میں سے ہے

ترویج و تہجد میں فرق بعض لکھے پڑھے آپس میں کلام کرتے ہیں میرے

کو پڑھی جاتی تھی اس لئے یہ صورت اختیار کر لیا ہے میں نے لکھا کہ دیں سے ثابت ہے  
کہ تہجد درجہ اور ترویج اور ہے چنانچہ تہجد کی ضرورت حق تعالیٰ کے کلام سے ثابت  
ہوتی ہے یا ایہ الذی یقول لا قلیلاً و نقصاً و انقص منہ قلیلاً  
اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَ رَتَّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیلاً لے کر پڑوں میں بیٹھنے دے رات کو نماز میں  
کھڑے رہا کرو مگر سوڑی سی راستہ یعنی نصف رات کو میں قیام کرو و ملکہ آرام کرو یا  
اس صفت سے کسی قدر کم کر دیا نصف سے کچھ بڑھاؤ اور قرآن و وصا صاف صاف پڑھو  
اس کی اس حد پھر دوسرے کو گیارہ مارہ پیسے میں اس کا واسطہ اس خصوصیت کا  
معلوم کر دیا ہے ترویج کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سَنَنْتُ نَکْرَیَہُ  
مِنَکَ تَبَدُّلَہُ تَعْمَالِہُ تَوَیُّجِہُ مَسْنُونِہُ کہ ہے اگر یہ تہجد سے تراویح کو حضور صلی



علیہ وآلہ وسلم اپنی طرفہ کیوں منسوب کیا اس سے لازم آتا ہے کہ جو خدا کی طرف منسوب ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی طرف منسوب فرماتے ہیں لہذا معلوم ہوا کہ ہتھکڑیاں اور ہتھکڑیاں جس کی مشرقت حق تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہوئی ہے اور تراویح اور ہتھکڑیاں جس کی کیفیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت ہوئی ہے اور بڑی بات یہ ہے تعالیٰ اُمت نے دونوں میں فرق کیا ہے، غرض یہ عبادت مخصوص ہے اس کے ساتھ اور حقیقت اسکی نماز ہے۔

روح صلوٰۃ میں اس حقیقت کی روح کو بیان کرا چاہتا ہوں کہ جس کی ایک جہدنی  
تراویح بھی ہے پھر خواہ ہوں کہیں کہ نماز ایک نوع ہے خصوصیات  
مگر کرامات خدا جدا ہو گئے ہیں ویوں کہیں کہ نماز ایک جنس ہے فصول مگر کراوا  
جدا جدا ہو گئے ہیں ہر حال اتنا معلوم ہے کہ ان میں چند مترک ہیں مگر یہ تہ چند مشکل  
ہے کہ وہ خصوصیات جو ماہ الامتیاز ہیں آیا حواض ہیں کہ ان کو اصناف کہا جائے یا  
ذاتیات ہیں۔ انہیں نواح کہا جائے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ تراویح مطلق نماز ہونے کے  
اعتبار سے خصوصیات ہیں ہے رمضان کی کیونکہ خلق نماز لا بترہ دینی روز کسی شریک کے ساتھ ۱۲  
کے مرتبہ لایک مصداق تراویح بھی ہے اور ہوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ تراویح نماز خاص ہونے کے  
اعتبار سے مخصوص ہے اس ماہ کے ساتھ ہر حال تراویح کو جو مطلق نماز کہو یا نماز خاص کہو  
وہ اس ماہ کی خصوصیات سے ہے اس لئے آج مار کی روح کے بیان کرنے کا خیال ہے۔

صلوٰۃ صلوٰۃ اور اس شبہ کو دوبارہ دفعہ کیے بتا ہوں کہ اکثر لوگوں کے ذہن میں  
یہ دوسرا دوڑنے لگا ہے کہ نماز کی صورت مقصود نہیں صرف روح  
مقصود ہے ہمیں دو فرق ہیں پہلا لوگ ہیں جو صورت کو بھی ترک کر تے ہیں مقصود اصل  
روح ہی کو سمجھتے ہیں اور صورت کو غیر مقصود سمجھ کر ان کے قلب میں اسکی کوئی وقعت نہیں  
اور بالکل بے قدر سمجھتے ہیں دوسرے وہ لوگ ہیں جو صورت کو کسی درجہ میں بھی محبوب نہیں  
سمجھتے چاہتی موزیانے مار کی روح نکال کر ذکر سے سب سب کی صورت سے آنا دہو گئے  
اور اعتقاد کر لیا کہ فقط ذکر کر لینا کافی ہے تو روح مار کی ہے لیکن جس طرح انہوں نے نماز  
کی روح نکال کبھی سطر ۱۱ صوفی صاحب نے اپنی روح نہ نکالی کہ آپ کی صورت بھی غیر  
مقصود ہے پھر صورت کو خدا صریح کو مای کیوں دینے ہیں جو سمجھ لو کہ جس طرح روح

صلوٰۃ رخصت انسان کی غذا ہے صورتِ حلاوت صورتِ انسان کی غذا ہے پس صورت، انسان کو ملاوہ اس غذائی طبیعی کے یہ ایک غذا اور بھی عطا فرمائی گئی ہے تو جس طرح تم نے اس غذا کو حذف کیا ہے کس غذا کو بھی حذف کر دو۔ کہ نہ کھاؤ اور نہ پیو تو ہم جانیں کہ شاہ صاحب واقعی اپنے رنگ کے پتے ہیں کہ ہر گز اپنے مذاق کی رعایت کرتے ہیں اس کے کہا بیٹے کہ نماز کی صورت تو اُٹا دو اپنی صورت کو بالتے ہو۔ اگر کوئی چھٹا تک بھر گئی کھائے تو شاہ صاحب پاؤ بھر گئی کھاتے ہیں۔

ایک شاہ صاحب بہت لگائی کھا کھا کے دوستیں پڑاؤ، کے پیٹ بہت پھول گیا تھا ایک مرید نے بوجھا کہ شاہ صاحب آپ اس قدر موٹے کیوں ہیں کہ لگے کہ نفس کد ہے اور کتا جب مرجائے تو پھول جاتا ہے اس نے کہا حضور جب یہ مر گیا ہے تو کوڑے پر بھیک دوئے مرے ہوئے کتے کو تو کوڑے پر بھیک دیتے ہیں پس شاہ صاحب ہنس رہے گئے۔ واقعی کبھی رٹی کھری وہ مرید کیا تھا بلکہ آپ کا بھئی پر تھا۔ سو یہ کیفیت ہے کہ اپنی صورت کو حذف نہ کیا بلکہ اس کے پاس کے لئے طرح طرح کے جال بھیدتے ہیں، در نماز کی صورت کو حذف نہ کیا۔

ایک اور شاہ صاحب تھے وہ بھی نماز نہیں پڑھتے تھے ان کے مریدوں میں مشہور تھا کہ شاہ صاحب مگر میں نماز پڑھتے ہیں، میرے دوست نے کہا کہ جب نماز وہاں پڑھتے ہیں تو کھانا بھی وہیں کھایا کریں کہ متبرک ہو گا۔ واقعی بڑی عجیب بات کبھی نماز کے لئے کہہ اور کھانے کے لئے ہندوستان بلکہ استنبی بھی دیں کر یا کریں کیا ہندوستان بھولیں ہے کہ استنبی کے لئے یہاں چلے آتے ہیں مگر مکہ کو بیت اللہ ہونے کی وجہ سے زیادہ متروک حاصل ہے تو ہندوستان میں بھی بہت متبرک مقامات ہیں ہتھار، بیار، صی، ہاویا کے مرادات ہیں بلکہ ہم عیدِ اسد کا نذرانہ سب سے پہلے بھیں بواؤ کہہ کے براہِ تو نہیں مگر تمہارا بہت کچھ تو ہے۔

کچھ نہیں سب جھوٹی باتیں ہیں جو سامک دیا کہ تمہیں نماز پڑھتے ہیں، لوگوں نے اس پرستی کی وجہ سے ایسی باتیں تراش دیں کہ مریدانہ گھڑی ہیں، بہر حال جہاں نے صوفیہ

ہر تو اس روح نکالنے کا یہ ترہوا کہ وہ صورت کو کسی درجہ میں ضرورتی نہیں سمجھتے اور اب اس کا ظاہر پر اس کا یہ اثر ہوا کہ وہ یہ تو ہیں کہ نماز کو فرض نہ سمجھیں مگر یہ ضرور ہوا کہ اس کے قلب میں ظاہری رکاوٹ و سبب کی وقعت زیادہ نہیں ہے۔ میں سے یہاں تک دیکھا ہے کہ اس کی کوشش تو کرتے ہیں کہ نماز میں خطرات نہ آئیں مگر تعدیل و ادائے سن کی پڑاؤ بھی نہیں ہوتی حالانکہ اس کا درجہ اس سے بڑھ کر ہے۔

**حقیقت و ولایت** | حضرت حاجی صاحب کے ایک مریض صاحب کشف تھے زیبا ہوا کہ نماز ایسی پڑھنا چاہیے جس میں کوئی خطرو نہ آئے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو نیرنگیہ بند کئے حضور وقت ہو تو آنکھ بند کر کے نماز پڑھنا جائز ہے ورنہ مکروہ ہے جائز اہل ہوسے آنکھیں بند کر کے اس طرح نماز پڑھی کہ کوئی خطرہ نہیں آنے پایا جب فارغ ہوئے تو بہت خوش ہوئے پھر متوجہ ہوئے عمار کی نسبت مکتوف ہوئی دیکھا نہایت نہیں دھیں ہے۔ پھر خود کر کے ہر عضو کو دیکھتے گئے تھاقاً آنکھوں پر نگاہ پڑی دیکھا تو آنکھیں نہیں ہیں بہت پریشان ہوئے حضرت سے اگر عرض کیا تمام وقت معذور ہیں عرض کیا مگر کیا ٹھکانہ ہے حضرت کی طرف سے اس کا ان ابد یہ و بایا کہ تم سے نماز آنکھیں بند کر کے پڑھی ہوگی پھر فرمایا گوتم سے اس طرح کی پڑھی کہ حضرت نہ آئیں مگر آنکھیں بند کرنا سنت کے خلاف تھا تو آنکھیں کھول کر نماز پڑھا گو خطرات میں فصل ہے اور آنکھیں بند کر کے نماز پڑھا گو خطرات میں فصل ہے کہ وہ حد سنت ہے ضرور صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمکنار بنا افضل ہے حضرت نے کہ نزدیک تو صورت ہی صورت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقبول ہے میرے ایک دوست فوج میں وکیل ہیں وہ اناقتہ میں کرتے تھے کہ میں کسی شہر میں گیا کہیں راستہ میں ایک بڑی سی جگہ میں پہنچا کہ وہ گیندیری بڑی طر کی صورت کھلیا میں نے پوچھا کہ بڑی سی میں کس طرح کا کیا سبب ہے میں نے نہیں حال نہ تم مجھے بڑی سی کے گہا میرا ایک بیٹا تھادی ہی صورت کا ہے وہ بدیس میں ہے مجھے تھادی صورت دیکھ کر وہ یاد آتا ہے میرے سبب سے آدم سے گرتے ہیں کے پاس سے درجہ وہ بھی ان کی بہت خاطر کرتی تھیں تو جیل کر وہ بڑھیا دی درجہ کی جسم تھی سب سے پہنچے

بچے کی عزت میں قدر ماری ہے تو حق تعالیٰ کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت عباد  
کی کیونٹ محبوب ہوگا، یہ یاد رکھو کہ ولایت بعد موت کا ہے قضا زیادہ مشہور النور ہوگا اسی  
قدر اسکی ولایت میں کہاں ہوگا، عوام خوش و خرم و آس و سہ کو زیادہ پسند کرتے ہیں سمجھتے ہیں  
کہ بڑا کامل ہے، حالانکہ وہ کامل نہیں البتہ معذور ہے کامل وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم کے مثلاً جو برادر ادیبی ہو شست و برخواست، جو روح ہنسنا بولنا۔

**حقیقت نشوع** | عرس یہ سدا تیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی طرہت ہو پس  
یہ ہے کامل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے  
پس آپ کو کبھی نماز میں استغراق نہ ہوتا تھا

خود فرشتے ہیں کہ میں یہ سوچ کر آتا ہوں کہ آج نماز میں مقبول کروں گا، شکر کہ کی آواز  
سنا ہوں تو اس نوبت سے محض کر دینا ہوں کہ نیکو کو، پھر وہی عورت نماز میں ہوا درجہ کی  
آواز سے پریشان ہوا سوقت عورتوں کو مسجد میں حاضر ہونے کی اجازت تھی مگر حسب فتنہ کا تو  
مبہوت ہوا نہ تھا، ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر کا دینا نماز میں بیٹے تھے معلوم  
ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز میں استغراق نہ ہوتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ نماز  
میں استغراق کا ہونا کمال ہے

اس سے ایک درجہ بھی مستطہ ہو جائے کہ آپ فرشتے ہیں خواصہ میں نقص  
مندی تمام تھا کہ اسکی ماکہ پرستان ہو معلوم ہوا کہ اس کا کشف دینی میں ہوتا  
ہو دین کا ہی دامی ہیں ہو سکتا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رخصت ہو ستراق کو  
ہم کہتے کہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز میں استغراق یقیناً ہوتا تھا اور اگر کہہ سکتا ہوں  
میں مطلق ہو سکتا ہوں کہ اس میں دیر تھے میں کہہ سکتا ہوں کہ اس میں دیر تھے  
وقت حضور تھامہ بخاریتوں تحقیق ان مسلمانوں سے کہ میں نماز میں استغراق میں  
مستغرق کرے والے ہیں، پس جب ایمان کے لوازم سے متوش ہے تو بہت سے وار سے  
ہر روز ہوگا و حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو استغراق تھا نہیں معلوم ہوا کہ مشائخ و عوام  
قلب در سے ہے اور استغراق اور تھے ہے اور اگر دونوں ایک ہی ہوں تو واقعی تھیں

ادومندوں کا جمع جو با، لازم آئے گا کیونکہ مانتھضائے آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں خشوع ہے، یہ بدلتا حدیث استعراق میں اگر یہ دونوں ایک ہی شے سے ہوتے تو ایک ہی شے کا ہونا در نہ ہونا لازم آئے گا اور یہ محال ہے جو لوگ غلطی سے یہ سمجھ گئے کہ خشوع و استغراق ایک ہی شے ہے اور خشوع ہے رُحِ صلوٰۃ تو استغراق بھی رُحِ صلوٰۃ ہے اور جب استغراق نہیں تو رُحِ ہمیں جب رُحِ ہمیں تو بے رُحِ کی نماز کس کام کی۔ تو یہ سمجھئے کہ ہماری نماز بے قدر ہے کہ اس میں استغراق نہیں حالانکہ اسی ثابت ہو چکا ہے کہ استغراق ادرتے ہے اور وہ رُحِ صلوٰۃ ہمیں در نہ لازم آئے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز میں بے رُحِ ہو۔

بہ حالِ حُبِ مرگوں نے استغراق کو مقسود بذات سمجھ لیا اور وہ حاصل نہیں تو صرف رکوع و سجود کے معنی حرکات سمجھ کر سہ تدری کر رہے گئے اگر اُن سے کہو کہ رکوع و سجود میں تعدیل کرو جو نہایت آسان سے کہی۔ کریں گے اور استغراق کے اس قدر پے ہیں۔ ماز یہ ہے کہ اس کی وقعت قلب میں نہیں ہے کیونکہ آدمی جسے عزیز و بادقت سمجھتا ہے اس کا اہتمام کرتا ہے اگر نہ کسی پر مانتھضائے ہوں تو کیا یہ چاہیں گے کہ ان کی تکمیل نہ ہوں یا ناگاہی ہوئی ہو حالانکہ عشقِ مانتھضائے رُحِ کے ساتھ ہے کیونکہ اگر رُحِ مانتھضائے تو پھر محسوس کے پاس کھڑا بھی ہوتا تو میں پامنا مونا، فرماتے ہیں ج

عاشقی نامر د کا پا بند نیست

مرد دل کے عشق کو بجا نہیں جو کہ مردہ پیر ہائے دلی آنے والے نہیں ہے، عشق نامر د شبِ اند پائیدار

مردہ کے ساتھ عشق کو پائیدار نہیں اس لئے اس حقِ قیوم کا عشق، سیار کردہ و ہمیشہ باقی ہے اس کا دورِ ماضی نہ ختم ہے کہ جب مردہ کی محبت پائیدار نہیں رہتی تو اہلِ حقیقت اس پر نظر رکھتے ہیں عشقِ را با حقِ قیوم در رعدے حقِ قیوم کا عشق، اختیار کردہ (۱۲) بگئے اس سے بیان کرتے ہیں کہ محبتِ پائیدار کیوں نہیں رہتی ہے

عشقِ رائے کو پے رنگے بود = عشقِ مودِ عاقبت گئے بود  
جو عشقِ دوست نہیں بگ و جب مر جائے وہ واسطے عشق نہیں بلکہ نفسِ گستاخ  
ہو جائے اس کا اہتمام نہ رہتا ہے

کیونکہ حبِ رنگِ دروہ پر عاشق ہے اور وہ اس وقت ہے جب تک کہ شمع ہے و  
 حب۔ دھن بج گئی تو رنگ کہاں باقی رہ سکتا ہے آگے ہیبت مڑاتے ہیں کہ  
 عشق شوقِ نرگستہ ابرویں پر عشقاے ادیبین و آخریں  
 عشقِ حقیقی میں دھن جو عاؤں آہیں سرق ہونا دین و حرن کا عشق ہے  
 بیدار شمع ہو کہ جہاں کہ اس لئے عاشق ہوتے ہیں کہ مل جاتا ہے اور وہاں ملتا  
 ہے کہ ہے

بہرِ لیتِ بحرِ عشق کہ بچشِ کنارِ نیست + اینباہرِ این کہ ماں سسار مد پارِ نیست  
 عشق کا دریا ایسا دیا ہے کہ میں کا کوئی کنارہ نہیں اس حکمِ بحرِ ماں سو پہرے کے  
 چارہ نہیں

آگے میں سنبھکا اب دیتے ہیں

تو گویا عدالِ نہ مارِ نیست کرکنا فار و سوارِ نیست

یوں رہ جیاں کرنا کہ عمارِ جاریِ زمانی اس دربارِ کہاں سے کیونکہ کیوں کو کوئی  
 کارِ دستورِ نہیں ہوتا اگر تم اپنی کوشش سے بہت بڑھتی سکتے مگر وہ کریم ہیں اسے سنلے  
 تم کو رہائی دیت کر دیں گے

حقیقتِ خواب کی یہ ہے کہ اگر وہاں تک نہیں شمع پڑے تو بیکارِ دستور ہے وہاں  
 تو اس کے کعبہ خود بخود آس بے نیاز رہتا ہے

وہ + دھن متوجہ ہوتے ہیں حدِ شدتِ ذہنی ہے فنِ قیادتِ الٰہی سنلے  
 لقوۃً زکیۃً و ما عاویذ من العزۃ الی ذلک اترتہ اللہ باع  
 جو میری طرف ایک مشت ٹھہرے میں اسکی طرف ایک باغ ٹھہرا ہوں جو میری  
 طرف ایک ماٹھ بڑھے میں اسکی طرف ایک ماٹھ ادور باغوں کا بھید و سر ٹھہرا  
 ہوتا ہے

مگر وہاں پہرے نگارِ عاشقِ از درِ نہا کہ نہ اندرِ دین ادھر اناکارِ بردہ  
 عشق کا راسخہ دے سے سرگرمی میں ہوتا

علیہ انکسور کو جتنا زیادہ قطع کئے جائیں اور بڑھے گا۔ اسی طرح یہ راستہ ہے کہ مٹھا  
جدا ہوتا ہے اور کسی طرح قطع نہیں ہوتا اس وہ خود قطع کر دیتے ہیں اسکی مثال محسوسات  
میں ایسی سمجھئے کہ ایک بچہ ہے خود بھی کھڑا ہو سکتا ہے بل پھر نہیں سکتا۔ آپ اے محبت  
پکارتے ہیں کہ ذرا آؤ وہ اگر آپ کی آواز پر متوجہ ہو کر آنے کا قصد کرے تو پھر آپ  
خود دُور کر اُسے گود میں اٹھا لیتے ہیں اور اگر وہ انفعات نہیں کرتا تو آپ بھی توجہ نہیں  
کرتے یہ جلتے ہیں کہ یہ بچہ آپ نہیں سکتا۔ مگر پھر بھی بڑے بڑے عقد اس میں بند ہوتے ہیں  
تو کیوں تاکہ اس بچہ کی طلب و رغبت کا متون کرے۔ اسی طرح حق تبارکی علی ہماری نسبت  
فرماتے ہیں **وَاللّٰهُ يَدْعُوْنَ بِذٰلِكَ مُسْلِمًا** اور اساتذہ تم کو جنت کی طرف بلا تے ہیں۔ اگر  
اہم رہ نہ ہو کہ سب ہم میں راستہ کو قطع نہیں کر سکتے تو بغیر بلاے میں فسخ کر دیا ہوتا، تو سب  
آپ بھی توبہ ہے جبکہ او خود عقل کے ہانے ہیں تو کیوں اسلئے کہ صحت کا اپنی مقتضی ہے اسی طرح  
حق تبارکی رحمت کا مقتضی ہے کہ بری رحمت سے بچانے ہیں اگر کوئی جائے کا قصد کرتا ہے تو  
خود پہ بیکر اٹھا لیتے ہیں درگزر کوئی دھرم سے بے انفعات کرتا ہے تو **اَسْتَوِيْكُمْ هٰذَا فَاسْتَوِيْ**  
**لَكُمْ** کا پھوٹن (کیا ہم میں کوئی تمہارے غلے مزید دے گی و تم میں سے نفرت کے پھوٹن جو او  
میں سے پرہیز موبہات ہیں اس مظلوم ہو گیا کہ ع برکریاں کارہا دستوریت اگر مجھوں پر کار  
دشور رہیں ہے۔ رشہ بھی دینے ہو گیا غرض عشق مجازی میں اس عمل عشق کا راجح ہے اور  
صورت خود واقع میں فرد ہے جس کے ساتھ رنگ کی وجہ سے عشق ہے اور رنگ راجح کی وجہ  
سے یہ تو اہم خواص درجہ کے ساتھ ہے۔

تزیین صورتہ | نگرہ بھی موت کا آئینہ دیکھیں ہے کہ اس کی دیکھ کر کہتا ہے C

اور حق کا بقدم ہر کیا کرنی مگر

مگر شمع دامن دل کی شمع کہ با سجا

مرے یہ آئینہ جس عجب لگا۔ ڈالت ہوں کہ شمع دامن دل کو کھینچا ہے کہ میں مگن ہے  
میں طوف کا دریا میں دیا بجلا جاتا ہے اسکی خوبی دیکھ کر لے ساتھ یہ لگتا ہے C  
سے سے جب وہ موت دلا رہا آئے گئے ہے۔ تھکتا ہوں دلوں کو پر ہاتھوں سے کا جاتا ہے

اسی دن کی قرب دیکھ کر یہ حالت ہے کہ کھنچتا ہے تو کیوں صاحب عاشق تو آپ طرح کے ہیں مگر اس دن کے تقاضے کی وجہ سے ایسی صورت بھی محبوب ہے یہی یہاں بھی سمجھنا ہوتا کہ رکوع و سجود نماز کے ساتھ پاؤں میں جس طرح تم معشوق ظاہری کی آہ مست کے دیدار ہو اسی طرح اسکی بھی تہ نہیں دیکھیں کہ وہ پوچھتی بہمدی گنگنی چوٹی سے ہیں ہون بلکہ اس کا وہ طریقہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بتا گئے ہیں عیاں ہاں ہے

والمربى من سالى همه ریحہ بستند دیر راست کہ جس خداداد آمد

دیر ماں بنانی ریحہ ستارے سے مرتب ہیں ہمارے محبوب میں حد و حصر ہے ۱۲  
میں ریحہ ستارے کی آہ سے صورت نہیں سادگی ہی اس کا ریحہ ہے کہ اعتدال ہوا اس کو توڑ دے وہ نہیں کہ رکوع کیا تو گھڑی کے ساگر کی طرح پھیلے درخشاں گھر سے ہو گئے سجود کیا تو اس قدر جلدی کہ ہے سر میں بھی چوٹ لگی درسمہ کا فرن بھی ٹوٹا۔ دو شخص تھے قافہ نوکر کا دوسرے آپس میں شہرہ لگا رکھی تھی کہ دیکھیں کون پہلے فارغ ہوتا ہے نماز شروع کی گئی دونوں صاحب جھٹ جھٹ رکوع سجدہ کر سب رستم۔ ایک شخص سے دیکھ کر کہا کہ معلوم ہوتا ہے آپ لوگ قافہ اور دعا میں اہمیت دیکھ کر سے بڑھ کر کہتے ہیں صرف اخص ہیٹھنا رہ جاتا ہے۔

بے رحم امام | بے انت میں بھی ایسا کہتے ہیں ایک شخص کہتے تھے کہ میں نے ایک امری افتدائی خوب بے نیت ماندھی میں نے بھی تبت۔ یہ خدا چاہی تھی دیر سے بہت آمدی وہ رونا میں چسے گئے میں رکوع میں گیا تو وہ سجدہ میں پہنچ چکے تھے میں سجدہ میں گیا تو وہ کھڑے ہو چکے تھے میں نے ان کا ساتھ نہ لے سکا تو نیت تدارک میں سجدہ ہو گیا۔ سو سو لوگوں سے یہ گت خانی سے عمار کی اور اگر کسی کو جو سگیا در اس سے سلی حد تک تو مقدس سورتیں پڑھنا یہ حق کر دیتے ہیں کہ لوگ مانع ہیں ریل کی میں یہ مادہ گزرنے کا یہ مقدس محبوب میں جس سے ہیں مگر نہیں میں سورتیں پڑھے کا شوق تھا یہ تہہ دونی سورت بڑھی کسی سے کہہ کہ سحر کچھ تو مجھ لوگوں کے دل پر جمے کہنے لگتی در محبوب سحر ہے در آپ ایسی میں سورتیں پڑھتے ہیں کہسے گئے کہ ہیں



کی دھوپ نہیں برداشت کی جاتا تو وہاں دوزخ کی آگ کیونکر برداشت ہوگی سبحان اللہ  
گووان کے نزدیک سب دوزخی تھے اور یہ انہیں درجی کا عاری جاتے تھے منوں کہیں کا  
بہر حال یہ وہ حالت ہوئی کہ

اگر غفلت سے باز آیا حبیب کی

تلافی کی بھی طام سے تو کیا کی

غرض عتدال نہیں ہے بڑھائیں گے تو سقد رکہ لوگوں کو عذاب ہو جائے گھٹائیں گے  
تو اس قدر کہ بچ کر کاکیں ہو جائے کہیں، مگر طاکیں تفریق۔

حقیقی اعتدال | وجہ اسکی یہ ہے کہ سمت کا تباہ ہیں نماز رورہ تو بڑی چیز ہے  
محضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تو ہر فعل میں اعتدال و انتظام تھا

سنت دبر صحت میں خور و نوش میں گفتار میں رفتار میں۔ اسی کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا  
فرماتیں کہ ان خلقہ القرآن کہ قرآن میں ہوا مورد کو اب وہ آپ کے لئے مثل امویطبعہ  
مادیہ کے چوہے تھے چنانچہ محذور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ جب کوئی آپ  
کے پاس آتا آپ اپنی جگہ سے کھسک جاتے اللہ اگر ایسی باریک باتیں آپ سے طبعی اور کبیح  
سرزد ہوئی تھیں، اس میں مصلحت یہ ہے کہ انہوں کی دلجمانی اسکی قدر دان اسکے کرنے سے  
مسرت کا اظہار و قرآن میں ہے یا لَیْسَ لَکُمُ السَّعَادَةُ اِنْ اَفْسَحْتُمْ اِذْ قِیلَ لَکُمْ تَفْتَحُوا  
فِی الْمَکَابِلِ فَاَفْسَحُوا۔ اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے کہ جس میں جگہ کھول دو  
تو تم جگہ کھول دیا کرو ۱۲ قرآن میں تو یہ ہے کہ تمہیں جب جگہ چھوڑنے کا حکم ہوا اس وقت  
کھسک جاؤ اور محذور صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجودیکہ حزلی حکم نہیں ہوا تھا مگر آپ کھسک  
جاتے تھے کہ آپ کی نظر اس حکم کی علت پر پڑتی پس ایسی فامص باریک بات اور وہ آپ کی  
صلی اللہ علیہ وسلم طبیعت کا مقتضای ہو گئی تھی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھسک  
جاتے تھے

در انتظام کی سبب شما کی نزدیکی میں تصریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر  
کام انتظام سے ہوتا تھا۔ چنانچہ ہم مہقرہ مسجد قیام شریفین نے جانے کا مہمور تھا۔ چنانچہ  
تشریف لے جاتے تھے، درون کو کو کام کا شروع کرنا نہیں ہے مگر اسکو اخیر تک نہ دیتے

یہ بہت دشوار ہے

لوگ کہتے ہیں چاہ مشکل ہے ۔ سب عطا ہے نبی و مشکل ہے  
 ہم سے اگر سعدؓ یا ہدیٰ کوئی تو دشواری سے ہوگی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو  
 کچھ مشکل نہ تھا حق تعالیٰ سے آپ کی طبیعت کی ساخت ہی ایسی رکھی تھی کہ کوئی کام آپ کا، قدر  
 انتظام کے خلاف نہ ہوتا تھا اور آپ بے تکلف جھوٹی چھوٹی باتوں کی بھی رعایت فرماتے تھے یہی  
 نسب کو آپ جنتہ بقیع تشریف دیتے تھے حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک بار میری  
 فوت میں آپ بقیع تشریف لے گئے تو فام ڈونڈا آہستہ اٹھے تاکہ ہاتھ سونو لالوں کو  
 تکلیف نہ ہو تو استعمل نہ فرمایا تو وہی آہستہ ہنسائی تشریف میں ہے کہ اسی  
 طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دروں راہد کیا تو آہستہ اندر کیا ٹھکانا ہے اس رعایت  
 کا نام لے کر آپ کی شانِ سریت کی بھی نصرت و اعانت کو عطا آپ کیا تکلیف ہوتی رہی تو آپ کے  
 ساتھ یہ کیفیت تھی کہ

گر سر و دستم من نشینی ۔ نازت بکسم کہ ناز نشینی

اگر میری آنکھ دبر پر بیٹھے تو مازیترے ٹھنڈا اسلئے کہ تو نار میں ہے

مگر چہرہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رہنمایا تھا کہ انہیں ادبیت نہ ہو یہ امور  
 آپ کے جیسی تھے تکلف سے کبھی ایسا نہیں ہو سکتا۔

**اصلاح اخلاق** | اگر یہ تو کب تک ہو سکتا ہے مثل منہور ہے کہ عے نازی کا پڑوں  
 ہیں مڑتا جب تک عادت نہ ہو ایک ولایتی بوڑھے آدمی تھے  
 انہوں نے مولانا فتح محمد صاحب سے عقدا مل سکھانے کی درخواست کی مولانا سکھانے  
 بیٹھے ان سے ایک نکل کھڑا تھے ہیں تو سب کھس جاتے ہیں ایک بند کراتے ہیں تو سب بند  
 ہو جاتے ہیں ملاؤ یا رہے کی طرح کہ مرنے مرنے سے نہ چپ کر گئے مانگیں ادبی کر کے ہر  
 گئے اس جوڑوں کی مانگیں نہی کرتے ہیں تو وہ بیٹھ جاتے ہیں درگراں کوٹھاتے ہیں تو انگیں  
 ادبی ہو جاتی ہیں حیرت ولایتی دست دیر تک اسکی کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح آجائے  
 من طالب ملے سے یے تو یہ کہتے ہیں کہ دعائے روبرو کہ ایک کھلی ہے اور سب بند ہیں اس

جب گنتے بیٹھ گئے تو یہی کہہ لینا کہ مرض کر یا نہ ایک ٹھل ہے اور سب بند ہیں سُننازی کی بھی یہی کیفیت ہوتی ہے کہ بچہ بہت دنوایہ معلوم ہوتی ہے اس کے بعد پھر مشق ہونے ہوتے آسان ہو جاتی ہے اسی طرح اخلاق بھی کہ شرعی میں انکی ہمدی مثل ہوتی ہے آخر میں مشق و رعادت ہونے کے بعد سہل ہو جاتے ہیں۔

اب لوگ مشقت سے گھبراتے ہیں اور اصلاح اخلاق بدون اس کے ہوتی نہیں حضرت شاہ غلام علی صاحب مرزا صاحب دمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں کہتے تھے ایک مرتبہ کہیں سے مٹھائی کی مرزا صاحب نے فرمایا غلام علی مٹھائی کو۔ یہ لگئے اور جا کر ہاتھ پھیلا دیا فرمایا بڑے ہی گنڈر جو اسے کوئی برتن یا کاغذ دُجیر نہ بھیجے کاغذ سے لگئے اور مٹھائی، کر کھال۔ دوسرے وقت پوچھا غلام علی مٹھائی کھائی تھی عرض کیا جی ہاں فرمایا کچھ ہے یا سب کھالی عرض کیا سب کھالی فرمایا بڑے ہی گنڈر ہو۔ رے مٹھائی بھی کوئی پیٹ بھرے کہ چیز ہے جو ایک دم سے کھا گئے پختے بات بات میں گورہتے تھے۔ ماری عمر یوں ہی گزرتی گئی ایسکس کا بیٹہ یہ ہو کہ ع۔ کہ خدمت کرداؤ محذوم شد جس سے خدمت کی وہ محذوم ہوا۔ محذوم اعلیٰ ہو۔

**تنبیہ مرشد** | درستی اخلاق کی یہ بات ہے کہ مولانا سے ایک حکایت لکھی ہے یہ ذرا ہی میں راج ہے کہ نہ دل دودا با کرتے ہیں ایک شخص نے گودے دے سے کہا کہ میری کمر پر شیر کی تصویر بنا دو اس نے سولی سے کہہ دیا میں کو چھو یا اس سے کہا آہ غصہ کرتا ہے بھی کیا نہتا ہے میں نے کہا دم ماتا ہوں بولہ لکھائی دم کا یا کام ہے ریا بغیر دم کے شیر نہیں ہوتا۔ اس دم نے تو دم لگاں دیا اس نے چھوڑ دیا یہ س نے دوسری طرف سولی چھوئی پھر پوچھا اسے بھی کیا نہتا ہے کہا پیٹ بٹا ہوں خدا۔ رے یہ کون کھانا کھائے گا پیٹ بھی چھوڑے اس سے پیٹ بھی چھوڑا اسی طرح میں نے دوسری طرف سولی چھوئی پھر پوچھا اب کیا نہتا ہے کہا مہ ماتا ہوں بولہ سے بھی یہ تو تصویر ہے سے ہونا نہیں بڑے گا سے بھی چھوڑ اس نے سے بھی چھوڑا یہ درط سون چھوئی اس نے پھر پوچھا کہ بھی اب کیا نہتا ہے میں نے کہا کسا ماتا ہوں کہا کب تیر لوچے نہیں ہوتے

کا بھی جھوڑ س نے ہٹا کے سوئی چھینک دی اور کہا کہ

شیر بے گوش و سر و شکم کر دید

شیر معرکان و سر اور بیٹ کا کس نے دیکھا ۱۲

ایسا شیر تو خدا نے بھی نہیں بنایا۔ میں کیا بناؤں گا آگے فیتھ کے طور پر فرماتے ہیں

گر ہر زخمی تو پر کیت سوی

اگر ہر زخم پر تم پر کیت ہو یعنی مرشد کی ہر تنبیہ پر ایک بھوں پر محاذ تو کس طرح قلب تل

میتھ کے صاف ہو سکتا ہے ۱۳

کہ ہر تنبیہ مرشد پر اگر تمہاری یہ حالت ہو کہ تہائے نفس پر کدورت ہو تو

حوسنداری طاقت سوزن زدن

حب سوئی چھبے کی تم میں حالت نہیں ہے تو شیر ہونے کا دعویٰ نہ کرو ۱۴

اگر سوائی چھبے کا قتل نہیں تو امداد تو یوں ہی درست ہوتے ہیں حضرت پیروں نے

یوں ہی امداد درست کئے ہیں۔ اور اب تو یہ حالت ہے کہ جتنے ہیں کہ ہمیں کچھ نہ کرنا پڑے

اور سب کچھ ہو جائے چنانچہ کہتے ہیں حضرت ایسی حمایت فرمائیے کہ گناہوں سے نفرت ہو جائے

تو گویا ان کے نزدیک پر باچوں کیمن ہے کہ ان کے گناہوں کو صاف کیا کرے گا۔ گویا متر

ہے اور اس کے تو یہ معنے ہیں کہ اے پریم نے تو اس واسطے تمہیں پر بنایا ہے کہ ہمارا گروہ

ٹھک کر چھبک دیا کر دے پس چھہ ہی کیا ہوگی بڑی بڑی ایک روپیہ در نہ پیر تو خود کھلایا

کرتے ہیں تو کیمن تو ہوا پا پناؤں اور بھگی سے بدتر کہ اے چھہ ماہی کچھ مل تو جاتا ہے اور

اس عرب کو اور اپنے پاس سے دینا پڑتا ہے۔

مولانا گنجی فرماتے تھے کہ کسی کے پاس ایک شخص آئے اور کہا کہ

اردقہ میں غلطی

ہمیں اپنا جیلہ بناوا انہوں نے کہا بھئی جیلہ بند بہت مشکل ہے۔ تو

کہے گئے چھہ چھہ گروہی نا۔۔۔ سی طرح آجکل جو لوگ مرید ہوئے آتے ہیں وہ بھی حقیقت

میں گروہی آتے ہیں چنانچہ ایک شخص سبقت کے ار سے میرے پاس آتے تھے جب

یہاں آئے تو دُعا عیب مجھ میں نکالے ایک کیرا قیمتی پینتے میں دوسرے سٹاف کی تعیم

نہیں میں نے کہا ماث تو آپ بھی نہیں پہنتے دریں نے جب دعویٰ کیا کہ میں لطائف کی تعلیم دیتا ہوں جب کوئی دعویٰ کرے تو آپ کہیں ابیں اسکی یہ منہ مٹی کہ وہ ایسی جگہ پہنچے جہاں یہاں سے بھی زیادہ قیمتی کچڑ سے پہنچے جاتے ہیں جہاں ایسے لوگوں کی کیا اصلاح ہو جو خود میری اصلاح کے خیال سے آئیں ہمارے یہاں ایک بی بی مہمان آئیں ہمارے یہاں ایک اور عزیز بھی مہمان آئی ہوئی تھیں انکی بھی کے پاس گڑ یا تھی دیکھ کر کہا کہ یہ کیسے بزرگ ہیں جن کے یہاں کی لڑکیاں گڑیاں کھیلتی ہیں اور یہ منع نہیں کرتے مجھے اسکی اطلاع ہوئی میں نے اس سے کہا کہ اول تو وہ لڑکی ہمارے یہاں رہتی نہیں دوسرے ہمیں اسکی اطلاع نہیں تھی کہ ہم منع کرتے۔ باقی تمہارے مذاق کے موافق جواب یہ ہے کہ تم اپنی اصلاح کیواسطے آئی ہو یا ہماری اصلاح کے واسطے یہ تو فہم خدا ہوئی کہ ہم کوئی خرابی نکال کر تمہاری اصلاح کریں تم چارہ ایجاب ڈھونڈ کر اسکی اصلاح کر دے یہ تو کچھ ٹھیک نہیں۔ یوں کر وہ کہ ہم پر عیب ہیں پہلے تم ہمارے عیبوں کی اصلاح کر دو تم جس طرح بناؤ گی ہم تمہارے کہنے کے موافق کریں گے۔ جب تمہارے نزدیک ہماری اصلاح ہو جائیگی پھر ہم تمہاری اصلاح اسی طرح کریں گے۔ بیماری بہت شرمندہ ہوئیں اور بہت معذرت کی بعد یہ کوئی طریقہ ہے کہ جو اپنی اصلاح کو درمیانہ جاؤ پیر کی اصلاح کرنے۔ اگر پیر پسند ہو تو اس کے پاس شہر دار اگر پسند نہ آئے تو کسی دوسرے کو تلاش کر لو۔ اگر کوئی مریدین طیب سے یوں کہنے لگے کہ آپ نے گل بھشتہ چارہ لے کیوں لکھ تو اس کے جواب میں وہ یہی کہے گا کہ آپ اپنا علاج کرانے آئے ہیں یا مجھے سبق پڑھالے آئے ہیں۔ واقعی ان باتوں سے کدورت ہوتی ہے پھر لطف نہیں ہوتا۔ یہ گویا اس وقت میں مریدوں کا برتاؤ ہے۔ اس لئے شیخ کے کہنے کا تحقق نہیں کرتے ہاں جو معید ہیں وہ سب کچھ برداشت کرتے ہیں۔

نصیحت گوش کن جاننا کہ زجا دوست و زند با جوان سعادت مند پسند پسند دانا را  
 (نصیحت مانو اس لئے سعادت مند جوان پیر دانا کی نصیحت کو جہاں سے زیادہ محبوب سمجھتے ہیں ۱۲)

صورۃ عمل کی قیمت ہر ماں توں اور تو مست ہوگی اس کے بعد جو باتیں مشقت

اور تکلیف سے گناہ بڑی تھیں، طبی بن جانیں گی عرض اعتدال ہر امر میں مطلوب ہے پس  
مساز میں بھی اعتدال استغراق سے زیادہ ضروری ہے پس یہ نہ سمجھو کہ اگر استغراق نہ ہو  
تو ایسی نماز بیکار ہے و غفلتوں نے اس شعر کے معنی کہ

برزخ تسبیح و در دل گاؤ فر ..... ایں جنیں تسبیح کے دارد اثر

زبان پر تسبیح دل میں گاؤ فر یعنی دنیاوی خیالات سے تسبیح کب اثر نہ لکھے (۱۲)

گھر سے کہ ایسی نماز مفید نہیں خوب سمجھ لو کہ جس روز معافی کی خریدی ہوگی یہ موت میں  
ہی معافی کے بھاء و بکس گی۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ امرائے کے دربار میں مٹی کے مصنوعی آم مصنوعی  
خربوزہ پستہ بادام بڑی قدر و وقت کے ساتھ خریدے جاتے ہیں کہ بڑا کامل ہے کہ عقل  
کو اصل سے لادیا گیا محب ہے کہ تمہارے ساتھ ایسا ہی ہوا ہے صاحب دیکھو مینا کہ ایسا  
ہی ہوگا خود فرماتے ہیں اِنَّ اَعْدَاءَ الشُّرَیِّ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسُهُمْ وَاَمْوَالُهُمْ  
بِاَنَّ نَفْسَهُ الْجَنَّةَ رَبَّاشَبَّہُ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے اُن کی جانوں، وراُن کے مالوں  
کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ اُن کو جنت ملے گی (۱۳) اسی وقت ہمیں ایک لطیفہ ذہن  
میر آیا فرماتے ہیں اَنْفُسُهُمْ وَاَمْوَالُهُمْ بِهِنِمْ فَرَمَا اِیْمَا لِهَمْ وَاَمْوَالُهُمْ  
ات رہ اس طرف ہے کہ اعمال تو نہیں نفس مال تو ہے۔ زکوٰۃ دی مال خرچ ہوا نماز پڑھی  
نفس پر تعب ہوا پس وہی خرید لیا کہ وہ نفس مال عبادت معتد بہانہ ہی مگر بشرطیکہ تم نہیں  
اعمال میں مصروف کرو پھر جا ہے وہ عمل کامل ہو کہ ٹھکانا ہے اس رحمت کا کہ گھوڑا مر  
گیا جھول کے وہ دام دیئے جو گھوڑے کے غمے انفسہم میں یہ لطیفہ اسی وقت سمجھ میں  
آیا۔ ہر حال یہ چاہے اسکی تفسیر نہ ہو مگر میری تقریر اس تفسیر پر موقوف بھی نہیں دوسری  
لصوص میں بھی یہ مضمون موجود ہے یُبَدِّلُ اللہُ سُبُحَّانُہُمْ حَسَنَاتٍ کَ مَسِیَّاتٍ کَہ  
حَسَنَاتٍ سے بدل دیں گے۔

سینات کی قیمت | یوں جی سمجھیں کہ کسی نے تنگے اور بکڑی کے وہ دم  
دیئے ہوں جو معری کے ہوں۔ مصری کے ساتھ میں تو عجوباً سینا ہی پڑا ہے مگر صرف نکلوں

کے ساتھ بھی کبھی ایسا ہوا ہے

خود کہ یاد میں تھیں بازار را کہ یک گل سے خری گلزار را

ایسا بازار کہاں ہوگا کہ ایک پھول کے بدلے سارا چمن مل جائے ۱۲

نیم جاں بستاند و مد حال دہد ۔ آنچه در دہمت نہ آید گسا دہد  
فان و حقیر جان لیتے ہیں اور اس کے بدلے باقی جاں عطا کرتے ہیں جو دہم و گماں میں  
بھی نہیں آتا عنایت کرتے ہیں ۱۳

دنیا کے درمیان میں حدت پوری لی جاتی ہے اور معاد فیضیال سے کم جاتا ہے یعنی اپنے  
خیال میں وہ جیسے کائنات سمجھتا ہے اتنا نہیں جانتا اگر بادستہ بھی کسی کو کٹا ہی لے لے تب  
بھٹے یہ ہوسا ہوتا ہے کہ بھی اور مٹا ہوا یہ ہے کہ حدت ناقص مگر معاد فیض اس نہ  
کہ عارات عین ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر کہ کسی آنکھ نے دیکھا کسی  
کان نے سنا کسی بشر کے قلب پر خطہ گرا وہ ایسا حریہ ہے کہ اگر صورت دوست ہوگی  
وہی خرید لی جائے گی چنانچہ قیامت میں دیکھ لیتا۔

حدیث شریف میں خود کوئی وجود کی فضیلت آئی ہے وہ مطلق ہے اس میں یہ نہیں ہے کہ  
تسبب ہو گا ذر کے خیالات نہ ہوں ہاں اعتدال ضروری ہے چنانچہ جس نے اعتدال نہیں کیا  
تھا اسے آپ سے فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نماز پھر سے پڑھو اور اس میں یہ نہیں پڑھا تھا کہ  
روح بھی تھی یا نہیں اور یہ رحمت ہے جو بواسطہ آپ کے مرحمت ہوئی کہ متبدلین کو اعتدال کا  
ثبوت کر دیا مگر رت ڈالنے کا امر نہیں کیا۔ ابتدا میں مینس علیہ السلام یہ کیا کرتے تھے کہ تصویر  
مائلے تھے پھر اس میں روح بھونکنے تھے سطرۃً گی تم تصویر بناؤ روح معین بھونک دیجائے  
گی مگر تصویر تو پوری بنی وہ یہ ہیں کہ تصویر دھوری ڈھالی تو اگر اس میں روح ڈالی بھی  
گئی تو مدد دی کس کام کی ہوگی تو یہ بات ہے کہ تم روٹی و سجدہ بھی طرح کہو۔ مگر روح  
ڈال سکو تو کچھ خرچ نہیں۔

سالم کو تنبیہ | سی طرح سالم کو چنیے کہ اگر نہ جو در فکر ہو تو ذکر نہ کرے  
ذکر اچھی طرح کرنا ہے اتنا کہ سب کچھ ہو جائے گا یہ نہ کرے

کہ مائے اس کے کہ گئے بڑھے کی کوشش کرتا۔ دیکھو ہو کہ سے بھی جھوڑے جیسا نور جہاں کے چہان کی حکایت ہے اور وہی سبب ہو چھاگیر کے نور جہاں پر فریفتہ ہونے کا کہ یہ سید میں گیا تھا کہ تروں کا بڑا شوق تھا اچھا تھا میں دیکھتا رہتا تھا نور جہاں لڑکی مائے اس کے ہی تھی اسے دیکھ کر وہ کہتا رہتا ہے دیکھو کہ ذرا تھا رہے میں بھی اگر لے لوں گا جب فارغ ہو کر آیا تو دیکھا کہ ایک کبوتر اڑ پکا تھا۔ تعجب سے پوچھا کہ کیسے اڑ گیا اس نے دوسرے کبوتر چھوٹے کے دکھا دیا کہ ایسے اڑ گیا اس کے اس بھولے ہی پر فریفتہ ہو گیا

شاہدؔ نیست کہ موی و میاد و دہ بستر و طلعت آں باش کہ آئے دارد  
 و مشرق وہ نہیں کہ لپٹے بال اور پستل کر دکھتا ہو حسین و مہر کہ میں میں کھد آن ہو  
 کہ مثال اس پر یاد آئی کہ بجائے اس کے کہ اس کی کوشش کرتے کہ غار میں رنج بھی پیدا  
 کریں صورت کہ بھی جھوڑ بیٹھے جس طرح اس نے کیا کہ بجائے اس کے کہ پریدہ کو ڈھونڈنی  
 پر و پریدہ کو بھی پر و پریدہ کر دیا تم بھی بزرگوں کے کام کے اچھے معنی سمجھو کہ گر گاؤں کے خبات  
 ہوں تو نماز پر پڑھو معنی یہ ہیں کہ ایسی غماز میں کوشش کر دو کہ یہ خیالات نہ آئیں یہ کہ اسے  
 بھی جھوڑ دو اگر معنی سمجھو تو وہ نام کی نور جہاں تھی تم تو اس کی عظمت جہاں ہو جاوے وہ بھی چھاگیر  
 کے حق میں تو عظمت جہاں تھی خود چاہے جیسی ہو۔ کیونکہ کل ما شغلتک عن الحق فھو طاعونک  
 اور چیز تجھ کو حق سے روگرداں کر دے وہی شیطان ہے ۱۱۔ سی کے عشق میں چھاگیر نے کیا  
 کیسے اس کے شہر کو لڑائی میں بھیج کر ہمارے قتل کر دیا عرض اس کے حق میں تو وہ بھی  
 عظمت جہاں ہو گئی تھی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص کبوتر کے پیچھے دوڑا ہوا تھا  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا شیطان یتبع شیطانہ کہ ایک شیطان  
 شیطان کے پیچھے جا رہا ہے تو واقع میں وہ کبوتر شیطان تھا مگر اس کا شیطان تھا پس تعجب  
 حدیث کہ ہے یتبع شیطانہ اس تفسیر کو بزرگوں طاعن تک میں مصافحہ کو دکر  
 کہ وہ طاعن کو دیا یعنی شیطان یتبع شیطانہ معنی یہ ہیں کہ ایک شیطان اپنے شیطان کے  
 پیچھے جا رہا ہے تو نور جہاں اس اعتبار سے عظمت جہاں ہوں اسی طرح تم بھی اگر اس کے  
 پیچھے چھو گئے تو عظمت جہاں ہو گئے



اعرض رُوح کے سمجھنے میں دُغلیاں ہوئیں ایک توجہ لائی صوفیہ کو کہ انہوں نے رُوح کو مقصود سمجھ کر صورت کو بالکل اڑا دیا اور دوسرے اہل ظاہر کو کہ انہوں نے صورت کو اڑایا تو نہیں مگر صورت کو بے وقعت و بقدر سمجھنے لگے پس اس وقت رُوح سے میرا وہ مقصود نہیں کہ جو لا بشرط سے کہ مرتبہ میں ہے یعنی بشرط تحقق فی ضمن الصلوٰۃ اسی کے نماز کے ضمن میں متحقق ہونے کی شرط ہے ۱۲ کیونکہ لا بشرط سے کا مرتبہ تو ماہیت کا ہے کیونکہ زید میں اگر رُوح آئے اور اور عہد میں نہ آئے تو یہ صادق آیا کہ رُوح عمر و کی لا بشرط سے اُس کے درجہ میں پائی جاتی ہے مگر اس سے عہد زندہ نہیں ہو سکتا اسی طرح گزیر میں جائے تو یہ صادق آئے کہ لا بشرط سے رُوح زید کی مفارق ہو گئی مگر یہ لازم نہیں آتا کہ عمر و بھی مر جائے میں بشرط سے کہ مرتبہ میں حور و ح ہے اُسے بیان کر دوں گا مثلاً زید کی رُوح بشرط تحقق فی زید اس کے زید میں محقق ہونے کی شرط پر ۱۲ کہ جب ہمیں اُسے لگے تو وہ زندہ ہو گا اور اگر نکلے گا تو وہ مرے گا تو گویا یہ رُوح ہے اسی خصوصیت کے مرتبے میں جو آج مقصود لہیان ہے البتہ بس رُوح کے ہم نوع اور مراد بھی ہیں یعنی دوسرے افراد ذکر کے اُنھی بھی قدر کرنا چاہیے ہر مال دو غرض سے آج بیان کیا جا رہا ہے ایک کہ یہ کہ اس نماز خاص کی بھی قدر کریں اور افراد ذکر کی بھی قدر کریں کہ وہ بھی رُوح صلوٰۃ کے مشارک فی النوح ہیں ۔

**توجہ الی اللہ کا ماقبل میں اثر** | الغرض آج بیان سے مقصود یہ ہے کہ نماز کی رُوح کیا ہے پس جس طرح لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (اس میں) برکہ کہ تم متقی ہو جاؤ ۱۲ سے رُوح صوم کی طرف اشارہ ہے اسی طرح اس آیت میں بہ نسبت اس کے رُوح نماز کی کسی قدر زیادہ مراحت ہے اور ہر چند کہ یہ آیت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی ہے مگر چونکہ عقائد و خلاق میں ہم میں اور ائمہ سابقہ میں کچھ فرق نہیں۔ فرق صرف اعمال ظاہرہ میں ہے۔ اس لئے یہ آیت ہم پر بھی مجتہ ہے۔ اور اسی حیثیت سے بھی عبت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ قصہ بلا تکریم کو سنایا جا رہا ہے میں اس وقت صرف اتم الصلوٰۃ لذیذی میری ہی یاد کی فساد پر حاکم ۱۲ کے متعلق مبین نہ کرنا چاہتا ہوں اور دوسرے اجزاء کو محض تبرکاً اور ادباً لاؤٹ کیا ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی ایک سورۃ کی بہت سی تہیں پڑھے اور ایک آیت سجدہ کو چھوڑ دے تو مکروہ ہے اسی طرح مجھے بھی

درازا رکاوٹ کا جھوٹا حجاب ادب معلوم ہوا۔ ترجمہ اس جزو کا یہ ہے کہ نماز کو قائم رکھو میرے  
 ذکر کے واسطے نہ کری میں لام غایت کا ہے یہی ماز کی غایت و روح میری یاد ہے۔ یہاں  
 روح سے مراد غمازات لطیفہ حوطلب میں پیدا ہوتے ہیں جو ہم پر نہیں بلکہ نماز کی غایت و  
 ہیئت ہے یہی غایت ماز سے کیا ہے حق تعالیٰ کی یاد جیسا کہ صوم کی غایت و روح مجاہدہ  
 ہے جس کا بیان اس سے پہلے ہو چکا حق تعالیٰ نے اسلام سے نماز کی روح بتلادی ماحصل  
 ہوا کہ نماز کی روح کیا ہے جسے پیش نظر رکھنا چاہیے وہ میری یاد ہے لے صاحبو نماز  
 کو غور کر کے دیکھو کہ اس میں روح ہوتا ہے یا نہیں لیکن اگر روح نہ ہو تو ایسا بھی نہ کرنا  
 کہ ہاتھ پاؤں بھی کاٹ دو۔ کیونکہ پھر روح کیونکر آئے گی۔ اس لئے مادہ محفوظ رکھو کہ یہ ہی  
 مردہ تصویریں پھر زندہ ہو جائیں گی اسے اس طرح سمجھو کہ کوئی عارف ہے اسکی روح نکل چکی  
 ہے ایک حکیم آیا اس کے پاس ایک بسا عمل ہے کہ ایک جانور کی روح دوسرے جانور میں  
 منتقل کر دیتا ہے مگر شرط مزدوریہ ہے کہ اس جانور کی گردن ٹوٹی ہوئی ہو۔ اگر تم نے اس  
 جانور کی گردن کاٹ دی ہے تو وہ صاحب ہا اس میں کس طرح روح منتقل کر سکتا ہوں۔ تو جبکہ  
 پاس رشتہ نہیں وہ اعصاب نماز کو ضرور درست رکھیں اور یہ شبہ نہ کرو کہ جو نماز ہم پہلے پڑھ  
 چکے ہیں اس کا کیا نہ رک ہو یا یاد رکھو بسبب روح پڑے گی سب میں پڑ جائے گی اس واسطے کہ  
 ہم توجہ الی اللہ کا اثر دیکھتے ہیں کہ باطن میں بھی ہوتا ہے اولینک یبدل اللہ سبباً بقدر  
 شستہ (اللہ تعالیٰ بسے لوگوں کے گرسنہ گناہوں کی جگہ نیکیاں غایت فرمائے گا)۔

دیکھو سیات منسات سے بدل جاتے ہیں حدیث قرین میں ہے (لا سلام یہدم  
 ما کان قسلاً) ۱۲۔ اسلام اپنے قبل کی بد اعمالیوں کو ماقہ کر دیتا ہے ۱۱۔ تو دیکھئے عمل  
 حال کا پچھپے حال میں بھی اثر ہوتا ہے جب تمہارے حال کے عمل میں روح پڑے گی تو پچھپے  
 اعمال میں بھی پھیلے گی۔

اس میں ماز یہ ہے کہ وہ اعمال ماہیاریے اثر کے قائم ہیں۔ حال میں اور حال میں  
 ہے اور حال زمانہ حال میں موجود ہے تو حال بھی زمانہ حال میں موجود ہے وہ ماضی کہاں ہے  
 جس پر شہد ہیں اور گو حال رخصت ہو چکے ان کا اثر ہم میں آتی ہے اور حقیقت میں حال تو  
 یہ اثر ہی ہے کیونکہ اس کے معنی مصدری کو محض اعتباری اثر ہی ہے پس حاصل مصدر

ہی فعل ہے جو کہ اثر ہے اور یہ اثر ماقی رہتا ہے۔

**اعمال ماضیہ بالقہار** | یہی وجہ ہے کہ اہل کشف کو صورتیں اعمال کی نظر آ جاتی ہیں  
حضرت عثمانؓ کی مجلس میں ایک شخص کسی نامحرم ہوت کو دیکھ کر آیا تھا آپ سے فرمایا کہ کیا عمل  
ہے لوگوں کا کہ چارے مجلس میں آتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے زنا نیت ہے اسی طرح جب  
کوئی طاعت کرتا ہے تو اس کا ایک اثر اسمیں پیدا ہوتا ہے جس کا اصل کشف کو علم ہوتا ہے  
فرشتوں کو تو اعمال ماضیہ کا نامہ اعمال دیکھنے سے علم ہوتا ہے اور اہل کشف کے لئے یہ شخص  
اپنا آپ نامہ اعمال ہے اسی کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

غذاؤک دیک و ما تبصر ۴ و انک عینک و ما تشعر

تمہاری غذا آخر دھلتے اندر ہے اور تم دیکھتے نہیں تمہاری دولت تم ہی سے ہے اور  
تم نہیں شعر کرتے

وانت اکتا المسین الہی با حورہ یظہر المصمر

تم وہ کتاب ہو کہ اس کے حروف سے راستہ لگوں کا ظہور ہوتا ہے

و من بعد انک جبرم صغیر وفیک الطوی العالم الاکبر

تم اپنے آپ کو جبرم صغیر سمجھتے ہو حالانکہ تمہارے اندر ایک عالم اکبر لپٹا ہوا ہے

تو گویا تم خود کتاب میں ہو قرآن مجید میں ہے وجود و اما عملوا حاضرًا

جو اعمال انہوں نے کئے ہیں ان میں موجود ہیں گے ۱۰ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے

اسکی بھی تفسیر فرمائی تھی مشہور تفسیر قرآنی مکتوب فی الصحیحہ نامہ اعمال میں لکھا ہوا

سے کہ ہے مگر مولانا فرماتے تھے کہ خود اعمال حاضر ہوں گے جب ظاہر انفاذ و وجد و

مما عینوا احاضرًا سے معلوم ہوتا ہے یعنی قیامت کے روز سارے اعمال کو حاضر یا پیش گئے

اپر اشکال یہ ہے کہ جو اعمال حتم ہو چکے وہ کیسے خود کریں گے محقق درنی سے اس طرح

رفیع لکھتے کہ انہوں نے اپنے رسالہ زور میں یہ ثابت کیا ہے کہ حقائق اعمال کے حور ہیں

یہ رسالہ حضرت نے میرے پاس بھیجا تھا شاید بھیجے سے یہ مقصود ہو کہ اس کی تحقیق حضرت

کو پسند آئی ہو و لہذا میں اس کو یقیناً کہہ نہیں سکتا کیونکہ کچھ فرمایا نہیں میں نے اس

۴ رسالہ کو دیکھا میری سمجھ میں یہ بات تو نہیں آتی کہ حقائق اعمال حور ہیں ان آسان سمجھ میں



ہے کہ پہلے مقام کو بھی طالب علم کے سامنے دتوار کہہ دیتے ہیں معلوم نہیں اس میں کیا معاملات ہے شاید یہ نہیں ہو کہ دتوار کہہ دینے سے طالب علم کو توجہ زیادہ ہوگی مگر یہ مقصود تو اس طرح بھی حاصل ہو سکتا ہے کہ یوں کہہ دیا کرے غور سے سنو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تہی غراب ہے یہ ظاہر کرنا ہوتا ہے ہیں کہ ہم ایسے خاص ہیں کہ ایسے مشکل مقامات کو اس طرح بے تکلف پڑھا دیتے ہیں ایسے ہی بعض مدین تصوف میں بھی خط ہوتا ہے۔

کاخورد میں میری مدد کے زمانہ میں ایک طالب علم مولوی فضل حق تھے مجھ سے مدد را پڑھتے تھے صدر میں مشائخ و حکمران کا مسئلہ نہایت دشوار مشہور ہے جب یہ سبق آیا تو میں نے یہ بتلانی سے پہلے کہ یہ فلاں دشوار مقام مشہور ہے اسکی تقریر کر دی اور اپنے اہلین کے لئے ان سے بھی کہو کہ جب معلوم ہو گیا کہ یہ سمجھ گئے تو میں نے کہا یہی مسئلہ مشائخ و حکمران کا ہے جو بہت دقیق مشہور ہے وہ یہ سننے ہی گھبرا گئے ہیں نے کہا ڈرو نہیں میں اب تو نکل گیا دیکھو کس قدر سہل مقام کو دشوار مشہور کر رکھا ہے

ڈا شور سننے تھے پہلو میں دل کا : جو چہرہ تو اک قعرہ خوں نہ سلا  
پھر جب ساہنہ امتحان ہوا تو متعجب بھی بڑے ہی رحم دل تھے یہی مسئلہ پوچھا انہوں نے اسکو ایسا عمدہ لکھا کہ میں نے اب تک اس مسئلہ پر ایسی صاف تقریر کسی کی نہیں دیکھی واقعی وہ چھپوانے کے قابل تھی اب معلوم نہیں وہ جامع العلوم میں ہے یا تلف ہو گئی ہیں نے کہہ تو دیا تھا کہ اس پرچہ کو محفوظ رکھا جاوے جو بعض مدین تصوف کی یہ کیفیت ہے کہ وہ مسائل ضروریہ سماویہ تصوف کو ایسا چکر دے کہ بیان کرتے ہیں کہ سننے والوں کو مشکل ہو چاہئے ذکر کے سمجھنے اس عنوان سے بیان کئے کہ ذکر وہ ہے کہ نہ ذکر ذکر ہو نہ ذکر ذکر ہو اب سب چکر میں ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہوا اس کے بعد یہ خیال ہو جا تا ہے کہ جب اس کا سمجھنا مشکل ہے تو کرنا بدست اور نہ مشکل ہے کیونکہ کرنا لغیر سمجھے نہیں ہو سکتا

**مراتب ذکر** الحمد للہ میں بتاؤں کہ ذکر کے معنی بہت آسان ہیں ذکر کے وہ معنی ہیں کہ جو ہر ایک گنوار سمجھ سکتا ہے بسو ذکر کے معنی ہیں یاد یا یاد کر مومن سے جس وقت بیٹے کو یاد کرتے ہو تو کیا یہ خیال دل میں ہوتا ہے کہ میں

یاد کر رہا ہوں۔ یا صرف بیٹے کا خیال جوتا ہے کسی محبوب کو یاد کرتے ہو تو اس وقت ذہن میں اس کا خیال نہیں ہوتا کہ میں اس کے حسن و جمال کو یاد کر رہا ہوں کیونکہ گھر یا خیال جوتا ہے اس لحاظ کی یاد ہوگی محبوب کی یاد نہ ہوگی تو حاصل ذکر کا یہ ہوا کہ یاد کر نیو، اس وقت حواس کس کے سبب یاد کر رہا ہے کسی، وجہ کا خیال باطل نہ کرے حتیٰ کہ اس کا بھی کہ میں اس کو یاد کرتا ہوں۔

تو یہ حقیقت ہے ذکر کی۔ تو خدا کی یاد بھی ایسی ہی ہے کہ سوائے خدا کے کسی اور کا دل میں خیال نہ ہو حتیٰ کہ اس کا بھی کہ میں اس وقت خدا کو یاد کر رہا ہوں یہ اول درجہ ہے ذکر کا اس کا حاصل یہ ہے کہ قلب میں مذکور کا خیال ہو ذکر کا خیال نہ ہو۔ دوسرے مرتبہ ذکر کا یہ ہے کہ مذکور کی یاد نہ ہو تو ذکر ہی کی یاد نہ ہو جیسی کہ میں اس وقت یاد کر رہا ہوں یہ ذکر کی یاد ہے مذکور کی بلا واسطہ یاد نہیں بلکہ یہ بھی کافی ہے۔ تیسرے ذکر سے متفرق ہے چاہئے تو یہ تھا کہ کافی نہ ہوتا کیونکہ یہ اس کی یاد نہیں مگر موسوس تو یہ ہے کہ ہم یاد کی بھی یاد نہیں کرتے اور مذکور کی تو کیا یاد کریں گے نماز پڑھتے ہیں تو اس وقت یہ بھی خیال نہیں ہوتا کہ ہم نماز پڑھ رہے ہیں بلکہ دنیا بھر کے یہود و نصاریٰ تاج و تخت ہو جلتے ہیں نماز پڑھنے میں کہیں بیوی کا خیال ہے کہ بچوں کا خیال ہے عہدوں کو درکس کا خیال ہے۔

شب چو عقد نماز بر بندم + چہ خورد با بادا نفس از دم  
رات کو جب نماز کی نیت کرتا ہوں تو بجائے تکبیر تحریر کے یہ کہتا ہوں کہ صبح کو میرے  
باپ نے کیا کھائیں گے ۱۱۲

کو میرے بال بچے کیا کھانیں گے؟

امام عزالی کے ایک بھائی صاحبِ کثف تھے وہ ان کے پیچھے نہ نہیں پڑھتے تھے امام عزالی نے اپنی والدہ سے اسکی شکایت کی والدہ نے انہیں ساتھ پڑھنے کی تاکید کی خیر انہوں نے امام عزالی کی قدر کی۔ اتفاقاً نماز میں انہیں یہ خیال آیا کہ کتابِ احمیقہ کا ایک مسئلہ لکھنے سے رو گیا بس حصّہ سے نیت توڑ کر اگے ہو گئے۔ امام عزالی نے پھر اس واقعہ کی اپنی والدہ سے شکایت کی۔ والدہ نے ان سے پوچھا کہ تم نے کیا کیوں کیا انہوں نے کہا کہ میں ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا جس کا قلب خوب حیض میں آلودہ ہے۔ انہوں نے یہاں تم نے فدا کی عزت سے توجہ چھوڑ کر ان کے قلب کی عرب توجہ کیوں کی اگر ان کا قلب خونِ حیض سے آلودہ ہے تو تمہارا قلب بھی تو اس قلبِ خون آلودہ سے آلودہ ہے تم کیا منہ کر رہے ہو؟ غیر یہ حکایت اپنی یاد آگئی کہ ایک دفعہ فلو سے مجھے کھانسی کے حیران کو بھی ذکرِ حقیقی کے سامنے پسند نہیں کیا، ایک مرتبہ اسے ملوث ہیں کہ نہ رکھی خیال نہیں اور وہ صاحبِ حار تھے در نماز میں دین کا خیال آنا یہ غار کے مافی نہیں ہماری نماز میں تو کہیں دوکان کا خیال ہے کہیں مکان کا خیال ہے سو ذکر کا بھی ذکر نہیں باقی اول درجہ تو وہی تھا کہ ذکر بھی ذکر نہ ہو فقط یہ کہہ کر ہو

نورِ دُشمنو دھالِ یں ستِ دلیں ۛ گمِ مندِ گمِ کسِ کماں ایں ستِ دلیں

تم محبوب میں فنا ہو جاؤ بس یہی دھال ہے اور اس فن ہوئے کو بھی بھول جاؤ بس یہی مک ل ہے۔ یہ غارِ افکار ہے کہ نہ کہ بھی تیرا ہو اسی طرح کھوں گی یہ ہے کہ حول کو بھی کھوں ہو جائے سوئے والا وہ ہے جسے سوئے کی بھی خبر نہ ہو۔ مسانہ وہ ہے جسے کبھی غصہ نہ ہو اسی طرح داکو وہ ہے جسے ذکر کی بھی خبر نہ ہو اور اس تقریر سے بے توجہ رہا غار بھی شکل بات : علی بن ابی طالب ذکرِ حق یہ ہے کہ ذکر کا بھی ذر نہ ہو وہی اگر اس طرح کی جتنی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بڑا دقیق بات ہے جو تاریک سمجھ سے اجڑ رہا ہے بہر حال ذکرِ حقیقی تو وہ تھا کہ ذکر کا ذکر نہ ہو مگر یہاں دوسرے دوسرے سے ذکر ذکر ہی پر اکتفا کیا گیا ہے کہ تم ذکر ذکر ہی کہو۔ ہم نئی رحمت

ایسے بھی نہ کری میں داخل کر دیں گے اگر کوئی یہ کہے کہ اسکی کیا دیں کہ صرف ذکر ذکر پر  
اکتفا کر نیکی اجازت دیدی۔ اسکی دیں حدیث میں ہے من تو صا فہ صبی  
دکتین مقبلہ علیہما بقسم لہ حدیث بیہما نفسہم اجتن من  
وضو کیا پھر دو رکعت نماز حضور قلب سے ادا کیں کہ ان میں دوسرہ نہ آیا، تیرہ وضو رکعت  
ضیلت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اچھی طرح سے وضو کر کے دو رکعت پڑھے  
اومان پر متوجہ ہے اس خود کر کے کہ اپنا متوجہ ہے کے دیا معنی اس کے یہ ہیں کہ نمازی ہی کی  
طرف متوجہ رکھو یہ ذکر اذکر ہوا پس بادشاہ کی شاہ میں اگر قصیدہ کہو تو اگر مروج کا کیا  
نہ ہو تو مروج کا تو خیاں ہو۔ اسی طرح اگر کہاں اگر ذکر ہی کی طرف توجہ ہو کہ ہم اسے اپنی رحمت  
سے اپنی ہی توجہ میں تیار کریں گے

**غیر مقلدیت** | اس کا ازالہ فقہاء نے سمجھا ہے کہ ایک قاعدہ کچھ ہے واقعی نہیں پڑے  
صرف تھے اور سی کی بدولت یہ لوگ حدیث میں مبتلا کر سکتے  
تھے، بالکل ہر شخص جہت و محنت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، ایک بار کتبہ گوار تھا اس سے  
کسی نے پرچھا نہ تو خلفاء نام کی دہلی ہے جس نے کہا نہ تھی، زمذی میں آیا ہے  
کھذا آج کھذا آج حدیث میں آیا ہے خدا اٹھ نہ جائے اس کی خرابی سے یہ محدث ہیں  
صاحب محدث نہیں یہ لوگ محدث ہیں چند حدیثوں کے غلط سلاسلے سمجھے یا کر لیے سے  
کوئی محدث ہو سکتا ہے ہر کہ آئینہ دار دیکھ سکتی داند ایہ بات نہیں کہ  
میں کے پاس آئینہ ہو وہ دیکھ سکتی ہی جانتا ہو

**ذکاوة و بھولپن** | جسے لوگ محنت ہو، محمد صالح میں صاحب کو غیر مقلد کہتے

ہیں ان کے عدم الہی کی بات سے اس کا ادارہ کر بیٹے کہ  
اس حکایت سے اسی انکی مقصدیت کا درجہ دیکھ سکتے ہیں سمجھ سکتے کہ اگر یہ فیہ مقلد ہوتے تو ان  
کے صاحبزادے بھی اپنے باپ کی تربیت کی وجہ سے غیر مقلد ہی ہوتے، ان کا نام مولوی محمد  
تھا مجذوب منش تھے پڑھا دڑھا کچھ نہ دیکھ نہیں تھا، مگر ذی مضمت تھے اور سچ ہی  
بھولے بھی تھے۔ تیز اور ذہین تو سب قدر تھے، ایک شخص نے کہ میں نے اس کی دیکھ



کی راہنی جو گئے، انہوں نے تشریح کی پہلے دس دس ورق پڑھائے اس کے بعد انہوں نے کہا  
 بس کہے گئے اسی سے میں بھروسے میں نہ رہنے کے موافق محبوب علی صاحب جامع مسجد میں  
 وعظ کیا کرتے تھے آواز ذرا پست تھی۔ بولے بھی آپ کا وعظ سا وعظ سننا وعظ سن  
 کو بہت پسند کیا۔ مگر ان کی آواز پر رقم آیا گھر کو خدا سے دعا کی کہ اللہ اسی آواز کو بلند  
 کرے اس لئے نوراً اُن سے پوچھا ابھی کہ آپ کی آواز کچھ بلند ہوئی یا ابھی نہیں کسی قدر  
 زور سے کہہ رہے ہیں یا پست کرتے ہیں کہ آواز بڑھی بھی یا نہیں، سو یہ مودودی محمد عمر  
 صاحب ایک مرتبہ دہلی کی جامع مسجد میں تشریف لائے تھے آدمی حدیث پڑھ رہے تھے۔  
 آپ بھی وہاں جا کر بیٹھے لوگوں نے کہا کہ حضرت یہ لوگ جو مقدم ہیں نیرایا نہیں انکی غیر منطقی  
 سے کیا لینا ہے ہم تو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سننے آئے ہیں وہاں سے ایک شخص نے  
 حدیث پڑھتے پڑھتے کہا اے صاحب! حدیث کے خلاف کیا پس یہ سنتے ہی گم  
 ہو گئے گئے۔ تب کہہ رہے تھے کہ اے صاحب! اے صاحب! کہہ رہے تھے کہ اے صاحب! کہہ رہے تھے  
 یہودی صاحب! اب میں یہی نو دہائی ان حدیث پر اجماع کرے کہ سے منہ چاہیے۔  
 حضرت مولانا گیلوی نے اہل اسلام کا سنی باعدائے سے کسی حدیث میں اہم  
 تسامی کے مسئلہ کا جواب دیا تو ایک عالم شیعہ نے ان سے کہنے لگے کہ حضرت اگر امام آواز  
 بھی موتے تو وہ بھی ان جتنے موصوف کو یہ سنتے ہی بہت خیر خواہ بن جائیں گے میں کیا چیز ہوں  
 اگر امام شیعہ فوت ہوئے تو مجھ سے وہ بھی دعا کریں تو ان کی کامیابی ہو جائے حضرت ان کا  
 ہوتا ہے عقیدہ کہ تو اجتہاد سبیل بات نہیں ہے حدیث یاد کر لینا اور اس سے اجتہاد اور  
 بات ہے یہ عقیدہ ہی کا حصہ ہے جس کے متعلق حدیث ہے میں میں واللہ بخیر  
 بفقہ فی السدی میں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو حیر منقولہ ہو گیا ہے اسے دین کی  
 سمجھ دے دیتا ہے آپ کو ایسی سمجھ دی گئی تھی کہ انہوں نے ایسے صوبہ مانے جو آج تک  
 نہیں ٹوٹے

جس نے انہوں نے ایک قاعدہ بیان کیا جس سے بحث مقدم کا راز نکال  
 گا اور وہ یہ ہے کہ جن احکام میں سبب علیہ کو علت حکم کی تائید

مرض بہت

مقام کر دیتے ہیں مثلاً انہوں نے پہلے میں پر غور کیا کہ سفر میں تصرف کی کیا طاقت ہے معلوم ہوا کہ طاقت تصرف کی طاقت ہے لیکن حقیقت طاقت کا معلوم کرنا بعض جگہ دشوار تھا اس لئے اس کے سبب بھی سفر کو قائم مقام طاقت یعنی طاقت کا کر دیا۔ مگر یہ طاقت سمجھنا یا سبب کی طاقت کی جگہ رکھنا یہ کام فقہاء ہی کا تھا اسی میں ہمیں ہار نہیں۔ طاقت نکالنا اس میں ایسا تصرف کرنا ایک تو اس لئے کہ ہم میں وہ فہم نہیں دوسری بات یہ ہے کہ فقہاء تو اس لئے طاقت نکالتے تھے کہ حکم کا تعدیہ کریں ہمیں حکم کا تعدیہ بخود ہی کرنا ہے اور اس وقت اجازت دینے میں ایک عربی ہے کہ الی وکان دروازہ کھلتا ہے۔ آج بھی یہ میں بہت پسند کرتا ہوں کہ ہر حکم کی طاقت اپنے حق سے ترشٹے ہیں چنانچہ ڈاڑھی رکھے ہیں کی طاقت ہے اور غار پرٹھے ہیں کی طاقت ہے روزہ رکھنے میں کیا طاقت ہے اور اس کا نام انہوں نے فلاسفی رکھا ہے تو یہ فلاسفی گھڑاں میں نہیں کیونکہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ طاقت ہم نے ترستی ہے وہ مدار حکم ہے تو جہاں یہ مدار حکم نہ ہوگا حکم نہ ہوگا۔ ایک شخص نے وضو کی طاقت سمجھائی اور بخود ہی اور ایک خوب سمجھائی کہ کیسی رعایت کی ہے کہ وضو میں اطراف دھونا مقرر کئے ہیں خواجہ ہیں۔ اور چہاں بھی چہاں ہیں۔ در یہ سب بات سے محبط ہیں۔ اور چونکہ عرب میں کتبہ ہی اعصاب رکھتے رہتے تھے حق پر گرد و غبار اور بیت چہاں کی چھینٹیں پڑی رہتی تھیں اس لئے صرف ان کے چہاں پر رکھ دیا۔ اب آگے خود رکھ دینی کہ کہا کہ جب طاقت یہ ہے تو سب چہاں ہم آئینہ شکر میں رہتے ہیں یہاں گرد و غبار کہاں اس لئے ہمیں وضو کی ضرورت نہیں چنانچہ یہ طاقت لے وضو ہی سے پڑھتا رہا اور ہمیں روزہ کیوں فرض ہو کہسرت بہیمہ کے لئے چونکہ ہم نے تعلیم کی وجہ سے اپنے سس کی تہذیب کر لی ہے۔ اس لئے اب ہمیں روزہ رکھنا تعلیم سس ہے نماز تو وضع کئے لے وضو کی گئی ہے کیونکہ دار کعبہ و جامع براکھین دیا ہے اور ہم میں پہلے ہی سے تو وضع ہے اس لئے نماز کی ضرورت نہیں سو فقہاء نے تو اس واسطے تعلیم کالی تھیں کہ ایک حکم بہت جگہ متعدی ہو سکے اور انہوں نے اس واسطے نکالیں کہ حکم کہیں بھی باقی رہے۔ میں اسی نے تعلیم میں کر تے ڈرا ہوں کہ لوگ انہیں یہ حکم سمجھ لیتے ہیں کہ ہم حد میں ملوں کو ایسی کہیں سب معلوم میں لوگ ہی سمجھتے ہیں کہ وضو

حکمتیں نہیں جانتے۔ وہ سب کچھ جانتے ہیں مگر مصلحت کی دوسرے بیان نہیں کرتے۔ مصلحت نیست کہ از پردہ ہوں افتد از پردہ در مجلس رندوں بھرے نیست کہ نیست (مصلحت نہیں ہے کہ راز آشکارا ہو جائے دوسرے رندوں کی مجلس میں کوئی ایسی خبر نہیں کہ نہ معلوم ہو) (۱۲)

کوئی ایسی بات نہیں کہ مولویوں کے پاس نہ ہو۔ ہر حال میں اس وقت بیان کرتا ہوں فقہار کا فہم | ہنر کا حل علم کا جمع ہے اس نے مضر نہ ہوگا بلکہ اور بھی لگے گا اعمال میں۔ توفیق، تدبیر کے لئے بیان کرتے تھے میں، دیدہ کے لئے بیان کرتا تھا۔ ہمیں اپنی حکمتوں کے متعلق یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ہم نہیں حکم کا منت نہ سمجھیں بلکہ حکم کو نکالنا منشاء سمجھیں کیا معنی کہ حکم متفقین ہے بہت سی حکمتوں کو جملہ اُن کے یہ بھی ہے تو اتنا فرق ہے ہماری اور فقہار کی حکمتوں کی تخریج میں کہ انکی حکمت منشاء ہے حکم کا اور ہماری حکمت کا منشاء حکم ہے ہر حال فقہار کی تمیز تو دیکھنے کے کتنی بڑی بات لگاں جس کا ذکر آتا ہے اور انکی بڑی بات کمال کہ یہ غلطی سے محفوظ ہے۔ دوسرا ہوتا اور ایسی حکمت نکالتا جس غلطی سے بچا اس کو ایسا ہی دشوار ہوتا جیسا کسی نے کہا ہے۔

در میان قہر و یا غمت ہدم کردہ ہار میگوئی کہ دامن ترکین بشیار باش  
قہر دین میں غمت سے مایوس دیا ہے پھر کہتا ہے کہ بشیار رہ کہ دامن نہ چلے  
یہ فقہ قہر دریا میں چھنے اور خشک نکل گئے یعنی انہوں نے دیکھا کہ سفر اور قصر میں کیا تعلق ہے معلوم ہوا کہ چونکہ سفر میں مشقت ہے اس لئے قصر ہونا مسرت ہے دیکھئے بیان دریا میں گریز مگر تردد میں نہیں ہوئے یہاں سخت غلطی کا موقع تھا کہ جب سفر میں مشقت ہو تو قصر میں ہو اگر حل کے سہل ہو تو واقعی ایسا کرتے چہ اس سے جو متوسل و حجاب ہوتا ظاہر سے مسرت پیدا مگر غلطی اور غلطی تھا کہ اس کی تشخیص میں نہ تردد رہتا مگر وہ توفیق نہیں دیا میں میں اور دامن بھی کہ اس میں ہوئے کہ گوشت قصر مشقت نہ مگر اس کا نام مقام اس کے سبب یعنی سفر کو صحیحاً اب سفر نہ ٹی سے اگر مشقت تھی جو تو قصر کا بیڑے کا رعبا اصل میں ہی وجہ سے کسی کو حسی مسرت میں ہی سہی نہ کیا نام تھا اگر یہ مصائب خصوصاً امیہ و آلہ دم کے وقت



ہے ذکر اللہ کا تو ذکر الصلوٰۃ اس مرتبہ سے قائم مقام ملت کا بھی ذکر نہ کرے گا ہے اسی واسطے  
تاریخ علیہ السلام دونوں کو ایک ہی درجہ میں سمجھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
فرماتے ہیں مقلد علیہما بقلبہ اور حق تعالیٰ کا رتبا ہے لدکری۔

ہائے بونوک حدیث کو نہیں مانتے وہ بڑی مصیبت میں ہیں اُن کو چاہیے کہ ذکر اللہ کی  
حقیقت حاصل کریں کیونکہ قرآن میں تو یہی مامور ہے ہے توبہ الی الصلوٰۃ کو کافی نہ سمجھیں کیونکہ  
یہ کفایت تو ممدوں حدیث کا ہے غرض کس قدر رحمت ہے کہ ذکر الصلوٰۃ بجائے ذکر اللہ کے  
ہو گیا اور ذکر الصلوٰۃ زیادہ دشوار نہیں ہے۔

**علمی کوتاہی** پھر ہم جو اس میں بھی کوتاہی کرتے ہیں اس علمی کوتاہی کا اصلی سبب ہماری

نہیں سمجھے۔ اہل سنت ہمیں دتوار معلوم ہو گئے ہم اس کے معنی نہ سمجھتے کہ صرف ہماری کا دل میں  
غیا ہے اور کسی کا خطہ دل میں نہ آئے۔ ہمیں علم یہ معنی ہے کہ صرف ہماری کا خیال دل میں  
ہے اور کسی نے اس خطہ دل میں خود نہ آئے تو انہی کو توڑ دینا کوشش کر کے نہ لاؤ  
کوشش کر کے تم فقط من از کا خیال ماؤ اس کے خود بخود جو خیال آئیں انہیں آنے دو تم  
ان کے روکنے کے مکلف نہیں ہو اور نہ روک سکتے ہو۔

اسے اس مرتبہ سمجھو کہ ایک شخص سے کوئی مستحق یوں کہے کہ فقط ہمیں کو دیکھنا در کسی کو نہ دیکھنا  
اُس نے اس کو دیکھنا شروع کیا اتفاق سے عزادات شعاع میں ایک کونرا آ جا ہوا یا اس لئے اس  
پر بھی نظر پڑ گئی تو کیا مستحق یہ کہے گا کہ تم نے ہمارے محاسن کی ہرگز نہ کہے گا کیونکہ یہ شمس کو ان  
کے درپے ہوا تھا وہ خود اس کے آگے گیا بقول مولانا محمد حسن صاحب قدس سرہ کے ایک  
دعا میں مولانا نے یہ مقدمہ کار دیکھا ہے تو اس میں اُس کے ات اور ام کا یہ مولانا تو غیظ و غضب  
کے پیچھے پڑے بستے میں عجیب بیحد روئیدے لکھتے ہیں کہ مولانا تو ان کے پیچھے نہیں پڑے وہ  
خود ہی آگے گھڑے ہو جاتے ہیں

**حقیقت حضور قلب** اتنا نہ تطرات و تقسم ہے ہیں ایک وہ ہوتا ہے آگے سرے

دوست میں ایک وہ جن کے تم پیچھے پڑے رہتے ہو۔ اس میں  
اہل غائب کو سخت غصہ ہوتی ہے کہ دین دونوں میں فرق نہیں کرتا اور اسی وجہ سے سمجھتے

ہیں کہ صاحب دکر و فتوحات مشکل ہے مشکل ہیں ہدایت میں ہے میں اس کو ایک مناسبت  
سمجھاؤں یہ مسئلہ تو معلوم ہے کہ مار سیر نیت کے میں ہوتی در یہ بھی معلوم ہے کہ نیت  
زبان سے نہیں ہوتی بلکہ یہ قلب کے میں ہے اس کی طرف دل میں توجہ کرنا کہ میں عار پڑھتا ہوں میں  
یہی حقیقت ہے دکر اصولہ کی جس طرح شروع میں نیت کے وقت اس کی طرف توجہ ہوتی ہے  
اگر تمام نمازیں ویسی ہی توجہ سے تو دکر اصولہ حاصل ہوگا اس تو معلوم ہوگا کہ اگر دکر اصولہ  
کسی قدر بہل ہے

ایک عبارت اس سطور میں معلوم تر دیتے ہیں اور ویسے بھی رمضان میں قرآن سے اس کی طرف  
توجہ کرنے کی حقیقت ہی ثلاث دیتے ہوں دیکھو اگر کسی حد تک کوئی کوئی کیا یاد ہو تو اسے کیونکر  
بڑھے کا خوب دھیان سے پڑھے گا یہی حاصل ہے توجہ ان اقراء کا جس میں اس طرح ایک کوئی  
پڑھتے میوں رکعت اسی طرح پڑھ سا کر وہ یہی معنی ہیں حضور قلب فی اصولہ نمازیں حضور  
قلب کے اگر کوئی کہے کہ یہ تو نعم نے گھڑے نہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حضور قلب  
فی اصولہ دینی بقدر آن کی ہی حقیقت لکھی اب استعاذ کیا مشکل ہے حضور قلب سے نماز پر مہم اس  
آپ ہی تو کرنا پڑے گا جو تیار نیت کے وقت دل میں تھا اُسے پوری عمار میں رکھو اور کی مشکل ہے  
حضور قلب قرآن پڑھنا اس تمام توجہ ہے کہ کیفیت تمہارے کچے رکوع کے پڑھنے کے وقت  
ہوتی ہے سے میوں رکوع میں رکھو اب بھی اگر کسی سے حضور قلب ہو تو اس کی کڑائی سے

حفاظت خطرات

ہوتے ہیں کہ خطرات انہیں حقیقت تو اسی قدر ہے جو میں نے بیان کی اپنی طرف سے حاشیہ  
چرچہ میں کیونکہ کب تک چھٹا کا نص خیرہ در متید سے گا اس کے بعد کھرا کر تہ سے مہار  
فی عرت اس قدر آدرا دھارے گا کہ یہ نہایت شغف سے حل جائے گا اب جو نعم یہ کر دے  
کہ خطرات نہ دیں تم آہیں رو کو گئے جاریہ در دیکھے ہیں گے اس کے بعد پھر سب خطرات  
بہرہ میں گے کیونکہ پہلے توجہ تھا کرتے تھے اور کھل جاتے تھے اب تم سے سب کو دور کے  
درواہہ برتتے کرنا سے جب دوبارہ نصے گا ایک دم سے بھر ماریں گے پھر نکلنے پھٹنے



قرآن کی تدوین کریں کیونکہ ذکر تو بارہ بیس کیسا ہے اور رمضان میں قرآن پڑھنے میں خاص برکت ہوتی ہے جس طرح کلمہ میں بارگشتوں کی برکت کرنا ہے اور جہاد کی کوئی کلمہ چاہیے مگر طواف سبب زیادہ اسی طواف رمضان میں قرآن پڑھنا ہے۔ رمضان کی پس منظر ان جہادوں کو ان کی صورت و رد کے ساتھ ادا کیا کرو جن کو تو جس کے ساتھ کیا کرو۔ بہر حال یہ روح الصلوٰۃ کی جس کو حق تعالیٰ فرماتا ہے ہیں انشاء اللہ الصلوٰۃ اللہ کو ہی بہی یاد کے لئے نماز کو تمام کرو۔ اب میں اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں اب حق تعالیٰ سے توفیق عمل کی دعا کرو آمین

## سہو نبویؐ کا سبب ضمیمہ روح البقیام بعد نماز عصر

اس وقت نماز پڑھتے ہیں ایک شے کا جواب صحابہ اللہ قبلہ میں آیا ہے کہ صحابی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ نماز پڑھتے ہیں جو کچھ قلب پر وارد ہوتا ہے صحیح ہوتا ہے سبب یہ ہوتا ہے کہ جب ذکر کے دوم ہے ہیں ایک اعلیٰ کہ ذکر اور ایک ادلیٰ کہ ذکر ذکر ہے اور یہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں ہو جاتا تھا۔ تو معاذ اللہ ہماری طرف کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی نماز کی طرف توجہ نہ تھی کیونکہ اگر کسی چیز کی طرف توجہ ہو تو سہو کے کوئی معنی نہیں جواب یہ ہے کہ واقعی سبب کا عدم توجہ الی الصلوٰۃ نماز کی طرف توجہ کرنا ہے مگر اس عدم توجہ الی الصلوٰۃ نماز کی طرف توجہ نہ کرنے کے سبب دو ہیں ایک توجہ الی اللہ و الصلوٰۃ نماز ہے فوق تہ کی طرف توجہ الی اللہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا۔ جو ذکر اللہ تعالیٰ الی حبیبہ لم یزلوا۔ ظہر اللہ اللہ و بعد موافقہ فی کتب السلف و نقل ما ذکرہ الحدیث الطحاوی فی او اخر مجروح السہو ما نصہ و سہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لمقدم شغلہ باللہ تعالیٰ عن الصلوٰۃ و فی هذا المعنی قبلت

(باقی اگلے صفحہ پر)



کا اعلیٰ درجہ ہے اور یہ تہا تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی، دوسرا لاجہ ان مادیات صلوٰۃ  
 (نماز) سے ادنیٰ مرتبہ کی طرف آتیہ کرنا، جس میں دنیٰ درجہ بھی ذکر کا نہیں اور یہ عالمت ہے  
 ہماری کہ غفلت میں مبتلا ہیں پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متوجہ ان صلوٰۃ نہ ہونا اور  
 ہے ہمارا اور ہے اور یہ دونوں کا فاصلہ مقرر ہے اسی کو فرماتے ہیں  
 کار پاکار، اقیاس از خود گیر پاک و گون کے کام کو اپنے اد پر قیام مت کرو (۱۳)  
 بہر حال یہ وہ شبہ تھا جو برسوں سے دلیں کھٹک رہا تھا مگر الحمد للہ کج بالکل مٹا ہو گیا۔



(بقیہ صفحہ)

یا سائلی عن رسول اللہ کیف سمعہا      والسہو عن کل قلب غافل لا ھو  
 قد غاب عن کل قبی سرۃ فسرہا      عما سوی اللہ فی التعظیم للہ  
 ابوالسعود۔ استہمی بلفظ ۱۲ منہ مد ظلہ  
 (پھر تھی مولوی غفر احمد صاحب نے جملہ لکھا کہ میں نے اسکی تائید کتب مصنفین پا کر ہے جہان میں مولانا دی بے سہرہ  
 سہرہ کے آدمی میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہار میں ہوا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہونے کی وجہ  
 سے تھا اس بات میں کہ کیا ہے سے لے مجھ سے دریافت کر لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کہ آپ کو نہار  
 میں کس طرح سہو ہو گیا حالانکہ ہو قلب غافل اور ہوا حب کو عیالے کا کام ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر شے سے  
 اپنی ذات غائب ہو گئی سو اللہ تعالیٰ کی تدفیم کی وجہ سے، سوئی رہ کر غفلت گئے ۔

# فرح الصیامۃ

روزہ کی حقیقت

روح اقصیٰ منامی دلت — ایمان مبارک شسترہ کو  
جامع مسجد تھانہ کھنوں میں نمبر کے درمیانہ کرتا دریا  
مولف عبدالحلیم صاحب مرحوم نے تفسیر لکھا  
— سامعین کی تقریر  
— ہیں ٹو کے قریب حق

## سلسلہ ہفت اختر کا پہلا وعظ

# رُوح الصَّیَّام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله غفيرة ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونوكل عليه ونعوذ بالله من شرورنا ومن سيئات اعدائنا من يهتد الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى آله واصحابه وبارك وسلم — اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم — بسم الله الرحمن الرحيم يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (توبه، ۱) (اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا ہے اس وقت پر کہ تم متقین بن جاؤ)

تمہید | یہ تو اس آیت کے سننے ہی سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ روزہ کے متعلق بیان ہو گا کیونکہ اس میں روزہ کا مضمون ہے لیکن یہ بھی نہیں ہوا ہو گا کہ ہم تو اس کے متعلق بہت مرتبہ سن چکے ہیں پھر اب بار بار (تو نا،) کی کیا ضرورت ہے؟ صاحبو آپ بھی تو ایک ہی فعل کا بہت مرتبہ اعدہ کیا کرتے ہیں رات کو کھا، کھا چکے ہیں پھر صبح کو کھا، صبح کو کھا چکے ہیں پھر شام کو کھا، شام کو کھا چکے ہیں یہ کیا بات ہے

دعظ کے متعلق یہ خیال پیدا ہوا اور اپنے روزقہ کے غول پر یہ خیال نہ ہوا اگر یہ کہو کہ کھانے کی تو ضرورت ہے تو جو ضرورت وہاں ہے وہی یہاں بھی ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ روٹی کو تو غذا سمجھتے ہو اور اسے نہیں سمجھتے حالانکہ جس طرح جسم کی غذا ہے اسی طرح روٹی کی بھی غذا ہے جس طرح جسم کو ہر وقت غذائے جسم کی ضرورت ہے کیونکہ حرکات مختلفہ سے حواجز آتھیں ہو گئے ہیں قیام بدن کے لیے ان کے بدن کی ضرورت ہے۔ اسی طرح جو غذا روحانی تم کو یا رسا یا دو چار پیٹنے پہلے ل چکی ہے وہ غذا نیز روٹی بن کر نفس کی حرکات مختلفہ سے تنہا بعض رت و عینہ سے متعلق ہو چکی ہیں جس طرح غذا نے سہانی بدل مایہ متعلق جسم کے جو تیزاں تبدیل ہو گئے ان کا عوض بن جاتی ہے اسی طرح دعظ بھی بدلے ہوئے مضامین کا بدلہ ہے۔ اس معلوم ہو چکا کہ دعظ کے اعادہ کی بھی ضرورت ہے جو غذا کے اعادہ کی ہے اور دعظ کی بھی وہی غایت ہے جو غذا کی ہے فرق اتنا ہے کہ غذا جز و بدن بنتی ہے اور دعظ جز و روٹی۔ اب اگر دعظ کا اعادہ ہو تو ضرورت سے خالی نہیں۔

فلسفیانہ خبط | یہیں سے راز ان مضامین کے اعادہ کا سمجھ میں آ گیا ہو گا جو حق تعالیٰ کے کام میں در آئے ہیں اصل فلسفہ کہ یہ مسئلہ ہے کہ انہیں قرآن کے تکرار مضامین پر بہت شک ہے جیسے کہ وہ ہر چیز میں نفسہ کا رنگ دھو ڈالتے ہیں اور وہی ان کے دماغوں میں بس ہوا ہے حتیٰ کہ عادات و معاشرت روزمرہ میں بھی اسی کا مستطاب ہوتا ہے مولانا محمد یعقوب صاحب نے مجھے تصویب شیخی کا مسئلہ نقل کرنے کو دیا تھا میں نے سمجھا تھا کہ ایک نووارد عقول طالب علم ہے اور جو چھنے لگے کیا سمجھتا ہے ہو میں نے کہا تصویب شیخی کا مسئلہ سمجھ رہا ہوں کہنے لگے کون شیخی ابو علی سینا! استاد مگر اب معلوم کہ تصویب شیخی اولو تو ابو علی سینا ہی مراد ہو۔

ایک شخص کی شکایت تھی ہے کہ وہ تیل میں کسی تیلی کے کوہو پر گئے دیکھا کہ لوہا میں سیال چل رہا ہے اور تیل کے گے میں گھنٹی مدھی ہوئی ہے پوچھا میں تیل گھنٹی دکانے میں کیا ٹکمت ہے اس نے کہا میں ہم عزیز دکان میں ہمارے ذائقے اور بھی بہت سے

کام ہیں آدمی نہیں رکھ سکتے ایک دفعہ ہنگام کے چلے جانے ہیں درپس گھنٹی کی آواز سے یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ بیل چل رہا ہے جب آواز رک جاتی ہے تو اُس کے پھر سکائیے ہیں کہنے لگے آواز سے تو یہ لارم نہیں تاکہ بیل چل رہا ہے ممکن ہے کہ بیل کھڑا ہوا گردن ہلانا ہو اور اس نے گھنٹی کی آواز آتی رہتی ہو۔ اُس نے کہا میں آپ یہاں سے کہیں اور جگہ تشریف لے جائیے ہم آپ کے ہاتھ میں بھی نہیں بیچتے آپ تو اس میل کو بھی اپنی طرح منطقی بنادیں گے پھر وہ بیل بھی نہیں رہے گا

ایک اور حکایت ہے کہ ایک طالب علم کہیں وطن سے باہر تحصیل علم کرنے گئے تھے جب فراغت کر کے وطن واپس گئے تو باپ نے ایسے جی میں یہ خیال کیا کہ صاحب زادے بہت دور سے بہت دن کے بعد آئے ہیں، دیکھانے میں آج کچھ سٹف کر دیں عزیز آدمی تھے۔ گھر میں دو بیٹھے تھے وہ تو اپنے جب کھانا کھدے بیٹھے۔ دستہ خواں پر تیں آدمی تھے ایک وہی منطقی طالب علم اور اُن کا چھوٹا بھائی اور ایک باب اس حدت کو معقول کا حق اٹھا باب سے کہے گئے کہ میں اب علم پڑھ کے آیا ہوں کہ ان ڈوانڈوں سے سوانڈے نہ سکتا ہوں اب کوئینس کہ بہت جیسب ہوا کہنے لگے ال بیٹا کیونکر بنتے ہیں ضرور نہ ڈنگے۔ دیکھئے ایکسیز انڈو اور ایک یہ اور ایک ان دونوں کا محمود تین ہونے پھر تین یہ اور ایک ان تینوں کا محمود چار ہونگے وطم جڑاں الاتیاری۔ اسی طرح اعتبار کرتے چلے جاؤ سو کیا ہے شمار انڈے بنتے چلے جائیں گے۔ باب سے اس خط کا ملل اور ذہانت لطیف جواب یہ کہ ایک انڈہ چھوٹے بیٹے کو اٹھا کر دیدیا درایت اٹھا یا اور۔ اُس سے کہا جو انڈے اسے تم نے دیتے ہیں وہ تم کو رو۔ اتو میاں کی آنکھیں کھلیں۔ عرض مسعد میں غلو جو عا ہے تو سر ہر چیز میں اُسی کا رنگ نظر آتا ہے اور ہر شے کو اُسی رنگ میں رنگ چاہتے ہیں اسی واسطے عامے بزرگ علوم کو غلو کر کے رکھتے ہیں کہ رے مسعد سے فلسفہ ذخیط اور علوہ جو عامے بمعنی یو پ دالے اس طار کے منہ عن ہیں وہ کہتے ہیں میں علوم آریہ سے وراثت ہو جا رہا ہوں تاکہ علوم۔ لیر میں کامل بصیرت ہو مگر تجربے معلوم ہوا کہ بصیرت مالک بھی نہیں ہوتی ملک خط ہو جا ہے۔

خوبی منکر اور غرض اب فلسفہ کے دماغ میں فلسفہ بیان نمک رچ گیا کہ وہ قرآن مجید کو بھی جانتے ہیں کہ کس فلسفہ کے طرز پر یہ معقولات کہیں ہیں تو

تکرا ریب ہے اور قرآن مجید میں تکرار اعلیٰ درجہ کی خوبی ہے کسی کی تسبیحیں اور قتلِ سلیم ہو تو وہ جانے کہ تکرار کیا کچھ جذب مقاصد میں رکھتی ہے بکثرت معقولات میں تو ضابطہ کا طرز اختیار کیا گیا ہے اور قرآن مجید میں دوسرا طرز اختیار کیا گیا ہے اور وہ طرز ضابطہ کا طرز نہیں ہے بلکہ سہفت کا طرز ہے۔ دیکھ لو جب اپنے منہ کو ایک کیفیت کرتے ہیں دوسرے دن جس اہم کیفیت پر عمل کرتے ہیں دیکھا بعد وہ کیفیت کرتے ہیں یہاں غلات کرتے دیکھتا ہے پھر وہی کیفیت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ

اگر سمجھتا بھی ضرورت پڑے گی تو یہ سوہنہ تر بار وچا غصہ نہ کرتا ہے گا۔ کسی کو یہ خیال ہو گا کہ ایک ہی بات کہی اور بار بار وہ کہتا ہے اور یہ کسی اور کی اس اعادہ و تکرار پر اعتراض ہو گا تو اسکی حاجت ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اب کو یہی کہہ سکتا ہے کہ اتنی بات کہی ہے شفقت کے جوئے فدا کا برتاؤ نہیں کیا جاتا اور اب اپنے شے کی ترست اسی طرح کرے کہ ایک بار کہ کر یہ نہ کہے کہ ایک بار تو پہنچا دیا تو سب سے پہلے ہی معافی تھرات، معقولوں کو یاد دلاؤ کہ ان کے گم تو بیٹے کیے ساتھ قانونی برتاؤ کرتے ہو لیے اور اسے الزام آتا ہے ہو ایک استاد کے دوست اگر ہوں ایک محبوب اور مراد منوں، دونوں کے ساتھ اس کا برتاؤ، جدا ہو گا نہ دوست سے ایک دفعہ کہہ گا پڑھو اگر دونوں پر خاموش ہو جائیں تو محبوب کے لئے لگا کر دھار پھرنے خوش ہو جائے گا لو اس سے بار بار سختی سے کہہ گا اور اس میں دھم سے دوبارہ کچھ نہ کہے گا کیونکہ مقصود تو یہ ہے کہ ایسے مل بیٹوں بھی اور الزام بھی نہ لگے اس دوسرے کے ساتھ محبت ہے اس لئے بار بار کہتا ہے کل نہ جئے کیوں صاحب ان دونوں کے درمیان کیا بات تھیں گے یہی کہ اسکی شفقت امت ہوئی ہے تکرار نہیں ہو کہ مل سہیہ پاتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا رتا دھما ہے ساتھ ساتھ کا ہو حضرت ا

خلاصہ اس کی قدر کی جائیں۔ یہ تو اہل محبت ہی خوب سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ہم سے اس درجہ شفقت ہے کہ ایک بات کو دس مرتبہ کہہ کر نہیں چھوڑتے۔ پھر کہتے ہیں پھر کہتے ہیں چنانچہ اسی کو فرماتے ہیں : اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ كَوَاصِفًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِیْنَ  
کیونکہ ہم تم سے حد سے بڑھ جاتے کی وجہ اپنی نصیحت روک لیں گے۔ نہیں بار بار نصیحت کریں گے جن پر حق تعالیٰ کی صفات کہاں کا غل بٹھا کر بھی مخلوق سے اس قدر محبت ہوتی ہے کہ وہ کوئی نہ سننے یا نہ سننے برابر نصیحت کرتے رہتے ہیں اور ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ  
کس بسنود یا نہ سنود میں گفتگو نے میکنم  
(یعنی کون شخص سننے یا نہ سننے میں برابر نصیحت کئے چلا جاؤں گا)

اور یہ خیال ہو تا ہے کہ

حافظ و ذلیف تو دعا گفتن است دس در بندان بہاش کہ مشنید یا شنید  
توجہ لے حافظ تیر اکام فقط دعا کرنا ہے اور بس اس بات کی فکر میں مت رہ کہ اس نے سنایا نہ سنا

**عجیب خلوص** | اس بشنود یا شنود پر ایک حکایت یاد آتی مولانا سید احمد بریلوی نے مولانا عبدالحی صاحب فرمایا کہ وعظ کہا کر دو۔ انہوں نے کہا کہ حضرت میرا وعظ کون سنے گا۔ فرمایا خدا سنے گا۔ عرض کیا حضرت جب لوگ تھوڑے ہونگے تو مضامین کی آمد کہاں ہوگی فرمایا تم لوگوں کی طرف منہ ہی نہ کر دو چنانچہ لوگوں کی طرف پشت کر کے وعظ شروع کیا پھر تو بے انتہا مخلوق جمع ہونا شروع ہو گئی۔ اللہ اکبر کیا خصوص ہے کہ اگر کوئی نہ سنے گا تو خدا تو سنیں گے یہی وہ خلوص ہے جس کی وجہ سے یہ حضرات منع مومن بنے۔ انہیں کے رفیق حضرت مولانا سلیمان صاحب وعظ کے لئے کہیں تشریف لے گئے۔ چنانچہ وعظ کہا۔ جب حتم کر کے اٹھے اس وقت ایک شخص وعظ سننے کے اشتیاق میں پہنچ چلا کہ وعظ ہو چکا تو ایک آوہرہ دھری اور کہا افسوس اتنی دور سے آنے کی محنت ضائع گئی مولانا نے فرمایا افسردہ کیوں ہوتے ہو چوبیس پھر کہہ دوں اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے مسجد میں لے گئے وہاں صرف مولانا تھے اور وہ شخص تھا مولانا نے میں

اولہ انی آخرہ، دل سے آنکھ، سر اور غلطی ملتی کہہ دو۔ کتنا سخت کام ہے کہ جو  
نفاذ دنی مزارک و مہول کے مجمع میں ہوا تھا، وہی ایک آدمی میں ہو صاحب ہم سے تو ایسا  
مجھے۔ ہو سکے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حضرات کی غلوں پر نظر ہی نہ تھی وہ جو کچھ کہتے تھے  
خانی کی رضا کے لئے کہتے تھے۔ ورنہ خیال ہوتا تھا کہ جسے ہم راضی کرنا چاہتے ہیں وہ اس نواز  
میں بھی تھا اور ایک میں بھی ہے۔ احوال غلوں پیدا کر نیسے، ان مکراروں اور سطرز کی  
قدر ہو سکتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح باپ اپنی شفقت کی وجہ سے مکرر سے دیگر  
نہیں ہوا کسی طرح حق خانی بھی مکرر نہیں چھوڑتے۔

### عنایت و رعایت

باپ کی شفقت پر ایک مثل یونانی کسی بننے کی حکایت مشہور  
ہے کہ اس کے گھر ایک کو آکر بیٹھا اس کا بیٹا چھوٹا تھا اس نے  
پوچھا آیا یہ کیا ہے کہا کہ بیٹا اسے کو کہتے ہیں یہ بات کہ اس نے سو مرتبہ پوچھا کہ یہ کیا ہے  
اور وہ برابر جواب دیا رہا اور ذرا بھی چلیں نہیں نہ ہوا۔ مگر اسے یہی پرکھتا رہا۔ جب باوا  
بٹھے ہوئے اور صبرائے جوان۔ اتفاقاً ایک مرتبہ کو آکر بیٹھا۔ پوچھا بیٹا یہ کیا ہے  
کہا کہ گناہ ہے۔ پھر پوچھا کہ کیا ہے۔ تو گھور گھار کے کہہ دیا تو اسے جب تیسری مرتبہ پوچھا  
کہ یہ کیا ہے۔ تو کہا کہ تمہاری نقل ماری گئی ہے جو فضول بات کی رٹ لگا دی باپ نے  
کہا بیٹا خفا نہ ہو ذرا ٹھہر جاؤ یہ کہہ کر وہی وہی اٹھا لایا اور دکھایا کہ تم نے سو مرتبہ پوچھا  
تو میں نہ گھبرایا، ورنہ میرے میں ہی مرتبہ کے پوچھے۔ یہ بس قدر گھبرائے اور خصوصاً آج  
کل تو غالب حالت یہی ہے کہ کوئی بیٹا باپ کو باپ سمجھ کر اطاعت نہیں کرتا جب تک کہ اس کی رتی  
ہے تو کمائی کے پانچ سے خدمت کرتے رہتے ہیں اور جب وہ کمائی کے قابل نہیں رہتا  
تو پھر ان میں عمر کے ساتھ دو نقطے بھی بڑھ جاتے ہیں یہی باپ سے باپ ہو جاتا ہے۔

صاحبو! جب باپ یہ شفقت ہے تو شفقت پیدا کرنے والے کو کتنی شفقت ہوگی  
اگر حق جل شانہ کو بندوں سے بلا شفقت التفات ہوتا تو ایک مرتبہ تو رومی سے فرما  
دیتے کہ یہ کمرہ اور پرزہ کرو۔ پھر جب عمل نہ کرتے تو دوبارہ ڈانٹ کر فرماتے پھر تیسری  
مرتبہ چپت بھی لگتی پھر برابر جب تک عمل نہ کرتے چپت لگتی رہتی لہذا کہ لکھا ہے اس



شفقت کا کہ برابر گنہہ دیکھتے ہیں اور سمجھاتے پڑتے ہیں یہ بھی تو نہیں ہوتا کہ مدت دراز کے بھٹانے کے بعد ہی قوم نوح کی طرح عوفوں میں غرق کر دیئے جائیں یا قوم لوط کی طرح طبقہ زمین الٹ دیا جائے یا قوم عاد کی طرح تیز آندھیوں میں برباد کر دیئے جائیں۔ یا بنی اسرائیل کی طرح جو گنہہ کریں وہ دروازوں پر لکھ دیا جائے یا کوئی فرشتہ آکر ہلاک کر دے اسی کو شاعر کہتا ہے

تصدق اپنے خدا کے جو پایہ پیرا تا ہے مجھے انشا

دھر سے ایسے گہ پیہم ادھر سے یہ دمہ دم ضدیت  
اور پھر اتنی عنایت کے بعد بہت بڑی عنایت یہ ہے کہ جب خلوص سے التماس  
اغفر لی اسے اللہ مجھ کو بخش دے کہا سب نامہ اعمال سے مٹا دیا یہ نہیں کیا کہ دوسروں  
میں پہنچنے دیتے جو معاف کر دیتے ہیں کہ عداوت میں ہوتا ہے کہ اگر مقدمہ مزاح بھی کھو  
دیا جائے تو میل کو چھڑ کر نہیں پھینک دیا جائے بلکہ وہ داخل دفتر کر دی جاتی ہے یہاں  
اُتارنے ہی سے خوش ہو جاتے ہیں ورنہ سکر کر رہ جاتے ہیں ورنہ یہ قانون ہے کہ  
مقدمہ بھی خارج اور مس بھی خارج تاکہ فرشتوں کی نظر میں بزرگ ثابت ہو اور انہیں ہم  
پر کسی قسم کے اعتراض کا موقع نہ دے۔ اللہ بکر بھی ٹھکانا ہے اس رعایت کا اسی طرح  
یہ تکرار مضامین بھی عین عنایت و رعایت ہے مگر جسے دانش مومنین نے سہارا  
کی یہ قدر کی کہ اعتراض کر دیا کہ کیوں ہے یہ رعایت اپنے اوپر بھی تو یہ اعتہ حق کیا ہوتا  
کہ ہم میں کوئی نہ ہے تکرار کیوں ہیں دو آنکھیں دو ہاتھ دو کان دو پاؤں وہاں تو یہ  
تمنا ہے کہ دو کی جگہ چار ہو جائیں تو اچھا ہے اسی طرح یک مرتبہ کھا کر دوبارہ کیوں  
کھاتے ہو۔ ایک مرتبہ سو کر دوبارہ کیوں سوتے ہو۔

خلاصہ یہ کہ یہ اعتہ اصل ہی فضول ہے کہ جب ایک مرتبہ یہ مصنوعات ہو چکا تھا تو پھر  
بکوں ہو کیونکہ یہ موٹی سی بات ہے کتر اگر ایک مرتبہ کہنے کا اثر نہیں ہوتا تو دوبارہ  
کہنے کا اثر ہو جاتا ہے۔ دیکھو حکیم سے سنا لکھا کرتے ہو ایک ہی مرتبہ کے استعمال  
سے نادمہ نہیں ہوتا بلکہ تین دن پی کر دیکھتے ہو اور اگر ایک مرتبہ پیسے کے خلاف نہ

محسوس ہوا اور کوئی یہ رائے دے کہ اس نسخہ سے فائدہ نہیں ہوا اسے چھوڑ دو تو تم خود یہ جواب دو گے کہ ایک مرتبہ کے استخوان سے فائدہ نہیں ہوا کہ اگر آگہا زخم تین دن تو پینا چاہیے جب جہائی نسخہ کی نظر موجود ہے تو پھر روحانی نسخہ کو اسی پر کیوں نہیں قیام کرتے کوئی پرستہ نہ کرے کہ جب پہلی نصیحت سے فائدہ نہ ہوا تو وہ

تاکیر اجتناب

بیکار لگے سو پہلی نصیحت بیکار نہیں گئی اس سے بھی نفع ہوا ۱۰۰ دفعہ نفع یہ ہوا نفع کی استعداد پیدا کر دی دوسری نصیحت اس استعداد کو در قویٰ فروزا تیسری درجہ کی نصیحت نے اس استعداد کو ظاہر کر دیا جس طرح دوا میں کہ پہلی دوسری خوراک سے بھی نفع ہوا تھا مگر وہ محسوس و ظاہر نہ تھا تیسری خوراک سے ظاہر ہو گیا تر نفع مجموعہ مرتب ہوا جس طرح ایک قطرہ پانی کا نل سے بھر کر پل پڑ پکتا ہے تو برس دن میں مثلاً اس میں گر دھا ہو جائے گا تو کوئی عاقل یہ نہ کہے گا کہ گر دھا ایہ قطرہ سے ہوا ہے بلکہ یہ گر دھا مجموعہ قطرات کا اثر ہے جس طرح خیر قطرہ مؤثر ہے پیدا وہ قطرہ بھی مؤثر تھا اول نکاح اثر ظاہر نہ تھا اب اخیرہ نقطے کے ساتھ مجموعہ کا اثر ظاہر ہو اسی طرح تو زمینیں پہنچ سیرانی رکھو تو یہ جھک جائے گا مغرب ایک دانہ رکھ کر دیکھو گے تو اس سے یہ نہ کہ جب محسوس نہ ہو گا جی الراج دو تین سے بھی تا واقعہ کی معتد بہ مقدار نہ ہو جائے معتد بہ مقدار سے پڑ جھک جائے گا تو یہ نہیں کہہ جائے گا کہ اخیرہ دانہ سے جھکا بلکہ اس پلے کے جھکانے میں مجموعہ کا ہر جزو مؤثر ہے چنانچہ کوئی سرلیح اس ایک دانہ رائی کا عمدہ کاٹے میں ڈال کر دیکھے تو اسے فوراً پلے کا جھکا محسوس ہو جائے گا اس کو فلاسفہ نے بھی مان لیا ہے اور اس پر تفسیر کی ہے کہ زمین کا مرکز آفل ورن کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے اور مرکز جمع نہیں رہتا اب ایک ان اسی فرض کرو کہ تمام عالم کو سکون ہے پھر ایک حیوٹی پسلی تو ساری زمینیں ہل گئی ہوگی انہیں جو قوت ہمیں ملے کہ ہمیں اتنی بڑی زمین اتنی سی حیوٹی سے ہل سکتی ہے زمین تو بے شک ہلے گی مگر زمین کی طرح نہیں ہلے گی جو محسوس ہو آپ علوم و کسب پڑھیں تو اس سے نجات جاتے رہیں اور آپ کی بھی سمجھ میں جائے ایک حیوٹی کی حرکت سے ساری زمینیں کھنکھان سکتی ہے مقصود یہاں

ان تمام شایوں سے اس کی تائید کرنا ہے کہ مجموعہ کا ہر جزء ہوتا ہے۔ اب اگر اس دفعہ کے دفعہ میں نفع ہوا تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس سے پہلے کے دفعہ بیکار گئے بلکہ اس سے بھی نفع ہوا کہ انہوں نے بتدریج نفع کی استعداد پیدا کر دی مگر یہ نفع ظاہر نہ ہوا اخیر میں آکر ظاہر ہو گیا۔ جس طرح ایک بچے کو کل بھی دیکھا تھا اور آج بھی دیکھا تو یہ بچہ بہ نسبت کل کے آج بڑھا ہوا اگر روز نہ بڑھے تو ایک دم سے سپاس برس کا بڑھا

کیونکہ ہوشیار ہے

سلسلہ سالیکن کی

اسی طرح سالحوں کو بھی تسلی رکھنا چاہیے جن کی یہ حالت ہے کہ اگر ذکر و شغل سے کچھ واردات و ثمرات حاصل نہیں ہوتے تو دیگر ہوتے ہیں کہ ہماری محنت ضائع ہو رہی ہے۔ کیونکہ آج کل ذاکروں کو یہ بھی خطبہ ہے کہ ذکر و شغل شروع کرتے ہی ثمرات کے مترقہ دار و مند ہوتے ہیں۔ کس آمدی دے پر شکی یہ نہیں خیال کرتے کہ کام کب سے شروع کیا ہے۔ مجھے اس موقع پر ایک شمس یاد آتی ہے۔ ہے تو یہ وہ سی مگر نتیجہ نیز ہے۔ عوام میں مثل مشہور ہے کہ رات پڑی بوند نام رکھا محمود ابھی غلطہ کا قیام بھی ممکن ہے مگر انہوں نے بنا رہا تھا مدللے العاصد شیخ جلی کے طور پر ملے کر یا کہ لڑکا ہو گا اس کا یہ نام رکھیں گے پھر وہ بڑھے گا اس کے اولاد ہوگی اس کا یہ نام ہو گا و مچھنی سلسل اب اگر چہ نہ ہوا کہ لڑکی ہوئی تو سوچتے ہیں کہ بائیں یہ کیا ہوا اسی طرح ذکر سے پہلے یہ حضرات یوں سوچ لیتے ہیں کہ اس طرح اتول ہوں گے اور کیا یاد واردات ہوں گے اور یوں اتول ہوں گے۔ اور جب شروع کیا تو اسی وقت سے اب وہی کا انتظار ہے۔ غضب کی بات ہے کہ تعلیم ظاہری میں تو میزان شروع کر کے بخاری کے فوراً متوقع نہیں ہوتے مگر تعلیم باطنی میں یہ چاہتے ہیں کہ سیر حیاں چڑھانہ پڑیں ایک دم سے اڑ کے پہنچ جائیں رسولک کے ساتھ اس بدسلوکی و بے صبری کی وجہ یہ ہے کہ یہ جانتے نہیں کہ ذکر کیا چیز ہے۔ اگر یہ جانتے تو صبر ہوتا۔ بلکہ ان قرأت کا انتظار بھی نہ ہوتا کیونکہ انتظار ذکر نا ایک شے کے بعد دوسری شے کا اس وقت ہوتا ہے کہ یہ پہلی شے مقصود بالعرض ہوا و ردہ دوسری شے مقصود بالذات ہو۔ جب یہ ذکر کے بعد قرأت کا انتظار کرنا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ذکر مقصود بالعرض سمجھتا ہے اور ان ثمرات کو مقصود بالذات۔

خبر بھی ہے ذکر کیا شے ہے حدیث قدسی میں وارد ہے ۔  
**محالستہ محبوب** | اما جلیس میں ذکر کوئی رجوع کرنا ہے میں اس کا  
 ہمیشہ ہوں | ذکر محبوب کی محالستہ ہے ۔ سب عالم تو محبوب حقیقی کی محالستہ کو چھوڑ  
 کر کسی اور چیز کے پیچھے پڑا ہے ، ہمارے حامی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جب کوئی  
 عرض کرنا کہ حضرت ذکر کرتے بہت روز ہو گئے مگر کچھ معلوم نہیں ہوا حضرت فرماتے کہ  
 خدا کا شکر کہ وہ کہیں ذکر ہی کی توفیق ہو گئی ، اب اگر کوئی قرأت کے پیچھے پڑے تو  
 اس سے بڑھ کر اور یا جہل ہو گا کہ اُس کے نزدیک محبوب حقیقی کی محالستہ بھی مقصود  
 بالعرض ہے مطلق محبوب کی محالستہ کے بلکہ میں مولانا فرماتے ہیں ے

ہر کہا دل سر بود خرم نشیں      فوق گردن مستی فقر زین  
 ترجمہ : جس ملک محبوب ہو خوشن خرم بیٹھ وہ جگہ مرتبہ میں آسمان سے بلند ہے زمین پرست  
 ہر کہی بوسعت رخے باشد چو باد      جنت است آن کجہ باشد قریب باد  
 ترجمہ : جہاں محبوب ہو وہ جگہ جنت ہے اگر کجہ گناہ ہی کیوں رہو ۔  
 گفت مشوقی ب عاشق کاں رفت      تو بغبت دیدہ بس شہر  
 پس کہ می شہراز آہنا خوشتر است      گفت آن شہرے کہ درے دہر است  
 کسی معشوق نے عاشق سے پوچھا کہ تم نے سیاحت میں کون سا شہر پسند کیا ہے یعنی  
 وہ کہتا ہے سب میں عمدہ وہ شہر ہے جہاں محبوب کی زیارت ہو عاشق نے تو یہاں تک کہ  
 ہے کہ اگر کسی کی محالستہ نصیب نہیں ہوتی ہوتی تو اس کی محالستہ کو غنیمت سمجھا  
 ہے مولانا فرماتے ہیں ے

دید مجنوں ما یکے حرا آورد      در میان عشق نبشستہ فرد  
 ترجمہ : کسی نے مجنوں کو جنگل میں تھار دیا کہ انگلیں بیٹھا ہوا ہے  
 ے ریس کاغذ دود انسان تسلیم      سے غودی چہ کس مارہ زشم  
 یعنی : میت ہر تحلیلوں سے کیجئے گھڑا ہے ے  
 گفت نے محن سید حیات یں      می نویسی نامہ ہر کیستہ این

بوجھالے عجب کے خط لکھ رہے ہوں

گفت مشق نام لپیٹے کلمہ : خاطر خود راستی سے کلمہ  
 کہنے لگا کہ لپیٹے کے نام کی مشق کر رہا ہوں (اپنے دل کو تسلی دے رہا ہوں)  
 یہ تو وہ لوگ ہیں جنہیں مسنی کی محاسن میسر نہیں فقط اسم کی مجالست پر قناعت  
 کرتے ہیں اور تم ہو کہ تمہیں مسنی کی مجالست پر بھی قناعت نہیں۔

**آغوشِ رحمت** | ہاں اگر کوئی حافظِ حق ہی ہوں کہ نہیں مسنی نظر آتا ہو  
 تو کیا کیا جائے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہمیں تو نظر نہیں آتا تو نظر  
 آنے کی کیا صورت ہے میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ تم ذکر برابر کرتے رہو یہی تمہاری  
 آنکھوں کا نسخہ ہے۔ یہی نسخہ ہے ایک دن تمہیں قلب کا بیجا بنا دیگا مولا نافرمانے ہیں  
 فرماتے ہیں :

بود دوائے دیدہ آمد نور ساز : شد ز بونے دیدہ یعقوب ساز  
 (خوشبود وہ چیز ہے کہ آنکھ کے لئے دوائے نور بنی ہے)

یہی ایک خوشبو سے یعقوب کا دیدہ کھل گیا تھا۔ جبکہ ایک دولت تمہارے متمنی سے  
 بڑھ کر ہے کیونکہ محبت میں تمنا یہ ہوتی ہے کہ محبوب اس بیٹھے اور اگر ہمت زیادہ ہو  
 ہو اس ہوئی تو یہ منت ہوتی ہے کہ محبوب میری بغل اور میرے احاطہ میں آجائے  
 تمہیں اس سب سے بڑھ کر ایک ایسی حالت میسر ہے جس کی تمنا کا کبھی احتمال بھی نہ ہوا ہوگا  
 وہ یہ کہ محبوب تمہیں اپنی بغل میں لئے ہوئے ہے کیونکہ فرماتے ہیں الا اند بکل مشی  
 محیط اوہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، اگر کوئی معشوق اپنے عاشق سے یہ کہے کہ ہر دم مجھے  
 گود میں لیتے ہو یا میں تمہیں گود لے لوں تو واللہ اگر کچھ سلامتی باقی ہے تو بچے گا کہ  
 میری ایسی قسمت کہاں کہ تو مجھے بغل میں لے کے بیٹھے اس لئے کہ بغل میں لینے والا  
 تو محب ہوتا ہے، ظالم اگر کسی کو تمنا ہوتی ہے تو محیط ہونے کی ہوتی ہے خدا کی  
 عنایت ہے کہ وہ تمہیں لے کر تمہاری تمنا کے آغوشِ رحمت میں یہاں گھیرے ہوئے ہے  
 کہ تم کسی آن میں اس سے باہر نہیں چڑھ سکتے، احمد سے بڑھ کر اسباب اور مجالست کیا ہوگی  
 اتنی بڑی دولت کے ہونے ہوئے تم یہ چاہتے ہو کہ ثمرات ہوں، حوال ہوں۔

ذوق ملے شوق ملے۔ اسکی یہی تہ ہے کہ

دست بوسی چوں رسیدار دست تہ پائے بوسی اندر میں دم شد گستاہ  
ترجمہ۔ بارگاہِ گرد دست بوسی کے واسطے کسی کو ہاتھ دیدے تو اس وقت میں قدم چڑھا

جرم ہے ۱۰

وزارت ملتی ہے مگر یہ کہتا ہے کہ نہیں مجھے تو جالی کھر پودو میں وزیر نہیں بنوں گا  
میں گھسیڑ رہی۔ ہوس کا جسے ذکر کی توفیق ہو جاتے ہیں بڑی دولت ہے، ہمارے نظر  
پڑھا کرتے تھے ۷

یام اور ایام جستجوئے میکنم ! حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم  
اس کو پاؤں یا پاؤں اسکی جستجو کرنا ہوں ملے یا نہ ملے آرزو کرنا ہوں۔  
یام بنانا ملے یا ہو ہے یعنی جسے یام سمجھتا ہوں اس کے اعتبار سے یام  
کہونکہ یہاں تو جستجو ہی یام ہے کسی بے خوب کہا ہے اگرچہ بے سمجھے کہا کوئی تعجب  
کی بات نہیں کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کہنے والے کا ذہن وہاں تک نہیں  
پہنچا جہاں سننے والے کا پہنچ جاتا ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
نے اپنی غزل کسی کو سنائی اس نے ایک معمول سے شعر کو مکرر پڑھو اگر سنا دو بڑی دیکھ  
تک مزے لیتا رہا۔ مولانا نے پوچھا کہیں ایسی کوئی بات ہے جس سے تمہیں لطف آ رہا  
ہے۔ اس نے ایک ایسے معنی بیان کئے کہ مولان کے ذہن میں بھی نہ تھے۔ خیر وہ قول یہ ہے  
تلاش یر میں رہنا مجاہد ہے یہی۔ تصور قد جاناں مشاہدہ ہے یہی  
سچی بات ہے ذکر و فکر ہی مشاہدہ ہے اور ارشاد ہے ف ذکر و فی اذکریم  
اتم ذکر میرا میں ذکر کروں تمہارا یہ خدا کو یاد کرنا ہے اور خدا اس کو یاد کرتا ہے پھر  
اتنی بڑی دولت کے ہوتے اور کیا چاہیے۔ عرض بعض ذاکرین ذکر غافل عن آخرات  
اذکر سے غافل کو ضائع سمجھتے ہیں۔ تو اس کا بھی جواب یہی ہے جیسا کہ میں ابھی بیان  
کر چکا ہوں سمجھ لیا چاہیے کہ پہلی مرتبہ کا ذکر بیکار نہیں ہے اس سے بھی نفع ہوتا مگر  
محسوس نہیں ہوتا۔ اخیر میں تو نفع محسوس ہوتا ہے وہ مجموعہ مدت کا نفع ہے۔

شیعوۃ زندان میں نے ایک برس سے پہلے کیا تھا ہے کہ علم کو سلوک میں مجاہدہ بہت کم کر پڑتا ہے۔ دیکھا کریہ سب زیادہ مجاہدہ کرتے ہیں حاکم طالب علمی کرتے ہیں وہ سب مجاہدہ ہی ہے سبحان للہ کسی بھی بات دانی بس دیا سلائی کو برسوں دھوپ سے چلے ہیں وہ ذرا سی گرمی پاتے ہی فوراً روشن ہو جاتے گی۔ اور جس نے کبھی دھوپ نہ دیکھی ہو عیسائی میں رہی ہو وہ بہت دقت سے جاتے گی اس وہ برسوں کی دھوپ اسی طرح طلب علم کی دوڑ دھوپ ضائع نہیں ہے آج اس کا اثر ہر جہاں ہو رہا ہے اور اگر اسکو ضائع سمجھ کر بطلالت اعتبار کی تو کھوئی رہی خوب فرمایا ہے

نار ہو در و تنعم ہر دراد بہ دست فاشقی شیعوۃ زندان سلاکش باشد  
ترجما: ہمیشہ وقت ناز و نعمت میں پلا ہوا راہ سلوک میں لے کر سکتا فاشقی وقت  
جھاکش لوگوں کا کام ہے

جو ناز و نعمت ہمیشہ و شہت ہمیشہ ہیں ان میں کچھ نہیں ملتا طالب علم ہی میں  
دیکھ لو جو نعم میں رہتے ہیں ان میں ناک بھی استعداد میں ہوتی۔

غیر محسوس نفع غرض کام کرتے رہو اثر تو غرض میں غرض محسوس نہ ہو تو ناامید ہو  
کر یہ نہ سمجھو کہ نفع ہیں ہو بلکہ نفع جمع ہو رہا ہے سب ایک  
دم سے مل جائے گا۔

اس کی لسی مشورے کہ یہ شخص کو ایک قیمتی ملاحظہ دینا ہے پانچ روپے کے  
ضرورت ہے اور دو آئے فی آمد ہے لسی صاحب بصیرت ملے ملا دیا کہ ایک ایک چھوٹے  
میں ڈالتے رہو جب پانچ روپے ہو جائیں گے تو ملو آجائے گا۔ اب کہ وہ پانچ روپے  
جمع ہونے سے پہلے چاہے کہ ملو آجائے تو یہ آسکتا ہے اے ناکرین تمہاری راز  
کی بارہ سببیں تھی ایک ایک میر ہیں۔ ہر جمع روپے کو حوتے حوتے جاتے ہو تو یکے  
نریہ دھمکے رہاں جب پانچ روپے ہو جائیں گے ملو فی تبادل ہائے فی عرض دہر ہوئی  
ہے سوئے دو دیونکہ دہر ہی حکمت حق سے ہوتی ہے سکی ایک حکمت حق تھاں نے

عسر فاروق @ رن اور

مولف کی مشوری سے مجھے مشکف کی ہے

میتوانم چہ کہ بے این انتظار رہ فیم داد بمع راہ گزار  
فرہم یعنی کھ کو قدرت ہے کہ بغیر انتظار کے راستہ دکھاوے اور راہ گزہ کو دکھاہر  
مکر دولت ۔

نار ای طہون دوراں واری بر رنج وصال پاہے  
ترہ نامہ زمانہ کے رنج وصال کے طوفان سے چھٹکارا پاہے وہی کے خزانہ کو حاصل کر  
یہ تیری ولادت مقہ بہت برآمد ازہ رنج و سفر  
ترہ میلان وطن کی لذت و لطف سفر کے رنج و محن و رداست کرنے کی مقہار ہے۔  
آنگہ از دزد و خویشاں رنوری کو غسری رنج و محنت بری  
ترہ اس وقت حویلی و اتار بیل و عیال کی صحبت کا عطف حاصل ہو سکتا ہے کہ مسافر  
یہ بہت سی تکلیفیں اور سختیاں اٹھائی ہوں۔

مبارک علیہ السلام میں جس کا بیٹا اس ہوا اور یہ اسے دوسرے ہو تو تعجب ہے کیونکہ وہ  
تبیح تہی و رکنا ہے پھر اپنی راتے سے کیوں کام لے ایک  
تھمس مومہ ملگو بن سے معیت تھے، بنوں نے ایک بار یہاں کچھ حاکم تھے سے کہا میں سے اہل  
کے تعلق تحقیق یاں کی کہے گئے حضرت مولانا نے بھی یہی فرمایا تھا میرا یہ خیال تھا کہ یوں ہی  
تہی و رکنا میں سے کہا معلوم ہوتا ہے کہ آپ مومہ کو خوش رہا سمجھتے ہیں مولانا کو کیا غرض کہ  
وہ تہا بن و شاہ کریں اس کو ان کی سنجیں کھن گئیں پھر انہیں اس بہ گئی سے توبہ  
روں اسی کے بعد خدا کے فضل سے انہیں نفع ہونا شروع ہو گیا جو تھمس شیخ کے تارے  
کے جد بھی دوسرے یہ سمجھو کہ وہ اسے شیخ نہیں سمجھتا بلکہ اپنے نفس کو شیخ سمجھتا ہے  
اور اسی کا تابع رہتا ہے۔ رہوں پر اعتماد کرنے کی ایسی مثال ہے کہ نہ سے عافیتی  
کہیں دعوت میں گئے تھے حسب و ہاں سے لوگے تو شاگرد کا ہاتھ پڑے ہوئے تھے اہل  
نہ نہ عافیتی کا کہی عافیتی ہی جیسے ہے اس خوبصورتی کی اس نے بھی کہا کھانی انہوں  
لے پھر یہاں خوب کھانی بہت تھلہ میں کے روکنے سے۔ روکنے اور قدم بڑھا کر حد ق میں



گھر پر ہے۔ تو پھنکے کر گنتیوں کیوں نہ کہا کہ یہ فطری خدق اندازے کو چاہیے کہ جس کے ہاتھ میں ہاتھ لے دیا ہے اسکی تعلیق کے تحقیق کے درپے نہ ہو۔ ہاں اگر کسی معقول مذہب سے اس پر امتداد نہ لے لے دوسرے کو ڈھونڈے۔ مریض اگر طبیب سے معیارہ کرنے لگے تو طبیب ہزار ہوں کو کبھی علاج نہ کرے گا۔ ہاں تھوڑے دنوں کی تعلیق کے بعد خود بخود تحقیق بن جاؤ گے مبارک ہے وہ تعلیق جو کامیاب کر دے اور منہوس ہے وہ تحقیق جو کامیاب رکھے۔

**منہوس تحقیق** | اس پر ایک مثل یاد آئی ایک حق کے اونٹ پر گون بھری ہوئی تھی۔ ایک مائل پسند ملا بار ہا تھا۔ اس نے کہا گون میں کیا ہے۔

حق نے کہا ایک طرف گیبوں ہے اور ایک طرف رگب۔ پوچھا رگب کیوں بھر رہے ہیں نے کہا تاکہ دونوں طرف کا دین برابر رہے۔ مائل نے کہا رگب نکال ڈالو اور ادھے آدھے گیبوں دونوں طرف بھر دو تب بھی یہ مقصود حاصل ہو جائے گا اور اونٹ کو راست لے لے گی۔ حق کی سمجھ میں آگیا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد خوش ہو کر مائل سے کہا تم بھی میرے اونٹ پر بیٹھ جاؤ۔ بہت اصرار سے وہ مائل اونٹ پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد اس حق کو خیال آیا کہ جب میں باوجود حق ہونے کے ایک اونٹ کا مالک ہوں تو یہ عقلمند ہے خدا جلنے اس کے پاس کس قدر روشی ہوں گے اس مائل سے پرچھا تمہارے پاس کتنے اونٹ ہیں کہا ایک ہی نہیں۔ پوچھا کتنی گائیں ہیں کہا ایک بھی نہیں پوچھا کتنی بکریاں ہیں کہا ایک بھی نہیں۔ پوچھا آخر کچھ بھی ہے کہا کچھ بھی نہیں۔ کہا ہزار ہا کر کے آپ میرے اونٹ سے آ رہا ہے اور میں آپ کے اسی منٹوے سے آ رہا ہوں آپ کی عقل نہایت منہوس ہے کہ جس نے آپ کو درط انداز (نگہ سستی کے جھٹور) سے رکھ لیا۔ کہیں ایسا نہ ہو اس کی خواست سے میں بھی مغس ہو جاؤں آپ جیسے عقلمند دوسے تو میں احمق ہزار درجے چھاکر ایک اونٹ کا مالک تو ہوئی اور یہ کہہ کر پھر اسی طرح ایک طرف گیبوں اور ایک طرف رگب بھر لیا۔

**حقیقی عقل** | حقیقت میں جو کچھ عقلی مومل الی اللہ کی طرف پہنچانے والی ہو وہ مبارک ہے اس عقل سے جو مانع ہو۔ بھولے بجائے اولیاء اللہ مقصود

عقل پرستی کے خلاف (۱۱) ۹۔  
 ملک پہنچ گئے اور واسطہ دیوان ٹھوکر کی کھاتے بھرتے عقل تحقیق میں وہ ہے جو ہر  
 جو اور حوالہ ہو تو اس کو تو یہ کہا جائے گا کہ

آزمودم عقل و در اندیش را بعد ازاں دیوان سازم خویش را  
 ترجمہ عقل و در اندیش کو بار بار آزمایا اسی کے بعد اپنے کو دیوانہ بنایا۔

یعنی جب عقل سے کام نہ چلا تو اپنے کو دیوانہ بنا دیا یہ مطلب نہیں کہ عقل سے بالکل کام  
 نہیں کیا کیونکہ یہ بھی تو عقل ہی کا کام تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ عقل سے کام لینے میں غلو  
 نہیں کیا۔

اسی کو کہتے ہیں

کفر طریقت

فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست

کفر است درین مذہب خود بینی و خود رائی

ترجمہ اپنی رائے اور فکر کو راہِ سلوک میں کچھ دخل نہیں ہے اس طریق میں خود بینی اور خود رائی  
 کفر ہے۔

تکیہ بر تقویٰ و دانش در طریقت کا فریاد را ہر دگر صمد ہزار د توکل باید شش  
 ترجمہ طریقت میں عقل و تقویٰ پر صمد کو نہ کفر ہے، و سلوک طے کر مالا اگر ستمیروں ہر  
 جانتا ہو پھر بھی اس کو توکل یعنی اپنے کو اہل اللہ کے پُر دکرنا چاہیے۔

توکل کے معنی سپردن خود بخدا اپنے کو حادثاتِ تعالیٰ کے پُر دکرنا ہیں اور اپنے کو اہل  
 اللہ کے پُر دکرنا یہ بھی عداہی کے پُر دکرنا ہے پس اپنے کو اہل اللہ کے پُر دکر دینا چاہیے ہی  
 عقل و رائے سے کام نہیں چل سکتا کیونکہ ہر طریق و صولف ہی دگر ہے، اگر کوئی می سب اپنے  
 دہرہ کا دریا میں قدم رکھے تو وہاں اسکی محاسبی کیا کام آسکتی ہے وہاں تو خواہی تیر و کی  
 کی ضرورت ہے۔

سجریست بحر عشق کہ بچیت کنارہ نیست ۹۔ آخری جزا کہ حال سجادہ عیارہ نیست  
 ترجمہ دریائے عشق ایسا دریا ہے کہ اس کا کوئی کنارہ نہیں ہے اُس جگہ جان سونہنے کے  
 مودا کوئی چہارہ نہیں ہے۔

یہاں جان سپرد کرنے کے معنی ہلاک نمودن، ہلاک کرنا، کئے نہیں ہیں، بلکہ معنی یہ ہیں کہ جان را بدست کئے سپردن تا از ہلاک محفوظ ماند، جان کسی کے ہاتھ میں دینا تاکہ ہلاکت سے محفوظ رہے۔ اگر تم نے اپنے کو کشتی والے کے سپرد کر لیا تو اس نئے کی سی مثال ہوگی جو ایک پہلی پر مٹی اہل و عیال سفر کو چلا راستہ میں ایک دیا پڑا آپ نے پہلی کندے کو دادی اور خود دریائے پانی کو مانس سے لپے لگے تو پانی کہیں پر گھٹنوں گھٹنوں تھا کہیں پر کمر کمر کہیں آدمی ڈوبا ڈوب کہیں آدمی ڈوبا کہیں اس سے کم اور کہیں اس سے زیادہ آپ نے سیٹھ پھسل لے کر حساب لگا کر پانی کی اوسط نکالی کہ کمر کمر ہے۔ ہمیں سے پہلی جاسکتی ہے۔ آپ نے پہلوان سے کہا کہ پہلی لے چلے۔ اب جو بھی میں پہلی پہنچی تو مٹی غلط کھانے سمجھے کہ حساب میں غلطی ہوگئی جھٹ نکال کر پھر دیکھا تو حساب صحیح تھا کہنے لگے، دیکھا جوں کا توں کینہ ڈوباکوں: حضرت خوب سمجھ لو کہ سلوک میں اپنی رائے سے درا میں پہلی کو ڈالنا اور اپنے کو ہلاک کرنا ہے۔ ہر جگہ اسی ٹیڑھ کی ضرورت ہے جو سب جگہ کے موافق ہو۔

**ضرورت تقلید** مولانا سے ایک حکایت ملتی ہے کہ ایک سوخی کشتی میں سوار ہوئے فن میں ایسے کامل نہ تھے مگر جھوپڑی کا جوش تھا جب تک آدمی مائل

نہیں ہوتا تو جھوپڑی کا جوش ہوتا ہے، چنانچہ ایک اور سوخی نماز پڑھ رہے تھے چند عورتیں آئیں اور انہوں نے کہا اسلام علیکم۔ انہوں نے کچھ خیال نہ کیا اور عادت کے موافق جواب میں دلیک اسلام کہا اور نماز میں مشغول ہو گئے نماز پڑھنے میں خیال آیا کہ میں اتنا بڑا سوخی مشہور ہوں مجھ سے ایسی صریح غلطی ہوئی اسکی تلافی کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی۔ نیت تو رکھ کر ان عورتوں کے پیچھے دوڑے اور ان کے پاس پہنچ کر کہنے لگے دلیک اسلام دلیک اسلام۔ یوں تو چاہیے، ان عورتوں نے خیال نہ کیا ہو مگر ان کے بدلے، گہائی کی طرح نازل ہوئے سے ضرور خیال کی ہو گا یہی تہجد راہ ہے

خیر وہ سوخی کشتی میں سوار ہونے تو مانتے سے کہنے لگے تمہیں کچھ سمجھ بھی آتی ہے بس لے کہا نہیں، آپ سے کہا، اصول تم نے اپنی، دلی عورتوں کی سب کشتی چلی تو تھا، سے ایک گرواب میں آگئی ملاج سے پوچھا حضرت یہ کچھ تیرا بھی جانتے ہیں، بدولے کہا نہیں۔

لاح نے کہا: فسوس آپ نے اپنی ساری عمر کھوئی۔ کشتی گداہیں ہے اس کے ساتھ آپ بھی ڈوبیں گے میں تو تیرا ہوا نکل جاؤں گا۔ یہاں نہ کام نہیں دے سکتی، یہاں محو کی ضرورت ہے، اگر تم بھی میری طرح فانی ابھر دریا میں فنا ہوتے تو دریا تم کو نہ ڈبواتا۔ تو ہر جگہ اپنی تحقیق کام نہیں آتی، بلکہ دوسرے کی تقلید کی ضرورت ہے۔ ہم اتنا پردہ چکے ہیں بہت سی کتابیں دیکھ چکے ہیں، مگر ہمیں اب تک نہیں معلوم کہ ربیع میں کیا بوتے ہیں اور ظریف میں کیا بوتے ہیں۔ یہاں ہمارا علم اور ہماری تحقیق کام نہیں دے سکتی بلکہ یہاں جاہل کاشتکاروں کی تقلید کام آ سکتی ہے اور اپنی تحقیق کے بھرپورے اناج بوئے لگیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ مشقت بھی ہوگی اناج بھی جائے گا اور کچھ بھی ہاتھ نہ لگے گا۔ بہر حال ہر فن کا اس کے جاننے والوں کو امام بناؤ اور انہیں کی تقلید کرو جب تقلید کر دگے تو تعبیل بھی نہ ہوگی کہ میں پانچ دن ذکر کرتے ہوئے اب تک احوال ظاری نہیں نہ کچھ کیفیات وارد ہوئیں اور دس دن گزار گئے، ابھی تک ثمرات حاصل نہیں ہوئے کیونکہ وہ رہ تعبیل سے رکھے گا اور اسکی تقلید کرنا پڑے گی۔

ایک مرتبہ ہم پر بھی دوسرے غالب ہوا کہ بات ہے مقصود جلدی سے کیوں نہیں حاصل ہو جاتا خدا کو ہماری طلب کا علم بھی ہے ہم پر رحمت بھی ہے ہم کو مقصود تک پہنچانے کی قدرت بھی ہے باوجود ان دو اعلیٰ کے پھر کیوں دیر لگتی ہے، اسی پریشانی میں شبنوی شریف جو کھول کر دیکھی تو سر صغہ پر یہ شعر نکلے یہ بھی نہیں کہ دو چار ورق اٹھ پڑے ہوں۔

چارہ سے جوید پتے من درد تو سے شنودم دوستی سے سرد تو  
ترجمہ: ترا درد میرے وصال کی چارہ ہوئی کہ روتا تھا اور کل گزشتہ رات میں تیری تو  
سرد کو بھی سناتا تھا

اے اس میں اس کے درد و طلب کو بھی مان لیا اور علم اور رحمت کو بھی مان لیا۔  
سے تو ائمہ ہم کہ جیسے این انتظار راہ نسایم داد ہم را و گزار

انہیں یہ بھی مان لیا کہ مجھے قدرت بھی ہے کہ بے نظار رہی دوں۔  
 تاریں طویل دورات واریں برسرِ گنجِ وصالِ مہمِ بانجوس  
 رہنماؤں کے رخ و نسیم کے طوفان سے چٹھارا یا کر میرے وصال میں کامیاب ہوا  
 نیک شیرینی و لذتِ مقدر بستِ بر اندازہ گنجِ سفر  
 ترجمہ: لیکن وطن کا لطف یا وصل کی لذت مجاہدہ و رنج و اہم برداشت کر کے برہے  
 حاصل جو بکا ہے کہ تجھ میں طلب بھی ہے جو میں رحمت بھی ہے، علم بھی ہے  
 قدرت بھی ہے جس کے مجموعہ سے شبہ پیدا ہو لیکن اس سب کے ساتھ حکمت بھی ہے  
 یہی جواب ہے۔

نہ از فرنا، نہ خویشتاں رزوی کز بے رخ و صفتِ بری  
 ہی سفر میں جتنی رست ہوگی اسی قدر وطن کی قدر ہوگی، جہاں سے لذت فرمایا کرتے  
 تھے کہ جہاں پانی تو نعمت ہے، وہی پیاس بھی نعمت ہے کیونکہ اسی سے پانی کی لذت  
 پینے کے پیاس پانی پو تو ناگوار ہوگا

حیاتِ تلافی میں ہے کہ جستِ حبِ علیؑ رہ جائے گی تو حق تعالیٰ سے عرض کر گئی  
 کہ آپ نے مجھے بھروسے کا وعدہ کیا تھا حق تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے کے لئے اسی  
 وقت ایک حقوق پیدا کر کے اس سے حق کو بھر دے گا، مولانا محمد یعقوب صاحبؒ  
 فرماتے تھے اس قوم کو جنت کا انعام نہیں آئے گا جتنا ہمیں آئے گا کیونکہ ہم نے  
 کبھی حلیف نہیں اٹھائی اور ہم دنیا کی مصیبتیں جھیل چکیں گے، اس لئے ہمیں جس رست  
 کی پوری پوری قدر ہوگی، سچ ہے لذتِ انورِ میوہِ نازدہ خداوندِ میوہِ انور کی لذت  
 میوہ جاتا ہے نہ تک میوہ، مولانا فیض الحسن صاحبؒ کو دہلی کے ایک تاجر زادہ نے اپنے  
 ہاتھ سے لٹا کر کھلایا، اس کے بعد مولانا سے داد چاہی، مولانا نے فرمایا کہ  
 یہ رتبہ کے کھانے سے کیونکر اندازہ ہو سکتا ہے کہ کیسا ہے ممکن ہے کہ اپنی نوٹی کے  
 لحاظ سے اچھا ہو ممکن کہ بُرا ہو کئی بار کھا کر کھلاؤ تو اندازہ ہو سکتا ہے، دائمی  
 ع و قصدِ ہائیں، الا شیعاء، ہیریا، پنی صد سے پہنچی حقی ہیں، اسی

طرح ہر ایک حب کسی مقام پر مشقت کے بعد پہنچتا ہے تو اس کی قدر ہوتی ہے اور  
انہیں کہتی ہیں اور بزرگانِ حال یہ قسا کہتا ہے  
دو دن روتی کھراڑ عقدہ نہ قائم دہندہ      واندراں ظلمت شب اس یقین دادند  
ترجمہ کل رات صبح کے وقت عقدہ و غم سے مجھ کو نجات دی شب کی ظلمت میں مجھ کو آسپا  
حیاتِ محنت

[illegible]

**قوتِ علم و عمل** | در واقع ہر قوم و مملکت کسی جانتے ہیں کہ اس کی کبریاں بڑھتی جاتی ہے یا کم ہوتی جاتی ہے؟ اس میں حدت و وحدت بھی بڑھتی جاتی ہے جس کی ایسی مثال ہے:

خود قوی تر سے سودھ کر کہنے  
پُرانی مشابہ میں خود تیرا، شرمیلی باقی ہے عاقل کردہ شرابِ بوالہ تعالیٰ کی جانب  
سے عطا ہوئی ہے

شراب جوں حوں پُرانی ہوتی جاتی ہے تیری بڑھتی جاتی ہے۔ اسی طرح اُس خدائی  
کاپیے والا بھی ک قیصل ہے

ہر چند پرستہ ولسِ ناتواں شدم : کاکہ نظر بروئے تو کر دم جوں شدم  
ترجمہ : تیرا بوجھا اور بہت باتوں ہو گیا ہوں جس وقت تیرے چہرہ پر طراوت  
ہوں جوان ہو جاتا ہوں ۔

یہاں پُرانا ہونے سے نور و طلال کچھ نہیں آتا حضرت حاجی صاحبؒ باوجود ضعف  
کے جب حقائق و معارف بیان فرماتے اُنکے کمر ٹیٹھ جاتے تھے اور جب بیاں فرما چکے تو  
ضعف سے آہ آہ کرتے تھے آخر یہ کیا چیز تھی جو تھوڑی دیر کے لئے تو قوت پیدا  
کر دیتی تھی وہ بھی فرسودہ پُرانے مضامین تھے اسی طرح علوم میں تو ہماری بھی یہی  
حالت ہو جاتی ہے مگر اعمال میں نہیں ہوتی روہاں اعمال میں بھی یہ حالت تھی کہ نزدیک  
میں ایک شب کے اندر پورا پورا قہر آن کھڑے کھڑے سُنا ہے یکد عجیب بات تھی ۔  
یوں تو یہ حالت تھی کہ بات کرنا بھی صوف کی وجہ سے دشوار تھا مگر ادھر نیت باندھی  
اور اللہ اکبر کیا معلوم ہر وہ ضعف کہاں چلا جاتا تھا حضرت اکیلے اخیر تک کھڑے رہتے  
تھے اور حافظ برابر بدلتے رہتے تھے بات یہ ہے کہ ان حضرات کو اعمال میں تازگی اور  
شگفتگی ہوتی تھی اور ہمیں اعمال میں تو لطف آتا نہیں مگر علمی باتوں میں مزہ ہوتا ہے اس  
لئے اُس میں ہم بھی قوت آ جاتی ہے ہر حال خدائی شراب گھستی نہیں فرسودہ نہیں ہوتی  
اور تعجب ہے کہ پُرانا روپیہ تو کالا ہونے کی وجہ سے کبھی نہیں چھوڑے ہو اور اللہ کے  
مضامین پُرانے ہونے کی وجہ سے چھوڑے ہو کیا اُس پرانے روپیہ کے برابر بھی نہیں ؟  
خیر یہاں ظاہر بھی یہ شبہ نہ کرو میں ایک نیا ہی مضمون بیان کروں

علوم و جدید

کتاب علیکم البصیرۃ کتاب علی الدین من قبلکم لعلم متقون  
ترجمہ : آیت کا یہ ہے ایمان والو تم پر وہ فرض کیا گیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں  
پر فرض کیا گیا تھا اس توابع و راکم متقی بن جاو ( اس تشبیہ میں اس کی رعایت کی

ہے کہ سہل ہو مانسے کیونکہ ایک تو ساعت میں رغبت ہوتی ہے اور ایک مرتبہ خوش  
 ہوتا ہے کہ ہم بھی دیکھیں دوسرے یہ کہ جب ہماری سال گنتہ خیرہ آئے ہم بہتر  
 امت ہو اے تو غایت بھی ہوتی ہے کہ ہم باوجود فضل ہونے کے ہی تعالیٰ کا وہ  
 کام کریں جو ہم سے بمصوب کر گئے تو گویا سہل قومیں ایک ایسی چیز سے گئیں جو ہمیں  
 اب تک نہیں دی گئی۔ انہیں ہم سے ایک بائیس مل دی تھی جس سے وہ بہت جلد  
 اپنا راستہ قطع کر سکتے تھے تمہیں بھی دیدی تاکہ تم ان سے پیچھے نہ رہ جاؤ۔ اسی لئے  
 فرمایا یٰمَنْتِبْ عَلَیْکُمْ تَمَّ بِرُفْرُفِیَ کَیْہِ۔ یہ خدا کی بڑی رحمت ہے کہ فرض کو دیا جس سے  
 کی ایسی سال ہے کہ کوئی شخص اپ اپنے بیٹے کو زبردستی سہل پلائے واقعی بڑی رحمت  
 ہے کہ فرض کر دیا کیونکہ جانتے تھے کہ انہیں اس کے نہیں کریں گے ہمارے والد صاحب نے  
 بچپن میں مجھے سہل پانا چاہا میں نے اس کا کیا جواب دیا کہ تو ایک روپیہ دیں گے  
 میں سامتا تھا کہ اب اگر اس کا روٹکا تو دھمکی دے کر پلائیں گے پھر روپیہ بھی مانے کا اور  
 پنا پڑے گا اس نے یہ لیا۔

حق تعالیٰ نے بھی ہماری ہی ضرورت اور ہماری ہی معلومات سے سہل تجوہ فرمایا  
 اور اس کے بیٹے پر تمام کا وعدہ فرمایا اور نہ بیٹے پر دھمکی بھی دی۔ اللہ نے کیا ٹھکانا  
 ہے اس غایت و شفقت کا۔ والد وجہ کے قابل ہے لو کہ ستار کی خوشی در سار گئی کی  
 زوں زوں پر کوئے نہ چتے ہیں۔ اسیوں انیس جس نہیں وجہ کی چیزیں یہ علوم ہیں  
 گر مٹی اور رمضان | بہ حال حد سے بہرہ روزہ اس سے فرض کیا کہ ہم اسے  
 کریں اور لوگوں کی یہ حالت ہے کہ کہتے ہیں کہ اب کے  
 بڑی مدت کی گری ہے روزہ کیسے رکھنا ہے۔ غایت میں وہ جس سے دن کیسے کٹے  
 صا خدا سے کیسے ماننا ہے کیا حد نے نہیں اپنی بات کا حکم دیا ہے تو تم سے نہ ہو سکے  
 کا لا یُطَافُ اللہُ لَیْسَ ہَا اَنْ تَقُوْیَ تَمَّ بِرُفْرُفِیَ کَیْہِ ہَا اَنْ تَمَّ بِرُفْرُفِیَ کَیْہِ  
 کا تو اس کی حق و اختیار میں ہو۔ وہ بات تو یہ رحمت ہے کہ اگر بادشاہ دایر نہ ہوتا تو صبر  
 ہوگا بہ حال تمہیں سہل کیا مگر صبر وہ پنا کام لینا چاہیں گے تو اس کے لئے ویسے



ہی ساراں بھی پیدا کر دی گئے گو تہا رہن بدگمانی کا متصف تو ہی تھا کہ خوب تیش ہوتا اور مدت سے گرمی پڑتی کہ انکہ حدیث قدسی میں ہے اَنَا عِنْدَ طَلْعِ غَسْبِ نَحْبِیْ ، میں اپنے بندے کے گمان کے موافق ہوں بخند کے ساتھ عیب گمان نہ ہو بعد وہاں ہی کہ دیتا ہے مگر یہ رحمت ہے سبحان اللہ کہ رمضان شروع ہوتے ہی گرمی رہی نہ وہ پکڑ رہی نہ وہ جس روز نہ وہ تیش رہی اور ایک دو سیرتر ہی استقدر گرمی تھی کہ میرے بچے کے قرار نہ تھا اور بغیر بار بار پانی پئے چین نہ تھا بھی پانی پلے کئے بیٹھے اور بھی پھر پیاس موجود کسی نہ رمضان کی بھی بڑی عیب برکت ہے کہ شروع ہوتے ہی عید کی ہونٹیں پھٹنے لگیں کوئی کیسی مثال ہو گئی ہے کہ ہے تو نہایت کٹوں مگر اسکی گولی و شکر بیٹھ گئی ہے کہ کوئی معلوم نہ ہو اور اس کا نفع حاصل ہو جائے اگر کوئی دیکھی باقی تب بھی کھانا پڑتی مگر یہ سب دیکھنا کہ جب تیز ہوا میں عیدیں تو روزہ رکھیں گے نہیں تو نہیں رکھیں گے یہ تو تمہیں راہ پر دکھا دیا اب برابر یہ کہتے رہو اگر عوارز بھی ہے تب بھی رحمت ہے تاکہ حرام میں سراسر کی قدر ہو اور سسر ہی ہو۔

بس کوئیوں سمجھو کہ بعض نے کھانے سے روک دیا چھپے ہوئے ہیں مثلاً فیرضی وغیرہ اور بعض نے گرم اچھے ہوئے ہیں مثلاً پلاؤ تو رمد وغیرہ بہ مال جو کچھ عطاروں سب رحمت ہے خواہ وہ سردی ہو یا گرمی۔

**تراویح اور پکھا** | مجھ سے سوال کیا گیا کہ تراویح کے اندر گرمی بہت لگتی ہے۔ پکھا باندھنا جائز ہے یا نہیں۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے ابتداء عمر میں اسے نامائز لکھا تھا مگر اب لوگوں کی حالت پر نظر کر کے لکھ دیتا ہوں کہ جائز ہے مگر خلاف ادب ہے کیونکہ اسکی تو اس ہی مثال ہے کہ صاحب کلکٹر کے جلاس پر کھڑے ہو کر اپنی عرضی سناتا ہے اس اور پیچھے سے نوکر کو کھڑا پکھا جھل رہا ہے اگر میراث دار منع کرے اور پوچھے کہ کیوں صاحب آپ منع کیوں کرتے ہیں کیا فلا قانون ہے۔ وہ جی کہے گا کہ خلاف قانوں تو نہیں ہے مگر خلاف ادب ہے اسی طرح سارا کو بھی حق تعالیٰ کے دربار کی عوامی عوامی توڑ گیا ہے اور عاصروں کو قیاس ہے کہ

حضور کی گونجی خواہی، زرد غافل متوجہ نظر : معنی مطلق من ہوتی دینا دنیا و مافیہا  
اگر خوب تحقیق کے دربار کی مصوری درتوب چہتے ہوتے کہ اس سے غافل مت ہونکہ  
اسکی طرف منوجہ رہو اور حسب اپنے محبوب کے اوقات کر دینی عبادت میں اسکی مشغول ہو تو دنیا و  
مافیہا کی طرف التفات مت کیا کرو۔

توبہ محبوب کے سامنے کھڑے ہو گئے تو کچھ کیسا دہل تو اپنا بھی ہوش نہ رہنا  
یہ ہے اور اکمال طرح سمجھ میں نہ آئے تو یوں سمجھو کہ تم سے پہلے بہت سے لوگ گزرتے جن  
میں امراء بھی تھے رؤساء بھی تھے۔ توبہ بھی تھے بادشاہ بھی تھے مگر ان کی بوائی ہوئی  
مساجد میں نہیں پکچھ کا نشان نہیں تھا بھلا نے اتنی بڑی دہلی کی مسجد تعمیر کرائی، اور خود  
بھی نماز کو آئے تھے مگر کبھی کبھی گویا عالمگیر نے ہزاروں مسجدیں بنوائیں اور خود  
بھی جماعت کے پابند تھے مگر کسی مسجد میں کبھی پناہ کا انتظام نہیں کیا درمیان کی مساجد  
میں ضرور پکچھ کے نشانات پائے جاتے۔ پھر پکچھ لگا، اعلیٰ درجہ کی صورت تبرک ہے  
کہ ہاں، دستاویز متواضع ہوئے یہ وہاں بھی نہیں ہوتے یہ مسجد سنا ہے کہ عہد عالمگیر کی  
بے بسیوں پکچھ تو پکچھ کہیں ہوا آنے کے سے بچھو کے تک نہیں اب تو میں خود  
کہہ دیتا ہوں کہ بھی مسجد بناؤ تو اس میں جھروکے اور کھڑکیاں رکھنا تاکہ نمازیوں کو رحمت  
ہے اور مسجد میں آنے سے نفس جیلے بہانے نہ کرے جیسا کہ پندرہ میں ایک بھونے بھانے  
تخص بیمارے بھوپاں سے آئے تھے کہنے لگے اب کے جمعہ کی نماز ہم پڑھائیں گے  
اور وہ خطہ پڑھیں گے حوا اول قدم مدینہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
پڑھا تھا۔ چنانچہ جمعہ آیا نماز پڑھانے کھڑے ہوئے اول تو وہ خطہ ہی ایسے طویل لہجہ  
سے پڑھا کہ لوگ اکسیں اُٹھ گئے تھے اس پر غضب یہ کہ پہلی رکعت میں سورہ ناف شروع کر  
دی گئی بہت تھی ریت شخص بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ایک شخص کو قے آنے لگی، اور ایک  
شخص میں کو زبردستی کر کے کچھ لوگ اتفاق سے اُسی روز مسجد میں نماز پڑھنے لائے  
تھے نیت توڑ دے یہ بتا ہو کہ ہم اسی سے تو نماز نہیں پڑھتے یہ جا اور وہ جا اور شبہ  
ہم میں بل جلی گئی کہ کرو ہی نماز پڑھائیں گے تو ہم کہیں، اور نماز پڑھ لیں گے

اسی لئے میں کہتا ہوں کہ جبر کے رکھو تاکہ ہو سکتی رہے۔ مگر اس ہوا میں اور اس  
پنکھے میں فرق ہے کیونکہ یہ قدرتی پنکھا ہے جو عبادت کے مافی نہیں ہے خلاف اس  
کے کہ اس میں خود میت کی شان پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ کوئی مادہ جھلکا ہے البتہ بجلی  
کے پنکھے میں مجھے اب تک تردد ہے اور غالباً وہ بھی خلاف ادب معلوم ہوتا ہے۔  
کہ شروع حرکت تو انسان کے فعل سے ہوتی ہے اور اگر بہت سی جی جاتا ہے تو خیر بجلی کا  
پنکھا لگاؤ البتہ ہے بڑی خطرناک چیز اگر ٹوٹ جاتا ہے تو کشتوں ہی کو زخمی کر دیتا ہے۔  
اچھا ہوا کہ یہاں نہیں ہے میں تو مبینی کلمتہ بھی گیا تو پنکھے کے عداۃ (مقابل) سے بچ  
کر مسجد میں کھڑا ہوتا تھا کہ اگر امام کے عداۃ مقابلہ میں کھڑے ہوئے کا ثواب نہ ملے گا  
تو اس کے ٹوٹنے کے عذاب سے تو بچا رہا تھا اسی سبب سے اس میں ہے کہ بلا اہتمام پنکھے  
کے بہت ماندہ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، وقتی ہے ذرا بھی حق تعالیٰ کی محبت کا پیکر ہو اسے  
سر دی گرمی کی کیا پرواہ ع از محبت تمہا شیریں شود  
ترجمہ: محبت سے تمہاں بھی گوارا ہو جاتی ہیں۔  
اور اہل محبت کی یہ حالت ہوتی ہے ۵

خوش وقت شوریدگان غمش : اگر ریش منیسہ و کور مہش  
ترجمہ: اس کے غم کے پریشان لوگوں کا کیا اچھا وقت ہے اگر رنجہ دیکھتے ہیں اور  
امیر مرجم رکھتے ہیں۔

گدایانے از بادت ہی لغور : بامیدش اندر گد کی صورت  
ترجمہ: ایسے فقیر کہ بادشاہی سے نفرت کر لیا اسکی امید برقیہ میں تعاملت کر لیا  
دامد شراب الم در کشند : وگر تیغ حنینہ دم در کشند  
ترجمہ: دم مسخ کی سزا پیتے ہیں اور جب اسیں رنج کی لڑو بہت دیکھتے ہیں تو  
عاموش رہتے ہیں۔

ہیں نماز میں تھوڑی مسکت اٹھائی اور اسد و علیہ و رحمۃ اللہ علیہ اور پنکھا سے  
لیا غرض خدا کا دونوں طرح مشاہدہ کریں۔ تان بدلی میں بھی تان سماں میں بھی ۵

از دست بخاریار شکایت نکلے کم گزشت غیبیے نہ دید لذتے حضور  
 ترجمہ: محبوب سے خدا کی شکایت نہیں اگر مُہدی نہ ہوتی تو وصل میں لطف و لذت نہ ہوتی  
 حضرت دیار اللہ کی قوتیں یہ ہوتی ہے کہ گناہیں تکلیف ہوتی ہے تو وہ اُس  
 میں بھی شکر کرتے ہیں کہ اس سے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی۔ مولانا فرماتے ہیں:   
 چونکہ قبض آمد تو دروے ببط ہیں تازہ ماش و صیں میگلن بر حبیب <sup>ملا</sup>  
 ترجمہ: جب قبض پیش آئے تو ہمیں سطر کا مل خط کرو حق و خرم رہو پیشانی پہل نہ  
 وہ قبض سے نہیں گھبراتے کیونکہ قبض میں بسط ہے غصہ یہ سب خدا کی رحمت ہے  
 اگر کوئی طبیب کہے کہ آج پانی نہ پینا ورنہ اس کا ہوا جائے گا۔ اُس نے تو ایک بیٹن  
 لو کہا تھا مگر یہ احتیاط کے مارے ڈوڈن چھوڑ دیں گے انہوں نے طبیب کے کہنے کی یہ وقعت  
 در خدا کے ارشاد کی یہ قدر خدا سے بے جا ح میں جو سہولت برتی ہے ایسا تو کوئی طبیب کر  
 سکتا ہے طبیب اگر کسی چیز سے پرہیز کرنا کہے تو یہ نہیں کر سکتا کہ عین ضرورت کے  
 وقت پرہیز کر لے۔ در ضرورت سے پہلے نہ کر لے بلکہ وہ حفظ ماقدم کے لئے جو  
 بچنے چاہے سے پرہیز کر لے کر لے لے ہیں اور پھر بعد تک تارن رکھتے ہیں یہاں یہ ہے  
 کہ جب میں ضرورت کا وقت ہو سہ وقت نہ کر دے دیا پرہیز کا۔

پھر اصل سے بڑھ کر حلف یہ کہ زمانہ پرہیز میں مد پرہیزی کی اجازت دے دی  
 جیسا کہ رسول میں اُن ہی مفطرات کی حازت دے دی کہ یَتَوَضَّأُ، یَتَغَشَّی، یَتَغَشَّی  
 الی الطبس (تہرات تک۔ ورنہ کو پورا سب کر دے) اور اس چیز کی خاصیت ہی بدل دی  
 نہ تھی دیر کے لئے اب وہ مضر نہیں ہو سکتی حکماء نے یونان کے یہاں سے بھی ایسا  
 نہیں ہو سکتا کہ دلیص کی مصلحت کی رعایت کر کے اُس چیز کی خاصیت بدل دیں پھر جب  
 تک اس کی خاصیت بدل رہی نہ وقت تو اس کے استعمال کی اجازت دے دی اور جب  
 اس میں دن اجازت حق اصلی خاصیت خود کر آئی یعنی دن قریب ہو تو پھر رد کر  
 دیا اور صُومَی ۱۰ اور نہ کھو دیا کہ بت کھو نہ چو۔

۱۱ راک ۱۱۱ | شاید کوئی پشہ کرے کہ قرآن مجید نازل ہوئے مسنگر و

برس ہو گئے تو کچھ حکم ہوا تھا ایک بار جو پکا روزہ روزہ منو منو اتم روزہ رکھو  
 کہا جاتا ہے فقہا حقیقت میں رتبہ عارف تھے وہ اسکی حقیقت کو خوب سمجھے وہ کہتے  
 ہیں کہ صوم کا سبب وجوب مشہور شہر امینہ کا مہر ہوتا ہے لہذا حب مشہور شہر چوگا تو  
 تقدیراً ہمیں امر ہوگا کہ منو منو اتم روزہ رکھو جس طرح جب تلہر کا وقت ہوگا تو ہمیں  
 تقدیراً امر ہوگا کہ منو منو اتم نماز پڑھو کیونکہ وقت ظہر و حجب ہے ان حج کا سبب  
 بیت اللہ ہے اور وہ چونکہ مکرر نہیں اس لئے حج بھی مکرر نہیں اور یہاں چونکہ یہ اسباب  
 مکرر ہوتے رہتے ہیں اس لئے اللہ کے مسببات بھی مکرر ہوں گے مگر تمہیں ادراک  
 نہیں ہوتا ان کے جیسے کان پیدا کرو تو تمہیں بھی ہر لمحہ کے وقت منو منو اتم نماز پڑھو  
 اور رمضان کے ہر دن میں منو منو اتم نماز پڑھو اس لئے کسی کو عارف روئی فرماتے ہیں  
 منسبہ اندر گوشت و گوشتیہ تا خطاب ارجحی را بشنویہ  
 ترجمہ: ان ظاہری کانوں میں جو انی درجہ کے حوالے سے ہیں روئی رکھ کر گوش باطن  
 کو درست کرو جب اس قابل ہو گئے کہ ارجحی کا خطاب بشنو  
 در عارف شیرازی فرماتے ہیں :-

الست از زل ہچنان نشان بگوشش      بفریاد قلوبا میسلے در خردش  
 ترجمہ: الست ہر یکم کی نہ ان عاشقان صادق کے کالوں میں ہنوز کیسی ہی ہے قلوبا  
 ملنی کی منہ یاد سے شور کر رہے ہیں۔  
 کہ جو الست بریکم ازل میں کہا گیا تھا وہ منقطع نہیں ہو اسی طرح وہ منو منو  
 و صوم منو اتم نماز پڑھو اور روزہ رکھو منقطع نہیں ہو آج بھی موجود ہے اور برابر  
 رہے گا۔ بل اللہ اکبر ہی اس کو دہاک کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں جب یہ ثابت  
 ہو گیا وہ شبہ جا رہا کہ کہا کہ ہر حکم پر ہیز کا ہوتا ہے۔

محکمہ نفع و ضرر | الغرض حق تعالیٰ کو ہائے صحت کھیں قد شفق ہے کہ  
 ہر ہیز کر : مگر مغروری دیکھ : اتم منو الصیام الی اللہ  
 لے کیا میں تب رات نہیں ہوں



سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہوت تھیں بونچتے ہیں کہ سچ ماؤں کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منافقین میں تو نہیں ستایا سچ ہے

باسایہ نرا محب پسندم ۔ عشق است و ہزار مدگانی  
ترجمہ: عشق میں ہزاروں مدگیاں ہوتی ہیں اس لئے محبوب کے سایہ کے ساتھ نہ  
میری عشاق پسند ہیں کرتے

جو مرتا تھا تو اس کے ہمارے یہ جب شریک ہوتے جب یہ دیکھ لیتے کہ خدیجہ بھی  
شریک ہیں بات یہ ہے کہ محبوب کون ہے اسکی مثال یہ ہے۔ لَا يُشْتَلُ عَمَّا يَقُولُ  
وَهُمْ يَشْتَلُونَ (جو کہہ کرنا ہے اس سے کوئی بار پرس نہیں کر سکتا اور اوروں سے باز پرس  
کی جا سکتی ہے) تو منہ سے اس واسطے بڑھایا کہ صحابہ کو یہ کیفیت بھی میسر ہو کیونکہ ناز  
و لڑائی قرب نہیں ہوتا قرب اہل نیا کو ہوتا ہے اسی واسطے تمام بنیاسا اہل یار ہوئے  
ملتہ ناقصین ناز بھی کرنے لگتے ہیں سہار نیوہ میں ایک دفعہ شدت کی مار تیس ہو رہی تھی  
ایک مجذوب کہنے لگے اس کرسمس کو کیا مار ڈالے گا یہ کہتے ہی بس فوراً ہاتس لڑکائی  
وہ صاحبِ عالم تھا غیر مہتمم بال کو ایسا چاہئے

مار دوئے بسا یہ مجھو درد ۔ چوں مداری گرد بد خوئی مگر  
ترجمہ: مار کر دے کے لئے گلاب جیسے پہرہ کی ضرورت ہے۔ جب تم یسا پہرہ نہیں رکھتے  
بد خوئی کے پاس بھی نہ ساد

سو یہ وہ کلمہ تھا جسے انبیا بھی نہیں کہہ سکتے مگر دلوں کے مرتبہ میں بہت فرق  
ہے محذوبوں کی تو ایسا سمجھ بھولے بچے کیسی مثال ہے اگر وہ آپ کی ڈاڑھی بھی نوچے  
تو۔ آپ کو آگور ہوتا ہے۔ عرنائے ادبی سمجھی جاتی ہے اور امیاء کی سمجھدار ٹیٹے بیٹے  
کیسی مثال ہے اس کی مثال ہمیں کہ آپ کی ڈاڑھی میں ہاتھ ڈال سکے مگر جو قرب اسے  
ہے اپنے بایں سے وہ اس بھولے بیٹے کو بگڑ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ حوال لڑکا باپ کا مشیر  
ہے اسی طرح محذوب کو ہرگز وہ قرب نہیں ہوسا نک کہ ہے

عرض تمام نیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہر مادہ و شاعر تو اس کے پھر بھی ہیں ہمیں

در یہی نکتہ ہے مٹھٹھ کے بڑھانے میں کہ بیمار کی صورت دیکھنا چاہتے ہیں درناز کو پسند نہیں کرتے۔

اسی طرح یہاں بھی لفظ "فرمایا" کہ کوئی خدا کو مقروض نہ سمجھنے لگے بل شکت کا یہ بہ سبب ہے کہ لا یجوز علی اللہ شئی واللہ تعالیٰ پر کوئی کمیز واجب نہیں مگر معزز اور محفل گئے اور اس کے قابل ہونے کو حق تعالیٰ پر واجب ہے کہ طاعت پر ثواب دے اور معصیت پر عذاب دے۔ ہمارے نزدیک خدا پر کچھ بھی واجب نہیں اور جہاں کہیں نصوص میں حق علی اللہ واللہ تعالیٰ پر حق ہے آیا ہے اس کے معنی مستاجر حق کے ہیں یعنی حق تعالیٰ اس طور پر اسے پورا فرمادیں گے جیسے کوئی واجب کرنا کرنا ہے حدیث شریف میں آیا ہے اگر خدا تعالیٰ تمام مخلوق کو دوزخ میں ڈال دیں تب بھی وہ غیر ظالم ہوں گے وچہرہ کی یہ ہے کہ ظلم ملک غیر میں تصرف کرنے کو کہتے ہیں اور یہ سب انہیں کی ملک میں وہ جس طرح چاہیں تصرف کریں غرض وہ جو بھی کریں سن ہے ۷

کفر بہ نسبت سنی حق حکمت است اور بہ نسبت کفر آفت است  
اکثر خالق کے، قہار سے حکمت ہے اور اگر ہمارے طرف نسبت کر دو کفر آفت ہے  
یعنی کفر بھی انہیں کا پیدا کیا ہوا ہے کیونکہ کفر کا پیدا کرنا تو سن ہی ہے ہاں  
صدور اس کا قبیح ہے کیونکہ کفر کے پیدا کرنے میں ممکن ہیں اور کفر کے صدور میں  
کوئی حکمت نہیں ۷

درکارانہ عشق رکفر اگر براحت ۷ عشق کرا بسوزد کہ بوجہ سبب نباشد  
تجدد عشق کے کارخانہ میں کفر کا ہونا ضروری ہے، دوزخ میں کون جہاں اگر بوجہ سبب  
اگر نعرہ ہوتا تو عالم ناقص رہ جاتا جس طرح کوئی علی درجہ کی کڑھی ہو مگر اس  
میں پانچہ کی جگہ ہو تو وہ ناقص ہے۔ یہاں سے یہ بھی سمجھ لو کہ جب دوسرے کے افعال پیدا  
کرے میں ممکن ہیں تو خود اپنے افعال میں تو بدرجہ اولیٰ درمیشمار حکمتیں ہوں گی۔ بہر حال  
یہ ظاہر کرے کے لئے کہ حق تعالیٰ پر کسی کا حق نہیں، لیکن بڑھایا ہے تو بے معنی یہ  
ہو گئے کہ تم امید دار آفتونی کے ہو یہ تو تمہید تھی بلا قصد مدح ہو گئی خیر اس میں بھی بہت



سے ضروری اور مفید مضامین آگئے۔

## احکام اسرار

اب میں اس مضمون کو شروع کرتا ہوں جو مقصود البیان ہے  
 لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ اس کا مفعول مخدوف ہے یا تو اَلتَّقَاتِ  
 اس کا مفعول ہوگا اَلتَّقَاتِ یعنی مگر دونوں کا حاصل ایک ہے کیونکہ ہمارے بچنے کے لئے  
 اولاً معاصی سے بچنا ضروری ہے اسی طرح معاصی سے بچکر ہمارے بچ سکتے ہیں لیکن یہاں  
 یہ سوال ہو سکتا ہے کہ معاصی سے بچنے میں روزہ کو کیا دخل ہوا۔ اطہار ملتے ہیں کہ اشیا  
 کی تاثیر و طرح پر جو کہ ہے کوئی شے موثر یا کیف ہوتی ہے اور کوئی شے موثر یا کیفیت  
 بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ تمام اشیا و موثر بالخاصیت ہی ہیں کیونکہ اگر موثر بالکیفیت ہوتی  
 تو ایک ہی درجہ کی تمام اشیا ایک ہی اثر کرتی یعنی جو اشیا پہلے درجہ میں گرم ہیں ان  
 سب کا ایک ہی اثر ہونا چاہیے تھا اور جو دوسرے درجہ میں سرد ہیں ان سب کا بھی ایک ہی  
 اثر ہونا چاہیے اور جو اشیا تیسرے درجہ میں خشک ہیں ان کا ایک اثر ہونا اور جو چوتھے  
 درجہ میں تر ہیں ان کا ایک اثر ہونا ہے۔ جب ہم یہ دیکھ لے ہیں کہ ایک ہی درجہ کی  
 اشیا اثر میں مختلف ہو جاتی ہیں تو معلوم ہوا کہ ان کی تاثیر بالخاصیت ہے اور نہ کوئی  
 طلب کے خلاف نہیں بلکہ یہ مسئلہ تو فلسفہ کا ہے اسیس کوئی امر ظرف لازم نہیں آتا سو ہم  
 سے یہ سوال کہ معاصی سے بچنے میں روزہ کو کیا دخل۔ اس وقت ہو سکتا ہے جب ہم یہ  
 کہیں کہ روزہ موثر بالکیفیت ہے اور اگر ہم موثر بالخاصیت کہیں تو یہ سوال ہی نہیں ہو  
 سکتا۔ اسی طرح جس قدر عبادات کے آثار بیان کئے گئے ہیں سب ان عبادات کے  
 آثار بالخاصہ ہیں۔ مجھے ان لوگوں کے حال پر زیدہ افسوس ہے جو منافقت سنت  
 ہیں اور پھر سلامت روی کو بھول کر کج روی اختیار کرتے ہیں کہ ہر چیز کے حکم و امر  
 اپنی طرف سے بیان کرتے ہیں اور اس پر فرماتے ہیں یہ طریق نہایت خطرناک ہے  
 اس میں آدمی بہت گمراہ ہو جاتا ہے مثلاً فرض کہ وہ تم نے جماعت کی حکمت بیان کی  
 کہ اس میں مسکن اتفاق سے ایک جگہ جمع ہوتے ہیں آپس میں محبت بڑھتی ہے فرض  
 محرو کہ محبت اتفاق آپس میں پیدا نہ ہو یا بدولت جماعت کے کسی دوسری تدبیر پیدا ہو

جائے تو دیا جماعت کو چھوڑ دیں گے اس شخص سے البتہ اندیشہ ہے جس نے جماعت کو اس حکمت پر مبنی کیا ہے کہ یہ چھوڑ بیٹھے گا خلاصہ یہ کہ تمام احکام کا مبنی حکمت کو مذکور ہے لیکن تمہاری سوچی ہوئی حکمتوں پر مبنی نہیں کیونکہ یہ صلب نئی ہیں اگر کسی شخص کی سمجھ میں حکمتیں آنے لگیں تو مبارک ہے مگر ان حکمتوں پر احکام کو مبنی کرنا خطرناک ہے اور ان کو فنی تو مبنی سمجھنا ضروری ہے خلاصہ یہ کہ ہمیں تو تمام احکام کا مبنی یہ سمجھنا چاہیے کہ قال اللہ تعالیٰ اے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے میں یہ نادمہ ہے کہ اگر حکمت سمجھ میں نہ آئے گی تو یہ تو سمجھے گا کہ ۵

زندہ کئی عطا کرے تو دیر بہر کسی فدا کرے تو بہ دل شہدہ مبتلا کرے تو بہر کئی رضائے تو ترجمہ زندہ کریں یہ آپ کی عطا ہے اور اگر قتل کریں آپ پر نہ ہوں دل آپ پر مبتلا ہے جو کچھ کریں میں آپ سے راضی ہوں۔

خدا کے احکام تو ہمیں ہر صورت میں ماننا چاہئیں خواہ حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے دنیٰ کسی عورت پر اگر کوئی عاشق ہو جائے اور وہ کہے کہ میں دھندلے ہو کر نہا ہوں تو یہ بیس دفعہ پلٹنے پر تیار ہو جائے گا اور اس کے دل میں دوسرے بھی نہ گزریں گے گا کہ اس

خطبہ کی لم دلت دریافت کرے رقیب اور دشمن کی بات ہے کہ ایک بازاری عورت کی تو اس قدر محبت اور خیر کی ذرا بھی محبت نہیں خدا کے ساتھ تو یہ برتاؤ ہونا چاہیے کہ زبان تازہ کر دن با قسور تو یہ نیکی گنہگار صلت از کار تو

ترجمہ آپ کی ربوبیت کا اقرار کرنا آپ کے کاموں میں عین نکالنے کو مانع ہے اور اگر عین نکالو گے تو کہاں تک نکالو گے خلاصہ یہ کہ اصل وجہ فرضیت صوم کی یہ ہے کہ خدا کا حکم ہے۔

اس کے بعد ہمیں کسی علت کے دریافت کر دیکھا حق نہیں بلکہ ترجمہ تاثر روزہ | اگے خود ہی فرمایا لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ اب اگر کوئی کہے صوم پر تقویٰ کیونکر متب ہوا تو ہم کہہ دیں گے کہ نار سے بچنا تو بوجہ اسط تقویٰ عن المعاصی (مکئی ہو سکتے ہیں) والا کہ ہے مگر معاصی سے بچنے میں روزہ کو کیا دخل ہے اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ روزہ کی خاصیت ہے چنانچہ تجربہ کر لو اور متاہدہ کر لو جو

لوگ رمضان سے پہلے کیسے ہی نیت و نحر میں مبتلا ہوں مگر رمضان میں ضرور کمی کر دیتے ہیں۔ غار بھی بڑھ دیتے ہیں تلاوت بھی کرنا لگتے ہیں تو جتنی دیر ال جہالت میں لگے رہتے ہیں معاصی سے بچے رہتے ہیں۔ ایک جو — تو اس سوال کا یہ ہوا کہ معاصی سے بچنے میں روزہ کو کیا دخل — ؟ دوسرا جواب اور ایک ہے جلی ایک تو مشہور فقہ بر ہے اور ایک تو تعالیٰ نے ایسے نفل سے میرے طلب پر وار د کی ہے جو تقریر کو یہ ہے جسے امام ۲؎ الی وغیرہ صریح لکھا ہے کہ روزہ سے قوت مہمہ گھٹ جاتی ہے کیونکہ لذات و شہوات کو جھوڑا پڑا ہے اور بی چیر یا ناہ کاہت نہیں رہے قلب پر حرقہ بر دار ہونے سے وہ اصل سے ناریے اور باہر ایک شمار ہے وہ نہ کہ شہوات اور لذات میں کمی کی ہوں ہم یو چیتے ہیں کہ رات کو پہلے کھانا چوڑے مشورہ ہونا غار سے باہر نہ آکر صابر ہے تو قوت مہمہ کچھ کمی میں لگتی کیونکہ رات کو نیت سے لوگ اس قدر رخصتے ہیں کہ ایک دن یا یا پڑھوں لی فرصت ہو جائے کس قدر بر بہ تو روزہ کا منع نہ ہوتا اور کی رات کو بھی منہ بند ہو آ اور اگر نا با اثر ہو تو نفس نے عافیت مار رہا ہے

سوال سوم: جواب ہے نہیں کھلے بڑے بڑے لوگوں کو یہ سنیں اور یہ دلیل بات کا قائل ہونا پڑا درود یہ کہ رات کو بھی کچھ کھائے کیونکہ اگر کسی نے تو نجات سوم حاصل نہ ہوگی لفظ یہ توجیہ رکھیں اور آداب سے متعلق حقیقت میں امداد یہ کہ رسول یہ ہے کہ نہیں روزہ میں تغلیل طعام کی ترغیب دی گئی ہے یا نہیں اگر ان کی ہے تو کیا ہے ہم نے تو جو دیکھتے ہیں تلاقی یا نہیں یہ دلائل یا تو اس سے خلاف و کلام اس کے لئے احتیاجی بسبب اس لئے احتیاجی ہے اھامہ جو بھی اس وقت تک کہ کہ سفید خط یعنی نو روزہ صحت سے متعلق ہونا ہے، دروں حادث میں تغلیل طعام کی مضیقات دئی ہے وہ عام ہے اور رازہ سے صحت اسلی تخصیص نہیں ہو سکتی سوال کا جواب ہے کہ روزہ کے اندر تغلیل طعام کی خصوصیت کے ساتھ کیا دلیل ہے یہ سوال کیا پڑے گا۔ نص میں ترغیب نہیں دی گئی یہ ممکن تھا میں سے تو اب اس پر تعلیم

بنوی پر شب ہو گا کہ اتنی بڑی بات آپ نے میں فرمائی ہاں اس غلو پر تمہارے تقریر سے  
یہ شبہ رفع ہو سکتا ہے مگر اس پر توڑ دے والا قوت بہیمہ کم کھانا نہیں بلکہ اس قوت  
بہیمہ محاذ یعنی ترک عادت ہے کہ اس وقت طبیعت کو کفر غمی غذا سے غلط بنانے کی  
اس وقت اسکو اجنبی سمجھ کر کون محاذ قوت بہیمہ منکر ہوگی

یہ اللہ صواب معلوم ہوتا ہے چنانچہ متاہد بھی ہے کہ مادہ شب کو تو مع ہونے  
کے آخر رمضان میں اس قدر ضعف ہوتا ہے اور کسی پر عاجز من الکات انکاح سے  
عاجز کے لئے صوم کا محاذ تو یہ ذرا یا لگتا ہے پھر اس پر اس کا قائل ہونا یا شبہ کا کہ  
رمضان میں رات کو کھانا ور نہ نایت حاصل نہ ہوگی بلکہ اس کا قائل ہونا صحیح نہیں  
معلوم ہوتا۔

اور تقریر پرفانی تعالیٰ نے انہیں مذاکرات کی برکت سے میرے کتب پر وارد کی ہے  
انہیں ایسا اور کسی بھی نہ تصور کرنا سوال سے پیچھے میں وصل اور طاعت سے بھی  
ہے وہ یہ ہے کہ نہیں بلکہ شرف و کفر سے بھارت سے لئے مابجا عذاب ہا دل ہے مگر  
اک نزل و خدا سے ہے میں وقوف عذاب کو نکل نہیں تصور عذاب کو نکل ہے کہ یہ  
سوچنا کہ عذاب الہی ہو کا سبب نہ باقیہ ترک کفر و نزل باقیات تقویٰ حقیقت  
صوم کو بھی معافی سے پہنچتا نہ دھما ہے مشہور ثقہ بر کا حاصل تو یہ نہ ہو ایسی  
معیت نہ ہو۔ اس کا اثر معافی سے روکتا ہے اور سنا ہے یہ حاصل یہ ہے کہ  
صوم اس ایسی شے ہے کہ اس کی ذیت کا تصور ہاں سے روکتا ہے کسی کو تقابل

ع کما فی محمد صالح من ابواب صوم سعدان حلیہ ۵۵۱ در باب اعطاء ثواب  
حد ہدی دیکھا ہوا ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵۸ ۱۵۵۹ ۱۵۶۰ ۱۵۶۱ ۱۵۶۲ ۱۵۶۳ ۱۵۶۴ ۱۵۶۵ ۱۵۶۶ ۱۵۶۷ ۱۵۶۸ ۱۵۶۹ ۱۵۷۰ ۱۵۷۱ ۱۵۷۲ ۱۵۷۳ ۱۵۷۴ ۱۵۷۵ ۱۵۷۶ ۱۵۷۷ ۱۵۷۸ ۱۵۷۹ ۱۵۸۰ ۱۵۸۱ ۱۵۸۲ ۱۵۸۳ ۱۵۸۴ ۱۵۸۵ ۱۵۸۶ ۱۵۸۷ ۱۵۸۸ ۱۵۸۹ ۱۵۹۰ ۱۵۹۱ ۱۵۹۲ ۱۵۹۳ ۱۵۹۴ ۱۵۹۵ ۱۵۹۶ ۱۵۹۷ ۱۵۹۸ ۱۵۹۹ ۱۶۰۰ ۱۶۰۱ ۱۶۰۲ ۱۶۰۳ ۱۶۰۴ ۱۶۰۵ ۱۶۰۶ ۱۶۰۷ ۱۶۰۸ ۱۶۰۹ ۱۶۱۰ ۱۶۱۱ ۱۶۱۲ ۱۶۱۳ ۱۶۱۴ ۱۶۱۵ ۱۶۱۶ ۱۶۱۷ ۱۶۱۸ ۱۶۱۹ ۱۶۲۰ ۱۶۲۱ ۱۶۲۲ ۱۶۲۳ ۱۶۲۴ ۱۶۲۵ ۱۶۲۶ ۱۶۲۷ ۱۶۲۸ ۱۶۲۹ ۱۶۳۰ ۱۶۳۱ ۱۶۳۲ ۱۶۳۳ ۱۶۳۴ ۱۶۳۵ ۱۶۳۶ ۱۶۳۷ ۱۶۳۸ ۱۶۳۹ ۱۶۴۰ ۱۶۴۱ ۱۶۴۲ ۱۶۴۳ ۱۶۴۴ ۱۶۴۵ ۱۶۴۶ ۱۶۴۷ ۱۶۴۸ ۱۶۴۹ ۱۶۵۰ ۱۶۵۱ ۱۶۵۲ ۱۶۵۳ ۱۶۵۴ ۱۶۵۵ ۱۶۵۶ ۱۶۵۷ ۱۶۵۸ ۱۶۵۹ ۱۶۶۰ ۱۶۶۱ ۱۶۶۲ ۱۶۶۳ ۱۶۶۴ ۱۶۶۵ ۱۶۶۶ ۱۶۶۷ ۱۶۶۸ ۱۶۶۹ ۱۶۷۰ ۱۶۷۱ ۱۶۷۲ ۱۶۷۳ ۱۶۷۴ ۱۶۷۵ ۱۶۷۶ ۱۶۷۷ ۱۶۷۸ ۱۶۷۹ ۱۶۸۰ ۱۶۸۱ ۱۶۸۲ ۱۶۸۳ ۱۶۸۴ ۱۶۸۵ ۱۶۸۶ ۱۶۸۷ ۱۶۸۸ ۱۶۸۹ ۱۶۹۰ ۱۶۹۱ ۱۶۹۲ ۱۶۹۳ ۱۶۹۴ ۱۶۹۵ ۱۶۹۶ ۱۶۹۷ ۱۶۹۸ ۱۶۹۹ ۱۷۰۰ ۱۷۰۱ ۱۷۰۲ ۱۷۰۳ ۱۷۰۴ ۱۷۰۵ ۱۷۰۶ ۱۷۰۷ ۱۷۰۸ ۱۷۰۹ ۱۷۱۰ ۱۷۱۱ ۱۷۱۲ ۱۷۱۳ ۱۷۱۴ ۱۷۱۵ ۱۷۱۶ ۱۷۱۷ ۱۷۱۸ ۱۷۱۹ ۱۷۲۰ ۱۷۲۱ ۱۷۲۲ ۱۷۲۳ ۱۷۲۴ ۱۷۲۵ ۱۷۲۶ ۱۷۲۷ ۱۷۲۸ ۱۷۲۹ ۱۷۳۰ ۱۷۳۱ ۱۷۳۲ ۱۷۳۳ ۱۷۳۴ ۱۷۳۵ ۱۷۳۶ ۱۷۳۷ ۱۷۳۸ ۱۷۳۹ ۱۷۴۰ ۱۷۴۱ ۱۷۴۲ ۱۷۴۳ ۱۷۴۴ ۱۷۴۵ ۱۷۴۶ ۱۷۴۷ ۱۷۴۸ ۱۷۴۹ ۱۷۵۰ ۱۷۵۱ ۱۷۵۲ ۱۷۵۳ ۱۷۵۴ ۱۷۵۵ ۱۷۵۶ ۱۷۵۷ ۱۷۵۸ ۱۷۵۹ ۱۷۶۰ ۱۷۶۱ ۱۷۶۲ ۱۷۶۳ ۱۷۶۴ ۱۷۶۵ ۱۷۶۶ ۱۷۶۷ ۱۷۶۸ ۱۷۶۹ ۱۷۷۰ ۱۷۷۱ ۱۷۷۲ ۱۷۷۳ ۱۷۷۴ ۱۷۷۵ ۱۷۷۶ ۱۷۷۷ ۱۷۷۸ ۱۷۷۹ ۱۷۸۰ ۱۷۸۱ ۱۷۸۲ ۱۷۸۳ ۱۷۸۴ ۱۷۸۵ ۱۷۸۶ ۱۷۸۷ ۱۷۸۸ ۱۷۸۹ ۱۷۹۰ ۱۷۹۱ ۱۷۹۲ ۱۷۹۳ ۱۷۹۴ ۱۷۹۵ ۱۷۹۶ ۱۷۹۷ ۱۷۹۸ ۱۷۹۹ ۱۸۰۰ ۱۸۰۱ ۱۸۰۲ ۱۸۰۳ ۱۸۰۴ ۱۸۰۵ ۱۸۰۶ ۱۸۰۷ ۱۸۰۸ ۱۸۰۹ ۱۸۱۰ ۱۸۱۱ ۱۸۱۲ ۱۸۱۳ ۱۸۱۴ ۱۸۱۵ ۱۸۱۶ ۱۸۱۷ ۱۸۱۸ ۱۸۱۹ ۱۸۲۰ ۱۸۲۱ ۱۸۲۲ ۱۸۲۳ ۱۸۲۴ ۱۸۲۵ ۱۸۲۶ ۱۸۲۷ ۱۸۲۸ ۱۸۲۹ ۱۸۳۰ ۱۸۳۱ ۱۸۳۲ ۱۸۳۳ ۱۸۳۴ ۱۸۳۵ ۱۸۳۶ ۱۸۳۷ ۱۸۳۸ ۱۸۳۹ ۱۸۴۰ ۱۸۴۱ ۱۸۴۲ ۱۸۴۳ ۱۸۴۴ ۱۸۴۵ ۱۸۴۶ ۱۸۴۷ ۱۸۴۸ ۱۸۴۹ ۱۸۵۰ ۱۸۵۱ ۱۸۵۲ ۱۸۵۳ ۱۸۵۴ ۱۸۵۵ ۱۸۵۶ ۱۸۵۷ ۱۸۵۸ ۱۸۵۹ ۱۸۶۰ ۱۸۶۱ ۱۸۶۲ ۱۸۶۳ ۱۸۶۴ ۱۸۶۵ ۱۸۶۶ ۱۸۶۷ ۱۸۶۸ ۱۸۶۹ ۱۸۷۰ ۱۸۷۱ ۱۸۷۲ ۱۸۷۳ ۱۸۷۴ ۱۸۷۵ ۱۸۷۶ ۱۸۷۷ ۱۸۷۸ ۱۸۷۹ ۱۸۸۰ ۱۸۸۱ ۱۸۸۲ ۱۸۸۳ ۱۸۸۴ ۱۸۸۵ ۱۸۸۶ ۱۸۸۷ ۱۸۸۸ ۱۸۸۹ ۱۸۹۰ ۱۸۹۱ ۱۸۹۲ ۱۸۹۳ ۱۸۹۴ ۱۸۹۵ ۱۸۹۶ ۱۸۹۷ ۱۸۹۸ ۱۸۹۹ ۱۹۰۰ ۱۹۰۱ ۱۹۰۲ ۱۹۰۳ ۱۹۰۴ ۱۹۰۵ ۱۹۰۶ ۱۹۰۷ ۱۹۰۸ ۱۹۰۹ ۱۹۱۰ ۱۹۱۱ ۱۹۱۲ ۱۹۱۳ ۱۹۱۴ ۱۹۱۵ ۱۹۱۶ ۱۹۱۷ ۱۹۱۸ ۱۹۱۹ ۱۹۲۰ ۱۹۲۱ ۱۹۲۲ ۱۹۲۳ ۱۹۲۴ ۱۹۲۵ ۱۹۲۶ ۱۹۲۷ ۱۹۲۸ ۱۹۲۹ ۱۹۳۰ ۱۹۳۱ ۱۹۳۲ ۱۹۳۳ ۱۹۳۴ ۱۹۳۵ ۱۹۳۶ ۱۹۳۷ ۱۹۳۸ ۱۹۳۹ ۱۹۴۰ ۱۹۴۱ ۱۹۴۲ ۱۹

ہو تو روزہ کی حقیقت میں غور کرے کہ کیا ہے روزہ کی حقیقت ہے نہ کھانا پینا بیوی  
بے مشغول نہ ہونا اس سے یہ سمجھ لے گا کہ چیزیں حلال تھیں جب یہ حرام کر دی گئیں تو جو  
چیزیں پہلے سے حرام ہیں ان کا کیا درجہ ہو گا۔ پھر یہ خیال کرے گا کہ غیرت کی بات ہے  
کہ جو چیزیں حلال تھیں انہیں چھوڑ دین اور حرام میں مبتلا ہوں

اب اگر رات کو خوب کھائے تو روزہ کا نفع کم میں نہیں جا  
نفع روزہ | سکتا کیونکہ اس قدر جی چاہے کھائے مگر اس تصور اور غیرت کو  
کون مٹا دے گا کہ جب حلال چیزیں حرام کر دی گئیں تو حرام کا کیا حال ہو گا۔ بلکہ رات کا کھانا  
بھی حکماً نہ کھانا ہے کیونکہ رات کو کھانا ہے تو اس لئے کہ دن کو نہ کھائے۔ پتیلی ہے تو  
اس لئے کہ دن کو نہ پئے۔ بیوی سے شغول ہو تا ہے تو اس لئے کہ دن کو نہ مشغول ہو۔  
غرض جب اس کا اکل، کھانا، ترک کئے لئے ہے تو حکماً وہ اکل بھی ترک اکل ہے تو رات  
میں بھی تارک ہے دیکھا، اور دن میں بھی تارک ہے (حقیقتاً) اب وہ شبہ جا تارک رات  
کو جب پیٹ اٹاڑی کی کی بندوبست کی طرح بھر لیا تو صوم کا کیا نفع ہوا۔ حاصل یہ ہوا کہ یہ  
وہ زمانہ ہے کہ اسمیں جو چیزیں باوجودیکہ حلال تھیں حرام کر دی گئیں۔ دن کو حقیقتہً رات کو  
حکماً تو یہ تصور ہو گا کہ لے نفس حرام چیزوں کا کیا حال ہو گا اور اس سے غیرت سنے گی اور اسی  
سے رمضان بھرنا چھوڑے پسے گا بھرنا ہوں گے چھوڑنے کا عادی اور دور ہو جائے گا۔

کیونکہ ایک مہینہ صوم بہ مطلقہ ہے حاصل کرنا غیرت کے دس دن کہ ان میں  
چلہ رمضان | صیام و قیام کی عبادت کے علاوہ اور بھی عزیہ عبادت ہے۔ دن کو تو عبادت  
ہے اور رات کو بھی بہ نسبت دوسرے ایام اور اتوار کے کچھ عبادت زیادہ کی جاتی ہے۔ خیال  
عشر ماخیرہ کے فصوص ایام قدر میں پس اسمیں افعال مبارکہ کی اور بھی تعیل ہے تو یہ دس دن بچا  
میں دن کے ہوں گے تو گویا اس طاعت کے ساتھ چلہ پورا کیا گیا ہے کہ راتیں تو تیس دن اور کلمہ  
ہو جائے چار دس دن کا سبھان شہ کی رحمت ہے، اگر کوئی تمسب اس کے کہ دوسہ سو  
کی دو ایک درمیں بلائے تو وہ بچائے نفع کے محنت نقصان کرے گا بلکہ جاں کو خطرہ میں ڈال  
نے کی سہا یہ ہے کہ چار دس دن کی دعا میں دن میں کس حور سے پوری سردی کو نہیں ختم بھی

نہیں ہوئی ہر سال عیدین دن بوقتِ شام اور عیدِ دو چتر ہے جس کے بارے میں حدیث میں ہے  
 میں (حاصل شدہ) میں پوچھا، حدیث کہ جس سے جو بس دن اللہ کے لئے صلوات کیا حق تباری  
 نبی کے قلب سے عینیت کے جسے جاری کر دیں گے۔

عصا پر لوگوں نے تعجب سے دس دن تک کہ چالیس دن پورے کئے ہیں مگر یہ جملہ محبت کا کام  
 ہے، مگر یہ چند دن وقت مفید ہوگا تاکہ میں میں صلوات ہو۔ درہم کی یہ کیفیت ہوئی کہ ایک  
 شخص نے کسی سے کہا کہ تم ہمارے بھائی ہو، میں نے کہا کہ وہ گنہگار ہے تم چالیس دن تک ہمارے بھائی  
 رہو، تو ایک سال چالیس دن تک گئے، وہ راضی ہو گیا اور نماز پڑھتی تھی کہ وہ اس وقت سے تو  
 اس میں سے کہہ، تاکہ چالیس دن کے بعد اسے غم نہ رہے، وہ تو چالیس دن کے چار چالیس ہر سال  
 عیدین کا دن عیدین کا، جب چالیس دن پورے ہو گئے، اس نے کہا، تو چالیس دن پورے  
 کیا ہو، چالیس دن پورے تو ہوئے ہیں کہہ دیتا ہوں، چاہے میں نے بھی ہے، جو یہی فیضان  
 ہے، تو اس میں سے تو یہ کیفیت ہوئی، اور اگر اسے تو یہ کیفیت ہوئی کہ

نہیں کر رہے دس دن پورے ہیں، یہی کیفیت، یہ محبت باقریہ

یعنی کہ سالک یہ سمجھتا ہے کہ یہ محبت (پانچ ہفتے سے)

کہے عیدین شرب شکر و صاف، کہ در شیشہ محبت

کہ شرب و صاف محبت ہوگی جب چالیس دن پورے ہیں، یہ شرب سے مراد محبت  
 ہے اور شیشہ سے مراد قلب۔

یہ نکتہ میں مقرر انصاف کے جلسہ میں بہت سے نو مسلم یا غیر جمع تھے میں نے  
 پوچھا کہ آپ لوگوں سے اسے شہادت کو مل کر ہے یا طرا و طہر اختیار کیا ہے، اس  
 طرح شہادت مل نہیں ہوا کرتے، اگر واقعی آپ شہادت کو مل کر پتا چلتے ہیں تو چالیس دن  
 کے لئے کسی محقق کے پاس سید آپ کو اطمینان ہو جائے، اور اپنے تمام شہادت کی ایک  
 خدمت مل کر اس کی خدمت میں پہنچ کر دیکھیں اس اشاعت اگر کوئی حدیث شریف میں آئے  
 اسے بھی اسی خدمت میں لکھ دیں مگر زمان سے کچھ نہ کہیں اور چالیس دن تک اس کی  
 خدمت میں نہ لکھ کر براہِ اس کی ہمت سے رہیں میں تو کھاتے ہیں، واللہ تعالیٰ پر بھروسہ

کو کہے ، دعوے سے کہتا تو نہ کہ اس کے معر حجاب دینے آپ کے تمام مشہدات محل ہو جائیں گے۔ پہلے ہی سب کو ہی قسم دے کہ کوئی قسم نہ ہوگا۔ دیکھو کہ وہ قسم دے گا ہی نہ ہو پھر بھی خدا دفع ہوگا۔

ایک بڑا اخبار کے بھی اس مجمع میں قریب تھے بھ سے کہتے تھے کہ میں نے اُن کو  
سے کہا کہ دو۔ کیا کہتے ہو۔ یہ کوئی شبہ نہ رہتا تو کہے گئے۔ اہر شہ۔ تو جب کریں جب  
تحریر سے اس کے خلاف ثابت ہو اور تجربے سے پہلے کہا تو محض اپنی حماقت کا اظہار  
کواسبت۔ پھر جو چیز حجابِ مبتدوۃ۔ ات نہایت دل کو جی لوگنا ہے یا نہیں۔ کہتے گئے  
ہاں۔ کو تو کوئی تھی سے اس سے معلوم ہو تب کہ جی ہے۔ حد ہوئی۔ سچ نہ نہ ہوگی۔  
اگر اب سنی دنی ہے۔ بہت رفیع۔ کہ سے تو جو یہ کوئی کر رہ نہیں۔ اگر کوئی کہہ دے کہ دو  
میں نہیں نہ میں۔ یہاں تو گایاں کی کتاب دو ہو تب سے لے مغربہ تو سنا۔ دو جیسے کے  
چار جیسے کے سے تیار ہو جائیں گے۔ وہ یہاں چاہیں۔ دس کے سے فرصت ہیں ملتی بات یہ  
جے کہ ماضی کا دفع کرنا ہی مقصود نہیں باقی ہی میں خود دفع ماضی کے سبب سے تو چاہتے ہیں  
میرے۔ بہ دوست مولوں میں صاحب لی سے نہ۔ دین پڑھنے تھے۔ میرے وعظ میں  
شریک ہونے تھے۔ خداے۔ یہ فضل کیا کہ ان پر وعظ کا ترمیم پڑا۔ ان کے ساتھ تیرہ  
عالم میں تیار کرتے تھے۔ وہ ان کی حالت دیکھ کر کہے گئے۔ وہ وہاں نہ کبیشہ ہو گیا  
ورنہ۔ انکی طرف نہیں جی سیکار کو دی گئے۔ اللہ اکبر یہ جیسے نے کو بکری سمجھنے ہیں۔ وہ تھا  
میں پسند کرتے ہیں۔ تم بھی کہتے یہ بیکار نہ جی سے۔ یہ وہ ہے۔

نما دانی کہ یہ دین محمدانہ اور محمد کار حسان میکار نما  
رس شخص کو متعلق ہوتا ہے اس لیے کہ اس کو تمام دنیا کے کار و بار سے بیکار کر

دیتے ہیں »

بہنیں - کامرہ - ہوا - و ترقی سے محروم ہو جاں - بسا ہر گناہ کی پانچ روپیہ یا ہر ایک  
بیکہ - جس کے حوالہ سے غلطی درجہ کا تھا - پہلے - عانت سے اور خدا تعالیٰ سے آج پر  
موجود آپ ہر دو دوست مہمان - بازار - سفر میں کے ہر گناہ کی - ہوا کی - اس سے عہد یا اس

سے بہت پس کیا بہت خوش ہو، وہ بوجھ کر کس نے پکے یا ہے آپ نے اپنے باورچی کا نام بتا  
 دیا۔ اس دوست سے جیسا کس باورچی سے کہا کر جائے ساتھ جو ہم کس رہے ہیں وہاں کس  
 گھر سے باورچی سے لگا کر دیکھتے تو یہ پتہ چلتے ہیں آپ کے دس سے اس کے بعد آپ کو  
 معلوم ہوا کہ اس نے کس رہے کہ نوکری سے انکار کر کے جائے باغ پر پڑا رہتا ہے نہ کیا تو اس  
 سے نہ دینے کہ آپ اس باورچی کی دغا دہی سے خوش ہو گئے یا خوش ہو گئے کہ یہ ترقی ہو  
 ہمیں کہ آپ کی تحقیق یعنی مشورہ ترقی کے موافق تو اسے دس رہے کی نوکری کر بیٹھا چاہئے  
 وہ آپ کے پتے پہلے برکات مار دینا چاہیے مگر یہ آپ بھی اس کے اس ترقی ذکر نے  
 کی قدر کریں گے درج چاہے گا کہ اس کو خوب حرم دے اور دس خانے بھی یہی کہتے  
 ہیں کہ اس باورچی کی طرح ساری دنیا برکات مار دو پھر دیکھو کسی ترقی موق ہے

نہر ماں بستہ دھند جال وہ بہر در و محبت نہ بد ک وہ  
 نوجوانیم ماں ہی ضعیفہ و حقروں ماں پیتے ہیں ماں مانی دیتے ہیں جو تمہارے دھم و  
 گمان میں نہیں آسکتے وہ دیتے ہیں (۱۰)

خود کہ بہر میں جیسے اور وہ کہ ایک محل سب سے غریب را  
 ترجمہ: ایسا بازار کہاں مل سکتا ہے کہ ایک بھول کے بار میں چن ہی کو خرید لے  
 اور اس سے زیادہ کیا ہو گا کہ سب کچھ تو دیں گے وہ خود بھی تمہارے ہو جائیں گے تو  
 صاحب ایسے بکار ہو جائیں گے میرے ایک اور دوست جی بی ایس اور ڈی ٹی کلکٹر ہیں وہ  
 اللہ ولے گئے تو ان کے ایک عزیز بھائی کے سکا موافقہ قیمت میں ان سے (یعنی  
 مجھ سے) ہو گا کہ یہ قوم کو ترقی سکھانے سے روک رہے ہیں میں نے کہا جب میں آپ سے  
 مدد چاہوں گا تو آپ میری مدد نہ کیجئے گا۔ غرض اس چالیس دن کے بعد عجیب خاصیت  
 ہے تو یہ کہنے کہ اس نے چالیس دن تک گنا دھوڑے دو مری توجہ اس پڑ کے پورا  
 ہونے کی یہ ہو سکتی ہے کہ دماغ میں ہر شخص سحری کے وقت مردہ تھا ہے اور عموماً  
 یہ بھی عادت ہے کہ اس وقت نفس پڑھے کی توفیق ہوتا ہے تو تقریباً اس بیداری  
 میں ٹھٹھ میں مرتب ہوتی ہے تیس ٹٹ کے دس دن ہونے میں تو دس یہ اور تیس دن کے



جہاں پوسے ہو گئے! اور کہنے کہ یہ کس بھی حکمی ہیں اور نہ کوہ ما بھی حکمی تھے۔ اگر  
نیتی پس سے رہ رہے ہوں کہ تو میں نے صحت عامہ در مہوں کے بھی راجع ہوئے کہ  
تو یا شیخ! یہ دیکھو۔ در باقی سرور کہ یہ شب کے دن ہوئے در میں ساتھی  
خاص محمود جہاں مودے اور یہ نکتہ پورا ہو گیا پونکہ جہاں میں دن یک بعد بعد  
تہ در میں صحت ہی ہے۔ جو فعل میں یہ صحت ہے وہ پھر میں صحت ہے۔ ہر صحت  
مقدار ہوئے کی۔ جس کی مادہ در یہ صحت ہی ہو جاتی ہے ہند کے خلف  
صوم پر لکھا کہ تفتون مرتب ہو گیا۔

تو راز اس تقویٰ من معافی گنہوں سے کہے کہ کا دونوں تقریبات  
**روح صوم** | رجب ہد ہو خواہ اس حیثیت سے کہ صوم سبب ہے کہ رجب  
بھیہ ظاہر وہ سبب ہے ترک معافی کا خواہ اس حیثیت سے کہ صوم مرتبہ  
نقور میں صحت ہے ترک معافی کا سبب ہے کہ سبب مباحات مرام کہ دینے گئے تو جو  
یہ صحت ہیں ان کا کیا نام ہوگا۔ یہ صحت صوم سبب ہے ترک معافی کا تو راز کا اس  
سبب ہو ترک معافی کا کہ یہ صحت ہے

تو یہ خاصیت اسی ہے کہ اسکو رجب صوم روزہ کی رجب ۲ کہا جائے تھے رجب  
رجب صوم کی کاسب کو نام سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہر صحت کی ایک صحت سے وہ ایک  
رجب ہے اسی صحت صوم کی ایک رجب ہے ایک صحت میں پر ممکن ہے کہ کوئی یہ کہے کہ  
مہ روزہ رکھ کر کیا کریں فقط سکی رجب کو جو کہ بجا ہے حاصل کہیں گے  
بات یہ ہے کہ ہر عمل کی ایک صحت ہے در ایک رجب سے مہ نماز کے اس کی ایک  
صورت ہے در ایک رجب ہے مثلاً خورج و خروج و حضور قلب اسکی رجب ہے اسی صحت  
روزہ کی ایک صحت ہے و ایک رجب ہے در اسکی رجب بجا ہے۔

در ان روح میں عقلی حقائق ڈالیں کہ ان کے حوالہ کی تحقیق کے سے  
**صور صوم** | صور صوم شرط ہیں یا نہیں ہیں مگر ہم کو اصول سے بن میں اس بجا  
حاصل کے صحت کا ہے صوم ہو گیا کہ صور خاصہ شرط میں در ہند کے صوفیہ کو بھی دھوکہ

جو اگر سمجھ گئے کہ محاکمات کے لئے صورت فطرہ نہ بنیں اور نہیں غیر مقصود سمجھ کر  
 بیوقوف بننے لگے۔ ان کے لئے بھی یہ بات کہ اگر بہت سے آدمی وقت موزا چاہتے  
 اور اس مسئلہ کا مدعی کوئی نہ وقت میں اور جیسے اس زمانہ میں تائید کیا ہو گا  
 کا یہ سہارا نہیں بر لے ہیں۔

یعنی وقت آمد مہر سے پہلے۔ مانتا ہے کہ صلوٰۃ دائمہ

ترجمہ (نما۔ تو یہ بھی جانتے کہ ہے۔ مانتا ہے کہ ہر سال میں لیتے ہیں ۱۲)

ہوں سے اس کے کیا معنی کڑھے کہ پانچ وقت نماز کی ضرورت نہیں ہر وقت نماز  
 ہو جائیگی۔ مانتا ہے کہ تو درگت نماز کی حالت میں ہے۔

ہر حال میں یہاں سے مار کا سنت نکال کر دیکھو۔ تو اس ذکر کو یہ کافی ہے۔  
 اب پانچ وقت نماز پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ خوب سمجھ لو کہ جتنے اعمال ہیں ان کی نماز کے  
 تو اس کے لئے ان اعمال کی مقدار کا حصہ نماز میں تو پانچ ذکر نماز کی ہوگی وہی ذکر  
 ہے جو نماز کے ساتھ پانچ بار ہے۔ کہ مانتا ہے کہ اس کی دلیل کہ نماز کی روح وہی ذکر ہے  
 جو نماز میں پانچ بار ہے۔ حدیث میں فرماتا ہے کہ الصلوٰۃ قائمہ کفر۔ جس شخص  
 نے نماز کو بھلا دیا وہ کافر ہو گا۔ اس سے ذمہ نماز صلوٰۃ کی معلوم ہوتی  
 ہے۔ اگر اس سے ظاہر ہو جائے کہ نماز کے لئے یہی حدیث ہے تو اگر نماز صلوٰۃ  
 ذکر میں شامل ہو جائے تو نماز کے ترک پر وعید نہ ہوگی جس صرف ذکر کے ترک پر وعید ہوتی  
 کسی طرح ان خصوص کے متعلق تلاش کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اعمال کو اس کی خصوصیت  
 کے ساتھ ادا کرنا درج ہے۔ درج ترک پر وعید کیوں آتی۔ اب جو ان ہی حدیث سے معلوم ہوتا  
 ہے کہ نماز کے ترک پر وعید آتی ہے تو یہ کو یا نہ دوں کا مسلک اختیار کیا کہ نماز  
 نماز میں اور نماز کے متعلق ہے۔ درج نماز کے ترک پر وعید آتی ہے تو یہ کو یا نہ دوں کا مسلک  
 بہ نسبت کہ نماز اور نماز کے متعلق ہے۔ اس تقریر کے ان کی غلطی جی معلوم ہوگی۔ ہر حال  
 میں معلوم ہو کہ مانتا ہے کہ یہ معلوم ہے کہ نماز کے ترک پر وعید آتی ہے۔ حساب نماز پر گیا کہ نماز  
 ہے جو نماز کے ترک پر وعید آتی ہے۔ اس کا یہ بھی معلوم ہے کہ نماز کے ترک پر وعید آتی ہے۔

ہوا کہ رُوح صوم بدون صورت صوم نہ پایا جائے گا۔ ائمہ روزہ کی مشروعیت سے ہمیں یہ ضرورت نہ لگا کہ مطلق صوم بھی غنیمتِ لسان ہے کیونکہ صوم کسی کا ایک فرد ہے پس جس زمانہ میں روزہ فرض نہ ہوا اس وقت مطلق مجاہدہ کہ اس صوم کا محالِ مثل سے وہ تم کو عطا فرمادیا۔

چونکہ شد حور سیدہ را کرد داغ : چارہ بخود در مقامش از جہراش  
یعنی آفتاب چھپ جائے تو چراغ ہی کافی ہے روزے حتم ہو جاتے ہیں۔ مگر انکا قائم مقام صوم ہی وہ موجود ہے اور ایک برگ کے کلمہ میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔

لے خواہر چه پرسی رشب قدر نشانی : بہ شب شب قدر است اگر قدر بدانی  
ترجمہ : اے تو کہ شب قدر کائنات کی کوکبا دریافت کرتا ہے۔ اگر قدر صوم کو ہر رات شب قدر ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر رات میں شب قدر دفع ہوتی ہے معنی یہ ہیں رُوح شب قدر قریب ہے اور وہ ہر رات میں موجود ہے۔ عرض مجھے اس وقت مقصود بیان سے دو ہیں

**مصدق اعظم روزہ** ایک یہ کہ روزہ کا مقصود رُوح صوم ہے کہ جس کا مصداق اعظم ترکِ معاصی ہے اسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں کہ جس نے روزہ میں جھوٹ نہ چھوڑا نری اور مہورہ بائیں نہ چھوڑیں حد اگر اہل کے روزہ کی کچھ حاجت نہیں یوں تو حد کو محسوس کے روزہ کی بھی حاجت نہیں مطلب ہے روزہ کا جو مقصود تھا ترکِ معاصی جب وہ اس سے رہا تو پھر روزہ کس کام کا ہوا۔ یہی مجاہدہ ہے جس کے حق تعالیٰ نے فضائل بیان فرمائے ہیں۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْكُمْ فَاسْتَسْتَفِوا فِي شَيْءٍ مِنْ شَيْءٍ  
ترجمہ : اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انکو اپنے قرب و ثواب یعنی جنت کے رستے مزید دکھا دیں گے۔

اور کس کام میں فرمایا ہے ————— يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ  
وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِيْ سَبِيلِهِ .

ترجمہ : اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے لڑو اور اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ ————— اور اسکی حقیقت بھی فرمائی ہے۔



اداسی کی خیال رکھو۔

دربارِ بکلیہ منظور کے یہ چھوڑنے میں ایک روز ارازمی ہے کہ میں سے خدا سے محبت  
 پیدا ہو جاتی ہے۔ دیکھو گوگرم پاں پوئے تو میری مونسوں سے محمد ثناء بکلیہ کا اور اگر ٹھنڈا  
 پانی پوئے تو نفس کو راحت ہوئی تو روئیں روزگار سے محمد ثناء بکلیہ کا چلے حضرت فرمایا کرتے  
 تھے کہ یہی روز ہے کہ صفر چلے میں روزگار یہاں سے کی مر درت ہے تاکہ نفس شام نہ ہو حضرت بوا  
 سکوی کو اسی وجہ سے ٹھنڈے پانی کا راز تھا۔ ایک شخص سے مر مر مظلہ جان بواں سے عرض  
 کیا کہ ایک شخص غافل خواب نہیں کھاتا۔ پانی نہ پیتا۔ کھانا نہ کھاتا۔ وہ کہتا ہے جو خدا کی خاص  
 بخشی خاص میں ہے وہ کس پانی میں نہ کھاتا۔

تجلی فی النعمت | اس میں یہ ہے کہ عاصی خود باکھنوں خوش ہو کا تو روئیں در در  
سے شکر یہ ہوگا دو تجلی شکر اور وہاں میں کس نعمت ہے یہی تجلی ہے  
اس سے حق تعالیٰ اپنے کلام میں مستعمل فرماتا ہے کہ وہ اپنی معصومیت میں منجلی ہے۔ علام  
میں اس کا مشاہدہ شدہ و معصومیت میں اس کا مشاہدہ شدہ و معصومیت میں اس کا مشاہدہ شدہ و معصومیت  
تقصیر کوئی تھی اور بڑی خدمت تھی ایرہ کے بادشاہ کے ایک مصرعے پر مصرعہ لکھا بادشاہ مصر  
یہ تھا کہ اس پر کوں مصرعہ لکھا سکتا تھا اس بادشاہ سے دلی مانگیہ کو لکھا اس صاحب کو تھاکہ  
پاس بھیج دو جس کا یہ مصرعہ ہے بادشاہ کو بڑی تسوین ہوئی ریبہ السلام سے کہا اور مصرعہ لکھا  
دیکھو یہ ہے اس کا بیقریبیہ نصیب سے یہ قطعہ لکھا کہ اسے خوب میں لکھ دیکھئے  
ہیں لکھ لکھ رہے درجن بیبہ مرمت پرستی کے کہ شرم میں سینہ مر  
تو جسے اس اگرچہ کو جس میں دیکھئے لو لیبوں کا عشق بھوڑے دے اگر برکت میں لکھ کو دیکھئے  
تو وہ بھی بہت پرستی نہ کرے۔

دوسرے مخفی منہم خوب جانتے تھے کہ دوسرے ہر نہ دھوکہ میں دلا رہا دوسرے میسر  
ترجمہ دیں کہ منہم خوب جانتے تھے کہ دوسرے ہر نہ دھوکہ میں دلا رہا دوسرے میسر  
خواب میں وہ مجھ کو کلام میں دیکھ رہے تھے

۷۔ متحجہ گیا۔ یکسی عورت کا مصرعہ ہے اسی طرح اگر حد کو دیکھنا چاہتے ہو تو

اس کے کلام میں دیکھو

ہیت قرآن سے کلام حق شناس دے دھانے رب اس آمدت سے  
ترجمہ: اے کلام حق کے پہنچنے والے قرآن پاک یہ ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں کا طرف لوگوں کے  
رب کا رونما ہے (۱۱)

یہی عزت خدا کا مہد اس کی نعمتوں میں ہے ۔

ای میل کرات کو اسکل نہ چھوٹے تیسرے غافقی، الحوقی سمیں نفس کی مخافت جو م  
ہے شہادت اللہ ناظروری ہے کہ ضعف نہ ہو اور تہا منہ ناصروری ہے کہ کس نہ ہو میں اپنے  
دوستوں کو بتلایا کرتا ہوں کہ آٹھ گھنٹے سو یا کرو اگر آٹھ نہ سوؤ تو کم زخمیہ گھنٹہ تو ضرور سوین  
کر دو۔ اس سے کم سوئے میں دماغ میں بیہوشی پیدا ہوگی پھر رفتہ رفتہ اس سے  
حزین و غم ہو جائے گا، پھر جتنا کام کر لیتے تھے اس سے بھی جلدی رہو گے۔ اس میں بدہ کی تفسیر  
اور یہ بدہ اصل میں چار چیزوں کا نام تھا۔ قلة الطعام (کم کھانا، قلة النوم  
(کم سو)، قلة الكلام (کم بولنا، قلة الاعتدال مع الناس (لوگوں سے کم میل  
ہوں رکھنا، سگر، ب دواؤں کی حدت ہو گئیں اور دواؤں کی رہ گئیں ایک قلة العلم (درا  
قلة الاعتدال مع الناس یعنی لوگوں سے کم ملنا، آنجن لوگوں کی یہ حالت مورتی ہے کہ بیٹھکوں اور  
جو یوں میں بیٹھ کر ادھر ادھر کی گپیں لگا کر تے ہیں کہیں خبر پڑھتے ہیں کہیں شطرنج  
کھیلتے ہیں۔ انہوں نے یہ لوگ اپنے فراغ کی قدر نہیں کرتے حالانکہ ان کو یہ سمجھنا چاہیے تھا کہ  
خوش روزگار سے کہ دارد کسی کہ باز در حرص منب شد ہے  
ترجمہ اور غنت عیب چیز ہے اگر کسی کو حاصل ہو زیادہ کی اس کو طمع نہ ہو۔

بقدر ضرورت یہ سے لود ۔ کنہ کا سے اور مرد کا سے بود  
ترجمہ: ضرورت کے موافق اس کے پاس اب بھی ہو تو اس کو کچھ کرنا چاہیے اپنے اوقات کو صرف  
نہ کرنا چاہیے ۔

عرض اس علاج سے لوگ اپنے اوقات صاف کرتے پھرتے ہیں، اور جو دوسرے ترک ہو  
گئیں وہ یہ ہیں۔ قلة الطعام یعنی کم کھانا، اور کم سو، یعنی اس کی مکمل حاجت ہے

کہ پیٹ بھر کھاؤ کم نہ کھاؤ۔ میسک جی بھر کے یعنی بہت بھر کر نہ کھاؤ کیونکہ اس کا نتیجہ پیٹ بھر کے بعد بہت بعد سے ایک سب سے پیٹ بھرنا۔ ایک ہے نیت بھرنا تو نیت تو صبر و نہیں کہ اس سے کچھ فائدہ نہیں کھانا پسند نہیں ہوتا۔ دوسرے وقت بھوک نہیں ملتی۔ طبیعت پر اقل گرن رہتا ہے غذا جسز بدن نہیں جتی۔

بعض لوگ تو اس قدر رکھ دیتے ہیں کہ پیٹ میں سانس لینے کی بھی جگہ نہیں رہتی۔ مولانا دین اسمن صاحب نے کہا کہ طبیعت بھی تھوڑی سی شمع

آیا کہ نسخہ مکہ ڈیکھے میرے پیٹ میں دوز ہے موٹے کوئی دوا پیسے کی لکھ دی کہنے لگا حضرت اگر اتنی ہی گنجائش ہوتی تو میں ایک لکھ نہ کھانا۔ ایک اور شخص کی حکایت ہے کہ وہ بھی عمدہ کھاؤں کے پالنے میں بہت کھا گیا تھا۔ پیٹ میں درد ہوا طبیعت کے پاس گیا۔ طبیعت نے کہا کہ ٹھیک دال کر کھاؤ۔ کھانے لگا اب عمدہ پاؤ جس میں اس قدر ٹھیک اور ایسا نفیس مرعرا سے بھوک کر نکال ڈالو ہر حال پیٹ بھر کر کھاؤ اس کے بعد چھوڑ دو۔ ہاں اگر ایک آدمی مکہ کھاؤ تو بہتر ہے کیونکہ اس میں نفع ہے کہ دوسرے وقت ٹھوک لگے گی۔ درجہ کھاؤ گئے وہ جزد بدن ہے گا۔ درمیں متوا کر لیکلی قدرت نہ ہوگی کہ کھاؤں یا نہ کھاؤں۔ امرار کیا کرتے ہیں کہ ایک وقت کھانا زیادہ کھا گئے اب دوسرے وقت کھانا پاس آیا تو مصائب میں سے پاس کرتے ہیں کہ کھاؤں یا نہ کھاؤں۔ وہ خوشامدی اپنے کھانے کے پالنے سے کہہ دیتے ہیں کہ نہیں حضور کچھ تو کھا دیجئے یہ خود غرض وگ اپنی مصیبت کو دوسرے کی مصیبت پر مقدم کرتے ہیں جیسے مشہور ہے کہ ایک شخص سرانے میں ایک بیویوں کے کرایہ کرتا تھا جس خوشامدی سدا کو کھانا ہی تھے ریختا تھا ہٹ ہو با تھا۔ وہ کہتا تھا کہ تیرا تیرا تیرا کی صلاح کرتے تو بیٹے مانتا تھا اور اگر اس نے صلاح کی تو صحت یوں کاٹ کر اس کے آسے چھوڑ دیتا تھا۔ اور بیویوں کی ٹرن تحریف کرتا تھا۔ لوگ اب تو صبر سے کھانے میں تھک کر لیتے تھے تو جس وقت یہ اپنی غرض کے سے بیویوں کی تحریف کرتا تھا سب طرح مصائب بھی اسے کھانے کے سے حضور صبر اور اس کے چھوڑ بہت کھلائی دیتے ہیں کیونکہ اگر حضور کھائیں تو آپس میں کھانے کو نہ کھا گئے۔ اگر ایک آدمی غرض کی نہ رکھو گے تو جب کھانا پاس آئے گا سے پاس کرے

کی ضرورت نہ ہوگی۔ بہر حال نہ خوب نہ کھانا چاہیے۔ نہ ٹھوکار نہ بنا چاہیے کہ جمل کے قوی بہت ضعیف ہیں۔

**اسباب ضعف** | حسن کی زیادہ وجہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آٹھل شادی کم عمری میں ہوتی ہے اعضا میں پورا نمو نہیں ہوئے پاتا اتنی جلدی شادی کرنے کی وجہ یا تو چونچلا ہے کہ جھوٹے جھوٹے دوا بہارین دیکھنے کا ارمان ہے اور کہیں وصلہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ مرعشیں اور بیٹے کی شادی نہ دیکھ سکیں اور کہیں ماں باپ کا قصور نہیں ہوتا بلکہ خود بیٹے ہی ماں باپ کے پیٹ سے نکلتے ہی مستیاں شروع کر دیتے ہیں جس سے ماں باپ کو اس کی شادی کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ ہم اپنی صورتوں میں کبھی تو صرف نکاح کر دیتے ہیں اور رخصتی بعد میں کرتے ہیں پیچھے رخصتی کر کے بھی دوا کو تائید کرتے ہیں کہ چندے بعد وہ بہن مگر اس میں نکاح کے بعد ذرا بوی سے الگ رہنا اختیار ہوتا ہے۔ مگر خدا اپنے کا یہ اہتمام یہاں ہی ہے جیسے کسی کا قوس ہے۔

در بیان قدم دریا تختہ سدم گدوہ : بار میگونی کہ داماں تر مکس ہستہ رات  
اور این تختہ میں باندہ کہ ڈال دیا پھر کہتے ہیں خبردار کہ داماں تر نہ ہو۔  
زور کی اس میں کیا شکایت کبھی تم نے بھی ایسا کیا تھا کہ یہی حالت کے بعد ملندہ  
ہوتے۔ نہ حال شادی کم عمری میں ہوتی ہے کہ ماں باپ ہی جھوٹے جھوٹے ہوتے ہیں۔ اس  
کے بعد اُن کے بچے بھی جھوٹے ہوتے ہیں۔ اگر ایسا ہی ہوتا رہتا تو وہ خوشبودر ہے کہ نہایت  
کے قریب با مشہور کی شادی ہوگی جھوٹے دنوں میں بالکل بیسج ہو جائے گا۔ اگلے زمانے کے  
لوگ مڑے قوی ہونے سے اس کی وجہ یہ تھی کہ شادی سن موتمہ ہونے کے بعد ہوتی تھی  
اسی سے انکی عمریں زیادہ ہوتی تھیں۔ تو یہ وجہ ہے ضعف کی۔ بضعف کی حالت میں  
کم کم یہ تو محض نفس کو مارا ہے۔ ہمارے جس دو کسٹوں سے پی رائے سے کم ہے۔ تھرت  
کیا تھا تب اس کا قصور دیکھنا تو نور کی تو یہ قسم مہر کی جھوٹ دو۔ ہاں کم ہٹنے کم دے  
کی عادت اختیار کر دو۔

**طریق حصول نسبت** | تو اس میں اس تقریر سے یہ علی رقموں کا جھوٹا اور



حالت کا اختیار، جس میں تقیہ علم بھی میسر ہو جیسے یہ بڑی چیز ہے چنانچہ خیر و شر کو  
عرفِ حلت و حرکات پر انکشاف اور معافی بھی تو کسے تو نہ۔ اللہ سببِ باطنی حاصل  
ہو جانے لگی چاہے ذکر بہت ہی کم کرے، اور اگر اتنا ہی زیادہ کرے، مگر خلوت و تقویٰ کو  
نہیں دوست رکھتی نہیں حاصل ہو سکتی، ایک بزرگ نے خلوت کا عجیب طریقہ اختیار کیا تھا کہ اس  
بردقت نوعِ پڑھتے رہتے تھے، اگر کوئی آواز میٹھا، سلام پھیر کے صرف سموی مزارع پسلی  
کر کے بھرے زمین متغیر ہو جاتے تھے، اس طرح کوئے سے خود بخود لوگ کم آتے تھے اور  
کوئی بڑھی نہ آتا تھا، اور شہرت بھی نہ ہوتی تھی کہ خلوت نشین ہیں، ایک بزرگ نے یہ کیا تھا  
کہ جب کوئی کچھ کہتا فرماتے کہ اگر دو بجے سنائی ہیں دینا، فضول باتیں کرنا، کھانا، یا بس  
اس طرح حکایت شکایت غیبت سننے سے بچے رہتے تھے، ایک اور بزرگ کا طریقہ یہ تھا کہ  
دن کو بالکل نہیں بولتے تھے، اس میں یہ تھا کہ فضول کو اس دلس اپنا آرام چھوڑ کر رات کو  
ہیں آتے، عرضِ خلوت کے بہت طریقے ہو سکتے ہیں، اگر صاحبِ کمار ہے تو خود تجویز  
کر لے، درہ شیخ سے منورہ کرے اور زیادہ بولنے سے بڑی بڑی خوابیاں بھی ہو جاتی ہیں  
کہیں، رہا سے کسی کی حکایت نکلتی ہے، کسی کی شکایت نکلتی ہے، کسی کی غیبت ہو جاتی ہے  
دن پر گھنٹن بمیسر و در بدن : اگرچہ گفتارش بود در عدوت  
نہادہ، اور میں فضول کام سے کم ورت پیدا ہوتی ہے، اگرچہ وہ کلام نہایت عمدہ ہو  
کیسی ہی چھی باتیں ہوں مگر ہوں غیر ضروری تو اس سے بھی تلبیہ میں کم ورت پیدا  
ہوگئی، مگر اگر وعظ بھی، اگر غیر ضروری مضامین پر مشتمل ہوگا وہاں بھی یہی ہوگا، اور اگر کم ورت  
اختیار کرو تو مستعداً کم بولنے کے حاصل کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ وہ خود بخود حاصل  
ہو جانے لگی۔

عصر : یہ ہے کہ مجاہدہ اس زمانہ کے مناسب صرف یہ ہے کہ کم بول  
مجاہدہ معتدلہ کم بول اور قدیسے لذات میں بھی تعلق کر دو، اور اتنا مبالغہ نہ  
کر دو، جیسا ایک درویش نے میر سہتائے ایک خر بونہ کھایا تو کہنے لگے سچ سترہ برس کے بعد  
کھایا ہے، چائے حضرت سب کچھ کھاتے تھے، ایک مرتبہ کہیں سے انکو آئے سب کو

تقسیم کئے گئے درود یا کہ یہ سب کی سبب ایک ہی ہے جس کے کھانے سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ جو عباد ہے پئے۔ جب تک حرام سے بچتا ہے تو سب کچھ دیکھ دیکھ کر حرام سے بچے۔ جو عباد ہے مجاہدہ مستعد۔

پھر حال مجاہدہ روح ہے۔ روزہ کی اور رمضان کے بعد اور دنوں  
تجوید مجاہدہ میں بھی وہ مجاہدہ اختیار کر دو جو کس مجاہدہ سے استوداد و شورش کا  
 عائد رکھتا ہے مگر بس میں ذرا تفریق سے کام لو کیونکہ ایمان شیطان طاعت کے  
 ماننے معصیت میں مبتلا کر دیتا ہے مثلاً ایک وہ شخص ہے کہ جس پر حج فرض نہیں اُسے  
 حج کے سے درود ملتا ہے کہ یہ مجاہدہ ہے الگ کے بعد جب یہ حج کو چاہتا ہے تو سب سے پہلے یہ  
 حرامی ہوتی ہے۔ کہ جماعت ترک ہوتی ہے پھر نماز ترک ہوئے لگتی ہے۔ پھر سفر کے  
 مصائب سے قلب میں خدا کی تسکین پیدا ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ کفر تک نوبت پہنچتا  
 ہے۔ یہ ہی حاجت نامے میں شیخ مسعود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لے تو بھی رفتہ رفتہ یہ کب بند ۵ معشوق دریں جاہ مستہ بیامید ہوئیں

تو سے دو کچ کو کہاں بات جو محبوب یہاں ہے (دھڑک ۱۲)

یہ وہ لوگ ہیں جن میں معشوق نہیں ملتا۔ کیونکہ ان کا معشوق تو یہیں ہے اس  
 لئے نہ سب سے پہلے شیخی سے بڑھتے ہیں اس کے مکائد کو خوب جانتا ہے۔

فان فقیہاً احداً افسد وعب شد علی الشیطان من لف عابد

تو یہ ایک پر میر گلدار طوطی پر ہر رعب دروں سے زیادہ سخت ہے ۱۲

اور یہ شدت اس لئے ہے کہ شیطان نے پہلے ایک بات دیکھ ڈی پھر بڑی مشکل سے  
 اُسے نکال دیکھنے سے کسی تدارت کو سمجھ کر نہ ہر کر دیا تو شیطان پنا سر پیٹ لے گا کہ برسوں کا  
 مصروفیت میں ملایا۔ دریں سب سے تو یہ پہلے ہی سے نامید تھا کسی واسطے اس نے  
 عرض کیا تھا اَلْاَعْيُوْبَةُ اَحْمَدِيَّةُ اِنَّ عَدَاوَةَ هَذِهِ اَحْمَدِيَّةٍ ط  
 ترجمہ۔ دروں سب کو گمراہ کروں گا بھرتاپ کے رعب دروں کے جو نہ میں منتخب کئے

لئے ہیں (۱۲)

اور اشدت سے غلبان نہ ہو کہ جب شیطان ان کا دشمن ہے تو خدا جانے ان کو کیا کھڑا  
 بنھائے۔ بات یہ ہے کہ اگر شیطان ان کا دشمن بھی ہوگا تو بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کی  
 مثال خربوزہ کی ہے اور وہ شل چھری کے ہیں کہ اگر خربوزہ چھری پر گرے تب بھی خربوزہ ہی  
 کٹے گا اور چھری خربوزہ پر گرے تب بھی وہ ہی کٹے گا۔ اسی طرح اگر وہ اہل اللہ کا دشمن ہو  
 تب بھی اسی کا نقصان اور اگر وہ دشمن ہوں تب بھی کسی کا نقصان۔ بہتر حال مجاہدہ کا طریقہ بڑا  
 باریک ہے اس لئے کسی جاننے والے سے پوچھو۔

**دائمی روزہ** مجھے اس وقت ذواقیں بتلانا تھیں کہ ایک تو رمضان میں معامی ترک کر دو

مجاہدہ کرتے رہو۔ صرف رمضان ہی ہمارا کف نہ کر دو۔ تو گویا بعد ماہ صیام رمضان ۱۲ بھی  
 صیام میں مشغول رہے گی۔ اور اس کی تائید بزرگوں کے کلام سے ہوتی ہے کہ انہوں نے بغیر صوم  
 کو بھی صوم اعتبار کیا ہے۔ چنانچہ نماز کو جو مجموعہ عبادات و عبادات کہا ہے تو ہمیں نہ کہے نہ  
 پینے کو صوم کے حکم میں قرار دیا ہے۔ در حدیث مرفوعہ میں ہے: **سَيَاحَتُهُ هِدْيَةُ الْأَمَةِ**  
**الصِّيَةِ مُرْكَبُ الْأُخْرَجِ ابْنُ حَرْزُ دِيْنُهُ** (اس امت کی سیاحت جتنی سفر ہجرت و رو  
 ہے ۱۲) حالانکہ سیاحت کے معنی سفر کے ہیں چنانچہ ساجدین کی تفسیر مجاہدین سے فارغ ہے لیکن  
 تشبیہاً روزہ سفر ہجرت قرار دیا گیا۔ اور اگر ہے کہ وہ تشبیہاً ہی مشقت و عبادت ہے پس اس  
 سے عبادہ کا روح صوم ہونا ظاہر ہو گیا چنانچہ بنی عیینہ سے منقول ہے۔

ثم اسمى الصائم صائحا التزكك اللوات ككها من المطعم والمسترب  
 والمكاح . اكله من فيه اور صائم کی بدقول کے جمود سے کی وجہ سے روزہ دار کا صوم  
 صحیح رکھا گیا ہے۔ در یک حدیث مرفوعہ میں ہے: **سَيَاحَةُ امْتِي لِحَدَّثِي سَبْعَ**  
**رُفَاكَ** (میری امت کی سیاحت ہندوؤں کے راستہ میں ہمارا گڑا ہے۔) در ذرا مزید  
 کہ دو مرفوع حدیثوں میں قطب بن حذرری ہے پس اس سے صوم اور عبادہ کا اتحاد در اظہر  
 ہو گیا اور یہ کہ روح صوم ہونا اور ظہر ہو گیا۔ سیاحت کے معنی روایات کم ہیں سے  
 ہیں۔ لیکن متفقوں میں کسی طرح کا تردد نہ رہے۔

## علاج مشقت

تو صاحبِ نہ یہ روح کا جسد متحقق ہے اور نہ جسد طاریح معترف ہے  
 تو اگر روزہ رکھو تو معاشی کو بھی چھوڑ دو جیسے روزہ رکھ کر کیا کرتے  
 ہیں کہ کہیں شطرنج کھیلتے ہیں کہیں تماشہ کھیلتے ہیں اور کہیں ہارمونیم بجاتے ہیں اور کہتے ہیں  
 کہ روزہ بھلاتے ہیں تمہیں روزہ بھلانے کی کیا ضرورت یہ تو خود بھلانے والی چیز ہے اسے  
 بھلانے کی کیا ضرورت اگر ایسا ہی بھلا ہے تو بھلانے کی چیز ایک دوسری ہے یعنی  
 وَأَذْكُوا سَمَّ زَيْتٍ خدا کا ذکر کرو قرآن پڑھو نماز پڑھو نماز ایسی دل بھلانے  
 کی چیز ہے کہ جب یہودی نے خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کے متعلق یہ گستاخی کی کہ اللہ سے  
 فارغ ہو کہ اللہ تعالیٰ نیست گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخت آزرہ ہوئے جس پر آیت  
 نازل ہوئی۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا  
 مَسْتَكِينٍ لِّغُلُوبٍ ط یعنی ہم نے آسمان اور زمین پیدا کیا اور ہم تنہا تھے تو اگے اس  
 روزہ کی تفسیر فرماتے ہیں۔ فَأَصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ۔ آپ انکے کہنے پر توجہ نہ کیجئے  
 صبر کیجئے بھلا تہی بڑی باتیں صبر کیجئے کہیں اس کا طریقہ بتلاتے ہیں۔ وَاسْتَبْسِمُ بِحَمْدِ  
 رَبِّكَ قَبْلَ كُلِّ مَلْعُوعٍ السَّمْسُ رَحْلُ الْعَزْ وَبَسْطُ (وہ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے  
 ہیں) (بسم کا ز بھی داخل ہے سوچ سیکے سے پہلے مثلاً صبح کی نماز) اور چھپنے سے پہلے مثلاً  
 ظہر وغیرہ جس کا ز میں ٹک جاوے پھر کسی کی بدواہ ہی نہ ہوگی کیونکہ صبر محبوب کی طرف توجہ  
 ہوگی تو کسی دیر بربت دھیان نہ ہوگا کیونکہ حد کی یاد دہ چہینے کے اس کے ہوتے ہوئے کسی  
 مشقت کا پتہ نہ لگے گا۔ در دوسری مشقتیں تو کیا خود موت کی شقت جیسے حق تعالیٰ نے  
 بھی مصیبت کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور کسی مشقت کا نام نہ لے کر اس کی مصیبت نہیں فرماید  
 کوئی چیز نہیں معلوم ہوتی یا ناجائز یا حرام نہ فرماتے ہیں۔

ختم آنروز کہیں صبر دیر نہ پڑے و رحمت سے ملے اپنے ہاں کو  
 جس دن دنیا سے کوچ کروں وہ دن بہت چمکتا ہوا طلب کروں درجہ تحقیق  
 کے پاس جاؤں (۱۴)

تذکرہ دم کہ گزیر سر پر ہم روزے تا دیکھ شاداں دغراں حوالہ

قرآن میں سے یہ روایت ہے کہ اگر وہ سب سو جائے تو خود دترہ اور مرہیں پڑھ کر  
بوجادوں ۔

یہ ذکر مہدی کی برکت کی موت کی تہنیت ہے میں اور قرآن میں  
**برکت ذکر** بجا کر کہے وہ دن جس میں جس دیر بستی سے گزر ہوگا۔

تہنیت کوئی برکت کہ یہ تو مے سے پیے ہے میں مے کے وقت اگر اسی حالت ہو تو  
جائیں۔ تو پیئے مے کے وقت بھی ایسا کر رکھنا ہے

وقت ان سمہ کہ من طریاں قوم ۔ جسم بدارم سر سر حان خدم  
توجہ: اب وہ وقت آگیا کہ میں غیاں مول نسیم و جود کر سر اور حان ہی صاؤں  
جمیت توجہ کہ ار غیر خدا ۔ فردائی در خسلاد در ملا  
توجہ یہ ہے کہ موت و جوت میں یہ اللہ سے قطع نعت کہ د

ابن الفارض رحمۃ اللہ علیہ کا جب دھال ہوئے لگا تو کھڑے مہتیں مختلف ہوئیں  
فرمانے لگے

ان کاں عد لقی فی الحب عند لم • ما قدر بیت فقد صلیحت ایاہی  
یعنی اگر بھی میری محبت کی قدر ہوئی تو میری ماری محبت ہو گئی یہ جہتیں مستور  
ہو گئیں درشتی مطلوب ہوئی۔ اس کے بعد آپ کی ریت ہوں کر گئی در وہی مہمیں صادق  
آگیا کہ

گر بیا یہ ملک الموت کہ جام مسرور • تارہ میجر ریح نور ریح و میدا نہ دیم  
توجہ: اگر ملک الموت میری جوا بنے کوٹ تو میں مشک نہ کہ تہنیت دیکھوں حان  
نہ دون لگا

یہ حالت میں موت کے وقت نہ بھی اب بعد وقوع موت کے ال حفاظت کی گنت  
جو دیا میں وہ موتی ہے سچے ایک برکت ہے و جہت ناخوشی کہ بجا۔ لہذا میری جاسے  
بہرے کے ساتھ یہ پڑھا جائے ہادی ریح خوش ہوئی ہے  
مخفا بعد در کوئی سے تو • تنی لہذا زجھا۔ دسے تو



تو صاحبِ یز نام تھوڑا ہے دل کے بھلانے کو اسیں دل بہدو اس کے بعد تمہیں کسی  
اور چیز کی کیا حاجت ہے

ہم گشت کہ ترا شہنشاہت جازا پہ کند : فرزندِ عزیز و فغانِ مارا پہ کس  
مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا ————— اب اتنی تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ وہ ہم  
توفیقِ عمل کی عطا فرمادیں۔ ————— آمین

تمت بالخیر



مع جس شخص کو آپ کی معرفت موصول ہو گئی اس کو جان اور فرزند و اسباب کی پردہ نہیں (۱۷)

# رُجَّاءُ الْفِطْرِ

عید کی حقیقت

دعظ مذ ۱۳، رمضان مبارک ۳۲۲ھ کو جمعہ کے روز جامع مسجد تھانہ  
میں رُجَّاءُ، دھار کے موصوٹ پر تین گھنٹہ تک میٹھ کر رہا دیا۔  
سامعین کی تہہ دتقریباً پانچ سو تھی۔  
مولف عید خیر صا حب نے سے  
قلم بند فرمایا: —





یہ معلوم کر لیا جائیے کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے جس کے متعلق اب تک ہر جمعہ میں  
**مہینہ** | کچھ مصائب بیان کئے گئے ہیں کہ جن کا حاصل ان عبادت کی رُح و اسرار تھا جو  
 مخصوص ہیں اس ماہِ مبارک کے ساتھ۔ اگر اس جمعہ کے بعد دوسرے جمعہ کا آنا متیقن ہوتا تو  
 جو مضمون اس وقت بیان کرنا مقصود ہے اُسی جمعہ میں بیان کیا جاتا یعنی عید کے متعلق بیان  
 کرنا ہے اور عید کا ابھی ایک جمعہ باقی ہے۔ پہلے یہ ہے۔ چونکہ تیسرا چاند دیکھا گیا اس لئے  
 جمعہ کا آنا محتمل ہے درجہ اول تیسرا چاند دیکھا گیا وہاں کو یقیناً اس کا جمعہ رمضان کا  
 نہ ہوگا۔ اس سے عید کے متعلق آج ہی بیان کئے دیتے ہوں۔ اب تک ان طاعات کی رُح  
 دُر کی گئی ہے جو رمضان کے نذر ہیں۔ سو چونکہ رمضان ختم ہونے کو ہے لہذا آج  
 اس عبادت کے متعلق بیان ہوگا۔ جو اس کے بعد ہے اور پہلے اگلی روز  
 ہر عید کی رُح کے متعلق بیان ہوگا تاکہ جو غایت ان طاعات کی رُح معلوم کرنے سے ہے  
 اسی غایت کا لیلۂ عید میں بھی کریں۔ در حکامِ فرعیہ عید کے اس وقت بیاں نہیں کئے  
 جائیں گے کہ مارہا بیان ہو چکے ہیں۔ اب بھی اگر کسی کو یاد نہ ہے ہوں در ضرورت  
 خود پوچھ لے۔ اس چھوٹے بچے کو بیاں ہو جائیں تو مضائقہ نہیں۔

در مطلب اس غایت کے یاد کرنے کا یہ ہے کہ عید صرف کھانے  
**افطار اکبر** | پیے ہی کا نام نہ سمجھیں بلکہ اس میں علاوہ فرحتِ حیدہ صوریہ کے  
 جو یک فرحتِ روحیہ شریعہ لہجہ بھی ہے اس کا بھی تذکرہ کریں کہ جس طرف جناب رسول مقبول  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے **لِلصَّيْتِ فَرْحَةٌ** **فَرْحَةُ** **عِنْدَ الْإِفْطَارِ** **وَلَا**  
**فَرْحَةَ عِنْدَ لَيْلَةٍ** لڑکھائی جس کا بیان آتا ہے یعنی روزہ دار کو دو فرحتیں سوتی ہیں  
 ایک افطار کے وقت دوسری فرحت تھا۔ یہ کہہ کے وقت حورِ خیرت میں ہوگی و اس حدیث  
 میں کو ظاہر روزہ کے افطار کا ذکر ہے لیکن قیاس کہیے یا دلالتِ اصص کے اعتبار سے سمجھئے  
 لفظ کا محمول ہے اس میں دوسرے افطار پر بھی دلالت ہے یہی افطار اکبر و اس کا بھی  
 یہی حکم ہے اس اعتبار سے اس افطار کے بات میں یہ بھی رشتہ ہوگا کہ اس افطار کے وقت  
 بھی ایک فرحت ہوتی ہے۔

**فرحتِ رُحانیہ** | مآقی یہ کہ افطار کی وقت کس بات کی خوشی ہوتی ہے سو ایک خوشی

قواں ظاہر کو ہے کہ کئی چیزیں ظاہر کیا توئی نظر کے وقت اس حقیقت کو ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ کی توفیق سے عبادت تمام ہوتی۔ یہ ہے وہ ذلت روحانیہ جس کا کئی ظاہر کبر یعنی غیہ کے روز بھی کرنا چاہیے۔ اور اسی پر کیا متحد ہے شریعت میں تو تمام احکام کے متعلق مصالحہ دنیویہ و اخرویہ دونوں متوجہ رہا، نہ کہ کسی ایک طرف توجہ کا مذاق ہے اپنے صدق کے موافق خواہ دینی یا دنیوی مصلحت سمجھ کر ہر طرح سے کام لیتا کر ہی ہے ہر صورت کا خیال صورت کی طرف جانے اہل معنی کا دین معنی کی طرف مستقل ہوتا ہے ورتوبہ مع میں اس کو دیکھنا کمال کا ہے۔

ہمارے عالم سنسن دل و جان تازہ میدان۔ ہر ایک صاحب صورت اور رباب معنی۔ اس کے عالم جس کی ہمارے پرست و گوس کے دل و جان کو اپنے حسن معنوی سے اور حقیقت پرست و گوس کے دل و جان کو اپنے حسن معنوی سے ترسنا زد رکھتی ہے (۱) یہی شریعت مقدسہ کی کیفیت ہے کہ صورت و معنی دونوں کی جامع ہے یعنی مصالحہ دنیویہ و مصالحہ دنیویہ دونوں کی رہیت ہے جس میں اصل مقصود اس میں مصالحہ دنیویہ ہیں اس مصالحہ دنیویہ بھی اس پر مرتب ہو جاتے ہیں

**مثال دنیا و آخرت** | ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دنیا و آخرت کی خوب مثالیں دی گئیں۔ فرمایا کہ دنیا و آخرت میں شخص در اس لئے ملے ہیں کوئی سایہ کو پڑنا چاہے، آخرت میں اس کی صورت ہے کہ اس شخص کو کبھی بوس کا یہ مایہ ہے۔ پھر دیکھو اگر تم میں سایہ کو دھکنے بھی دو تھ بھی جائے گا دروں نورانی عمر برباد کر دو گئے کبھی؟ نہ اسے کا در و طبیعت سے ہوتی ہے وہ و تعزیر کہ سیدہ حضرت غوث الامام غفرلہ رحمۃ اللہ علیہ یزاد و لطیف المزاج بزرگ حریف و لیدہ کھانے کئی بار کرتے تھے اور نہایت عیس بلالیں پہنا کرتے تھے، مگر اس کا ہتمام نہ تھا خود بخود حق تعالیٰ نے انکار بھی نہ تھا ہر چیز اور دست میر سہ نیکو مت۔ جو کچھ خوب حقیقی عطا کریں وہ اچھا ہے، کیونکہ وہ تصرفات مکمل یعنی کس ڈر ہننے و لے نہ تھے وہ مکمل تھے یہ بات بھی کمال کے خلاف نہیں تھی تو نعمت اس میں حصر سے یہ فرمایا کہ نعمتیں دنیا میں ہیں ختم تری

کا وہ جانا ہے کہ وہی ہے متعلق ابتدا سے وقت و مدت طلیت قس امت فسنون و در  
 آیت کی تفسیر "اور اس کی حیرت کو مٹا دیا جائے" اور نصرت کو مٹا دیا جائے جس میں عکس نقیض تھا  
 جس نے آیت کا اور وہ ظن کیا تھا کہ جو عورتیں آیت میں ہو گئیں وہ عورتوں کے جملہ میں گئے  
 کہیں یہاں کی مدت اختیار کرنے تھے ماسے فقہاء بھی مثل صوفیہ کے حکماء ہیں ملک حقیقت  
 میں بھی دو گروہ حکماء ہیں ایسا صوفیہ دوسرے فقہاء تو صوفیہ نے کلی اسکو سمجھی کہ وہاں کی  
 مدت کا نواہ ہے اور فقہاء سے بھی اس کو سمجھا تھا بچہ صاحب بدایت جس کی مدت ہے کہ ہر  
 مسئلہ کی بہت دلیل عقلی میں دیتے ہیں اور ایک عقلی حقائق یہ مسئلہ تحریر فرماتے ہیں کہ تحریر  
 چار اگل تو جابر ہے اس سے زیادہ جابر ہیں جابر عقل میں بطور پرکھ سنجت یا بیل  
 عمار با ٹوپی یا دیکھی پر سے میں گلے کو کچھارت نہیں اول کی دلیل عقلی رتد و فانی میں  
 کہیں مدت عقیدہ یا ارتداد مانتے ہیں کہ یہ مودہ سے میں بل بخت کا یونکہ لیا سٹھو شہنشاہ  
 خبر میرا محنت میں سا کاں میں رہی ہو گا انہ تھوڑا دیکھ کر وہ یاد آئے در اس کے  
 میں کہ مدت کی رعایت ہو اور اس کا حصول عورتوں سے اس حال کی پر پھر جب اس کی رعایت  
 ہوگی تو اس حال کی ہی رعایت ہوگی سب سے مذکور یہ ہے ہے ہیں در سب کو کسے  
 کہ نہیں ہیں ماضی میں کی حقیقت میں ہیں ماضی عورت کا نصرت فرما سکتے کہ اگر کسی شخص  
 کا سایہ بجا محسوس ہوتا ہے تو اس شخص پر قصد کر تو بھر وہ سایہ ایسا ہے کہ دھکے  
 دینے سے بھی نہیں جلتے گا۔

ابھی طرح کہ دیا جاتے ہو تو آیت اختیار کرو حضرت کے ساتھ  
آیت حصول دنیا دیا کہ یہ بات ہے کہ شتہ اندیش و ہف کہ غم  
 بہا کاں میں ملتی ہو دریا گریٹ کوں دے گی۔

مولانا محمد عقیوب صاحب دواتے تھے کہ میں نے ایسی تکھوس سے شتہ اندیش  
 دھی ر عمرہ کا مصداق دیکھا مولانا محمد قاسم صاحب خزہ میں تشریف رکھتے تھے  
 شتہ اندیش مگر بزرگ و بزرگوار بات کو نہ جو نصرت تھے وہ کسی سے پوچھا تب  
 تشریف میں گئے کہ اس کا یہاں تھوڑی دیر میں مجلس کے حوالے گئے ایک چٹائی بھی تھی

جس پر کبھی جھاڑو نہیں ہوتی تھی۔ میری گرد پڑی ہوئی تھی۔ وہاں بھلا کیوں جھاڑو ہوتی  
 جن کا مذاق یہ تھا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ جو مسجد میں بہت دبا دبا کے  
 جھاڑو دیتے ہیں ہمیں بھلا نہیں معلوم ہوتا۔ تناؤ کرے کہ خدا کے سامنے خاکری کی  
 شکل تو بنائے وہ مسجد ہی کیا ہو جس میں ماتھے اور ناک میں مٹی نہ بھرے۔ بس کچی زمین ہو مٹی  
 ناک کو ماتھے کو ہاتھوں کو اور تمام مواضع مسجد کو لگتی ہو۔ ہمارا تو یہی بن جی بھلا ہوتا ہے۔ تو  
 جن کا یہ مذاق ہوا ان کی پٹائی پر کون جھاڑو دے وہ رومہ اسی چٹائی پر بیٹھ جاتے تھے در کھلی  
 آنکھوں نظر نہ تھا کہ *اِنَّ شَيْءًا لَّدُنِّيَا وَهِيَ رَاٰ عَمَةً* اس کے پاس دنیا ناک دگڑائی ہوئی تھی  
 ہے کہ اہل دنیا خاک آلودہ ہوتے تھے حقیقت میں اسی حدیث سے معلوم ہوا کہ دھکینے سے  
 بھی نہیں نکلتی ع گروستال پرستم میر سداگر خوشی سے نہ تو تو زبردستی پہنچتی ہے دنیا کا آنا  
 اہل دنیہ کا آنا ہے بلکہ جو عازب، مذہب اور وہ تو دنیا کو ہاتھوں سے بھی نکالتے ہیں  
 زبان سے بھی نکالتے ہیں۔ دل سے بھی نکالتے ہیں ہاتھ سے تو اس طرح کہ کہیں گھونٹے سے  
 صبر لیتے ہیں کبھی مارتے ہیں اور زبان سے یہ کہ ترا بھدا کہتے ہیں۔ گناہیاں دیتے ہیں۔ اور دل سے  
 یہ کہ نفرت کرتے ہیں۔ نہیں ترا سمجھتے ہیں لیکن لطف یہ ہے کہ جہاں زبان سے کسی کو برا  
 صلہ کیا یا مارا یا دانا اس کا کام بن گیا موانہ افضل مرمن صاحب کے متعلق لوگوں کا حیل یہ تھا  
 کہ جب تک تیری سخی کرتے تھے تو لوگوں کا کام بن جاتا تھا جب سے نرمی اور خوش اخلاقی پر سے  
 لگے لوگوں کا کام ہونا پسند ہو گیا۔ چنانچہ بھٹے جادیب کے یہاں بھی کام ہو جائے کی یہ علامت  
 ہے کہ دھکے دے دیتے کام ہو گیا۔ دربار خود اتنی مدد اہیوں کے لوگ پھر بھی ان کے پاس جاتے  
 ہیں وہ دنیا کو نکالتے ہیں اور ہمیں نکلتی اسی سے عصمت دیتے تھے مگر کوئی غلاب دیا ہوتا تو  
 نہ ہو جائے۔ کیونکہ اسکی وہ حالت سے جو بیجا حاشہ عورتوں کی ہوتی ہے کہ اگر کوئی ان کے  
 پیچھے پھرے تو خنسے کرتی ہیں۔ اور اگر کوئی ان سے پھرے تو یہ اس کے پیچھے پھرتی ہیں کہ شکار کئے  
 رہا ہے۔ یہی کیفیت دنیا کی ہے کہ اگر اس کے پیچھے پیچھے پھرے تو خنسے کرتی ہے اور ہاتھ ہیں  
 کھتی اور گرو سے پھوٹ پیچھے پیچھے آتی ہے۔

عار نے خواب، رست درنگرے ۱۰ دید دنیا بصورتے مکرے

ایک طرف نے دنیا کو کنواری لڑکی کی صورت میں خواب میں دیکھا ہے  
 کہ دازے سواں کاٹے دبیر ، بکر چوٹی مال ہم تو ہمسر  
 میں سے پوچھا کہ تے تو تیرے خصم اور تو اب تک ہاکرہ ہی رہی ہے  
 گفت یک حرف با تو گویم رست کہ مرا سرکہ بود مردہ جو رست  
 و انکہ نامرد بود خواست مرا نہ بجا رست ہمیں بجا رست مرا  
 اس نے کہا ، بات یہ ہے جو مرد تھے انہوں نے منہ نہیں لگایا اور جنہوں نے منہ لگایا وہ  
 مارے تھے اس لئے میں ویسی ہی ہوں ، ہر حال جو اس سے بھاگتے ہیں یہ اُن کے پیچھے پیچھے  
 بھرتی ہے لیکن بد اس کو کوئی تجارت ادا دیا ملنے کا طریقہ نہ سمجھے کہ بہت سہل ترکیب  
 معلوم ہوئی بس دنیا کو چھوڑ دیں گے وہ خود حاصل ہو جائے گا ، اس سے ہرگز دنیا حاصل نہیں  
 ہو سکتی کیونکہ جب تم دنیا کو اس نیت سے چھوڑ دگے تو تم طالب دیا ہوئے مارک دنیا کا  
 ہوئے یاد رکھو اگر یہاں کر دگے تو رشتی بھی نہیں ملے گی یہ وہی بات ہوتی کہ ایک مولوی صاحب  
 نے دہلی میں بیان کیا کہ ایک دو تو دل میں ، ایک حق کہنے لگا کہ مولوی صاحب آپ نے نو پڑی  
 چھی تجارت تہا کی کہ بس قدر میں نفع کہ نہ پھر پڑے سیکڑہ نہ دل رپے سیکڑہ نہ سو رپے  
 سیکڑہ ایک دم سے ہمارے پچھ سیکڑہ اس سے یہی کریں گے ، میاں کے پاس ایک روپیہ  
 تھا جھٹ کسی بقر کو دے دیا اور منتظر ہوئے کہ اب میں دس روپے ب میں وہ نہ سچ  
 ملتے ہیں ، کل اپنے دل میں بتا کرے لگا کہ مولوی صاحب بڑے جھوٹے تھے ، خود بخود میرا  
 روپیہ بھی کھوایا ، سی غم میں یہاں سے کو بچیں ہو گئی ، ہر وقت دستوں کا سلسلہ یہی رہ جنگل  
 جاتے گئے ایک بار ایک کھیت کے کنارے بیٹھا گپ رہا تھا ، گپ چلا تو سستے کے  
 لئے ڈھلاٹھا یا ایک ڈھیلے کے نیچے سے ایک ہٹوہ لٹکا ، کھول کر دیکھا تو پورے دس روپے  
 تھے ، بڑے خوش ہوئے مولوی صاحب کے پاس آئے ، دیکھا کہ مولوی صاحب تم سچ کہتے  
 تھے کہ ایک کے دس ملتے ہیں چنانچہ میں نے ایک روپیہ دیا تھا دس روپے مل گئے مگر کھٹی مروڑ  
 ، بڑے غضب کے ہیں ، ان کی مجھے برداشت نہیں ہوتی ، تم نے مجھ سے پہلے ہی کیوں نہ کہہ  
 دیا کہ ایک کے دس ملتے ہیں ، اور ساتھ ہی اس کے مروڑے ہوتے ہیں ، تاکہ کبھی میں ایسا نہ کرنا



کہ جس مجلس میں بر بھی گرفت کرتے تھے ایک مرتبہ کسی سالک سے، اہوں نے پوچھا کیا کر رہے ہو  
 اہوں نے ہاتھ توڑ کر کہیں کر رہا ہوں۔ وہ، موسس تہابیشہری کی مسکریں ہو  
 کیونکہ بیٹ کی مسکر سے کی فکر بھی بیٹ ہی کی فکر ہے کیونکہ بیٹ کی فکر میں اس کے  
 نے کرتے ہیں۔ وہ تو دل سے جی تمنا حاصل ہو جائے اس سے یہ بھی بیٹ ہی کی فکر ہے یہ  
 تو خدا و کہ جس کام میں مشہدہ جہاں میں کنگو گے

# عبداللہ

تو جس دنیا کی نیت سے خودی کا کام کر دے تو وہ بھی کیا ہی ہو  
 جائے گی پھر وہ برکت کہاں۔ برکت تو اللہ سے وسط کرے میں  
 ہے خود۔ اللہ وسط دیا کہ چھوڑتے ہیں وہ دنیا کی نیت تو پانچوں قدرت، علی کی  
 علی نیت ہیں پانچ ذبغیات کا منتظر ہوا ہے۔ توں کی توقع مونسے در گریں کو ہے  
 تو وہ علی سے مدد نہت ہے اللہ لکھتا ہے وہ عبد اللہ نہیں ہے کیونکہ اس سے معلوم  
 ہوا ہے کہ گریں۔ ہوا وہ عدالت کرتا اور علی کی دو صورتیں ہیں۔ یہ تو عدالت  
 نہت ہو جس کا لہجہ حق میں وہ یہ کہ علی ہی سے نیت یہ ہو کہ علی ہو یہ خلاف طیف  
 ہے خلاف کر نور مہر پڑھنے کا کرے کہ سو رہے علی کا دیں تو ہمیں نور میں وہ  
 واقعی یہ سنا سنا کر لے لے ہے اور اگر خود علی ہی سے یہ نیت ہو کہ سو رہے میں سے تو  
 یہ مہر نہتے میں سے۔ سو رہے لے لے سے اسی طان اگر اللہ کا نام اس نیت  
 سے بتا ہے کہ نہت تو وہ عدالت ہے خوب سمجھو پس بعض لوگ تو طلب نہت  
 کو طلب کرتے ہیں سمجھتے اور اللہ مطلقاً نہت سمجھتے ہیں سیکس تیس تیس سے کہ علی میں اسل  
 نیت رہتا تو مذہبم ہے سیکس مستقل طور پر دعا سے طلب کرنا جگر ہے کہ وہ خلاف مصلحت  
 واقعہ میں ہو کر یہاں وہ حق تعالیٰ خود ہی دعا۔ ذرا دیں گے جیسے عموماً دعاوں میں یہی  
 عدالت سے سیکس ماننے میں لگی قی نہیں پس خدا کا نام تو خدا ہی کے لئے پیا چاہیے  
 خدا نیت مدار جو سنیں علی از دنیاست کلی کا ستی  
 کا نام اور ہی تیر کے لگے کی نیت سے یہاں سے ہے نہ کا نام تو وسط  
 سے نہت و





معاملہ اکثر یہ ہے کہ جو شخص جو زمین پھینکا ہے حق تعالیٰ اسی میں عطا کرتے ہیں ۲۰ بعض کو  
 زمین میں سے بھی دیتے ہیں۔ دیکھو دیبا میں بھی ایسے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کھانا دے دیا  
 مگر شرط یہ کہ پناہ برتن لاؤ۔ ایک یہ کہ کھانا مع برتن دے دیا پس جس طرح زمین لانے پر  
 کھانا سے میں محض (یعنی کریمو ۱۷۵) سب اس جو ادھی کبھتے ہیں: جس کو کوئی موثر نہیں سمجھتا  
 چنانچہ اس صورت میں اگر کوئی زمین سے کھانا لگا کر کہنے لگے کہ یہ کوخو د بخود میرے برتن میں  
 سے نکلا کسی سے اس میں غیہ نہیں تو یہ اس کی حماقت ہے اور اسے کہا جائے گا ایسے بوقوت  
 برتن میں کیا تھا۔ وہ تو محض ظرب ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے بھی کسی معصیت سے قانون مقرر  
 کر دیا ہے کہ اپنا برتن لاؤ اور اسے جاؤ۔ تو یہ تجارت و ملازمت و زراعت برتن ہیں۔ اب  
 اگر کوئی کہنے لگے کہ خدا نے نہیں دیا وہ تو میری ملازمت یا تجارت یا زراعت سے پیدا  
 ہوا تو اس طرح وہ بوقوت ہے یہ بھی حق ہے اور یہ تو قانون کا مدہب ہے اور اس نے  
 اپنے ماں کو کہا تھا کہ خدا لے نہیں دیا۔ بلکہ اُمّائے دینیّت نے علیٰ عیہم عیندئی میرے پاس  
 ایک ہنر ہے اسکی بہ دولت مجھے یہ حاصل ہوا بعضوں نے ہنر کی تفسیر میں کہا ہے کہ وہ کیا اگر  
 تھا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ بہت بڑا ہنر تھا۔ بہر حال ہے مال کو ہنر کی طرف منسوب کرتا  
 تھا۔ تو یہ قانون کا مدہب ہے کہ علت حقیقہ رزق کی نوکری یا زراعت یا تجارت کو قرار  
 دے خوب سمجھ لو کہ یہ کاسہ گدائی ہیں حد کی عادت غائب یہ ہے کہ برتن لاؤ تو دیں گے تجارت کر دو  
 یہ نوکری یا زراعت وہی دیتے ہیں اسباب تو نظر آتے ہیں اور وہ سبب نظر نہیں آتا۔

عشق من پید و معشوقہ ہوں ۔ ہر مرد و عورت دور حبس  
 فتنہ غلبہ حال اور حق میں کہہ گئے مراد سنو ۔ رحماں اس کا تفرق جہاں میں  
 ہے یا تو جہاں سے ہے۔ ہر جہاں اس کا تفرق جہاں کے اندر ہے اور وہ خود نظر آئے ہے۔ اسی  
 کو دولت فرماتے ہیں۔

ماہمہ شیر را دے تیہ سیم ۔ جملہ شاں ارباد یا شد دہم  
 و چاری سی شال سے جیسے رنجہ دہم ۔ آج ہوا چلنے سے حمد کرنا و معلوم ہوا  
 ہے جی ہاں نقدی نصف حق کی وجہ سے ہے ۱۱

معموم یا پچھراڑ ہے یا سانپ یا سبکڑ کی تصویر مادی ہے ہیں تاکہ جس وقت ہوا سے  
کپڑا ہے تو وہ حملہ کرتا ہو معلوم ہوا درجہ لگے

حملہ شل پیدا واپیدہ ست ۷۰ نہ پیدا ست ہرگز کم مباد  
ن کا حملہ صرا آپے حملہ کرے وہاں بھی ہوا، نظر نہیں آتی (اگے بطور دعا کے فرماتے  
ہیں جو چیز نظر نہیں آتی جیسی نوریت حق وہ ہمتے دس سے بھی کم نہ ہو ۱۰ اسی طرح ہماری  
بھی حالت ہے کہ

رستہ در گردنم گنجد دوست ۔ سے بردہ ہوا کہ خط حودہ ست  
انہوں ہی سے یہ حرکات پیدا کر رکھی ہے جس طرف چاہتے ہیں متوجہ کر دیتے ہیں ۱۰  
حالت حقیقہ دوستی مقام پر امتداد فرماتے ہیں

گر جسم یم ۱۰ دست ۔ در کس یم ۱۰ زدن دست  
یعنی اگر جسم میں مبتلا رہیں تو یہ ان کا زمانہ ہے یعنی حق تعالیٰ کا تصرف ہے کہ جس  
جہل سے میں بچے اور اگر جسم ہماری رہاں ہو جائے تو یہ بھی نہ کا ہی ایو سہ ہے  
کہ درجہ علم ان کے تصرف سے ملے ہوا ۱۰

گر خواب یم ۱۰ مستان یم ۱۰ در ہمدی یم ۱۰ مستان یم ۱۰  
یعنی اگر سو میں تو نہی کے ہیوش کے موئے ہیں در گرجاگ، انہیں تو بھی نہی  
کی گفتگو میں ہیں یعنی یہ قوت مہمانہ اُن ہی کی عطا فرمائی ہوئی ہے ۱۰  
یہ تو متعلق حیات ہیں یک حالت تردد و عدم تعین کسی شے کی سے سے ہی تو دہی  
فہماتے ہیں

در تردد ہر کہ ۱۰ آشفہ ست ۔ حق گوئی در معہ غفلت ست  
یعنی ہر شخص کسی تردد میں یرتین ہوتا ہے گوئی حق تعالیٰ سے ۱۰ کان میں کوئی غم  
کہہ دیتے ۱۰

یک اور بزرگ کہتے ہیں ۔  
گوئی ہم یہ سہم ۱۰ کہتے ہیں ۔

لحدیث یہ فرمودہ کہ ۱۰ دست

محل سے کیا کہہ دیا ہے کہ خدا ہوا ہے اور محل سے کیا فرمایا ہے کہ خدا ہے (۱۲)  
وَأَتَتْهُ هَوَا أَصْحَابُكَ وَأَنْبِيَاؤُكَ دُوسری سناتے ہیں ورنہ ہی روتے ہیں اس کا

ترجمہ عاشقانہ اہل فطرت میں یہ ہے ۵

محوش کو جو سچین گھٹا کہ خدا ن است ۔ لعنہ علیہ یہ فرمودہ کہ نالان مست  
واقع یہ سب نہیں کے تقررات ہیں اں تو نہ اسی نظر نہیں کہ ہے رقی نظر آتا ہے ۔ یہ حضرت یوں ہی  
سچے کہ رزق کوئی ہے ہی ہیں ۔ دیکھو مشیق ٹکٹ کی ہے کہ ڈوبے ڈالنے سے بیٹ فارم  
کا ٹکٹ نکل آتا ہے اب کوئی سمجھے کہ مگر کسی کے ڈالے ہوئے متین ہی سے ٹکٹ نکلتے ہیں ،  
تو دو تین دن بھر جاتا اور تمہارے سے سب غلطیوں کی اطلاع ٹکٹ کلٹر کو ہوتا ہے اور وہ  
تمہاری سب غلطی کے رفع کرنے کے لئے ٹکٹ نہ ڈے پھر دیکھیں ٹکٹ کیسے نکلتے ہیں اگر  
یہی شعر لاٹ ٹکٹوں کا درخت تھا تو اب اسی میں سے ٹکٹ کہاں گئے معلوم ہوئے کسی  
کے ڈالنے سے نکلتے ہیں ، اسی طرح تم یہ سمجھتے ہو کہ ٹکٹوں سے دکانی آگئے دیتا ہے کہ  
جمعہ انور سے ہوا ٹکٹوں میں آتا ہے مست و نگر و نور کی ہر خشک سو جائے تو کہاں سے  
لاؤ گے نور فرقت میں قن کہ آیتھم اِنْ تَضْبَحْ مَا عَزَّ كُمْ عَزَّ فَخَصَّ بِأَتِيكُمْ  
بِغَايَةِ عَيْشِي ڈالیں تمہارے وال گراٹر جائے تو کون سے مکان سے ٹکٹ کی حکایت  
ہے جب اس نے یہ آیت سن لی تو روبرو غرض کہ کہ نا قیامہ بالمعول والمعین یعنی  
ہم کمال و مزدوروں کے درجہ سے نکال دیں گے لیکن یہ مدت اب ہے ۵  
مستم حق با تو مو ما کسہ ۔ چونکہ رنجذری رسوا کسہ  
معلوم کہ کی گستاخیوں میں جمع نہیں دیا ہے انتقام جوش میں یہ بات کو یہ نظر  
موتے ایکسا میں دشتے سے کہہ یک ہی پتہ مارا اور ہا قد دھندل ہوا ۔ عیدت  
بہ بالمعول والمعین ہم نے تمہاری نگھوں کا یہی تار دیا ہے تو یہ دے دے ۔  
مزدوروں سے ٹرے معہ ور تھے جمع نور میری نہ دیکھو ۔ خود میں مجھے اسو میں یہ کہیں  
علیہ اللہ تعالیٰ کی رزائی تمہارے ساتھ مواست جی رعیت کرتی ہے جب تمہاری گستاخیاں حد  
سے بڑھ جاتی ہیں تو رسوا کر کے ہیں (۱۳)

نے کیا ہے

مشرّب ابراہیمؑ | چو نئی کسی کا تہ کے کاغذ پر چلی امیر حرف بنے دیکھ کر کہے لگی  
کیسے اچھے مقول بن گئے ہیں۔ دوسری نے کہا یہ خود بخود ہمیں بن گئے ہیں بلکہ ایک قلم سے  
وہ بار بار ہے تیسری نے کہا ہمیں قلم نہیں مارا ہے بلکہ قلم ایک ہاتھ میں سے وہ نکل رہا ہے  
جو تھی نے کہا نہیں نہیں وہ ہاتھ نہیں مارتا بلکہ وہ ہاتھ ایک کانٹے کی یں لگا ہوا ہے وہ  
کانٹا بار بار ہے حتیٰ کہ ایک حقیقت تک پہنچ گئی کہ اس نے کہا کہ وہ ایک شخص کا ہاتھ ہے  
وہ شخص مارا ہے تو فلاں سفر میں پہنچی چوٹی کی طرح حقیقت سے اسکل دور دور سے  
بدتر ہو رہی ہیں اس کے بعد دوسری چوٹی کی طرح بخوشی ہیں کہ یہ اندک و  
نخوم کو مستغرق سمجھتے ہیں اور مائل اور حقیقت شناس ابراہیمؑ، مشرب لوگ ہیں یعنی ریل پٹا  
ہیں کہ وہ منبع ہیں ابراہیم علیہ السلام کے بیچے خرد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد ہے کہ  
ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کیجئے در ابراہیم علیہ السلام کا مشرب یہ تھا کہ شرباً جَنّاً عَلَیْہِ  
الْقَلْبُ وَ اُمّی کَوْنُ کُیَا جب رات ہوئی ایک ستارہ کو دیکھا قال ھذا اَرْبَابُی تو کہا  
میں نے درس کیا کہ یہ رب ہے یہ بطور بجزات صم کے فرمایا فَمَا اَفْضَلُ عِبِ وہ چھپا  
گیا قال لَا حِبَّ الْاَفْطِلِیْنَ وہ خدا کیسا جس کو زواں ہو میں دیے فدا کو پسند نہیں کرتا  
فَمَا اَفْضَلُ الْقَمَرِ کَذَاقُ قال ھذا اَرْبَابُی جب یہ نہ کہ دیکھا تو کہا مرض کرو کہ  
شاید یہ ہو رہا ہے فَمَا اَفْضَلُ جب وہ بھی ڈھل گیا قال لَیْنُ لَوْ تَعْبَدُیْ زَیْنُ  
لَا تَكُونُ مِنْ الْقَوْمِ الصَّالِیْنَ فرمایا کہ اگر مجھ کو میری ہیبت نہ کرتا ہے تو میں  
گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں (۱) معلوم ہو یہ بھی خدا نہیں فَمَا اَفْضَلُ اُمّی السَّمْسِ بِزَعْفَرِ  
قال ھذا اَرْبَابُی ھذا اکْبَرُ جب سوچ کو دیکھا تو کہا یہ سب بڑے بڑے گر مسکی  
خدا باطل کر دی تو سب کو بکڑیا فَمَا اَفْضَلُ قال یہ قوم اپنی سرریٰ سے ہمارے گون  
اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْہَیْ لِلْبَیْتِ حَطَّ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ جَدِیْ وَمَا اَنَا مِنْ

المشركين۔ سو جب وہ بھی عروب ہو گیا، تب سے ذرا ایلے قوم! بے شک میں تمہارے شرک سے مرہم ہوں میں پارت اسکی طرف کرتا ہوں جس نے سماؤں کو درز میں نو پسید کیا۔ میں شرک کو نبیوں میں سے نہیں ہوں، حضرت اسی طرح ہر مومن کی نظر مصداق اس قول کا ہے "ولم یخرجہم من دینہم"۔ ہر مستہبی کا حرم جاری است۔ یعنی ادنیٰ قدم میں لا الہ الا اللہ لا مؤثر ولا معبود الا اللہ۔ لا فی ذل الا اللہ۔ لا خالق الا اللہ۔ بحرِ مد کے کوئی معبود نہیں۔ بحرِ مد کے کوئی موجود نہیں۔ بحرِ مد کے کوئی حلق نہیں، حاصل ہو جاتا ہے ہمیں پیٹے ہی قدم میں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبارک و تعالیٰ کا یہ لوگ سیکڑوں غلو کر دیں بھی نہیں پہنچے۔ اب اہل یسان سے ریہ وہ معنی کون ہو سکتا ہے

ماثر تدبیر | سو یہ مذہب دہرین کا ہے کہ تارے کسبِ قوت ہے ہم تو کہتے ہیں کہ اگر کسب ہی علتِ آمد و سببِ کمال ہے تو ہم ایک پیٹے شخص کی طرح عریض نہیں کر سکتے ہیں جو چھ پیسے روز کی مزدوری لے رہا تھا، پے ڈھونڈا تھا، یک حالت غیر آتی کہ وہ لکھ پتی ہو گیا، ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ تم نے کیونکر ترقی کی اس نے یہی تمام سوکھ عریضی، ترقی کی کہ پہلے چھ پیسے، دو کا مراد تھا، پھر ترقی کرتے کرتے پچھترے، دو کا ہو گیا۔ پھر آٹھ لکھ کا ہو پھر روکری کر لی، پھر ٹھیکے لین شروع کئے، اس میں اس طرح کرنے سے بیس برس کے آدھ لکھ ہی بن گیا، اب اسکی تمام سوانحِ عمر لکھ لو اور کسی پیسے شخص کو جو اب سے دو لاکھ آجوسی، تارے کہ کہتے چالیس برس میں سر پتی ہی بنا کے دستاورد ہرگز نہیں بنے گا کیوں صاحبِ اثر تدبیر علتِ آمد ہے تو معلوم ہو چکا ہے جس کا کوئی سبب ہو، کو علت کے ساتھ درج ہوتا ہے یہ کیا کہ یہاں معلوم متعجب ہوگا، اپنی علت سے حقیقت میں معلوم ہوا کہ یہاں وہ ہے عریضی، وہ ہے عریضی سے دیتے ہیں وہی دیتے ہیں وہی پکارتے ہیں تم سمجھتے ہو کہ لگ پکارتی ہے لگ پکارتی ہے تو اس سے اباہم حیلہ کسب کو کیوں نہ پکا دیا۔

ادراکِ عناصر | ایک بہ دین بادشاہ کا حکایت مولانا نے تحریر فرمائی ہے کہ وہ سالوں کو ت کے تہہ نہ کرنے پر لگ گیا، ایک عورت کو لگا، بہت کو سمجھ کر دو۔ تیرے پیٹے کو اس لگ میں ڈال دوں گا، سسٹن سجدہ نہ کر، پھر اس کے بچے

کو لگ میں ڈل دیا اور عورت عرش کے قریب ہو گئی تو وہ تپ لگ میں سے کہتا ہے  
 خواست آمدیدہ ردیشیت ۔ لگ بر ردھنل کافنی لکھ اٹھ  
 اس عورت نے چاہا کہ بہت کے روپ و سجدہ کر لوں فوراً لڑکے سے پکارا کہ میں مر نہیں  
 ہوا اسرار براسیہ میں سے ۔ گو در کشیفت دردو یاسمین  
 کہنے ہاں تو بھی اندر چلی آ اور دیکھ تو کہ یہ لگ بسیں گھرا رہا میں ہے وہ بھی لڑ  
 کو پڑی اور کہنے لگی ۔

ندرا سیدے مسلمان ہمہ ۔ پیش عذب دیں مذاہب است ہمہ  
 سے مسلمانو ۔ در آ کر خدا کی حمت کا ماتھ دیکھو ۔ پھر تو جوق حق تم مسلمان ہیں  
 گئے لگے یا تو سپاہی ڈھکے تھے ۔ سو گوسا کو پکڑتے ہیں دیکھتے ہیں کول رہا میں ۔ رہا میں  
 ایک خوش تھا بادشاہ ڈرا کر سلطنت چلی پھر بادشاہ نے جھڑے لگ سے کہا کہ کیا تو لگ نہیں  
 رہی لگ جہاں بدتی سے ۔

گفت کشن من ہم غم آتشم ۔ اندر آ تو رہی سینی تا بستم  
 آپ تشریف لایے معلوم ہو جائے گا کہ لگ ہوں یا نہیں ہوں تو لگ مگر  
 تیغ حق ہم بدستور سے برہا ۔ لکھنا کہ تو رہا ہوں عارت ہی سے کاٹ سکتی ہوں ۔  
 موست اس سے غیر نکالتے ہیں ۔

خاک وادوات و کش شدند ۔ با من و تو مردہ با حق زندہ اند  
 خاک ۔ جو بڑا لگ ۔ یہ چاروں عنصر حق تو الہ کے ہرے ہیں جو بڑے تھاکے  
 روہ دگو مردہ ہیں مگر حق تو الہ کے روہ روزندہ ہیں ۔

مہا یہ حکم سے ہیں سنی کے موافق کرتے ہیں خدا تو الہ نے آسمان وزمین سے خزا  
 کہ بٹیا طوٹا ڈکڑیٹا خوشی سے آئے ۔ جو بدستوری بڑا میں سے عرض کیا  
 بندہ حل نہیں ۔ خوشی سے حاضر ہو گئے تم مجھے ہو ۔ میں میں جات ہیں ۔ زمین میں  
 کو ات جان ہے کہ ہم میں تم میں بھی ہیں کہ کھوڑے کھٹنے کاٹنے سے دکھ ہو بھٹکا  
 کرتے ہیں کہ میں پرستہ چو ہیں تو بد لے گی یا تو یہ کہ ماکل جان میں یا ہے تو  
 ۔ وہ زور سے چلے سے رہے لگ ۔ زمین میں جان تھی ہے کہ جس جیروں کا ادراک خدا نے







موتی جی مطلق ہے کہ حرمہ الالاعت کرے اسے اسے یا جو دھتی ہے جو امیر برقی یاد  
 برقی جی پچھل سا کے ر۔ برقی ہے جو پڑتا ہے وہ بل تو قی کو بدو برقی لیجئے ہوئے  
 مد ہے وہ کر نہیں دیتے بل اسے کو دیکھ کر شہر ہونا ہو کہ اس کے پاس تو دیا نہیں ہے  
 تو اس یہ ہے کہ دیا ہے مقصود کیسے مقصود یہ ہے کہ پرستی ہو سو بل لڑ کو پرستی  
 نہیں ہوتی یہ مشابہ بھی ہے اور رتد بھی ہے غلطی ہے حیوۃ خطبہ و ہم حکو  
 ماطف زندگیاں کریں گے۔ پس اس کو پرستی میں ہونا حرمہ و پیہ ہونا ہو یہ وقت  
 امیناں ہے ان کا مذاق ہی دوسرا ہو جاتا ہے وہ کہ مذاق ہے وہ مذاق یہ ہے کہ ایک  
 مرتبہ حضرت ہونا فرستال میں ایک قریب پر شکاے ملے ہوئے تھے کسی نے عرض کیا  
 حضرت اس بہت ہنگام کو گیت محقق بہت تکلیف دہ ہے وہ اس سے کہو جسے اس  
 بڑا ہے اس کو جو کارستان رکھتا اس کا کہنا وہی ہے یہ تو نہیں اطلاع کر جنہیں  
 ماضی کے گا بہر حق سے کہیں کیا نہ ہو

مدا و رنگ سے ایک و تہ بہ ملوں خود ساقی ہوئے کہ حدت کو یہ ج سے  
 فرمان یہ پو پختے اس شخص کے کہ ان کو کوئی دانہ دیا کا اسکی جو اس کے خلاف ہوتا ہو  
 بہاری وہ شہر ہے بہت ہمارے چاہے کے موافق ہوئی سے اس سے یہ حدت یہ بات تو  
 سمجھ میں نہیں آئی حد طاسہ سے مل تو کریں بڑا غل کا، غلو سے سے ہوں سے حد ہاڑی  
 آسان بات سے عادی ہو جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کی جہاں اس کے خلاف تو نہیں ہوتا اس سے  
 ہی تو اس میں وہ جہاں میں اس میں اس کا ہوتا تو یہاں اس کے خلاف اس کے خلاف اس میں  
 اسکی جہاں کے خلاف ہیں

حدت احمد بن علی محمد بن علی علیہ السلام میں حق تعالیٰ سے عام روح میں سے دیا  
 کہ وہ باہر ہو جو اس میں نہ تھا اس سے اسے اس میں میری رہی اس کے لئے  
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے  
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے  
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے  
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے



یہ عبادت نہیں بلکہ نقول گناؤں والوں کے ابا بت ہے۔ وہ لوگ عبادت کو ابا بت کہتے ہیں تو ابا بت کے کیا معنی کچھ بھی نہیں حفظ نہیں ہے تو اس کے معنی عبادت معبد ہوتے۔ تو انکی عبادت یہاں ہے روٹی کے واسطے کرتے ہیں ہر حال یہ تقریر اسکی تائید میں بڑھی کہ دنیا نکل ہے آخرت کا اسی طرح مصباح دنیا باج میں مصباح آخرت کے پس نماز عبادت کی یہ اصلی غرض نہیں کہ باسم تعاقی ہو۔ یہ تو عرض ہے۔ اصلی غرض تو یہ ہے کہ خدا صحت اور کام | اسی طرح تمام احکام میں بس ساری صحت تو یہی ہے کہ خدا راضی ہو۔ آجکل کے خیر خواہان قوم روشن دماغ حضرات کا عجیب مذاق ہے کہ جو صاحب علم مصباح احکام بیان کرے اسکو تو سمجھتے ہیں کہ یہ کچھ جانتے ہیں تو نہ بیان کرتے تو کہتے ہیں یہ جنگ اور ٹھوس ہیں کچھ نہیں جانتے یاد رکھو وہ جلتے سب کچھ ہیں مگر ایک بات تو یہ ہے کہ حج آرا کہ خبر سند جبرش باز سب امد یعنی جن کو انفس حکم کی ضرورت تھی وہ کسی سے نہیں بیں کرتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ع ف طلعت الشمس ما یغنیک عن رجل آفتاب کے دیکھنے میں رجل کی طرف دیکھنے سے بے پرواہ ہو۔ اگر کوئی کہے تو آفتاب کو دیکھنے سے رجل کو نہیں دیکھنا تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ ہم قصد اسکو نہیں دیکھتے پس مصیبت رضائے حق کے ساتھ دوسرے مصباح کو وہ نسبت ہے جو آفتاب کے ساتھ رجل کو در نہ ان حضرات کے علوم کے سامنے ان مصباح ٹکیہ میں کون سا غرض ہے ان کے علوم کی تو یہ کیفیت ہے کہ

یعنی اندر خود علوم انبیا سے کتاب دے معید و اوستا  
ایس اُن کے قلوب اکابر جیسے علوم بے کتاب و استاد کے قلع ہوتے ہیں۔  
جس کی یہ شان ہو کس سے یہ مصباح کیا غنی رہیں گے مگر بیان کا س سے اہتمام  
نہیں کرتے کہ

مصلحت نیست کہ از پردہ بریں قنداز و یہ مجلس زنداں خبرے نیست کہ نیست  
یعنی مصیبت نہیں ہے نہ ہرگز اور نہ وہ ہر چیز کی مصیبت جانتے ہیں اور عدم اخبار  
میں مصیبت ہے کہ لوگ اس کو مدد کر سمجھ کر اس میں شہید ہوا ہے سے صل حکم میں

شک کرنے لگتے ہیں پس اس کلمہ کے سبب وہ جو جدِ مصلحت ہمیں سبیاں کرتے آپ سمجھتے ہیں کہ نہیں جانتے جتنے سب کچھ ہیں مگر ان کی نظر ایسی چر پہ ہے جس میں یہ سب مصیبتیں کسبِ گنہیں جیسے مصیبتِ کین چاہتے جیسے شیخِ سعدی کا گانا مشہور ہے۔ یہ کہیں عفرین گئے تھے۔ سرے میں جا کر بھٹیاری سے کھانا پکانے کو کہا اس نے کہا میاں بھٹے فرصت نہیں ہے دوسری بھٹیاری کی گایاں مجھ پر چڑھی ہوئی ہیں وہ بتا رہا ہیں انہوں نے کہا تم میری رٹی پکا دو میں تمہاری طرف سے لڑوں گا۔ وہ راضی ہو گئی اور اُس سے جا کر کہا یہ میرا مسیجر ہے میری طرف سے تیری گالیوں کے جواب یہی دے گا۔ اس نے بھی منظور کر لیا۔ ہاں یہ شرط قرار پائی تھی کہ نئی گایاں دینا ہوں گی اس بھٹیاری کی باری تھی اس نے گایاں دینا شروع کیں۔ انہوں نے کہا جکے جا جنتی تجھ سے ہو سکیں دینے جا میں اخیر میں سب کا جواب دوں گا۔ وہ گایاں دیتی رہی یہ تسبیح پڑھتے رہے۔ جب وہ گایاں دیتے دیتے تھک گئی تو اب شیخِ سعدی کی باری آئی۔ انہوں نے کہا سن جنتی گایاں تو بے اس وقت دی ہیں یا اس سے پہلے دے چکی ہے اور جنتی اور لوگ دنیا میں دے چکے ہیں یا آئندہ دیں گے سب کا ایک گانا بنا کر تیرے حوالے کیا یہاں بھی سب علی سے کام لیا کہ تمام احتمالات عقلی ہمیشہ کر دیتے اب جب وہ کوئی گالی دیتی تو کہہ دیتے کہ یہ اُٹی میں کی ہے اور نادر۔ یہ اولاد ہی تھا کہ نئی ہو۔ اس وہ عاجز ہو کر پنا سامانہ لے کر چلی گئی۔ تو جیسا وہ گالا تھا کہ دنیا بھر کی گایاں اس میں مدغم کئے ہوئے تھیں۔ اسی طرح ایک مصیبت ہے کہ سائے جہان کی مصیبتیں اس میں سمائی ہوئی ہیں اور وہ یہ ہے کہ مصیبت وید من آمنت کہ یاہ ان ہمہ کار بلکہ از بند و خشم طرہ یا سے گیسرند مصیبت رہے کہ سائے جہان کی مصیبتوں کو چھوڑ کر دوست محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہو جائیں ۱۱۲

پس ایک کو لے لو ع یکے دوں ویکے میں ویکے گو ایسی ایک ہی جانو ایک ہی دیکھ ایک ہی کہو ۱۱۵

پس بڑی مصیبت یہ ہے کہ ان کا کلمہ ہے اس کے کر نیسے وہ راضی ہوں گے پس اس

کے آگے ساری مصلحتیں گر دیں۔

**عشق و حکمت** مسلمان کا تو وہ مذہب ہونا چاہیے کہ جیسا ایک غلام کو اس کے آقا نے خریدا تھا، اور اس سے پوچھ تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے

کہا جو حضورِ حق پر کریں کیا کہتے ہو جو حضور رکھائیں کیا کہتے ہو جو حضور پہناتے ہو؟  
نیزہ کنی عطائے تو درگشی فرمائے تو ۔۔۔ دلا شدہ مبتلا تے تو ہرچہ کنی رضائے تو

ایسی نگہ ربدہ رکھیں تو آپ کی عطیہ ہے، اور اگر قتل کریں آپ کا عاشق ہووے دل آپ پر رزقیت ہو گیا جو کچھ تصرف کریں ہر حال میں آپ سے رضی ہوں ۱۲

بس عاشق کا یہ مذہب ہونا چاہیے، عشق کی نظرِ مصمت پر نہیں ہوتی کوئی شخص کسی عورت پر عاشق ہو جائے، وہ کہے پاندان اٹھا لے، درہم پان لگائیں گے، یہ اٹھا کر لے چلا، کسی سے پوچھا پاندان کیوں لئے جاتے ہو، تو گوئے مصمت معلوم ہے کہ پان لگانے کے لئے منگایا ہے مگر یہی کہے گا کہ معنوقہ کا حکم، اس سے کہنے کا ذاب ہم لگا چکے، لے چلا پوچھا کیوں لے چسے ہی کہے گا کہ حکم، مگر یہ کہے در مصمت میان کرے تو وہ عاشق نہیں حکیم ہے مسلمان وہ ہے جس میں عشق و حکمت دونوں ہوں، در نہ خدا صغیر یونان اور ایک مسلمان میں کیا فرق۔

اگر عشق نہیں اور نری حکمت پر عمل درآمد ہے تو ایسے شخص کے ایمان کا بھر و نہ نہیں دیکھو شیطان عہد تھا عاشق نہ تھا، کٹھناکھ برہم کی عبادت ذرا سی حرکت میں خاک میں مل گئی، اور ذرا سی اس منی کہ کہتے ہیں کہ نہایت سہولت سے اس سے صادر ہو گئی، در نہ فی نفسہ تو بہت بڑی حرکت تھی اور اتنی بڑی تھی کہ اتنی عبادت گئی اور ہمیشہ کے لئے ستی نہیں جہنمی ہو، وہ حرکت یہ تھی کہ حکم ہوا آدم کو سجدہ کرو تو کہتا ہے اُتسجد لیلینا  
خُلِقْتُ طِينًا میں ایسے کو سجدہ کروں۔۔۔ جو خاک سے مخلوق ہے خدا کے سامنے کمزور نے تجریت لکھاری کہ عقل کے خلاف ہے میں اس کو سجدہ کروں حکمت سے کام لے یا عشق سے کام نہ لے یا برباد ہوں، اسی کو موسیٰ عاتی کہتے ہیں ۱۳  
صنمہ تلمذہ منزور بہین منی " کہ دراز و دوریدم رہ درسم پارائی

نری پارسائی مدون محبت کے بڑی دور کارستہ سے عشق کارستہ مجھے بتا دیجئے  
درہ مدون اس کے اٹھان کی تویہ حالت ہے

بزمیں جو سجودہ کرم زمیں غبار آمد کہ مر حباب کردی تو سجودہ ربانی  
یعنی جب زمیں پر میں نے سجود کیا تو میں سے یہ ندا آئی کہ تونے سجود ربانی کر کے  
مجھ کو بھی خراب کر دیا ۱۳

بطواف کعبہ دتم بجرم تو رسم ندادند کہ بدوں درجہ کردی کہ دروں خدائے  
یعنی حاکمہ کے طواف کے لئے گیا تو حرم کا راستہ مجھے نہ دیا تو نے دربارہ کے باہر  
کیا کیا ہے گوگھر کے اندر آتا ہے ۱۴

مگر اس طریق میں لوہے کے چسے جپا پڑنے میں ہلکت پر مادہ جو پڑتا ہے  
اگر مرد دھتے لگم تو سنس لکیر دگر یہ عاقبت پیش لکیر  
یعنی اگر عاشق ہے تو محبوب کے عشق میں ایسے سب کون کر دے اپنی آسائش کی راہ اختیار  
ایک موت کیا ہر موت کی بھی بدوہ ہیں بلکہ اگر کسی اور پر مل کو اتنے دیکھتا ہے تو  
گھبرا کر کہتا ہے ۱۵

ستود نصیب دشمن کہ شود پاک تعین میر دوستاں سلامت کہ تو خیر رہائی  
یعنی دشمن کا ایسا نصیب ہو کہ آپ کی تین ہا کشتہ سے دوستوں ہی کا سر حد موت  
کہ آپ پر آپ کے حجر کے درہوں ۱۶

سویہ حالت جوتی ہے طریق عشق میں اگر یہ نہیں تو ایسا کا بھر دے نہیں خود خراب  
سویہ مقبول صلی نہ صلیہ و نہ دلم داتے ہیں لایو میں احد کھر حتی اکوں حب  
الیہ من والدہ دولہ لا و است من جمعیں جی اسوت تک اول قم میں سے موں  
ہیں ہو سکتا حب تک میں سس کے کر دیکھا سس کے ہاپ اس کے بیٹھے ورتھم آدمیوں سے  
برادہ محبت سوماؤں

س رٹنے میں عاقل میں مائل تو کیا ہوتے سے اکل میں کھائے  
روشن دعا علی

وے اس واسطے یہ تھکی آئیں کھیں کرتے ہر تہ کل کھائے

کی باتیں کرتے ہیں اور - وقت اسی کی دھن اسی کا چرچا اور اسی کا - دوش ہے میں اول تو دل  
 عقل بھی ہیں - اور اگر جو بھی ہو بدون مجھ کس کام کی - اگر ان میں کچھ احساں بھی ہیں تو  
 صرف طرک، آتی قلب پر در تر نہیں لے لے ان میں قرآن بھی پڑھتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں  
 کہ ناس صاحب، ادھر دیکھ چٹھیں ہیں سکو تلو تلو کرتے ہیں خود میرے پاس ایک جھنگ  
 خطہ یا لکھا تھا کہ میں، ادھر دیکھ نکل میں بیسائی ہوں مگر میں نماز بھی پڑھتا ہوں قرآن بھی پڑھتا  
 ہوں اپنی شکل پر فخر بھی ہے - یہ تو ایسا ہی ہے کہ، ادھر دیکھ میں رہتا ہوں مگر میں رستم کے  
 ساتھ رہتا ہوں، ادھر دیکھ میں ہجرت ہوں مگر تلو، تلو میں سے بیٹا ہوں، خدا جانے مجھ سے  
 اس دنیا میں خیرات کئے تلو تلو سے کیا فائدہ، اگر تم شکل میں بیسائی ہو تو میں کیا کروں،  
 تو میں بہت لوگ امیر فخر کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں تلاوت کرتے ہیں، در پہی دھوکے  
 میں پڑے ہوئے ہیں، دیکھنا بہت کہ در میں پڑھتے ہیں تو قلب میں بھی کچھ دیں گا تا رہے  
 بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کی سست حساب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رشتہ دہنے ہیں  
 یقیناً ان احقران لاجب و دحاجر ہم کہ قرآن پڑھنے میں مگر اس طرح کہ ان کے گھوڑوں  
 سے نہیں تر تا یعنی قلب پر تر نہیں کرتا، اس سے شخص کا مذہب ہوتا، کیا مشکل ہے در  
 وہ ایسے تو اب بھی ہیں کہ ع اور مذہب میں مگر دوسلوں گلوں داند، میرے مذہب کے  
 سکوں اور آفتس پرست ادوں شاکی ہیں، اور ان کا دین حیا لائے کے لئے سے  
 دوسرا اب بھی بدتا رہتا ہے بقول کسی کے

یہ رہ رہ رہ کہہ خدا تب کہ تو ہی - ہر روز مرا تازہ خدائے دگری مست  
 تمہارے لئے خدا سے بیار ہوں ہر دم مجھے دوسرے تازہ خدا کی صورت ہے ۱۰  
 حضرت اس روئے مانع لو لیسگر کیا کریں جس کا یہ، بجی ہو

سادہ لوحی | اکس سے تو وہ مادہ وحی اچھی جس کا ہی ایک ہو کسی معقوں نے  
 توحید پر صوبہ میں نہ تو کی نہیں در بہ ایک سے ہے اظہار علم کے  
 نے توحید پر دل آں پوچھتا تھا ایک در تلو گلوں میں کسی جو دھڑی سے پوچھا کہ توحید کیا دلیل  
 ہے ۱۰ ایک لٹھ لے کر پیچے ہو کہ - ہے دسل اور دتقی اسوں کے لئے ہے بھی ہی



دیں توحید کی توحید جو اود آریک دماغ متعصب بنگ خیال جس کو ننداں محبت سے ہزاروں  
 افضل ہے اس دشمن دماغ سے جسے حد کی محبت رہو کہو کہ قیامت کے دن اس متعصب  
 کہا جائے گا کہ جنت میں سے باؤ اور اس روشن دماغ کو دور ج میں ہے۔ اس کا نمونہ دنیا  
 ہی میں دیکھ لو۔ ایک بہت بڑا قابل گریجوٹ ایم اے پاس ہے مگر شورش برپا رہا ہے اور  
 ملک میں باغیانہ خیالات پیدا کرتا ہے اور ایک گنواں گناؤں کا جو دھری بھل جاہل مگر گورنمنٹ  
 کو اپنا بادشاہ تسلیم کرتا ہے ان دونوں کی پیشی ہون کسی حاکم کے اجلاس پر تو حاکم بعد  
 تحقیقات کیا فیصلہ کرے گا۔ یہی فیصلہ کریگا کہ اس نااہل گریجوٹ کو حیل خارج میں  
 اور اس گوار کے لئے عجب نہیں کہ جاگیر جو جائے توجہ گورنمنٹ کے یہاں اعلیٰ عدم  
 طاعت میں مرق ہے تو خدا کے یہاں کیوں نہ ہو گاؤں باغیوں کو تو حرمدم کہ بھی حرم ہے

مبادا دماغی مرویات و پتہ کہ نہ ہر دماغ دہ دیں ساد

یعنی اس کیسے کو کسی خوشی نصیب ہو دیا کے لئے بد دیں بر باد کرے ۱۲

وہ لائق ذائقہ دور ہے اور یہ جاہل گوار ایک حیل خدا کے نزدیک ہے۔

قانونی اسلام | تو سے سلامو، عشقی اسلام، اختیار کرو قانونی اسلام کام نہیں  
 سکتا ہے دل میں خدا کی محبت جہاد محبت میز کرسی کاٹے چھری  
 کوٹ پتوں بڑ سوٹ سے پیدا ہمیں ہوتی یہ کا ہے سے پیدا ہوتی ہے یہ اس سے  
 پیدا ہوتی ہے ۵

قال ما بکد رمرد حال شو به پیش مرے کاٹے پاہاں شو  
 ایسی قان کو چھوڑ کہ حال پیدا کرو یہ اس وقت پیدا ہوگا جب کسی اہل اللہ کے  
 قدموں میں جا کر پڑ جائے ۱۱

کسی کی جوتیں سبھی کر د اور آگ لگا دو یہی وہی تحقیقات کو  
 جملہ ورق و کتب دار کرنے سید سارا نوب حق گلزار کرنے  
 تمام اوراق اور کتابوں کو آگ لگا کر ہے سید کو اللہ تعالیٰ کے نور سے گلزار کرے ۱۲  
 لئے صاحبو وہ کہو تر جسے ہوتی مذوق کے چہرے سے سالی سے شکار کر رہا ہے

اس سورت سے کہ جس کے شکار میں تمام کاز تو س حالی ہو گئے اور پھر جب گھر میں آئے تو بال  
بچے حاضر سے پڑے ہیں اور وہ اس قابل ہی نہیں کہ اسے مال بچوں کو کھلا سکیں اسے خدا  
دین کے عہد کو تو اور اپنی سمجھتا تو رکاشکار ہیں جس وقت آپ اس زمانہ میں جائیں گے  
جہاں دوسرے جلتا ہے تو سورت آپ کو معلوم ہو گا کہ انھوں نے یہ ٹھیکہ اسے سم ناحق لائے۔  
میں انگریزوں حاصل کرنے اور پاس کو منع نہیں کرنا۔ پاس کروں مگر خدا سے دور نہ ہو۔ نماز  
دور ہی رکھنا۔ کرو اور آگے بڑھو عشق و محبت پیدا کرو ایک مقام پر جیسے ہوا۔

تو تعلیم یافتہ بیع تھے، نماز کا وقت آیا نماز کا، تمام کیا گیا، ایک مہل بھی تھے، نہ سے کہا گیا کہ  
"یہ بھی بار بار پڑھتے انہوں نے کہا میں نماز کو لغو سمجھتا ہوں لوگوں سے کہا کہ اسکی تو  
اسلام نے تعمیر دی ہے۔ کہا میں اسلام کو بھی لغو سمجھتا ہوں، معاذ اللہ منہا یہ مسلمان ہیں  
اس کے بعد ان میں کمیٹی ہوئی کہ، بس خبیث کو چھوڑ دیا چاہیے تو ایک صاحب نے کہا کہ  
اس نے قصور عدا کا کیا ہے، خدا آپ نظام سے لگا۔ ہم اپنے تعلقات کیوں قطع کریں  
بہن خبیث کی تو شکایت نہیں مگر اس سے غیرت کی شکایت ہے کہ اسے جوش کیوں نہیں آیا۔  
اگر اسکی ماں کو کوئی یوں کہہ دے کہ میں نے اُسے چلنے میں بیٹھے ہوئے دیکھا تھا تو اس  
قد جوش ہو گا کہ مارنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ انوس دین کی اتنی بھی جہت نہیں جتنی  
ماں کی ہے۔ اگر یہ اسلام ہے تو سلام ہے ایسے اسلام کو قتل پشیمانہ کا مڑ کر پچھ  
ایمانتکم ان کنتن مؤمنین ما (کہہ دو کہ یہ انہاں بہت بُرے ہیں جس کی تعلیم ہم  
ایاں کر رہا ہے اگر تم ایمان والے ہو ۱۱ کم، ۱۲ کم، ۱۳ کم اتنا تو ہوتا کہ لگ ہو جاتے پھر چاہیے  
ضبط کر لیتے رہاں سے اُسے کچھ نہ کہتے مگر اس سے تعلقات کو قطع کر دیتے ۱۴

ہزاروں جنس کے گیانہ در خدا با خدا      فدائے یک حق بیگانہ کا تھا ، محمد

یعنی ہر ارشدہ روح ذاتی سے بیگانہ ہوں اس ایک بیگانہ شخص پر قرباں ہیں جو خدا تعالیٰ کا عار ہے ۱۲

لو کیوں نہ کہا گیا کہ میں ہے، یہاں کی صحبت بھی نہ دیکھو بات یہ ہے کہ انکا اسلام عشق نہیں ہے قانونی ہے جو کسی کام کا نہیں خدا سے محبت ہونی چاہیے اسی کو عرفی کہتے ہیں

صناعتِ فلسفہ مندرجہ ذیل میں ملتی ہے کہ ہزاروں دور دیدہ و نہ درسم پارسی

(نری پارسی بدولت محنت کے بڑی دور کا رستہ ہے عشق کا راستہ تھے بتلا دیئے ۱۴)

## مذہب عشاق

جناب یہ مذاق جو جلنے لگا کہ اسلام عشقی ہو جائے گا تو پھر کیفیت  
سوال کہ پادشاه کیوں اٹھایا حکم پانی کا گھر کیوں بھرا حکم خط کیوں  
بنوایا حکم حال کہ معشوقہ نے مصلحت جی ظاہر کر دی تھی کہ بیس بڑھی ہوئی مری معلوم ہوتی  
ہیں مگر پھر بھی جب نے اس حکم کے بیان کر سنے کے یہی کہتا ہے حکم مرضی کیوں کہ ساتن کا یہی  
مذہب ہوتا ہے پس سلطان کا یہی مذہب ہونا چاہئے کہ نماز کیوں پڑھتے ہو حکم مرضی کیوں  
کیوں لکھتے ہو سوز کیوں نہیں لکھاتے حکم مرضی یہ ٹٹے درجہ کا شخص ہے یہی حکیم ہے  
اور وہ حکیم نہیں جو یہ کہے کہ ہر جماعت سے کیوں پڑھتے ہیں تاکہ اتفاق ہو کیوں کہ ایسا شخص  
ہر وقت شیطان کے ہاتھ میں ہے جب جی پہلے وہ اپنی راہ بر لاسکتا ہے مثلاً کسی وقت  
اس کو سمجھا دیا کہ یہ قاعدہ ہے کہ جب مقصود حاصل ہو جائے تو ذریعہ متروک ہو جائے  
تو بہت فریب ہے یہ ات کہ جس روز ان کی کوشش سے قوم میں اتفاق پیدا ہو گیا اسی روز  
سے یہ جماعت کی نماز چھوڑ دیں گے کہ اب ضرورت باقی نہیں رہی تو یہ لوگ ہر وقت غلی  
شفا خضر یا من انسا رہیں ایسی آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے ہیں شیطان کے ذرائع دھکے  
میں گر جاتیں گے کوئی یہ سمجھے کہ احکام میں صلحیں نہیں ہیں مسخیں ہیں اور اس قدر ہیں  
کہ ہلکے و ہمہ دگان میں بھی نہیں سکتیں مگر وہ سب تالیم ہیں اور رضا حق مقصود ہے ہر حال  
اس پر میں کہتا تھا کہ احکام میں مصالح دنیویہ و آخریہ دونوں ہیں مگر دنیویہ تالیم ہیں اور  
آخریہ مقصود

## روح افطار

اسی طرح جتنے احکام ہیں اگر ان میں کوئی طیفہ بیان کیا جائے تو  
طیفہ طحا ہے اور مقصود رضائے حق ہے ورنہ درجہ اصابت میں  
ہمیں ضرورت نہیں کہ ہم احکام کی روح تلاش کریں مگر تبنا محض تستبط احوش ہونا ہمارے  
سے غرض کیا حاکم ہے نہ کہ طور ہمارے حکم کے یہ تقریر اس لئے عرض کی کہ طیفہ ہو ہر حال  
و مصلحت کے خاتمہ پر عید تو مفرد ہے اسکی بھی ایک صورت ہے اور ایک روح تو اسکی روح

مطار  
یہی ہے اسی حدیث کو میں نے شرح میں بیان کیا تھا بلکہ جو فرحت عند اللہ  
و فرحت عند اللہ وہ کہ ایک دیرتہ انتظار کے وقت ہوتا ہے ایک فرحت اللہ کے  
وقت قیامت میں ہوگی۔ پھر انتظار کے وقت جو فرحت ہوتی ہے اس کے بھی دو پہلو ہیں۔  
ایک کو اہل معنی نے سمجھا ایک کو اہل غلہ نے سمجھا اسی پر یہ مضمون چلتا تھا پس اہل غلہ کو  
کھائے پیئے کی فرحت ہوتی ہے اہل معنی کو روز پورا ہونے کی فرحت ہوتی ہے۔ اور اس  
فرحت معنویہ سے اس دوسری فرحت کا نمونہ جو فرحت عند اللہ وہ انتظار رب کے وقت  
و رحمت ۱۲ آخرت میں ہوگی ان کے پیش نظر ہو جاتا ہے کیونکہ جب یہ فرحت ہوتی ہے عمل پورا  
ہونے سے اور اس وقت عمل پورا ہوتا ہے تو کیا ہوتا ہے۔ وہ ہوتا ہے جو حدیثوں میں دریا  
فضیلت عید کے آ رہے کہ حق تعالیٰ فرشتوں کو جمع کر کے فرماتا ہے کہ اے فرشتو کیا سرا ہے  
اس اجر کی جس نے اہل عمل کو اپنا جو فرشتے میں کرتے ہیں کہ ان کی حیرت ہی سے کہ اُسے  
اور تلواری دیکھئے حق تعالیٰ فرماتا ہے پس انہوں نے دوسرے رکھے جو ہلکے یہاں مقول ہو  
گئے تو تم راہ رہنا کہ ہم نے صفت کی مغفرت کر دی تھی ایک حدیث سے انتظار کے فرحت  
اور ایک حدیث سے تمام عمل کے وقت مغفرت ثابت ہوئی۔ اور یہ مقدمہ طہرہ اور ہر مذکورہ  
ہو چکا ہے کہ انتظار کا وقت تمام عمل کا وقت ہے تو اس انتظار کے وقت مغفرت کا ہونا  
ثابت ہوا اور یہی مغفرت ہے جس کو حواہ عزہ کہتے خواہ لقا رہے کیجئے تو ہر انتظار کے  
وقت رحمت اللہ رب بھی معاف حاصل ہے جس کا ظہور تک آخرت میں ہوگا کسی نے اسکو  
بہتے فرحت پر غلط کیا۔ پس باعتبار حصول کے یہ مطلوب مقدمہ ہے اور باعتبار ظہور کے  
اُدھر ہے پس یہی لقا رہے مشاہدہ رُوح ہے اور اس انتظار کی اور یہ روز انتظار صغیر ہے  
اور عید انتظار کبیر ہے پس عید کی رُوح بھی مشاہدہ حق ہو اور گڑھ ہوا۔ ادھار سے مگر حقیقت  
میں نقد ہے۔ اور یہ دونی بات ہے کہ نقد ہے البتہ اگر دوق نہ ہو تو خیر ادھار بھی سمجھو  
گئے کہ جب دواں جائیں گے تو لقا رہے یا مغفرت میسر ہوگی۔

دوقِ قریب | اور اگر دوق ہے تو سب نقد ہے اور اگر دوق پیدا کرنا ہو تو  
دوق پیدا ہوتا ہے محبت اور اہل محبت کا صحبت سے اور ان کی

خدمت میں پہنچے۔ جب دون بیدار ہوگا اس سے یہ بات معلوم ہوگی کہ وہ حرا و نقد ہے  
 اور وہ نقد کس طرح ہے۔ بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ جل عل شانہ نے دو نکھیں پیدا کی ہیں  
 ایک نڈہر کی ایک باطل کی انہیں باطن کی آنکھ سے ان سیات کے معنی معلوم ہوتے ہیں  
 وَخَفِيَ الْخَرَابُ مِنَ الْقِيَمَةِ مِنَ الْجَلِيلِ وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الصَّابِرِينَ مَا بَلَغَ سَبْرُهُمْ تَعَالَى  
 اس کی گہ گہ رس سے بھی زیادہ ہیں ۱۱ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۱۲ بلا سبر حق تعالیٰ  
 صبر کرنے والوں کے ساتھ بستے ہیں ۱۱ اِنَّ اللّٰهَ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُجْتَبِيْنَ ۱۳ بلا مشورت حق تعالیٰ  
 نیکو کرپوں کے نزدیک ہیں ۱۲ بس سمیت و قرب کے صاف معنی معلوم ہوتے ہیں کہ قرب  
 رب یہاں بھی حاصل ہے اور یہ کیسے یقینی وہ دن کہ انہیں یہ بات حاصل ہے یہ دونی بات  
 حق تعالیٰ کے بھی علم میں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے۔ دیکھو اگر کسی سے قرب نہ پائی ہو درنا  
 سے غصہ ہوتا ہو تو غصہ کا مگر دیکھو نہیں غصہ کا جیسا واقعی غصہ ہے۔ پشیمانی والا ۱۱ جھوٹا  
 ہے۔ کسی طرف حق تعالیٰ کے قرب و تقدیر مت بد کا بھی ایک حاصر ہے ورنہ مگر دل سے پشیمانی  
 ہے ان کی جن ایک علامت ہے اور وہ یہ ہے قلک سکون الطیبار ماضی سے دہوں  
 ورفقہ عقل ہے کہ غیر قصور کے حاصل کیے سکون نہیں پڑا مگر نہیں قرب حق تعالیٰ نہ ہوتا تو  
 ان کو ہلکا مایہ ہوتا مگر معلوم ہوا کہ انہوں سے کچھ دیکھا ہے کچھ پایا ہے وہ حالی نہیں  
 ہیں۔ بات یہ کہ وہ سکون کیسا ہے اور الطیبار کا ہے سو دیکھو و سکون نظر آتا ہے  
 موصوفہ برائے ریزی و دشمنی۔ چہ نولاد پسند دلی برہنہ کش  
 موصوفہ اور عارفانے قدموں کے پیچ خواہ درمیدان باطل کے سر پر تور رکھیں  
 نمید و برائش نہ است باطل۔ ہمیں است نادر و کرمید و بس  
 نمید و خوف اس کو چھ خد کے کسی سے نہیں ہوتا تو حیدر کی یاد اس میں ہوتی ہے  
 کسی تیرے نہیں بریتانی ہیں ہوتی اور یہ مطلب میں۔ پریتانی یعنی ہیں ہوتی۔  
 مشقت ہے۔ بریتانی عقل نہیں ہوتا کہو کہ پریتانی صحت تو یہاں تک کہ ہوتی ہے مگر  
 میرا۔ و خود کہی میں مگر جس وقت کہ طو۔ پر مشرہا لے گئے۔ و حق تعالیٰ سے پرچھ  
 نہ اندر اندر۔ کے موسیٰ قہار سے اتحاد میں کہ ہے۔ حق تعالیٰ عصائی۔

ابوں نے عرض کیا عرصہ - گئے تو ان واقفہ یا مہر کسی طبعی حکم جو کہ جھلسے گی تا  
 واقفہ یا مہر حیثہ شعی اور مہر سے ڈل رہا تو وہ صاحب ہو گیا خالی  
 خدا کا لا خوف سے مہر سے لاؤ لی صاحب سانب کی شکل دیکھی کہ  
 مجھے دہاتے ہیں لا خوف سے مہر سے ڈر و مت . خدا کا وہ دیکھ ہی ہو جائے گا سونا  
 سے ملے گا ڈرے میں بریں ہی طبعی کا مصالکہ نہیں .

۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰  
 ۲۰۱  
 ۲۰۲  
 ۲۰۳  
 ۲۰۴  
 ۲۰۵  
 ۲۰۶  
 ۲۰۷  
 ۲۰۸  
 ۲۰۹  
 ۲۱۰  
 ۲۱۱  
 ۲۱۲  
 ۲۱۳  
 ۲۱۴  
 ۲۱۵  
 ۲۱۶  
 ۲۱۷  
 ۲۱۸  
 ۲۱۹  
 ۲۲۰  
 ۲۲۱  
 ۲۲۲  
 ۲۲۳  
 ۲۲۴  
 ۲۲۵  
 ۲۲۶  
 ۲۲۷  
 ۲۲۸  
 ۲۲۹  
 ۲۳۰  
 ۲۳۱  
 ۲۳۲  
 ۲۳۳  
 ۲۳۴  
 ۲۳۵  
 ۲۳۶  
 ۲۳۷  
 ۲۳۸  
 ۲۳۹  
 ۲۴۰  
 ۲۴۱  
 ۲۴۲  
 ۲۴۳  
 ۲۴۴  
 ۲۴۵  
 ۲۴۶  
 ۲۴۷  
 ۲۴۸  
 ۲۴۹  
 ۲۵۰  
 ۲۵۱  
 ۲۵۲  
 ۲۵۳  
 ۲۵۴  
 ۲۵۵  
 ۲۵۶  
 ۲۵۷  
 ۲۵۸  
 ۲۵۹  
 ۲۶۰  
 ۲۶۱  
 ۲۶۲  
 ۲۶۳  
 ۲۶۴  
 ۲۶۵  
 ۲۶۶  
 ۲۶۷  
 ۲۶۸  
 ۲۶۹  
 ۲۷۰  
 ۲۷۱  
 ۲۷۲  
 ۲۷۳  
 ۲۷۴  
 ۲۷۵  
 ۲۷۶  
 ۲۷۷  
 ۲۷۸  
 ۲۷۹  
 ۲۸۰  
 ۲۸۱  
 ۲۸۲  
 ۲۸۳  
 ۲۸۴  
 ۲۸۵  
 ۲۸۶  
 ۲۸۷  
 ۲۸۸  
 ۲۸۹  
 ۲۹۰  
 ۲۹۱  
 ۲۹۲  
 ۲۹۳  
 ۲۹۴  
 ۲۹۵  
 ۲۹۶  
 ۲۹۷  
 ۲۹۸  
 ۲۹۹  
 ۳۰۰  
 ۳۰۱  
 ۳۰۲  
 ۳۰۳  
 ۳۰۴  
 ۳۰۵  
 ۳۰۶  
 ۳۰۷  
 ۳۰۸  
 ۳۰۹  
 ۳۱۰  
 ۳۱۱  
 ۳۱۲  
 ۳۱۳  
 ۳۱۴  
 ۳۱۵  
 ۳۱۶  
 ۳۱۷  
 ۳۱۸  
 ۳۱۹  
 ۳۲۰  
 ۳۲۱  
 ۳۲۲  
 ۳۲۳  
 ۳۲۴  
 ۳۲۵  
 ۳۲۶  
 ۳۲۷  
 ۳۲۸  
 ۳۲۹  
 ۳۳۰  
 ۳۳۱  
 ۳۳۲  
 ۳۳۳  
 ۳۳۴  
 ۳۳۵  
 ۳۳۶  
 ۳۳۷  
 ۳۳۸  
 ۳۳۹  
 ۳۴۰  
 ۳۴۱  
 ۳۴۲  
 ۳۴۳  
 ۳۴۴  
 ۳۴۵  
 ۳۴۶  
 ۳۴۷  
 ۳۴۸  
 ۳۴۹  
 ۳۵۰  
 ۳۵۱  
 ۳۵۲  
 ۳۵۳  
 ۳۵۴  
 ۳۵۵  
 ۳۵۶  
 ۳۵۷  
 ۳۵۸  
 ۳۵۹  
 ۳۶۰  
 ۳۶۱  
 ۳۶۲  
 ۳۶۳  
 ۳۶۴  
 ۳۶۵  
 ۳۶۶  
 ۳۶۷  
 ۳۶۸  
 ۳۶۹  
 ۳۷۰  
 ۳۷۱  
 ۳۷۲  
 ۳۷۳  
 ۳۷۴  
 ۳۷۵  
 ۳۷۶  
 ۳۷۷  
 ۳۷۸  
 ۳۷۹  
 ۳۸۰  
 ۳۸۱  
 ۳۸۲  
 ۳۸۳  
 ۳۸۴  
 ۳۸۵  
 ۳۸۶  
 ۳۸۷  
 ۳۸۸  
 ۳۸۹  
 ۳۹۰  
 ۳۹۱  
 ۳۹۲  
 ۳۹۳  
 ۳۹۴  
 ۳۹۵  
 ۳۹۶  
 ۳۹۷  
 ۳۹۸  
 ۳۹۹  
 ۴۰۰  
 ۴۰۱  
 ۴۰۲  
 ۴۰۳  
 ۴۰۴  
 ۴۰۵  
 ۴۰۶  
 ۴۰۷  
 ۴۰۸  
 ۴۰۹  
 ۴۱۰  
 ۴۱۱  
 ۴۱۲  
 ۴۱۳  
 ۴۱۴  
 ۴۱۵  
 ۴۱۶  
 ۴۱۷  
 ۴۱۸  
 ۴۱۹  
 ۴۲۰  
 ۴۲۱  
 ۴۲۲  
 ۴۲۳  
 ۴۲۴  
 ۴۲۵  
 ۴۲۶  
 ۴۲۷  
 ۴۲۸  
 ۴۲۹  
 ۴۳۰  
 ۴۳۱  
 ۴۳۲  
 ۴۳۳  
 ۴۳۴  
 ۴۳۵  
 ۴۳۶  
 ۴۳۷  
 ۴۳۸  
 ۴۳۹  
 ۴۴۰  
 ۴۴۱  
 ۴۴۲  
 ۴۴۳  
 ۴۴۴  
 ۴۴۵  
 ۴۴۶  
 ۴۴۷  
 ۴۴۸  
 ۴۴۹  
 ۴۵۰  
 ۴۵۱  
 ۴۵۲  
 ۴۵۳  
 ۴۵۴  
 ۴۵۵  
 ۴۵۶  
 ۴۵۷  
 ۴۵۸  
 ۴۵۹  
 ۴۶۰  
 ۴۶۱  
 ۴۶۲  
 ۴۶۳  
 ۴۶۴  
 ۴۶۵  
 ۴۶۶  
 ۴۶۷  
 ۴۶۸  
 ۴۶۹  
 ۴۷۰  
 ۴۷۱



مرا از ریف تو موئے بسند است ۵ ہوس را رہ مدہ موئے بسند است  
اگر محو بشے تو اس کا ایک بال ہی بہت اگر بال نہ بھی تو خوشنوی سہی بلکہ اگر خوشبو  
نہ بھی تو نام ہی ہے

دید مجنوں را یکے صحرانورد در بیا با غش نشسته فسرد  
ریگ کا غز بود انگشتان قلم سے نمودے ہر کس نامہ رسم  
گفت بے مجوں شیدا صیت این می نویسی نامہ بہر کیست این  
مجنوں کو کسی نے جنگل میں دیکھا کہ تنہا بیٹھا ہوا اپنی انگلی سے ریت پر کچھ لکھ رہا ہے  
پوچھا کہے خط لکھ رہے ہو کہا کہ ۵

گفت عشق نام میطی کنم ۵ خاطر خود راستی می دہم  
میں اپنی محبہ کے نام کی عشق کہہ رہا ہوں ۵ اپنے دل کو راستی دیتا ہوں ۵  
مرا از ریف تو موئے بسند است ۵ ہوس را رہ مدہ موئے بسند است  
ایسی اگر محو بشے تو اس کا ایک بال ہی کافی ہے اگر بال بھی نہ ہے تو خوشبو ہی  
بہت ہے ۱۲

لطف بے کلی | اسی ایک تو دھواں عریاں ہے کہ معشوق با غل ہی ہم آغوش ہے  
اور ایک یہ کہ حرف انگلی پڑی یہ بھی تو بہت بڑی بات ہے۔  
گو بیکلی رُخ جاتی ہے۔ اگر یہ کہو کہ بیکلی کیسے یہ تو سکون کے منافی ہے تو بات یہ ہے کہ  
سکون سے مطلق سکون مراد نہیں بلکہ سکون عن غیر اللہ و غیر اللہ سے سکون ۱۲ مراد ہے  
سو سکون عن غیر اللہ ہو جاتا ہے۔ باقی سکون عن اللہ و اللہ تعالیٰ کے سکون ۱۲ تو کبھی نہیں  
ہوتا وہ تو جوں جوں آگے بڑھتے ہیں طلب بڑھتی جاتی ہے اور بیکلی سو ہوتی جاتی ہے مگر  
بس میں نہیں وہ مطع ہے کہ اس سے کلی پر ہزاروں سکون قربان میں لے سچیں میں ایک  
مثنوی لکھی تھی اس کا مصرع یاد آگیا ع عشق معشوق است مرعشاق را عاشق کو جیسے  
معشوق سے محبت ہوتی ہے۔ محبت سے بھی محبت ہوتی ہے۔ اگر عاشق سے کہا جائے  
کہ لاؤ اسی ترکیب کریں کہ تمہاری محبت زں جو چاہئے تو مرے گاجان دینا گوارا کریں گے



مگر سے بھی گوارا نہیں کرے گا۔ محمول کو جب اس کے باپ نے دیکھا کہ عیسیٰ کی محبت میں  
 عیسیٰ نے نہ مانت ہے تو حیرانہ کہہ کر آیا اور کہا کہ تیرے پاس کیا کرالٹھ صا اولیٰ صحت  
 عیسیٰ ایسا ہے کہ دل سے عیسیٰ کی محبت دل کرے ۱۰، باپ تو یہ کہے اور وہ کہتا ہے  
 اللہ صحت دینی حب لبلی ریاب مجھے عیسیٰ کی محبت زیادہ دے ۱۲، باپ نے کہا اس کے  
 تو کہ کر اس سے جوش میں آکر یہ شعر پڑھا ہے

لھی تبت من کل المعاصی      ولكن حب لیلی لا اتوب

صبر سے گنہ گروں سے تو یہ ہے مگر اے اللہ میں عیسیٰ کی محبت سے تو بہ نہ کر دنگا اور  
 یہ لا اتوب اتوب نہیں کرتا ۱۰ یا تو غلام شکر میں کہا اور یا میں نے کہ وہ سچی محبت تھی اس  
 میں شوش طوفانی مصیبت کا تھا یہ سوسلہ تھے اور تمہارے اس کے قصہ کا یہ ہے کہ  
 اس کے باپ سے حب اسکی حالت زیادہ جواب دیکھی تو عیسیٰ کے باپ کو خود اس کا حقیقی  
 پی ہے پیغام طمانینہ تو بچے کے باپ کے جواب دیا کہ مجھے حذر نہیں اس سے زیادہ عیسیٰ  
 کا اور کون حق دار ہوگا میں نکاح جوئے ہی فوراً چلے گا اس لئے بہتر ہے کہ اس سے  
 یوں ہی ہے دو کہو کہ سکی وہ حالت تھی ہے

من شمع عالمک دم تو وسیع دکنائی      سویم گرت نہ میم میرم جو روح مانی  
 میں شمع سوں تو وسیع ہے اگر بجھے دیکھ لوں تب بھی محبت ہے کہ لوگ سمجھ دیں گے  
 در اگر نہ دیکھوں تب بھی طاقت ہے کہ حل جاؤں گا ہے

نزدیک آں چہ نہ دور آں جہانک لقمہ      آں وصال و رم دے حاتم جدائی  
 اس محبوب کی نزدیکی ایسی ہے اور مدد کی ایسی جیسا اوپر کے شعر میں ذکر کیا  
 نہ جدائی کی طاقت۔ وصال کی آں۔ حالت جو ہے عشاق کی حاضری طمانینہ  
 ہوا اس لئے جہاں اتفاق سے بیٹے چاہے گئی پس تو بھی علم ہوا اس کی قدر معلوم کرنا چاہی  
 ہو گوشت سے سس کی طاقت کے سب سے نہیں تانی اس سے خود دعا کی قرآن کی مٹی نہ گھ  
 مر رہا لگاتی یہ در پتہ کہا در سنی دار پڑھا پڑھا کہ جان دے دی ہے  
 ارادہ الیہ اقسام عجب عجب      ولیب قباب لقصہ دل علی القباب



دیدہ ہے ۱۲) المفقود فرمایا مفتون نہیں فرمایا، یعنی مفتون دنیا سے اس کو فراتے ہیں  
دل سے پرچھے کیونکہ خدا کا نور اُسے عطا ہوتا ہے۔ اسی کو مونا، مرتے ہیں ۱۳

پس بامداد گوش حس وون کنید : تا خطاب ارجی رہشوند  
ایہ کان خوانی درجہ کے حواس میں سے ہے اس میں رون رکھو تاکہ خطاب ارجی کو سننے  
کے قابل ہو جاؤ یعنی گوش ظاہری سے کام مت لو اور اس کو تعلقات دنیا کی طرف مت بہت کر دو۔

چشم بیند دل بہ بند و گوش بند : مگر نہ بیسی نور حق بر من بخند  
اظہاری چشم و لب اور کان کو بند کر دو سپر بھی اگر خدا کا نور دیکھو تو کچھ پرہیز  
کرات کیلئے جتنا ذہول اور حسے ہو جائے تنہی ہی بیداری اور حسے بڑھتی جاتی ہے  
پھر اپنی استعداد کے موافق سکارت بھی ہوتی ہے، تو واقعی ان سب سے سکون حاصل ہو جاتا ہے۔

غرض جب تک وہ زندہ ہیں ان کو دنیا میں بھی وہ عیش ہے کہ کسی بادشاہ کو بھی نصیب نہیں۔

ایک بادشاہ نے بطور اعتراض کی کو اپنی اور ان کی معاشرت کا موازنہ لکھ کر  
بھیجا تھا، وہ بزرگ نے جواب دیتے ہیں ۱۴

ملک نیم شب

خوردن تو مرغ حسن دے : خوردن ، تاکہ جو

(تمہارا فریضہ کھانا اور پھار جو کہ دل کھانا ایک دم کے لئے ہے)

پوشش تو طس و دیا صبر : بحسب زہد خرقہ پوشین

ہم سب نے کیا آگے فرماتے ہیں ۱۵

لیک ہمیں است کہ می بگذرد : راحت تو محنت دوشین

مگر ذرا ٹھہرے رہو کل اس کا حال معلوم ہو گا کہ تمہاری راحت اچھی تھی یا بھاری محنت

باش کہ اطین قیامت رند : آن تو نیک آید و یا یس

یعنی ذرا صبر کر دیتے ہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ تمہاری راحت اچھی تھی یا یہ بھاری محنت

تو ان حضرات کو کچھ ترجیح ہے جس کی بدولت دولت و سلطنت کی بھی پرواہ نہیں ایک

مقدمہ تو یہ دیکھئے کہ خَلْقُ الْإِنْسَانِ ضَعِيفٌ انسان ضعیف انسان ہے دوسرا مقدمہ یہ

نہ تیرا لباس ریشم و طس کا ہے ہمارا خرقہ پوشین بخیر زندہ ہے ۱۶

ہاجے کہ ادرطی ہے کہ انسان نسبتاً دھارم پرکھی رسی نہیں ہوتا اگرچہ کتا ہی زیادہ ہواور  
 ہمیشہ شد کہ ترحیح دیا ہے اگرچہ کتا ہی کم جو رتواں دونوں کے ملنے سے یہ نکلتا ہے کہ نہیں  
 کچھ نقد ضرور ہے ورنہ یہ رسی کیونکر ہونے انہیں وہ پیر ملی ہے کہ میں نام نہیں بتا سکتا  
 وہ ذوقی چیز ہے

لغزغ دل زمانے نظر سے مجھ اڑے ۔ بہ ازاں کہ چتر شاہی ہمہ روز ہائے ہونے  
 ایک ساعت یک لمحہ محبوب کو اطمینان سے دیکھنا دس بھر کی دوا گبر شاہی سے بہتر  
 ہے تو یہ ہے وہ دولت جسکی بدولت اس قدر مستی ہیں سیدنا حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ  
 علیہ کو یک سحر والی میروزے عریضہ لکھا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو کچھ معافی دجا گیر دیدوں  
 اگر آپ بھی میری طرح عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کریں حضرت نے اس کے جواب میں یہ  
 قطع فرمایا ہے

چون چتر سجری رخ بنم سیاہ باد : در دل اگر بود ہوس ملک سبقرم  
 چتر سخری کی طرح میرا منہ کالا ہوا اگر میرے دل میں ملک سحر کا دوسرہ بھی ہو اور کو  
 کیونکہ انہیں اس لئے نہیں ہے کہ

نرا نگہ کہ یافتہ خبر از ملک نیم شب : من ملک نیمروز یک جوئی فرم  
 مجھے جب سے نیم شب کی سلطنت حاصل ہے نیمروز کی سلطنت میری نظر میں ایک جو  
 کے برابر بھی نہیں شیخان اللہ کی رعایت ہے کہ وہ ملک نیمروز تھا (یہ فارس کے ملک نام  
 ہے تو آپ نے اسے کہ ملک نیم شب لکھا اور وہ نیم شب کی سلطنت کیا ہے  
 چرخوش دقتے و خرقم و زنگائے : کہ یا سے بر خورد ز وصل یارے  
 ادو کیا چھا وقت اور اچھا زمانہ ہے کہ اس میں کوئی عجب کے وصل سے متعلق ہو ۱۲

اور ضرور خلوت میں بر خوردان کو حاصل ہے ۔

وصال مطلوب | اس واسطے کہ اہل اللہ کو دیکھا ہے کہ موت اگر کوئی انکی منت  
 بھی کرے تو ناگ مٹہ چڑھاتے ہیں ۔ موت یہ بھی گوارا نہیں ہوتا  
 کہ کرن استغ کے بے ٹھیلے روضہ کے تے پانی بھی لے سب کام اپنے ہاتھ سے اچھا معلوم

ہوتا ہے جھٹنے لے دوں گا وقت بھی ندمت ایسے سے نہ ہیں آتے اور بے ارادے۔  
 فلا نہ بلی لا ڈھیلے لاکے ہیں نہیں۔ اس وقت قریحامت ہوتی ہے کہ یہ کہوں ہوتا ہے  
 اہل بیہوشی اگر میں کسی کے ساتھ حلت نہیں تو میرا تاں اگر کہوں ہے۔ ہجرت میں اسکی  
 ہے کہ کسی کو آغوش میں لے لیا ہے۔ وہ کسی سے وارک نہیں جو رہی ہیں پس خبر نہ آتی ہے وہ  
 سن تہ آتی ہے کہ یہی کھوس سے بھی آئے تھے کہ وہ آکھیں سزد ہیں اور جزا ملے معارف  
 ہے اب اس عید سے حیات کا طبعی ات سے ہیں۔ یہ سیر ری کے اس شعر کے معنی بھی  
 حل ہو گئے در نہ پہلے شہری معلوم ہوتی تھی۔

کہا کہ رنگم آید ز دو چشم کوش سود۔ کہ نظر درین باسد کنہیں جھف روئے  
 خدا مجھ کو اپنی دونوں آنکھوں پر رنگ نہت کہ وہ محبوب کے چہرہ نور کو دیکھتی ہیں  
 یہ شعر اب سمجھ میں آیا اور نہ رماحت کا شعر بھی حل ہو گیا ہے  
 عیرت رجتم ام روئے تو دیدن ندیم۔ کوشش یہ حدیث نہ شعیب کا ندیم  
 یعنی مجھ کو آنکھوں پر رنگ نہا ہے کہ اس وقت کہ وہ میرے دل اور کانوں  
 کو مل گیا کی باتیں سننے (دل ۱۲)

کان کے کسنے در آنکھوں سے دیکھنے سے ہی عیرت آتا ہے  
 کہ کوئی کہے کہ حنت میں تو کسی آنکھ سے حد کا دیدار ہوگا۔ صوفیہ کے کوئی بت ایسی  
 نہیں چھوڑی جسے حل نہ کیا ہو وہ بعض امور پر دلیل قائم کر میں مگر طبعی تو ہو چکا ہے  
 انہوں نے اس اشکال کو بھی حل کیا ہے وہ ذائقے میں کہ قیامت میں بصیرت و بصارت میں سائر  
 میں ہے گی دونوں ایک ہوں میں گئے۔ اسی آنکھ میں بصیرت و بصارت دونوں جمع ہو جائیں  
 نہیں ظاہر میں نورانی۔ عین ظاہر ہے جو کہ اور باطنی میں۔ ظہر ہے جو کہ اس  
 سمجھ کا میں ہے۔ در جزو نہیں اور عیرت مغیر سے تھی سو یہ معارف نہیں۔ واقعی صوفیہ خوب  
 سمجھ ہیں۔ حال وہ وقت حلت کا ہے جو ہے کہ یوں یہ عیرت قضا و مال آنکھوں کو بھی  
 عہد سیر کہوں۔ سمجھا جائے۔

چہا پہی وجہ ہے کہ انہوں نے ل آنکھوں کے بارے کی پروا بھی نہیں کی حدت موقوف

گنگہ ہی رختہ ات علیہ کی اجہ میں نگاہ حقانی نہی تھی تو کون سے بہت اصرار یہ کہ حضرت اکھنڈ  
میں ہونے سے دو گونے سمجھا۔ اے سے دیا بھی سمجھ بے کی توڑا۔ اے کا لڑے ہو  
میرہی صاحب حق سے کی میں ہیں سوات لوگوں سے عرض کی نہایت پاب تو معذوریہیں  
فرمایا نہ دیر اکو، کام جا ہو پہے بدتا، جی ہوں میرا بھی ہوں، اٹھتا بھی ہوں، اٹھتا بھی  
ہوں میں کہ سے معذوریہوں، لکھو کہ آئندہ کو صاحب سمجھنے ہیں کیونکہ اگر کہہ ہو گی،  
کوئی آئے گا تو دیکھ کر ہی جا ہوگا، خود کو کہہ بھی ہونا پڑے گا پھر چاروں طرف نگاہ  
بھی پڑتی ہے دل شاد رہتا ہے، اگر کہہ نہیں تو دل یکسو رہتا ہے اور ایک زاہد کی حکایت  
مولانا نے تحریر فرمائی ہے۔

راہ سے راگفت یا بے دلیل - کم گری تا چشم رونا، یہ فصل  
کو کسی نے ایک راہ سے کہا کہ کم رو یا روتا، کہ نہیں رہ جاتی رہیں۔  
گفت ز ہزار دو بر دست حال : چہ تہید یا نہ بیند آں جاں  
راہ سے کہا سو، آئندہ یا تو وہ جمال دیکھنے کی یا نہیں دیکھنے کی اور دونوں کا نقص  
ہے کہ نہ راہ پر وادہ کی جائے کیونکہ۔

گر بہ بیند لہر حق را چہ علم ستا : در وصال حق دو دیدہ کے کہ امتہ  
اگر وہ حال دیکھنے کی تو آئندہ کو ساری فادہ مع سماع جاں جاں جان نیسے پر بھی سستی  
درہ بیند نور حق را گو رود : ایں جیس چشم متقی گو کہ شو  
در گرجا : دے تو بہ کم تخت کھوسا کوئے کیا کوں گا اں کا اندھا ہوا ہتر  
ہے تو نہ کھوساں پرودہ : میرا ہی کسی بہت راہی چیر کہ جسے کی دست ہے ورنہ حالت  
ہوئی ہے : ایں ترے تخت ہے تو دے دے کے کہنے گئے ہیں یہاں تو نے ہر  
علم یا لہر سے بہت کا ایک اولیاء : و میں جاں کیا، بہت دست واپسینہ  
صلیٰ بنو ربہاں : ایں جاں میں : تہ سے سے جاں میں : تو میں اس  
سوار ہوں پانچوں سواروں سے : بہت مدوں بڑی ہوئی کے  
کھیں ہیں سو سو سکتی حضرت وی، ات سے کہ کچھ ایسے کہ یہ کہہ ات سبہ میں جس

کے سب سے پیارے لڑکے اشرافی ہوئے پیسہ کا یا غرض کسی دن اگر دھڑکی ہلکی جاتی رہی اور  
کی صحت حاصل ہو جائے تو یہ لڑکے کسی کے پاس ایک ہی پیسہ ہو تو وہ لئے لائے ضرور  
کر لیا۔ اشرافی دے کر کو ایک کی سٹو پیسوں کی بھی پروہ ہوگی۔ حضرت یہ فرحت یہ انشراح یہ  
بشاشت خوش صبیحہ یہ سکوت و اطمینان نعمتوں احمدیہ ملنے ہی کی علامت ہے غرض  
حوق رب وہاں ہوگا وہ نہیں بیس حاصل ہے

ہر ماں ان دونوں حدیثوں سے حیا کہ اسکی تقریب مذکور ہوئی معلوم ہوتا ہے  
**حقیقت عید** کہ کمال عمل یعنی افطار کے وقت قرب ہوتا ہے اور افطار نہ ہی صبر و کبر  
نظارہ صبر و کبر ہے جو روزہ صبر کے وقت ہوتا ہے نظارہ کبر وہ ہے جو رمضان کے عید پر  
آتا ہے یہ ایک دن کا افطار سے وہ تیس دن کبے اور حدیث میں فطر صبر کا ذکر مرچا ہے  
اور افطار کبر کا اشارہ اگر صبر و کبر صبر کے تو کبر پر کبر ہونی چاہیے غرض ان دونوں حدیثوں  
کے مجموعہ نے بتا دیا کہ عید کی حقیقت ہے یعنی عید کی حقیقت ہے مشاہدہ گو حدیث میں عید  
رب کا لفظ ہے مگر مشاہدہ عید رب ایک ہی ہیں وہ اس لفظ کے اعتبار کرنے کی وجہ سے  
کہ ان عبادات کی روح کا لقب جو کہ روزہ کے متعلق نہیں عبادہ تھا اس لئے لفظ مشاہدہ اختیار  
کیا تاکہ عبادہ کا قافیہ بھی ہو جائے ورنہ حاصل دونوں کا ایک ہی ہے وہی روح کہ ایک عارف  
کچھ کہہ گئے ہیں

روزہ کی سوسہ عید احمد و دلہا فرحت دے نئے نئے عید بخش آمد دے یہ فرحت  
روزہ سے مراد اصباح میں مجاہد ہے اور عید سے مراد مشاہدہ ہے اس عنوان سے تعریف  
کرنا اس طرف مشیر ہے یعنی اب مشاہدہ کا وقت آیا ہے اب تک نہ چلئے ہوئے تھے اب  
سب کے دل شاداں ہیں اب کھر مے ہوئے ہیں شرب پیچھے کھڑے ان کا عمل پور ہو گیا ہے وہ  
اس شکر کے خوش ہیں بران حال کہتے ہیں کہ

شکر لڑکے نہ دیم و سیدیم مذمت آفریں ماہرین ہمت مراد ما  
اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم غیرت سے دوستی کی پیچ گئے ہماری اس ہمت مراد  
ہم آفریں ہے





جسٹ غایتے درہ معدی۔ کسکیں بایں غیر دشمنہ مستقی و درہ بھیاں باقی  
ایسی۔ محبوب کسکیں کی تہا جتہ۔ معدی کے کام کی جیسے چند و مرحا ہے در  
دیا باقی رہا ہے۔ بے محبوب کے تھل کا باقی رہ گیا ۱۷  
یسی و جسن بشر بے کس میں کہاں غایتے کہاں نہتہ بے کس میں تو یہ ہے کہ  
صدا آگے بڑھئے در طلب بڑھنی جاتی ہے

سے در سے نہایت درگہست ہر جہ رے میر سی رے نیست  
رہے مر اور سے نہایت درگاہ ہے جس درجہ پر پہنچ اس پرست ٹھوڑا لکھ گئے کو ترقی نہ  
اور کس کو یہ ل نہ کہتے میں یہ بھی تم نہیں ہوتے  
درگاہ دو قطع ہر گز جادہ عشق از دیدہ کرے بال بخودیں راہ ہوں تاک رہیدہ  
عشق کا بہتہ و رشتہ سے قطع نہیں ہوا جس طرح درخت انکھوڑا کا قطع کر دیا درخت  
ہے یہ سیرانی نہ کہتا ہے جیسا اگلی مذکور بھی ہو، ٹھاسیرانی نہ کہتہ ختمہ بوجاتی در بہتہ نہیں  
ہوتی در اس کلام میں کسی رد عمل کا حکم کرے میں نہ جس ہوگا کونکہ دامن کے تو مٹنی ہی  
ہیں کہ اس کو دھواں ہو گیا، در میر ختم ہوئی، اس کے سے معلوم ہوا ہے کہ دامن کی ہی میر ختم نہیں  
ہوتی سو بعد کس غمگین نہ میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ جو میر ختم ہوتی ہے وہی شہ ہے اور  
جو کھنٹی ختم نہیں ہوگا وہی شہ ہے۔ یہاں یہ سبب توجیہات حق ہیں جو کبھی مرد صورت میں ظاہر  
ہوتی ہیں۔ کبھی کسی در صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کی نسبت کہتے ہیں

رازہ یک تھو دسمہ درد و لہار نہست ۔ سے کسی نہ بکوشش آمد دے بید خوست جے جے  
یسی محاذ جہاد ہو گیا، بہت درد کا وقت یا صبا کے دل تھکا دیا جس کا حوالہ مالک  
تو سے عید کی نفی جی مشابہ حق جس میں دعوت حسینہ بھی ہے اور دعوت سید بھی ہے  
نورانی عیدش ہر سے صابہ ہے تو عید بے روح ہے۔

روح عمید  
یہ تہہ بر تو حدیث سے مستوحاشی اور اسی کے قریب یہ آہ عجیبے  
تس کو میں سے دل میں تادم کیا تھا یسی دتہا میرا حلیت  
خاتون تجھ میں شمعائے ملکوت نہتہ عید۔ ایتہ لے لہجہ پر مدہ مائل کہ وہ چاہے



کسی سے محبت ہو تو جو نہ دیکھ کر وہ ایک پیسہ دیا کہ تمہاری محبوبہ نے دیا ہے تو کس قدر حط ہو گا۔ ایک پیسہ تو کوئی بڑی چیز نہیں وہ مہمات سے ہو گا کہ مجھے یاد تو کیا۔ اور بڑی دفا دار اور سے تکلف ہے کہ ایک پیسہ صبی سے شرف نہیں تو جو اہل اللہ ہیں انہیں اسی بات کا حط ہوتا ہے کہ یہ محبوب کا بھی ہوا ہے اگرچہ ایک پیسہ ہے میں کہتا ہوں بادشاہ جارج پنجم اگر آپ کو کوئی پیسہ دیں جو کسی قیمتی ہو کہ اشرفی کی اشرفی کے برابر ہو کہ کھانہ ہو کہ آپ کو کھا کر نہایت حط ہو گا اور آپ فخر کریں گے اس کے بعد پھر کوئی چیز جو اس قدر اہم نہ ہو کہ دیکھنے کی چار تو لہ آتی ہو تب بھی آپ کو حط و سیاہی ہو گا اس لئے کہ عطیہ شاہی ہونے میں تو دونوں یکساں ہیں اسی طرح اہل اللہ کو ایک پیسہ سوز میں اس حیثیت سے راز مظہر ہوتا ہے۔ تو جسے خدا کی نعمت کی قدر نہیں وہ ایک پیسہ کی ناقدری کرتا ہے۔ اسی طرح کھانوں میں وہ شخص زمین پانچ کرتا ہے جسے خدا کی نعمت کی قدر نہیں اگر جارج پنجم کے سامنے کسی معمولی سی چیز سے میں پانچ کر دو تو میں جاؤں کہ مجھے تمہاری فطرت ہی ایسی ہے مگر وہاں تو تم سر آنکھوں پر رکھ کر کھا لو گے۔ تو بات یہ ہے کہ جارج پنجم کی نسبت سمجھتے کہ وہ دیکھ رہے ہیں اگر ذرا بھی رز کے تو ان کو بے غبتی کی اطلاع ہو گی۔ تو صاحبو کیا خدا نہیں دیکھتا۔ افسوس جارج پنجم کے یہاں کے کھانے کی تو یہ قدر اور خدا کے یہاں کے کھانے کی کچھ بھی قدر نہیں۔

یہاں سے اس کا بھی راز معلوم ہو گیا ہو گا کہ بناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم گری ہوئی چیز ٹھا کر کھا لیتے تھے۔ اگر جارج پنجم کا دیا ہو اور دھتورہ کھانے کے بعد گر پڑے تو آپ اٹھا کر مٹی بھی نہیں پونچھیں گے مع مٹی کے فوراً کھا جائیں گے پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کھانا بادشاہ کے سامنے کھاتے تھے ہم اندھے ہیں نہیں نظر نہیں آتا تو سچ سے گری ہوئی چیز، ٹھا کر کھا لیتے تھے کہ بادشاہ کی دی ہوئی ہے۔

خدا کا حکم دھماکے دوسرے دوسرے کو میں سے جو سب دیکھا۔ پوچھا کی گزری اہوں نے فرمایا بہت اچھی گزری حضرت ہو گئی۔ میں سے پوچھا: یہوں نے کیوں حسن دیا کہا کہ یکساں کچھ دی میں تمک بھیکا تھا میں سے سر جھٹا کر چیکے سے کھا لی کچھ اس کے عیب نہیں سب نے

حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم کو یہ بات پسند نہ آئی اور بخش دیا۔ سبحان اللہ بخشش جوئی کو اس واسطے کہ پھر نہ کی گئی تھی۔ میں اس کچھ تعجب کروں، ایسا ہی ہے، بات یہ نہ کہ ایک تو بڑی سہیل بات ہے جس پر ہم بھی ایسی ہی کھڑی، ایک دفعہ کہ میں گئے ہماری بھی مغفرت ہو جائے گی، جیسا کہ سب کام کر دیکھ رہی تھی کہ وہ نہار بھی پر حضور روز بھی رکھو۔ پھر چاہے وہ کچھ ہی سے مغفرت کر دیں چاہے کار مردہ سے کر دیں عرض اہل جنت کو تھوڑی سی چیز میں بھی اس لئے لطف آئے ہے کہ خدا کی دی ہوئی ہے

**کثافت طبع** اور جو بیٹ کے کہتے ہیں وہ تو اسی سے خوش ہوں گے کہ بہت سی یاد دے  
یکثیف طبع ہیں کہ ان میں بیت ہی کی فکر نہ رہتی ہے۔ کثیف الطبع پر  
ایک شہید یاد آگیا کہ ایک بادشاہ نے سنا کہ، کن کی عورتیں بڑی مدح پاتی ہیں۔ جا رہی ہیں چار کی  
جمع کیں ان میں ایک دس کی تھی صبح کے، لعل اول وقت میں بادشاہ نے سب سے پوچھا کہ کیا وقت  
سب سے بدوں نے کہا کہ صبح ہوگی، بادشاہ نے سب سے پوچھا کیسے معلوم ہو، ایک نے کہا کہ صبح  
کے وقت نسیم چلتی ہے، سبھی ٹھنڈک سے میری شہ کے موت ٹھنڈے ہو گئے، اس سے معلوم ہوا کہ  
صبح ہوگی، دوسری نے کہا کہ صبح کے وقت شمع کی روشنی میں نیر آجاتا ہے، اس وقت شمع کی روشنی  
منتہی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ صبح ہوگی، تیسری نے کہا کہ صبح کے وقت نہ کے پاں کا مزہ بدل  
جا جائے، اس وقت میرے نہ کے پاں کا مزہ بدل گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ صبح ہوگی، دکن  
کی عورت سے پوچھا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ صبح ہوگی تو آپ کہتی ہیں کہ گڑہ آ رہا ہے اس سے معلوم  
ہو کہ صبح ہوگی، اسی وہ عورتوں بڑی لطیف مزاج تھیں اور یہ نہایت کثیف مزاج تھی کہ اس قدر  
بھی کیا تو گڑہ سے نہ بچنے لگے ایسے بیٹ کے منہ سے ہوتے ہیں کہ سب موقع پر کہنے اور گئے  
ہی کا خیال رہتا ہے، آتی جو بیٹ کے بندے نہیں ہوتے وہ تھوڑی چیز بھی لے گی تو قدر کریں گے  
کہ خدا کی دی ہوئی ہے۔

**کمال ہمتی** اور سب کا مقصد یہ بھی تھا کہ جو نیز بھی ملے گا نہ پڑے، مگر کیا کمال کا  
حسرت حق تعالیٰ کی رحمت کا کہ سب سے سخی عکس شہی بہت سب فراہم  
کہ وہ سب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نفس سے ظاہر فرمادیا کہ ان اشتہات

شبیہ اکملہ وان لم یثبتہ ترکہ جی چاہا کھایا نہ جی چاہا نہ کھایا جو کبھی خدمت  
 نہیں کی اور بادشاہ اگر ایک جیسے دے تو آپ ایسا نہیں کر سکتے  
 کہ جی چاہا کھایا نہ جی چاہا نہ کھایا - وہ تو کھایا نہ کرے گا۔  
 پس یکتائی بڑی خدمت ہے۔ قدر داری محنت پر ایک کنایت یاد آگئی حضرت لغمان علیہ السلام  
 آقا نے ان سے کہا کہ کھیت سے کٹری کوڑ کر لاؤ یہ لائے۔ اس نے کاٹ کر ایک قاش انہیں  
 دی یہ کھا گئے اس نے یہ سمجھا کہ جی ہوگئی کہ تو کٹائے، اس نے ٹی کی کہ جیسے ہی مہر لگی  
 تو معلوم ہوا کہ کوڑی زہر سے لکھا نہ لے کہا کیوں نہیں لکھا جس کے اٹھ سے ہزار روپے خیر میاں  
 کھائے ہیں ایک تلخی کو کیا زبان برسا اور شیر میوں کو مھول مانا یہ حالت ہوتی ہے عین کہ کہ تلخ  
 کو عین شیرینی سمجھتے ہیں مگر اس طرف سے اسل تکلیف نہیں وہ دیا کے نادانوں کی طرف ہیں  
 کہ اگر کسی بادشاہ نے آپ کو امر دیا تو اسے چھینک دیا کرتے تو ابھی نہیں معلوم ہوتا حکم ہوگا  
 اچھی کھاؤ نہ گستاخ ہو تو حق تعالیٰ ہا جی مدد خداوندی خا کہ وہ ایسے قانون مقرر کر دیتے۔  
 مگر نہیں ایسا نہیں کیا نہیں، اگر کیا رحمت ہے کہ اگر جی چاہے کھا لے جی چاہے نہ کھاؤ مگر نہ  
 نہ کر دے اور اس میں سے بڑے کر کہ اب رسول شرمناحق اندھید و نہ دھم کی تمت پر توجہ کہ  
 ان انتہائی شبہاً اکملہ وان لم یثبتہ ترکہ جی چاہا کھایا نہ جی چاہا نہ کھایا  
 آپ ہر وجہ سے عشق کے مستحق ہیں تمہارا دل تھا ضعف مدد رسالت کے لئے ترک کر کیسے  
 قادر ہوئے، اللہ کہ کیا تعظیف ہے یہ آپ عشق کو معصوم کرے محض امت و غالب کیا کہ  
 عمل کر کے رکھنا دیا۔

بیکساحم ترحیت رکھ سہل عشق چہ سرسوسات دزدانہ مصداق جنت  
 (یعنی ایک طرف سے بیت کا خیال سے دوسری طرف عشق کا سرسوسات کا سرسوسات و عشق وہ لوہا کے  
 حقیقت پر عمل کرنا یہ ہوسناں کا کام نہیں۔)

اور آپ کی تو بڑی شمس سے آپ کے ادب امت و رحمت کی تمت کے کرتے ہیں  
 حضرت خلیفہ حق روداد و دلتے کیا سوز تجر دلدہ یہ تپا لندہ زآمدان مردہ اند  
 کہ دنیا کا مردہ زندہ نہ رہے مگر مسموم تجر دلدہ یہ تپا لندہ زآمدان مردہ اند  
 دنیا کے دریائی حقیقت اور ڈھلک نہ لیں و اختیاریہ نہ سمجھ کرے سمجھ دیں نہ لیں دراصل

مگر یہی جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدمت کی یہ حالت تھی تو آپ کے اندر تو دریا  
عشق موجزن تھا اور یہ دریا

بحرِ است بحرِ عشق کہ موجیں کشا و نیست ۴ نہایت نہایت  
یعنی بحرِ عشق ایک یہ بحر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں اس میں ہر جان ڈبے چاہے نہیں ۲  
لتنے بڑے دریا کو ضبط کر کے ہماری صحبت کا نیاں۔ مگر افسوس ساری یہ حالت کہ صرف  
تباہی نہیں کہ نہ کھا گئیں۔ نہیں اس سے اس قدر آگے بڑھے کہ باڈی اٹھا کر پھینک دی بھلا  
حق سے پرچے باڈی کا کیا قصور کیا اس نے سالن لکھا یا تم اگر بیکنگ خاتون سیم صاحب  
کو پھینک دو تمہارے سالن لکھا ہے۔ اس قسم کی حرکت یہ ہو گئی کہ میں مگر عائدہ باہن پائے  
گاہ، اندھا پری پر عمران رکھے گا عیسا کہ عیسے علیہ السلام کی موت لے مائدہ باہن ز  
پائے کی وجہ سے کھال کیا تھا پس اصلی عید اس مائدہ باہن یعنی متا ہوا عطا ہوا ہے۔

**عارف کی عید** اسی کو ہم نے حضرت حاجی صاحب سے ایک قطعہ میں ظاہر بھی کر دیا

۵ قطعہ

عید گاہ عارفیاں کوئے نور ۵ : مساطح عید ریڈن روئے نور  
ہم عربوں کی عید گاہ سے محبوب کی کا کہ ہے اور عید کی توفی کیا کاشت ہے ۱۲  
صبرِ طاہر عید قیامت گنہ ۶ : لے ہوا عید ، اردئے تو  
عید کے صوبہ اند آپ بہ قرآن کریں نے محبوب آ لکھا چہ اور ہمار عید کا عائد ہے !  
گویا یہ قلعہ سالے وعط کا میر نکال ہے اسحق علی سے رہا کیجئے عید تحقیقی ہیں  
میر صواد اس کے حاصل رہنے کا طریقہ ہے کہ اب دوجہ روزہ رکھتے ہیں اب کچھ  
مجاہد کو استاد اللہ مت بدل قابلیت کہ عید تحقیقی سے میر ہو سکتی ہے۔ اور جب معلوم ہو  
گیا عید ہے تو آپ اس ساعر کی بھی نگاہ کر سکتے ہیں جس کا رسم مشہور ہے ع  
ہر روز عید عیت کہ حور حور کے رہ روز عید نہیں ہوتے۔ کوئی شخص حورہ کھا یا کرے  
ادنا کی ہر روز عید ساجکتے ہیں کیونکہ وہ عید تحقیقی کیا ہے حق تعالیٰ کی محنت درود ہر  
وقت میر ہو سکتی ہے۔ در اس سے آپ اور بے ایک مہر کا دعوتی کر سکتے ہیں ع  
ہر قسم شہادت سے ہر روز عید جو سمجھو۔ در اس سے یہ نہیں لگتا

کہ آپ اپنی طرف سے کسی روز عید کر لیں۔ بلکہ اس سے تو اس کے حالات ثابت ہوا ہے کہ چونکہ جب ہر روز عید ہے تو ہمیں تخصیص کرنے کی کیا ضرورت ہے یہی تخصیص بدعت اور سنت کا فرق ہے۔ و حفظ السور میں اس کے متعلق مفصل بحث ہے۔ اور راز اس تخصیص کے اختیاری نہ ہونے کا یہ ہے کہ گو ہر یوم محبت طاعت کا عید اور وقت بتلی ہے۔ مگر جو عید یا قیام کی جانب سے مقرر ہیں انہیں بتلی اعظم ہے پس اگر آپ کے پاس کوئی دلیل ہو کسی دن میں بتلی اعظم ہوئے کہ تب آپ بھی مقرر کر سکتے ہیں۔ اور یوں بے دلیل تو محض دہشت خرافات بدعت و ضلالت سے مگر مامی الاعظم ہر روز عید ہے بلکہ ہر وقت عید ہے حتیٰ اگر مرنے کا وقت ہو اور دن کے لئے عید ہے اس میں بھی آپ کے لئے عید ہے۔ بنیاد عارف نیز نیری مسندتہ ہیں۔

ختم آں روز کریں منبر ویراں بزم .. راحت عاں ظلم و در پئے عامان مردم  
یسی وہ دن مبارک ہے جس اور ہم اس دنیا فانی سے کوچ کریں .. راحت جہاں طلب کریں اور  
محبوب حقیقی کے لئے ہم مسائیں

نذر کردم کہ گریں علم ہر تیر دئے .. نادیدہ شاداں و غزل خواں بزم  
میں نے نذر کیا ہے کہ جس دن یہ غم تمام ہو جائے یعنی موت کا وقت آئے تو محبوب کے دربار  
نیک خوش و حرم و شہر پڑھتا ہوا جاؤں ۱۱۲

تو عارف و عاشق خوش مناسبت ہے کہ وہ دن کہ آئے گا جب میں زندان سے نجات پاؤں گا۔  
یہ مضامین فوراً جو سے عید کے متعلق .. بہ حق تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ فہم و عمل کی توفیق  
عطا فرمائیں۔ آمین۔

تمنت



# عرضداشت

محقق دین قس محمد حضرت موسیٰ قدس بنی ہے جس معمول قریب علیہ سالانہ مدرسہ  
امدار معلوم تھا کہوں میں جو عصر ریز تربیت خصوصاً محدث جاری ہے (میں فرمایا تھا  
چونکہ قرآن مجید کی تفسیر میں نہایت مفید اور مؤثر دراپنے طریق میں یا معمول ہیں اس لئے  
تائین انخوانت کے استفادہ کے لئے مثل مواعظ ضبط کر کے سے بھی تالیف کیا  
جاتا ہے گو تسلی وقت کے سبب تمام سبب جو مکار امید ہے کہ قارئین کے  
نفع و دیکھی سے خالی نہ ہوگا۔ (جہاں کا امیر لڑا)

## نور الصدور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بسم دستار بندی | محمد اعیان مقسود حضرت عمار کے ہوگا اس وقت ایک ضرورت  
سے ایک مختصر بیان پر اکتفا کر دیا گیا سب کو معلوم ہوگا کہ مدرسہ میں  
یہ معمول ہے کہ جو کچھ معطل قرآن سے فارغ ہوتے ہیں انہیں ایک چھوٹا سا عمامہ دیا جاتا ہے تاکہ  
برکت بھی ہو اور ہمیں اس سند کا لفظ بھی ہے اور کوئی کام خلاف و جنح نہ کریں۔ پیر دوم کے  
بچوں کو بھی تو عمامہ ہو کہ ہم بھی بس سترف کو حاصل کریں بچہ تین چپٹے میں سال بھی دے دیں  
ہوئے ہیں سو اس وقت وہ عقوڑا سا قرآن مجید بھی سنائی گئے اور ان کی حسب معمول بسم دستار  
ملی بھی ادا کی جائے گی خیر یہ تو قہید بھی۔





وَلَيْتَ كُنَّا لَكَ لَبَابًا ۝ ہم نے قرآن کو سوا سے نازل کیا ہے کہ نہ کر کریں ورنہ کریں فکر سے مراد علم ہے ورنہ فکر سے مراد عمل ہے حاصل یہ ہے کہ قرآن علم و عمل کے لئے لازم ہوئے۔ اس تاؤ قم سے قرآن سے کیا کام یا حیر عمل تو کٹھن ہے علم میں بھی دو درجے ہیں ایک اسناد کا دوسرے معالی کا معنی کا مرتبہ بھی جہ سے نیچے کہ وہ دستور سے مگر حفظ قرآن میں تو درجہ مسکن اس سے ہوا کہ نہ بنانا موسف کر یو یا قرآن یاد مونا یا ہٹے غف یاؤ یاؤ پارہ بھی تو یاد ہیں اور جو محمد قل میں سزا دہی سے تو وہ بھی صحیح یا نہیں گم کر کہ بھی صحیح کر لو تو کہتے ہیں کہ ہم بڑھے اب کیا بڑھیں گے اور کیا صحیح کریں گے اسی گم سادی ہو جائے کہ جو قرآن کے حروف صحیح کرے گا اسے فی حرف باج رپے میں گے۔ تو خبر دیکھو یہی بڑھے طلحے سب پہنچ نہیں کی رہا لوٹنے لگے گی اور اس امید پر کوشش کریں گے کہ حق صحیح کر لیں نہ شبہ باج رپے مل جاویں۔

۱۰۔ یہاں کو یہ ہے کہ اس فائدہ کے بعد گم کر کے کوشش کی گوتہ سے حروف صحیح ہیں موسے تو وہ منادی کہ فرما رکھی، عام نہ لے گا بگھر خد کے یہاں کوشش کر یو یوں کو بھی وہی انعام داکر ام مل سکتا ہے جو کوشش میں کامیاب ہو یوں کو مٹا ہے تو یہ حق بھی ہے کہ حروف نہ بھی صحیح ہوں نہ بھی انعام مل جاتا ہے تو حیرت کی بات ہے کہ آپ کو اس پر بھی قرآن مجید کے حروف صحیح کرے کی طرف رغبت نہ ہو۔

درج حفاظ | اور تو تو یہی کوشش کر لے چاہئے کہ قرآن حفظ ہو اس واسطے کہ یہ قرآن مجید کے لئے بڑی حفاظت کی صورت ہے ورنہ سب سے ہے اللہ تعالیٰ اس قوم کا دیگر قوم سے۔ اور قوموں کی کتابیں اور تو سب حالت میں ہیں ورنہ جی ان کا کون حافظ ہیں، اگر ایک دم سے تمام نسخے ان کے ہفت ہو جائیں تو کوئی ان کے جمع کرے کی صورت نہیں صرف قرآن مجید کہ اسکی ایسی حفاظت کی گئی ہے کہ اگر اس کے تمام نسخے بھی خد خواستہ مسلمانوں سے عیدہ کرتے جائیں تو بھی اس کے لکھوں سینے جھوٹے جھوٹے بچے بھوسو سکے ہیں یا جو یکے تین ہیں یہ دست بھی ہے شمار سے بل ہوتا ایٹ میت فی صدور ت ثی اؤ و انج اؤ

اس میں تھوڑی حد تک عید کی طرف راجع ہے یعنی قرآن مجید آیات بنیات ہیں اور جو کہ قرآن یک چیز ہے مگر خبر میں فرمایا آیات بنیات یعنی بہت سی نشانیاں ہیں جس جمع کے صیف سے تعبیر فرمادے تو اس وجہ سے ہے کہ قرآن مجید مشتمل ہے بہت سی آیتوں کو اور یا اس لئے کہ وہ بہت سے معجزوں کو مشتمل ہے اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ چھوٹے چھوٹے نسخے سے حفظ کر لیتے ہیں تو اس واسطے آیات بنیات فرمایا کہ کئی نشانیاں ہیں اور ہیں کہ ان وقت قصود الذین اولو العیال ان لوگوں کے سینوں میں ہیں جن کو علم عطا ہوا ہے چونکہ علم کے دو مرتبے ہیں علم انفاذ علم معانی۔ اسی لئے اس کی بھی دو تفسیریں ہیں۔ ایک تفسیر یہ علماء مراد ہیں دوسری تفسیر یہ حفاظ۔ تو میں اس وقت وہ تفسیر کرتا ہوں جس میں حفاظ کی مدح ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ اولو العیال وہ لوگ ہیں جن کو علم عطا ہوا ہے (۱) کے لقب سے یاد فرمایا ہے تو اس میں اس تفسیر کے موافق اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انہیں اہل علم فرمایا ہے تو جیسے علماء کی دستار بندی ہوتی ہے۔ ایک تفسیر یہ یہ بھی علم رہیں۔ ان کی بھی ہونی چاہیئے۔ تو لے مسلمان اس فضیلت کو حاصل کرنا چاہیئے۔ اسی فضیلت کی رغبت کے واسطے سرسار یہ رسم ادا کی جاتی ہے۔ اور حفاظ سے بھی کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اولو العیال وہ لوگ ہیں جن کو جب عطا ہوا ہے (۲) بن جانا اس کو اتنی محنت سے حاصل کیا ہے کہ چھوڑنا نہ چاہیئے اس کے صفات و مدارج کی درستی کا بھی لحاظ رکھو اور بربرت و کوتاہی سے بچو۔

**فضیلت تلاوت** تلاوت سب عبادتوں سے افضل ہے بہت سی حدیثیں اس باب میں وارد ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اس کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ فقط انجید کہ نورجاس نیکیوں میں گئی۔ تو دیکھتے قرآن میں کس قدر حرفت ہیں۔ اگر پورے قرآن کی تلاوت کریں گے تو کس قدر نیکیوں میں گئے۔ اور فرماتے ہیں کہ خدا کسی کی طرف اس قدر متوجہ نہیں ہوا عت قرآن پڑھے دے نبی کی طرف متوجہ ہونا ہے اور نبی میں یہ قیہ لگانا دال سے عت توجہ کی طرف کہ وہ قرآن کا پڑھنا ہو اگرچہ اتنی اسی ہو۔ اسی واسطے میں جس ذاکر کو دیکھتا ہوں کہ تلاوت سے رغبت ہے تو اوراد کا چھوڑنا

دیتا ہوں یا کم مرادیتا ہوں، اور تلاوت کی تقسیم کرتا ہوں۔

### اہتمام ذکر اللہ

یہ شبہ دیکھا جائے کہ حسب قرآن کی تلاوت میں قدر افضل ہے

دیکھ کر سوچو کہ ذکر و شغل کی تعلیم کیوں دی جاتی ہے

کیونکہ بات یہ ہے کہ تلاوت قرآن کے شرائط ہیں بعض اوقات اس میں کمی ہوتی ہے تو ذکر و شغل میں ہی لئے لگاتے ہیں تاکہ تلاوت کے قائل ہو جائے۔ دیکھو تم کھانے سے پہلے ہاتھ دھو تے ہو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کھانا چھوڑ کے ہاتھ کیوں دھو تے ہو۔ اسے نادان کہنا چھوڑنا سب ہیں یہ تو کھانا ہی کھانے کے لئے ہے گو ضروری نہیں کھانا اس پر موقوف نہیں مگر کھانے کا مطلق معیار اس کے نہیں آتا تو قرآن کے واسطے جیسے قلب کی ضرورت ہے ویسا قلب بنانے کے لئے بجاہد کی ضرورت ہے اسی واسطے صحابہ میں تلاوت و نماز کی کثرت حق ذکر و شغل دونوں نہ تھا۔ اس واسطے کہ فیض صحت حصول میں اللہ عید و السلام سے ان کے قلب بہایت تنفاد تھے مگر ذکر و شغل اس زمانہ میں ضروری ہے تاکہ قابلیت پیدا ہو جائے اس کو نہایت دماغ مثال سے سمجھئے۔ ایک شخص مسجد میں آیا جھٹ کھڑا ہو کہ اللہ اکبر کہہ دینا نماز کی ریت بامدھی۔ اسے بھی دھنوکہ کیا وضو نماز سے زیادہ ضروری ہے اگر وہو ایسی ہی چھی چیر ہے کہ نماز چھڑکے اس کے کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو بس پھر وضو کی کثرت سے کر لیا کریں گے۔ رے حق جب دھنوکہ کرین تو نماز میں لگ جانا لیکن نماز سے پہلے نماز کے صبح ہونے کے لئے تو دھنوکہ ضروری ہے اسی طرح آپ کو بھی جب وہ درجہ حاصل ہو جائے تو ذکر میں کمی کر کے تلاوت میں لگ جائے گا میں ذکر سے بہت ضروری تلاوت کو سمجھتا ہوں مگر تلاوت کی درستی کے لئے پہلے ذکر و شغل تعلیم کرنا ہوں جس طرح نماز سے پہلے وضو کی تعلیم کی جاتی ہے اور جب آپس دیکھتا ہوں تب قلب میں درجہ کا ہو گیا پس ذکر میں ہی یہ اسے تلاوت کا تکیہ کرتا ہوں۔

افضل الوفاق

میں نے ایک دوست کو لکھا تھا کہ ذکر و شغل کم کر دو رمضان میں تلاوت زیادہ مقرر ہے۔ عرض یہ سب وظائف سے بہتر ہے امام احمد علی رضی اللہ عنہ حق تعالیٰ کو جواب میں دیکھ دیکھ کیا کہ جس سے زیادہ کوئی عبادت موجب قبول

ہے ارشاد ہوا بِلَا وَفَا انْقُرَانِ افسوس پاک کا پردہ ۱، عرض کیا بَلَا وَفَا انْقُرَانِ۔  
 سمجھ کر بے سمجھے، ارشاد ہوا۔ بَلَا وَفَا انْقُرَانِ خود سمجھ کر بے سمجھے۔ دونوں طرح  
 موجب قرب ہے۔ اے صاحب کسی شاعر کا دیوان کوئی پڑھتا ہو کس شاعر سے پوچھو کہ اس  
 کے دیوان میں اس شخص کی نسبت کیا خیال پیدا ہوگا سمجھے گا کہ اس کو مجھ سے بڑی محبت ہے  
 جو میرا کلام پڑھ رہا ہے سمجھ کر پڑھنے والے پر تو شبہ خود غرضی کا بھی ہے کہ اپنے مزہ کے  
 لئے پڑھ رہا ہے اور بے سمجھے پڑھنے والا نری محبت سے پڑھتا ہے کیونکہ اسے مضمون کا  
 مزہ تو آتا ہی نہیں۔

ترغیبِ قولی و عمل | میں کہتا ہوں شاید ان بے سمجھے پڑھنے والوں پر حق تعالیٰ  
 کی نظر عنایت اس حیثیت سے زیادہ ہو۔ گو سمجھ کر پڑھنے  
 والوں کے لئے در بہت سی حیثیتیں ہیں حق تعالیٰ کی نظر عنایت کی غرض خود بھی پڑھو اور اپنے  
 بچوں کو بھی پڑھاؤ، یہ تو قولی ترغیب تھی عملی ترغیب ہے کہ بچوں سے پڑھو اگر سنو، یاد آ  
 ہے اور ان کی دستبرداری بھی کی حالت ہے تاکہ اور بچوں کو بھی ترغیب ہو ورنہ ان کے پاس  
 کو بھی اس عزاز کی وجہ سے توجہ ہو کیونکہ ان کے خیال سے بھی آدمی بہت سے کام کرنا  
 ہے، اب حق تعالیٰ سے دعا کرو کہ ایسی رغبت دہم اور اپنے کام کے حاصل کرنے کی توفیق  
 عطا فرمائے۔ آمین۔



# روح البحار

اعتکاف کی حقیقت آداب و احکام

۶؎ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ جمعہ المبارک کو جامع مسجد تھانہ بھون میں  
یہ وعظ ارشاد فرمایا جس میں روح اعتکاف و اس کے مستحقات  
کا تفصیل سے ذکر فرمایا۔

۲؎ گھنٹے تک وعظ جاری رہا۔  
سامعین کی تخمینی تعداد ۲۰۰۰ سو تھی۔

# ہفت اختر کا

تمیز و غلط

## روح الجوار

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

**خطبہ النورہ** الحمد لله محمدیہ نستعینہ ونستحضرہ و نؤمن بہ و توکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور النفسا و من سیئات اعمالنا من یمہدہ اللہ فہ فضلہ و من یصلیہ و یدعوا لہ و یشہد ان لا الہ الا اللہ و حدہ لا شریک لہ و یشہد ان سیدنا و مولانا محمدا عبدا و رسولہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و یرک و سلم اما بعد : فی عوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم و لا تبشروہن و انتھد کفون فی اللہ جید یتک حذو اللہ فلا تقرنھا کذبت یبین اللہ آیاتہ لتبین لکھن یقوت و ترجمہ اور ان بیویں ہے اپنا من بھی نہ ملے دو جس زمانہ میں تم لوگ مسجدوں میں عطا کرتے و اسے ہو یہ خدا دے خدا ہی خدا ہے جس سے کلمے کے نزدیک بھی نہ ہونا اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے اور احکام بھی لوگوں کی اصلاح کے واسطے میں فرمایا کرتے ہیں میں مید پر کہ وہ لوگ مطمئن ہو کر عذاب کرنے سے پرہیز کریں ۱۰

اس کے قبل دونوں جمعوں میں یہ امر مترک طور پر ذکر کیا ہے کہ اُن عبادات کے متعلق بیان کرنا مقصود ہے جن کو خصوصیت ہے نہ ایا مبدار کے ساتھ جناب کہ ان عبادات کی ستر ہرست میں سے دو کے متعلق ذکر کر دیا گیا ہے۔ ایک روزہ دوسرے روز ترویج اور ترویج کے واسطے سے قرآن کی خصوصیت ان یا مکیساتھ اور اس کے ساتھ سا کی روت در نا کا جوہر بھی بیان کر دیا گیا تھا اس یہ حاصل تھا ان دونوں جوہر کے مابین

**مشرعیت اعتکاف** اس کے دو ایک اور عبادت ہے تو مخصوص ہے ان یا م کے ساتھ جناب اسی کی روح و جوہر کے متعلق بیان کرنا ہے جس کا نام اعتکاف ہے۔ اور ان یا م کے ساتھ اعتکاف کے مخصوص ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ در یا م میں مشرعی نہ ہو در یا م میں بھی مشرعی ہے لیکن تاکہ کے ساتھ اقتدار یا موریہ نہیں گرتے تو بسطہ بدر کے یا من بدر کے در میری مثل بدر کی یہ صورت ہے کہ مثلاً کسی کا اعتکاف داخل ہو گیا تھا تو در یا م میں کسی کی قضا کرادی۔ وہ بھی من نذر کے در جب ہے حکم نذر کے بعد کو بخوشیے تاکہ سمجھنے میں سہولت ہو یوں سمجھے کہ در یا م میں التزام کا واسطہ ہے اسے ہمیں قضا و نذر دونوں داخل ہو گئے مثلاً معتکف میں اعتکاف کیا تھا دس دن کی نیت کی تھی سمیں سے ایک دن یا دو دن یا چار دن یا دسوں دن کا جانا یا تو اس کے عوض میں اور یا م میں قضا کرنا یا اسے گایا یہ کہ نذر متعلق کہ اگر سری حد و جنت پوری ہو جائے گی تو میں پانچ دن کا اعتکاف کروں گا یا نذر غیر متعلق کی مثالوں کہا کہ حد و نذر سے اعتکاف کر دوں گا یا موریہ تو لازم جہد کی تھیں اور ایک از مشرعی کی جانب سے متاثر در میری اندر بولہ میں اس متاثر کی قیاس کا نذر بھی بیان کر دوں گا تو اس اعتبار سے کہ ابتداء شریع کی جانب سے اس کا لازم صرف سی ۱۰ میں ہوا ہے اس میں کسی کو یہ مخصوص ہے کسی ۱۰ کے ساتھ گویا لازم جہد در یا م میں بھی لازم کے ساتھ مشرعی ہے چونکہ یہ بھی پس طاعت کی ہرست میں سے ہے جن کو خصوصیت ہے اس ۱۰ سے پھر نظریہ اعتکاف کی یاد۔ اس نے اس حد و شیعہ میں اس کی نذر کے در جوں بدر و س سے در جہد۔ معتکف تاکہ مشرعی فرض و واجب ہے یعنی اگر در جہد یا م میں ہے حکم در جہد است تاکہ وہ جس ہے کسی تاکہ در جہد یا م میں ہے تاکہ علی حین نہیں ہے حکم علی کفایہ ہے ۱۰



کے ساتھ لہذا جس طرح کہ شدہ جموں میں ان حالات کے مسائل فرعیہ ہیں ذکر کرنے کے لئے بلکہ انکی رواج کا ذکر کیا گیا ہے اسی طرح یہاں بھی فرعیہ ذکر نہ کیے جاویں گے ہر گز صماً تبعاً صحابہؓ تو مضائقہ نہیں جس طرح ان میں بعض فرعی مسائل آگئے ہوں گے بلکہ پہلے جموں کی طرح کہ ان میں مقصود بیان روح صوم و رواج صلوٰۃ تھی آج بھی روح اعتکاف کا ذکر کرنا مقصود ہے۔

**صلوٰۃ اعتکاف** سو اعتکاف کی بھی ایک صورت ہے۔ ایک روح ہے صورت تو یہ ہے کہ مسجد میں جا کر بیٹھ جانا اس کے درجات مختلف ہیں اگر پوری حقیقت حاصل کرنا ہو تو دس دن کا اعتکاف کرنا چاہئے۔ یوں تو ایک دن کا بلکہ ایک گھنٹہ کا بھی ہو سکتا ہے دس دن تک اعتکاف کرنے کے یہ معنی ہیں کہ رویت بدل تک اب کہیں دس ہوں گے اندھ بھی تو ہی دن ہوں گے اگر تیس کا چاند ہے تو دس دن ہوں گے اور اگر انیس کا ہے تو نو ہی دن کے ہوں گے مگر تاریخ کی کیا رحمت ہے کہ دونوں صورتوں میں خواہ دس دن ہوں یا نو دن عشرہ اخیرہ رکھا وہ فقط ۱۰ ہی نہیں رکھا بلکہ نو اب بھی دس دن کا دیا۔

**وصل محبوب** حدیث میں آیا ہے کہ شہزادہ عید لا ینقصاں۔ عید کے دنوں میں کم نہیں ہوتے۔ اس کی تفسیر بھی خود حدیث میں سنی ہے کہ وہ رمضان و ذیحجہ ہیں۔ ذیحجہ کا تہر عید فرمانا تو ہر سہ ماہ میں عید کا دن ہے۔ لیکن رمضان کو اس وجہ سے عید فرمایا کہ یہ فرحت کا مہینہ ہے کہ ہر روز فطر کے وقت اس میں فرحت ہوتی ہے ورنہ یہ وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف تشریف لیا ہے کہ جس معنی کو رقم سے عید کا مقابل سمجھتے ہو یعنی اساک عن الخضر (غذا سے بار رکھنا) صوم اس معنی کے اعتبار سے بھی یہ عید ہی کا مہینہ ہے یعنی اس میں روحانی غذا نہیں ملتی ہیں بلکہ جو حقیقی عیدیں اس ماہ میں ملتی ہیں وہ عید میں میسر بھی نہیں آتیں

وذاکون للمتذوق خیر شراب ۵ وکل شراب دومنہ کسراب

اے محبوب آپ کا ذکر صوبہ اچھی غذا ہے (وہ صوم) ذکر کے جو بھی غذا ہے وہ مثل سر کے دھوکہ ہے ۱۱ اور حقیقت میں تو کچھ تعجب بھی نہیں کسی پر عاشق ہو جاؤ۔ محبوب یہ کہے کہ دشمن ہیں اور بلاؤ تو سر فرشتی مزہ عریضہ ہو تو ہم سے ملاقات نہ ہوگی۔ ورنہ ہمارے پاس میٹھا چائے ہو کر یہ بھی نہ ملے گا غم فائدہ سے بڑا رہنا ہو گا تم خود دیکھو کہ ہمارے دین کیا حکم کرے گا، اس پر تو

تنبیہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ محبوب کو اختیار کر لیا، لیکن پوچھنے کی بات یہ ہے کہ تم یہ بتاؤ کہ اس وقت بھوک بھی ہوگی سو وقت ہی اس وقت بھوک بھی نہیں ہوگی۔ اور یہ مسلم ہے کہ عائد غیر غذا کے بھوک نہیں بند ہوتی اور اس وقت بغیر کسی ظاہری غذا کے بند ہوگئی یہ تو ہے نہیں کہ یہ مقدس مسلمہ غلط ہو بلکہ یہ کہا پڑے گا کہ یہاں بھی غذا سے بھوک بند ہوتی اور وہ کون سی غذا ہے وہ غذا اصل محبوب ہے۔ اور اگر یہ غذا ہمیں تو روح میں پس قدر نماز کی بھوک کر ہو گئی۔ آپ سمجھتے ہیں کہ وہ غذا صرف روٹی کا نام ہے۔ غذا صرف روٹی ہی کا نام نہیں ہے، اگر کسی کی قوت باطنہ صحیح نہ ہو وہ جب کھائے گا وہ غذا فوراً نکل جائے گی۔ اور اس کھانے سے بھوک کا تقاضا دفع نہ ہوگا بلکہ وہ سارا ہی بے گامستگی پانی ہے تو پیاس کا تقاضا دفع نہ ہوگا بلکہ وہ بڑھ جائے گا معلوم ہوا ہے کہ غذا جو غذا ہے وہ قوت کی وجہ سے ہے پس اصل میں قوت ہی وہ ہے، پس اگر کسی وجہ سے قوت حاصل ہو جائے، تو بھوک کی کیا ضرورت ہے تو بھوک ہے کہ روٹی کو غذا کہو اور اصل محبوب کو جو کہ روح کا مذہب ہے غذا نہ کہو، یہ تو بدرجہ اعلیٰ غذا ہے۔

**روزہ کی غذا** دراصل وہی وجہ سے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی لفظ ارشاد فرمائی کہ بطعمنی دلی و یسقینی کہ رحمت صوم میں میرا رہا مجھے کھلا پلا دیتا ہے۔ تو سستی و اطعم و اذین اور کھلا ۱۲ حسانی غذا ہے اور صوم کے لئے بڑی غذا محبوب کا ذکر ہے، پس جب یہ بات ہے تو اسے آپ بھوک کا مہینہ نہیں کہہ سکتے بلکہ واقع میں تم دن بھر کھاتے پیتے ہو اور اس کی ایک موٹی سی دیں ہے کہ تم ایک دن بدن روزہ کے فائدہ کر کے دیکھو ضعف ہوگا بے چینی رہے گی۔ صبر نہ ہوگا۔ اور ایک دن روزہ رکھ کر دیکھو۔ نہ ضعف ہوگا۔ نہ بھوک لگے گی نہ بے چینی ہوگی نہ بے چینی اب بتاؤ کہ واقعہ کی حالت میں قوت کہاں لگتی معلوم ہو کہ اس وقت غذا نہیں ہوتی تھی اور سچ روزہ کی حالت میں قوت کہاں سے لگتی۔ معلوم ہوا کہ غذا لگتی ہے۔

**حالیہ ازالہ** در اگر کوئی کہے کہ ہمیں تو روزہ میں بھی بھوک لگتی ہے ضعف بھی ہوتا ہے، پیاس بھی لگتی ہے بے چینی بھی ہوتی ہے تو حضرت بھوک پیاس

خود نہیں لگتی تم بترع و مریع رہے صبری اور گھڑمٹ کر کے لگاتے ہو۔ تم دو روزہ رکھو ایک  
میں کہتے پھر وہ کہہ ائے بھوک ائے پیاس دیکھو کس شدت کی بھوک پیاس لگے گی کہ دن کا ٹانڈا تھوڑا  
ہو جانے لگا دو روزہ دوسرے دن روزہ رکھ کر مائل خاشاک مہو مہ سے کچھ نہ بوبو دیکھو کسی ہولت  
سے دن کٹ جائے گا زمین آسمان کا فرق دونوں دنوں میں تم کو خود نظر آئے گا اور جب تم صبری  
دنیا سر پر ٹھو لگے تو نہ بھی لگتی ہوگی تو لگے گی جع مزین فال بد کا اور وحال بد دُری فال حال بد  
کوئی ہے ۱۱ جب صبح سے تم مل بیڑ لگے تم نے فال بد شروع کی۔ لوگ ایسا محض شیخی کی وجہ سے  
کرتے ہیں کہ لوگ یہ سمجھیں کہ بڑے مالی ہمت جو اس قدر بھوک در پیاس کو برداشت کرتے ہیں  
تو جب شیخی کی وجہ سے فال بد شروع کی تو میر سچ ہی لگنے لگتی ہے۔

بد فالی ایسی چیز ہے ایک شخص کو مدینہ میں غار آیا جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم  
مسم عبادت کو تشریف لے گئے۔ فرمایا لَا بُائْسَ ظَهْرٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ۔ اس نے کہا لا  
بن جلی تصور علی منہم کبیر تریر القصور تیر غار ہے یہ قبرستان میں پہنچے گا  
آپ سے فرمایا ہنر ہے اب بوسا ہی ہوگا چنانچہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ کسی دیت میں ہے کہ وہ  
بیل گیا۔ اسی طرح صبح سے غم نے مل جانا شروع کیا کہ لائے پیاس ہاتے بھوک تو کیونکر بھوک پیاس نہ  
لگے گی۔

روزیہ میں غسل

اسی واسطے جو فتن کہ بے صبری بردال ہو حریت کے نزدیک نہ سہید ہو  
ہے۔ اسی سے ہام صاحب فرماتے ہیں روزہ کی حالت میں بار بار ہانا  
مکروہ ہے اور سوست اُفرتے ہیں جائز ہے مگر دووں میں کوئی قضا نہیں ایک ہا، ایسا  
ہے کہ بے صبری سے پیدا ہو ہے مثلاً گرمی پیاس کا صبر نہیں رہے صبری سے توانا شی نہیں مگر دن ہے  
بے صبری پر کہ دیکھے دے اس کے طور پر اسکی ہمت سے یہ سمجھتے ہیں کہ سے گرمی کی بڑا اشت  
ہیں ایسا ہا۔ مکروہ ہے کیونکہ ہمیں حق تعالیٰ کے فرم سے ظہار کو ہمت ہے کہ خدا نے یکم عباد  
مرض کی دیر باک بھوں چڑھاتے ہیں اس سے ثواب جا رہتا ہے اس سے کیا فائدہ کہ کڑا  
پر ہی نل نہی کے اس کا ثواب کیوں کھوتے ہو۔ یہی حال ہے ان کا جو پریشاں واقعات میں گھڑا  
کرتے ہیں درجہ حرج حرج کی شکایت کرتے ہیں دنیا کا تو نقصان ہی دیں کا بھی نقصان کیا  
خواہ مخوہ شکایت کہ کے صبر نہ یاد کا خرفۃ ا دیاد خرفۃ دونوں کا نقصان ہو۔



درج ہوگا کہ ہمیں نظائر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امتیازی مودت اللہ سے۔ درحق کسی  
نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توحیدِ نظامی کو بھی غور نہیں فرمایا۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کو طاعون سے تھوڑی سی بیماری ہوئی، مگر آپ نے اسے نہ لیا اور دودھ ان  
 اٹکل کی سبب سے لٹا دیا جس سے شہر آفت زدہ نہ ہو گیا۔ جیسا کہ افسوس کہ میں آپ  
 کے راستہ میں قتل یا جلاوطن اور پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں گو معنی یہ تھا کہ آپ کو  
 دیکھ کر جو لوگ آپ سے عداوت کر رہے تھے، آپ سے عداوت کو غلط ہو رہے تھے۔

کشتن کا یہ مجسمہ تسلیم کرنا ہر زمانہ از غیب صحت دیگر است  
خود تسلیم کے کشتوں کو ہر زمانہ میں ایک وہ جوں عطا ہوتا ہے ۱۰  
گوہر آہ آپ کے لئے اس کا وقت نہیں جو ادا نہ کرے حضرت عاتقہ فرماتی ہیں کہ میں نے گنجی  
ہوں آپ کے رب کو جیسی آپ کی خواہش ہو تو ہے ویسا ہی کر دیتے ہیں اور آپ کی تو بڑی سادہ طبیعت  
آپ کے حامیوں کی یہ شالہ ہے عاتقہ یزدان مرستیغی ۱۱ سے تعلق متقیوں کی مرادیں پوری  
کرتے ہیں ۱۲

[illegible]



لے پکارا کہ کوئی آدمی ہے جس میں صاحب نے کہا کہ میں ہوں آدمی کہتے ہوں نے کہا کہ آپ  
 آدمی ہیں معینہ سنت کے میں جانتا ہوں طاریاست کے یعنی آپ بشرطہ شے یعنی تسبیح  
 ریاست ۱۰ کے مرتبہ میں آدمی ہیں اور میں چاہتا ہوں بشرطہ شے کے مرتبہ میں یعنی بشرطہ  
 عدم ملک فیہ سوی مانسیتہ اسی میں صاحب نے ثابت کے اور کوئی کتاب نہ ہو ۱۲۰ بشرطہ  
 (یعنی کسی میں کوئی کتاب نہ ہو) ریاست و غیرہ ۱۲۰ کے مرتبہ میں چاہتا ہوں اور نہ  
 بشرطہ شے کے مرتبہ میں۔ یہ جواب تحقیقی تھا اور نہ ظاہر نظر میں مطیع تیر ہے۔ — بہر حال  
 مولوی صاحب تو پھر کسی کام کے نہ رہیں گے۔ میرے ایک دوست مولوی ہیں، اللہ آباد کی کچہری  
 میں بندوق کے لائسنس کی درخواست دی تھی اس کے لئے کچہری گئے ہوئے تھے ایک دیکر  
 کہنے لگے مولوی صاحب آپ اور بندوق انہوں نے کہا جی ہاں بندوق تو مرد رکھتے ہیں در  
 مولوی ۱۰ دہیں ہوتے س لئے بیشک ان کا بندوق رکھنا عملی ہے۔ دیکر صاحب نے پتہ ہی  
 تو ہو گئے۔ تو یہ ننگ نوبت پہنچ گئی کہ ہنس لوگ بھی، نکل ادا ہو سمجھتے ہیں، لوگوں نے انہیں  
 حضور حضور کر کے واقعی مائل شست بنا دیا۔ اور نہ شست یہ ہے کہ سب کام اپنے ہاتھ سے کرے  
 اب تو ہماری رعایت ہے کہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ لٹھا کتے گز کا ہے، اگر کبھی خریدنے جائیں  
 تو بننا اگر پچھے گز کہہ دے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ چار آنے کے، ایسا ہو واقعی یہ اتنے گھر کا  
 جو اور ہم کم کا کہیں تو ہماری، دانی پر ہے اس سے چپکے سے خرید لیتے ہیں پھر اگر کہیں خریدنا  
 تو بزار صاحب ہم سے پہلے جمع کا حساب کر چکے ہیں مولوی صاحب کا صاحب بعد میں ختم ہوا ہے  
 اور اگر غلط ہوتا ہے جہاں یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ باطل کئے بن گئے، لکھو کے ایک شہر، وہ کی  
 حکایت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ محل میں سانپ نکل آیا بیگمات میں شور ہوا، کہ اسے کس مرد کو بلاؤ  
 شہزادہ صاحب بھی مہربان ہو کر یہی کہنے لگے کسی ماما نے کہا حضور آپ بھی تو مرد ہیں کہنے لگے  
 واللہ خوب داد دیا لاؤ لاٹھی یہی سے کو اپنا مرد ہونا بھی یاد نہ رہا، یاد تو جب ہوتا کہ مردوں  
 کا کار کا م کرتے اسی طرح مولوی صاحب بھی اگر اپنے ہاتھ سے کام کرتے رہتے تو اب میں  
 صاحب کتاب کی ضرورت یہ کہ وہ ہیا تھا ہے کہ ایک دفعہ ہی سب جمع ہو گئے در بالکی طرح  
 مولوی صاحب کو بیٹ گئے کوئی ہاتھ دیا ہے کوئی پاؤں دیا ہے کوئی مرد ماتھے کوئی پکھا جاتا

ہے اس کے بعد جب سب چلے گئے۔ اب مولوی صاحب کی ڈیڑھ گھنٹہ کی خدمت میں اب وہاں  
 پہنچے۔ انہوں نے مولوی صاحب پر سے کوسہ تھپے ہیں، یہ سب سب سے خدمت گاہوں نے  
 بہت ۲۴۲ پاؤں دبائے تھے وہ حج کو گئے ۲۵۰ بڑی تکلیف اٹھائی کیونکہ خدمت کے عاری ہو چکے  
 تھے جب وہاں سے مولوی صاحب کو روکنے پر چھاپا حضور مہم میں ہمارے واسطے بھی دعا کی تھی ہوں  
 گئے کہ ایک ٹوک کوں تھا کہ ایسی غریب عادتیں ڈھکیں جس سے بہت تکلیف ہوئی، بدلتا، تو کیا  
 کرتے مگر وہ تھی ہوں سے کام تو ایسا ہی کیا تھا، یہ اصل داہیات ہے کہ اس طرح خدمت  
 کرے کہ غل یا پابند بنائے، اصول و اعتدال سے ہر کام جدا ہوتا ہے، عرض حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی روایت سے کہ وہ بھی بکری کا دودھ پیتے ہاتھ سے مکاں پیتے تھے، بھجوا، خود بھاڑ پیتے  
 تھے، دیکھتے کہ اعلیٰ بارگاہ سے دست مبارک سے سی پیتے تھے

**قوة نبوی کا عالم** | اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت بھی دیکھئے کہ تو بیٹھ ادا  
 اپنے ہاتھ سے ذبح کئے، عار نہ کہ اس کے ذبح کرنے میں نہایت  
 دشواری ہے، درجہ ذریعے میں کو بہت ہے کہ کٹ کر ذبح کریں، اس کو اس طرح ذبح  
 کرتے ہیں کہ پاؤں میں کا خاص طریقہ سے بازو دیتے ہیں تاکہ بھاگ نہ سکے پھر اس کے سینہ پر  
 ایک ہاتھ رکھتے ہیں پر بچھاڑتے ہیں اسے پھر کہتے ہیں مشک کی عرج رکوں کا منہ کھل  
 جا آئے، تمام خون بہہ کر وہ گر پڑتا ہے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں بھی  
 بڑے مشق تھے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قوت شمال بھی بہت تھی چنانچہ ایک شخص رکتا  
 بہت بڑے پہن نہ تھے کہ ہزاروں آدمیوں کا مقابلہ کر پوائے سمجھے جاتے، حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ، اگر یہ مجھے کشتی میں بچھاڑیں تو میں سہا  
 موجود ہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، آدمی وہ کئے پسے نہیں بچھاڑ دیا، عرض  
 کیا یہ تو اتنا تھا، بچھاڑ دیا اب کے بچھاڑیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بچھاڑی  
 پھر اسے بچھاڑ کر چھینک دیا، پھر وہ کھلاں ہو گئے، عرض ہوا، دشمن کی قربانی دے اس میں سے  
 تو بیٹھ کے دست مبارک سے نر کر کے پانی نودت قوت پر سستداں ہوا ہے حضور



صلی اللہ علیہ وسلم مفسد نہ تھے اس فیض تھے کیونکہ مفسد تو وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو اور آپ کے پاس تھا سب کچھ مگر دے دیا کرتے تھے۔

اسی واقعہ قربانی میں حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بھی آیا ہے۔ واقعہ ہے کہ جانور ذابح (ذبیح کہ یوسف) کا چہرہ دیکھ کر بھاگتا ہے جان سبکو پیرا ہے۔ دل کشف کی مدد بیان کرتے ہیں کہ جانوروں کو کشف ہوتا ہے۔ حدیث ترمذی سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے حدیث میں آتا ہے کہ مرہ جو کچھ کہتا ہے یا عذاب سے چنبا ہے تو اس کی تڑپا کا ٹوٹا سنتی ہے اللہ تعالیٰ یعنی اس کی تڑپا سوائے حق داس کے سب سنتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کشف کوئی کمال نہیں جو لوگ کشف کے پیچھے پڑے رہتے ہیں وہ اس پر غور کریں کہاں ہیں، شاہ صاحب جو سے بہت بڑی چیز سمجھتے ہیں۔ مگر شاہ صاحب کو کشف بھی ہوئے گا تو بہت سے بہت شاہ صاحب ایک ہیمہ چلایا، کے برابر ہو گئے، اصل کمال قرب ہے۔ در یہ حدیث سے حاصل ہو گیا ہے اس کے قابل ہوتے ہوئے کشف کی منت مصداق اس شعر کا ہے

دست لوی چون رسید ز دست شاہ پائے لوی ندرں دم شد گناہ  
یعنی، دشاہ کی حصولی ہو گئی وہاں بادشاہ سے ہاتھ چوسنے کی اجازت دیدی یہ کہتا ہے کہ میں تو جو تاج و مہر گار کبخت پائے پوسی ندرں دم شد گناہ محب اللہ چومنے کو مل گئے تو بھر میری حیا حیاقت ہے۔ یہی شار ہے اس لوگوں کی جو کشف و کرامت ڈھونڈتے ہیں جو بہر نام کو بھی ہوتا ہے بڑی چیز بہت سے کشف و کرامت کو سے کے کیا کر دے دے غرض قاعدہ ہے کہ جانور ذابح کی صورت دیکھ کر بھاگتا ہے مگر اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ذبیح کرنے سے چلے تو حدیث میں ہے کَلْفُ يَنْزِلُ دِلْفِ الْمَيْتِ، ہر ایک جانور یہ کہ طرف بڑھتا تھا کہ ذبیح کریں

ہم کہ ہوں صحر اسر خود بندہ برکھ ۵ امید آ کہ روز بشارت تو بھی آمد  
اس امید پر کہ آپ سکار کو آئیں گے حکل کے سب ہر روز نے ہاں سر متھیں پر رکھ دیا  
جس سے اپنے معشوق کی شان میں کہا ہے یہ شاعری محض ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ بھی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور اس طرح ذبیح کئے خاصہ مقام ہے ہے کہ نہ توئی سے آپ کو نگہ دست یا تہی دست میں نہ آیا تھا۔ آپ کا فقر و ترک اختیاری تھا اسکی

اور بھی کہتا ہے کہ یہ سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کے ہوتے تو یہ صورت حالت سے بھی بچتا۔

کئی سٹے محققین نے متورقہ یہ ہے کہ عوام کم بعد بعد بیان سیرت میں احتیاط کے تابع نہ ہو سکیں۔ نبی کریم ﷺ کے فاقہ وغیرہ کا بیان

کرے کہ ایسے عوام کے سامنے وہی صورت بیان کر یا نہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنوں و شوکت میں ہوں تو ان کو ان کے سامنے مفرد نہ سے معاذ میں یہاں کرنا چاہئے کیونکہ ان میں اتنا ہے کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت نکل جائے میرے ایک دوست تھے مولوی مستند تھے انہوں نے ایک ذریعہ لکھا کہ یہاں کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کسی مع میں مبارک نماز پڑھتے تھے ایک مرتبہ کہیں علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی کہ خلیفہ مبارک میں ہی مستحضر ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکان ڈالا، فی قصہ وہ قصہ تو صحیح ہے مگر ٹکڑے ٹکڑے تو ہیں یہ عقیدہ ہے کہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعین مبارک جس ہو سکتی ہے خبر قاتون کا جہاں گرامشی تھا اعتقاد عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مولوی صاحب سے بھگتے شکایت کی۔ میں نے کہا میں گلہ آپ کو یہی بات کہ چاہئے رہتی، اس میں شک کا مقام ہے، غرض علماء و محققین نے تقریر کی ہے کہ عوام کے ہمسایہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مفرد فاقہ کو نہ مبرا کرنا چاہئے تاکہ قلوب میں عظمت باقی رہے مگر جہاں نبی کریم ﷺ جو کچھ مصداقہ نہیں۔

امت جہاں کے لوگ ہے کہ بعد ہوں جیسی کہ سنیں سنیں کسی میں وہاں مگر یہ مبرا کرنا چاہئے جسے بعض جہاں کا قصہ سہل ہے کہ عرب کے کسی دیہات میں وہاں کے لوگوں سے پوچھا گیا کہ کوئی قوم جو ہا مشہور کس کی امت ہو کہا ایک راجہ بچیاں میں گھر دو بیوی گزرا ہے، ہم وہی یعنی سلی، امت ہیں ان لوگوں کو یہ بھی خبر نہیں تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مولود کونسا تھا ہے وہ ہم کو یہی ہے اچھا اتفاق سے تھے کہ بچہ مذکر، جم ہوئے ہیں مگر ان نادانوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہ وہ کی حالت بیان کی جائے تو جو عظمت راجہ ہوئے کے جہاں سے ہے وہ بھی حقائق ہے، میں تو توں تھاں ہے کہ اس قسم کے لوگ بڑے ام کسدم سے بھی خوف ہو جائیں۔

بسا ادرہ میں حالات کی وجہ سے یہ دور بھی بڑی حد تک غلط فہمی میں مبتلا رہا۔ اللہ علیہ وسلم کے ہونے سے پہلے کی تاریخوں میں بھی وہاں جا کر کوشش محنت میں بڑی ریت یہ تصور میں لایا کہ وہ دور کے صحابہ میں ان کے میں عداوت و برائی جوں کہتی رہی اس کے لئے کہنے لگی کہ یہ یہاں رات عداوت میں ان کے تصور میں اللہ علیہ وسلم سے کئے گئے تھے مگر یہ سب کچھ کھشت اپنے نزدیک رد سببوں کی قوم و انہوں نے ان کو مسمیٰ تھی بسوں کے عداوت صرف نام کا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام وہ دور میں تھے اسے نکتہ نہ مابین کرے حوالہ کم بھوں کی سمجھ سے باہر ہوں بعضہ طور ایسے مہتمم ہوئے ہیں کہ اللہ میاں کو بھی ہیں حالتے یکسورت نہ مجھ سے ہو چکا کہ نہ میاں زندہ ہیں میں نے کہا کہ پہلے یہ بت دو کہ رزق کون دیتا ہے، کہا اللہ میاں، اس کون کو کہ ہے اللہ میاں مارا کون ہے اللہ میاں یہ کون کو کہ ہے، اللہ میں نے کہا کہ سب کام و انہا میں کرتے ہیں مردہ بھی اس کون کام کر سکتا ہے کہنے لگی ہاں میں اب سمجھ میں آیا کہ اللہ میاں زندہ ہیں اھو جی لایموت، ادرہ رفتہ ہیں ان کو موت نہ آئے گی

ایک اور بڑی عداوت ضلع مظفر نگر میں تھی کہنے لگی میں سب عداوتیں تو ایسے نہ میاں کا ہی نہیں گھر ان کا بڑی کی گفتاری تھی کہ کم رکم بھڑا تو ہے کہ انہیں نہ میاں رکھتے ہیں در چاہے سب کو راہتے ہیں گھر بھی میں ہوں وہاں تو اس قدر دوست محبت ہے کہ ان کے ہی خیالات پسند نہ کی گئی تھی ہر سے دیکھے عداوت گئے ایک اور محلہ لاگڑہ کی بڑی عداوت ہے فقروا کی شکایت مجھ سے کرے لگی کہ عداوت ہوتے ہیں بڑے پھٹ گئے ہیں پھر فوض ہو کر ڈر کر کہنے لگی کہ میں زیادہ کہ بھی نہیں سکتی کہیں اللہ میاں کہیں کہ میرے عداوت کھو جاتی ہے۔

اب اسے لوگ جو نہ دوسرے صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے  
**ایمانت کی حفاظت** ظہور کرتے بھی نہیں نہ سب سے واقعات کا بیان  
 - راجا جیسے ان کے والد سے مانگ ہی قدر حق ہے ہر حال آپ کی تہ و تدبیر ان اقل  
 ف سبیل اللہ تھا جیسا کہ اقتل میں چاہتا ہوں کہ میں نہ کہہ سکتے ہیں قتل  
 کیا عداوت پھر مدہ کیا عداوت پھر قتل کیا عداوت پوری ہیں ہوں کہ میں صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی ہے دلی اور نیکوئی کی دلی شکی کا اندیشہ تھا میں نے یہ معلوم ہوا کہ

اہم کی موت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں ہوتی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سے پہلے آپ نے ہم کو بتا دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب آپس میں تھا کہ یہی نہ ہوتا تھی نہ آپ کے ساتھ نہ کسی کو سے۔

حیث میں ایک قصہ آج ہے۔ ایک دفعہ کہ میں ایک اوٹ برج جاتا تھا آپس میں کھار کا منورہ جو کہ وہ شخص اسل اوٹن آپ پر رکھنے کے ساتھ بہت تھا اس وقت آپ سارے بڑھاپے کے سہمہ میں تھے اس سے آپ پر وہ الائن رکھ دی کیونکہ یہ جلتے تھے نہ یہ ایسے رسول ہیں نہ عزتوں کے تھیں نہیں ماریں گے۔ اہم لم یعرفوا ان رسول اللہ راہیہ لوگ ہے رسول سے و نفہ تھے، حضرت عائشہ کو علم ہو آئیں اور اس الائن کو ہٹایا اور خوب کوری سٹائیں اور کسی کی ہمت نہ بول کہ کچھ منہ سے کہہ سکے حدیث میں یہ ہے کہ فاصلمہ عائشہ وہی حویلیہ حضرت عائشہ نے آپ کو اس وقت کی تھیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ بعد دعا کی اس قصہ سے معلوم ہو کہ مقدمہ میں اگر کب نہ کر سکتے تھے یہ تھا آپ کا مطلب جسے کہ امت دور دور (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتار کلام کی مٹی کو حرات نہ تھی آپ خود دانت ہیں نصرت بالوعلب رعب کے درجہ سے میری مدد کی گئی ہے، دور یہ لیا کہ تھے تو کچھ وہ چاہتے کر سکتے کیٹیں ہوتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کال دیں مگر آپ کو مد نے رعب تار تھا کہ ساری ہی ہمت نہ ہوتی بالوعلب حب و قد بن لوس سے ہا کاش میں اس وقت جون ہوا جب آپ کی قوم بچو بھلا دسائی آپ نے تعجب سے نہ کیا کہ یہ میری قوم مجھے بھلا نہ لگے میری میں قد رقد دور انکی دعوت میں آنا محمود خوب ہیں نہ کبھی کسی کے ساتھ نہ لایا ہی ہیں لی ہوں یہ کہا کہ تھے تو آپ سے چپ نہ تھے وہ سب اہمیں وصف وصف تھے مگر جب انہوں نے تبلیغ نہ لائی ان سے نہ لائی ہوا۔ اسی طرح آپ کے ساتھ بھی ہو گا آپ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ ساری لائق وصف آپ کو بہت بریتاں کیا آپ نے سب ترور کیا

**پسند کی حکمت** | آئی ٹوی عالی ہمت دت پاک کو سلی کیا تم دت تھی نہ دو نغوں میں سے جب اختیار کیا مال حق کو حذر کیا۔

یہی ماس ایک مقصود سے دلائق ہیں اس میں اس طرح کو یہاں سے دور رہیں علم

دشمن۔ حال۔ علم وسیع تو یہ ہے کہ مستعد کو جو دستور سے متفق کر دیا کیونکہ اگر مشکل طریق کو اختیار کرتے تو ان پر بہتہ مقصود کا ہوتا اور یہاں تو یہ غیر مستعد رہتا تو وہ جو دستور دیتی تھی اس کو کیوں اختیار کیا تھا۔ در حال یہ ہے معذرت ہے حمت جن کی۔ یہ سن کو قبول نہ کر سکتا ہے، عرض میں نعمتِ امت سے روگردانی کرے، کی کہ یہ نہ تو بہت برقی مگر یہ قوی نہیں کہتے۔

اور یہ اسی میں ایک دوسرے کے شمس موافق رہی ہو کہ خود سے معلوم ہوا ہے کہ جو خود آسانی پسند ہوا ہے وہ دوسرے کو بھی دینا چاہیے۔ آپ کو اس دوسرے خدا تعالیٰ نے آسانی پسند دیا تھا تاکہ آپ دوسروں کے لئے بھی آسانی دے سکیں۔ آپ صاف سب کو آسانی کا رونا دکھاتے تھے جو ہی خود دوسرے کو دے گا۔ دوسرے کو آسانی کی آسانی دے گا۔ وہ کام جو سوچ کر آسان کر کے بتایا، اس کو بھی کسی کو نہیں ڈلا اور اس کو بھی منع فرمایا، اتنی بات سے بھی میرا خیال ہے کہ یہ نہ تو میری سادہ خاطر ہوئے جانتا تھا۔ آپ نے جو چاہا کر دیا ہے، کہنے والے نے بھی میں اور خود سنی سنی علیہ وسلم سے فرمایا میں کیا کر رہا ہوں اس سے تو یہ معلوم ہو گا۔ نور شخص ہے کہ وہ اس سے جان نہیں دے گا اس کی آواز صاعید نہ ہو جائے گا۔ میں یہ جانتا تھا کہ وہ اس سے کہتا تھا۔ یہ تو یہ کہتا تھا کہ اس کے آواز سے آواز نہ بچائے گا تو میں جو اندک سے کیا نہ کہتا تھا کہ اس سے بھی آواز ہی معلوم ہو گی۔ اس واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں نے آپ کی سہولت پسندی کو کئی دفعہ مٹھتی ہوئی تھی۔ اور اس کو بھی اس بات کی تعلیم دی کہ یہ نہ کریں جس سے لوگ بھروسے میں پڑیں۔

اسی طرح موسم میں غسل بھی کسی سال کی طرح سے اختیار دیا تو وہم بوحفیہ و ہم ابو یوسف رحمہما اللہ کے قلوب میں تعارض نہیں دونوں جد جہد حالت پر محمول ہیں۔

باطنی غذا | اس تقریر سے مقصد یہ ہے کہ وہ ذات ایسی ہو جس سے کہ اگر نہ سمجھ لے اور جرح و فروع نہ کرے تو پھر یہ کھوک لگے۔ یہ پاس معلوم ہو تو نہ غذا

حد کی جاسم سے متنی ہے حور ہو کر گئے دیتی ہے یہ پیرا میں ضعف ہونے وقت ہے یہ اظہار  
 تم سے ہر گویا کی حکایتیں سنیں، مگر کسی کیس میں نہیں لکھا، اور جالیس ان نہیں لکھا  
 اور پنی آیت سے دیکھی ہوگا کہ ہر گویا میں قوت زیادہ ہوتی ہے در غلہ بہت کم ہوتی ہے  
 میں یہ ہے کہ قوت ہوتی ہے سادہ سے اس سے زیادہ کو ماحول ہوگا، یہ وقت جسے مجھ سے  
 کی صحبت میسر ہو، جالیس میں ذکر تو میرا ذکر کرنا ہے میں اس کا جلیس ہو، بہر وقت  
 اس کے رنگ و بے میں فوراً رہتا ہے وہ ہو کر ہیں گئے دیا، دل عمید سے تو ثابت ہے ہی  
 حوام کی ہی، ماں پر ہے کہ یہ کھا، یہ کھا گئے الم علم سے میٹ بھر ہو ہے، تو حقیقت  
 میں اس کا پیٹ اور سے بھر ہو ہے جسے حوم، یعنی معدن میں علم سے تعبیر کرتے ہیں وہ  
 تلاء میں لکھا یہ ہوگا مامی ہیں اس راس سے بھٹا ہے تو مشکب مکی بات ہے سے  
 ہی کے جسے حقیقت اسے ہی سمجھو، یہاں خلق کر لکھ، یہ خدا سمجھو

تو دفعی رمضان کا مہینہ عید کا مہینہ ہے کہ اس وقت میں ہیں کہتے تو وہ کہتے ہیں  
 کھا، اور کھا، دونوں تابع ہوئے ہیں، ورنہ وہ غلے روحانی فی نفسہ میں غلہ ہے یہاں  
 نے مٹی سے مردہ کرتے دن ہے

روزہ دار کیلئے دو فراموشی | مگر یہ بھی حد کا رحمت ہے کہ اس غلہ کی بھی حور ہوتی  
 ہر گویا اس کا ہی نہ ہے کہ حدیت میں آتا ہے  
 کہ صائم کو دو فراموشی ہوتی ہیں کہ ایک دن رکے وقت کہ جی خوش ہوتا ہے کہ ٹھنڈا پانی پینے  
 کو مایہ لکھا، کھا سے میں آتیں، ورنہ حد سے حدت کی تو گرا اس حد کی خوش ہوتی  
 تو یہ دو فراموشی کیوں جن موتیں دریشہ نہ کیا ہے کہ جب حد ہمیں متنی رہتی ہے تو ہمیں  
 بھوک کیوں لگتی ہے یہی حد کیوں ہمیں کافی ہو جاتی سہاوت یہ ہے کہ حق تعالیٰ بھی کس خدائے رحمانی  
 کو من دین قطع ہو کر رہے ہیں اس لئے اس وقت بھوک پاس کا عبد ہوتا ہے ورنہ قطع اس نے  
 کر لیتے ہیں کہ اگر یہ ہو تا تو میں اس حد کی قدر بھی نہ ہوتی۔

ارد میں جب یہ شکایت ملے گی کہ اگر نیست جیسے مدد ہر مدد سے ضرور

اسی طرح شکایت نہیں ہوتی کیونکہ اگر بھر ہو تا تو قرب میں مدد سے معلوم ہوتی ہے

میں جس طرح غامبری غذا کو مسطح کرتے ہیں تاکہ اس میں لطف آئے اسی طرح لطف ہی کے لئے طبی غذا کو بھی کبھی مسطح کر دیتے ہیں تو کیا سطح کا زمانہ ہے دن کو روحانی غذا رات کو جسمانی غذا۔

**غذا میں تبدیلی** | پہلے لطف در سطح پر کہ یک دن کو اور یک رات کو اگر رات دن ایک ہی غذا ہوتی تو طبیعت اکتا جاتی من و دلوں کی کسی عمدہ غذا مگر نبی سر میں کہ کہہ ہی اٹھے لَنْ نَضِیْرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاجِبٍ خَادِعٌ لِّسَانٍ دَیْمٍ کہ ہم ایک ہی کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ آپ ہمارے لئے اپنے رت سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں پیاز کی طرح دوسرے دل سے ساگ دے۔ گوارا تو ہے ہی خدا کی نعمت کی قدر نہ کی رہی گاؤں کی چیزیں مانگنے لگے مَن کہتے ہیں تو نہیں کو اور وہ نہایت لطیف چیز ہے مگر کسی ہی لطیف غذا ہو جب ایک ہی ہو تو طبیعت اکتا جاتی ہے تو ہم کے براہوں میں سے شاید افضل اور کاقت ہے کہ کبھی کبھی چوتھے میں جاتے تھے تو ان کے سے تالین و نیزہ کا ہتھم کر تے تھے تو کہتے تھے کہ مَنیٰ مَنیٰ قی میں چوڑے کے تو تھکے پاس آیا ہوں میں تو برس ہی برس مٹیوں کا کھاسے کا ہتھم کرتے تو کہتے تھے میں تو موٹی دلیاں کھاؤں گا۔ پند و کھانے کی تھی گھر گیا۔ سالک کے لئے نرسق ہے کہ گرو زنا ب ہو جاتا ہے تو ہنس تشویش مونی ہے کہ نور کہاں چلا گیا اور سے وہ تو اس واسطے چلا گیا کہ تو اس کی قدر کرے دروغی مانتوں پہ درپے ان کے نور اور ایک جگہ اترنے سے ضرور اکتا جاتا۔ ایک مصلحتی مدد تھے حریفوں بڑے تھے۔ انہوں نے کہیں سن یا کہ حد تک لے جنت میں مومنین کے سے حوروں پیدا کی ہیں میں ہر وقت دعا کیا کرتے تھے کہ کس اللہ حوریں بھیجے حوریں بھیجے بار بار حوریں بڑی تھیں مرقی ہیں کہیں ہوں نے نہیں یہ آپس میں متور کیا کہ چلو وہ جی سے حوروں سے تو بہ کر دیں مسد جمع ہو گئے آئیں آپ نے کھٹکاس کہ پوچھا کہ وہ حور بڑے ہیں مولا کہ بہت دنوں میں دعا قبول ہوئی خبر منہ کا کہ دوسری آئی پوچھا تو کہ وہ بڑے لگے پھر سہی میں سے بھی منہ کا کیا عرض بہت سی تھیں ان کا بھی ٹی برس کا جوت تھا۔ ہر ماہ ایک دو پورا موزٹا کر اور آج پوچھا کون کیا حور کالی دے کے کہ کس حور میں میری بی قسمت میں لگیں سو حضرت جس طرح وہ حور سے گھر لگے تھے سی

مرحہ تم نور سے گہرائی

لذت دیدار  
تو یہ سمجھ لو کہ اگر وہ جید مستیاں روز ہوتے تو مطلق نہ ہوتا مطلقاً لڑکھٹا

زودست ہجر اور شکایت سے کسم ۵ اگر نیست جیسے نہ بدستے حضور  
گر غیبت نہ ہو تو حضور میں بھی مطلق نہ ہو حدیث میں آیا ہے یا ابابھر یقیناً ذریف  
غیر مکرر و خبثاً ۶ ابابھر یہ قیسرے دن طافات کیا کر دنا کہ عفت میں زیادتی ہے ۷ اتفق  
سے سر روایت کی صحت ثابت ہو گئی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیسرے دن ۸  
کر دنا کہ اشتیاق رہے۔

بیدار مردم شدن عیب نیست ۹ لیکن نہ ہندوں کہ گویند بس  
وگول سے سے ماہ کوئی عیب کی بات نہیں لیکن تنہا جاؤ کہ کتا نہ جانیں ۱۱ ماتی گر کوئی  
کچھ کہ سنت میں خدا کا دیدار بھی روز روز ہر وقت ہو گا تو مطلق نہ ہو گا نہیں وہاں مطلق ہو گا  
کیونکہ وہاں کی لذت بھی غیر متناہی ہیں تھوڑی سی دیر میں ختم نہیں ہو جاتیں اور یہاں کی لذت  
متناہی ہیں تھوڑی دیر میں جی اکتا جاتا ہے وہاں جس بھی غیر متناہی ہے اور اس کا اشتیاق بھی  
غیر متناہی ہے ۱۰

نہ جسٹ عایتیہ و ردہ سعدی رکنی پیاں ۱۱ بھر وقت نہ مستقی و دریا بہمنوں باقی  
نہ ان کے جس کی کوئی انتہا ہے نہ سعدی کے کلام کی کوئی انتہا ہے جیسے جلد ضرور لا پوسا  
مر جا لکھ و دریا ماتی رہ جاتا ہے یہ محبوب کا بیان باقی رہ گیا ۱۲  
بس وہاں یہ حالت ہو گئی ۱۳

دکراہ و در دلا رام جو ۱۴ لب از تشنگی خشک و طرف جو  
محبوب گواہیں در محبوب کوڑا ہونڈ رہے ہو ہر کے کئے کھڑے ہیں وہ ہونٹ پر بس  
سے تشنگ ہیں ۱۵

رگوگیر کہرت بقدر سید ۱۶ کہ بر سبیل مستقی نہ  
بزدیم ہیں کہتے ہیں نہ پانی برقعہ در ہیں ملکہ جلد ہر دوسے کی طرح در کئے سبیل کے  
سہ پہر ہیں ۱۷



کہ میں جس کے در اشتیاق ہوگا اور طلب ہوگی اس نے وہاں جی نہ بھرے گا جس قدر  
منہ پہ ہوگا سی قدر اشتیاق ہوگا۔ وہ یہاں چاہے کسی ہی کیفیت سے جوئی اکتا جا ہے۔ اگر نہ  
کیفیت مفسرہ اہل اہل ہو تو وہ ہرگز نہیں دیتی اس قدر روح آہے اور جو کیفیت مفسرہ  
ہیں اس سے جی عرصہ آہے۔ وہ کو جتنی ہیں جس ہر وقت ہیں کھائی جاتی کبھی کبھی منہ کا منہ نہ  
کے لئے بستہ کر لی جاتی ہے۔ ورنہ روزہ اصل سے ان سے جی نہیں آتا مگر اس قدر بوجھا جا

تو غصہ عید کا جینہ ہوا سمجھ میں آگیا کہ دن کو روحانی خدا الہیت  
**ثواب ایام روزہ** کو سمجھنا خدا الہیت ہے۔ اسی واسطے منہ عید عید کے دنوں  
مہینے ۲ فرمائے گئے مہینے میں لایق نقصان میں کم نہیں ہوتے کم ہونے کے کیا معنی کہ  
انیتس اور سے بھی مہینے تو ثواب میں کٹے گا۔ پس یہاں روز رکندہ روپیہ روپیہ  
کو کھینچتا ہے۔ صادق آتا ہے مومنہ الہی نے ایک شخص کی حکایت بھی ہے کہ  
سندھ ریہان دیا کہ سبج ۔ کہ روز رکندہ درجہ میں گئی گئی

کہ ایک جو فونڈ سے کسی تخر کار کا یہ مقولہ تھا کہ روز رکندہ روپیہ کو روپیہ کھینچتا ہے  
یہ سنکر دہ میں حیل کیا کہ بھی یہ تو بڑی اچھی تجارت ہے اب یہی کریں گے ایک مقام پر  
ایک روپیہ کے صراف کے پاس آیا دیکھا روپیوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ امیں پنا روپیہ  
بھینک کر کھڑا ہو گیا۔ بہرہ دیر دوسرے روپیوں کو گھسیٹ لائے گا۔ ان کے نزدیک وہ  
بیل ہے کہ بس غصیلی گھسیٹ لائے گا تک لے میں وہ کسی طرح نہیں چلنا جب روپیہ  
گیا تو رو سے لگا صراف سے پوچھا کیا ہے کہا میں نے سنا تھا کہ روز رکندہ الہی سے میں  
لے پنا روپیہ جیسے لگروہ سبک لایا میں صراف سے کہہ رہے  
مے دو قوس تھوڑے روپے کو بہت روپیہ کھینچتا ہے بہت کو تھوڑا  
نہیں کھینچتا ۔ جس ڈولس میرے روپیوں نے تھپتے روپے کو کھینچ کر  
لایا اب کیوں کھینچے ہو روپیہ کو یہ روپیہ بھی کھینچ کر چھ لئے اس صراف کے  
نزدیک تو تھوڑے کو بہت کھینچتا ہے اور بہت کو تھوڑا نہیں کھینچتا۔ مگر خدا کے یہاں دو  
قاعدے ہیں تھوڑے کو بہت بھی عین چاہے عین یہاں دو دن کے کو اب سے دسویں دن کے  
ثواب کو بھی کھینچ لیا۔ اور بہت کو تھوڑا بھی کھینچتا ہے جیسے دن

پہاں مارے درمن جو میں تھیں پھر اخیر میں رشاد ہوا کہ اسی شخص وہی جسوں نے پہنچ  
 کو پہنچا ہے نہ مرنے والا یا پھر رکھنے کے تھوڑے تو بے نہ جو جس رحمت سے جہت تو بے کھنچا  
 پھر اور تمہارے دیکھتے کہ اصل میں یہ تو لوں میں ہمارے کے سے اس سے مقرر کیا تھا کہ سرست  
 نہ ہو۔ ہاں یہ رکھٹ گئی تو تو بے کھ گھٹ ہو گا۔ اس سے بددیا کہ تو بے یا پھر میں ہی اتنا  
 ہی ہے گا کہ میں ہی اس میں بیاد نہ ہو۔ کھٹ کے سے مقرر کیا تھا کہ اس کے بعد نہ  
 دیکھتے کہ مرے ہیں۔ پھر میں نہ ہوا کہ کام کئے جیتے ہیں کہ میں جہاں جسٹہ قد غنیر  
 آتے ہیں۔ ایک مکی روح تو بے دس کا دیں گے۔ یہ کہ دس میں ضرب دو تو ہی میں ہوتے ہیں  
 یا ٹھکانا ہے کہ رکھتے کا ایک جیسے دو دس کا تو بے گنا ایک کرنا بڑھو دس قرآن کا تو بے  
 گنا۔ ایک ایک آیت پر دس دس میں نہیں دس سے معلوم ہو کہ ایک ایک آیت کو ایک ایک  
 مسئلے کو دیا ہے پھر وہ اس کے سرور کی غرض یہ غور و فکر تھا۔ اس سے ہی میں کو کھینچ  
 در غنیا میں ہوتے دسوں کو کھینچ۔ اسی طرح اور سے تہذیب کا حکم ہے کہ کسی سے دھوکہ کی نہیں  
 تاریخ تک رو رہ رکھ چاہا۔ در قول تاریخ سے تہذیب کا یہ معلوم ہو کہ یہاں نہیں کا ہوا  
 ہے اس سے کچھ ہی دس سے رکھتے یا نہ تو بے کو بے کا ہے گا

روح استکاف | ہر جہاں سے عشرہ اخیرہ جس کو سنتے نظر برتتا یا کہ جس میں مصافحہ  
 کے متعلق ایک یہ حدت سے کہ وہ دس کی حد سے  
 لازم کی گئی ہے۔ در اس حد سے محدود ہے رمضان ہر ایک کے ساتھ مونی مونس  
 صاف ہے۔ نہ دیتے نہ دانی کے سچ سکی روح کا ہیں کہ مقصود ہے۔

یہ جو میں سے آتے یہ بھی ہے اس میں غور کرنے سے، حکاک کی دین کا پتہ کہ لے سکیں اگر  
 ہم اس کے قبل یہ معلوم کریں اور نہ دیکھ پتے نہ چار منہ رخت آیت سے اس کے مستند کرنے کا  
 پس ہمارے دس میں سے یہی روح کا چیز، یا منہل ہے اس متغیر میں کہ ہے کہ ہونے  
 دیکھ نہ لے کا ہے یہ تھوڑا یہ عرض حکاک کی دین کا یہ کتاب کا دین تو یہ کہ ایک جہاں کہ  
 مجاہد کی عمومی سبقت کیا تھی وہ یہ تھی قد عدم اکھا، قدہ دس کم سونا قدہ اسلام  
 کم ہول فستہ، حد طبع نہ ہو، دسوں سے کم میں ہوں رکھ دے تو یہ بیان گوہر سابق سے

تخصیص بد تعلیم ہے پہلے چار جہز مجاہد کے بیان کئے تھے ان میں سے ایک مرد قنہ لا تمہ و معہ ۲۸ تھا یعنی لوگوں سے کم ظاہر و باطن نہیں بلکہ کم ظاہر غلطی کی جوگیہ نے اور حکم کے مترقین نے کہ وہ ترک اعتلا (بٹنے کے چھوڑ دے) ہی کو مجاہد سمجھے اور سکی مسرت نہیں یہ ہوں کہ تعلیم و تعلم سے محروم ہو گئے وہ خود مجاہد چاہتے تھے جو یہ کر سکتے تھے۔ لیکن کو کسی کا محتاج نہیں سمجھتے تھے رَحِمَہُ اللہُ اَبْنَا عِنْدَہُ دینے علم پر اتر آگئے جو ان کو تھا ۱۲ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کے عوم میں حکمائے یونان بھی داخل ہیں کہ انہیں نے علم پر ناز تھا، تر گئے تھے۔ اسی لئے ٹھوکریں کھائیں اور غلطی میں مبتلا رہے انہیں تو اپنے ایتسے سے علم پر اس قدر ناز اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کس کا علم ہوگا مگر باوجود اس کے ایک مرتبہ ایک صوفی سے فرمایا ہے کہ میں رات کو ایک آیت بھول گیا تھا۔ تمہارے پڑھنے سے یاد آگئی۔ خدا تعالیٰ نے ایک گونہ آپ کی احتیاج ظاہر کر دی کہ ایک آیت بھول دی تاکہ اور بندہ سے انہیں خدا نہ سمجھیں، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاجت تھی تو اور کون وہ ہے جو کہے مجھے حاجت

**خلوت در انجمن** خدا تعالیٰ نے ان کو اس امت کا ہے کہ خلوت و انجمن حاصل میں تہا ۱۱

کامیابی حاصل ہے۔

گو ہمت جو با سنی بے ہمتہ ۔ گم بے ہمتہ جو بے ہمتی ہمتہ  
 اگر تم خلوت میں مشغول ہو مگر دوسری طرف متوجہ ہے تو تم خلوت نشین ہی ہو  
 اور اگر خلوت نشین ہو مگر تمہارا دل حقوق کی طرف متوجہ ہے تو خلوت نشین نہیں ہو ۱  
 جس کو زیادہ تفصیل سے صرف شیرازی کہتے ہیں ۵

جو ہر ساعت از تو سنانے زدور ۵ یہ تمہارا اندر صفائی نہ بیستی  
 (جب تمہارا دل ہر گھڑوں ایک جگہ ہوتا ہے تو تم تہائی میں صفائی نہیں حاصل کر سکتے)  
 ورت مال و بواہ امت و بیعت و تجارت ۵ چوں باحدیست خلوت نشینی  
 (اور اگر تمہارا پاس مال و دوست ہے اور تجارت و ذراعت کرتے ہو حسب در خدا  
 سے ٹکاؤ رکھتے ہو تو خلوت نشین ہی ہو ۱۰)

یعنی اگر تم سبک پاس بیٹھے ہو مگر قلب میری طرف متوجہ ہے تو میرے ساتھ ہوگا

ثُمَّ يَنْفَعُهُ نَجَاتٌ قُلْ لَا يَنْفَعُ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ إِهْنٌ يُعْطَىٰ بِهِ ذِكْرُ اللَّهِ مِنْهُ نَجَاتٌ وَمَنْ يَعْزُزْهُ اللَّهُ فَكُلُّ شَيْءٍ يَخِيفُ أَعْيُنَ النَّاسِ أَعْيُنُ اللَّهِ أَلَمْ يَعْلَمِ أَنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ مَنْ يَشَاءُ وَيُخَفِّضُ مَنْ يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

یہ ہے اس صفت کی خلوت کہ خلوت میں خلوت ہے عرض نہ طوب یک پیڑ پر اکیلا رہتا تھا یک  
مستور نہ کر رکھا تھا کبھی کبھی اس سے تو طاقت بھارتی در کسی سے بہت کم نہ تھا۔ اگر کوئی ملنے  
کا قصد کرتا تھا تو اس کی تصویر سٹا کر اس کے اخلاق معلوم کر لیتا تھا۔ اگر ملنے کے قابل ہوتا تھا  
حفاظت و رہنمائی دیتا تھا۔ ایک مرتبہ یک شخص کی تصویر دیکھ کر کہا کہ یہ ملنے کے قابل نہیں  
اس سے کہلا گیا کہ انطاطون کی رائے صحیح ہے پیڑ میں ایسا ہی تھا۔ نگاہ میں نے اپنے  
خلاق درست کر لئے ہیں، فراست بھی ایک علم ہے، انطاطون علم فراست کا ہر تھا۔ ممکن ہے  
کہ اس میں علم صحیح ہو مگر اس کے قواعد بدیں صحیح ثابت و منقول نہ ہوئے ہیں۔ غیر مستر کہا  
جائے گا حسن طرح رمل بھی فی نفسہ ایک علم صحیح تھا چنانچہ حدیث میں ہے کہ بعض نبیہم کو  
جاننے تھے۔ اسی طرح نجوم میں بھی احتماں ہے مگر چونکہ اس کے قواعد اب مندرجہ ذیل  
نہ ہوتے ہوئے ہیں اس لئے ستریت نے اُسے اس قدر رد کیا ہے اس لئے ہی علم فراست بھی شدید  
علوم سماویہ میں سے ہو بطور کشف کے بزرگوں کو اب بھی ہوتا ہے اسی طرح کن جسام میں جو اس  
کے متعلق لکھا ہے وہ بھی کبھی کبھی صحیح نظر آتا ہے۔

حضرت امام ربیع الدین رحمہ اللہ بھی علم فراست رکھتے تھے ایک مرتبہ سفر میں سرورہ آپ کو  
ایک شخص صاحب دہ سے سلام کیا اور یہ تھا جو سے اور اس نے درخت صفت کی ایک سڑی کاٹ کر  
پونہ دو رقیام فرمایاں آپ سے سراپا دیکھ علم فراست کی دوسری وہ شخص ملے سے قابل نہ تھا۔  
مگر بصیرت کے خلاق نہایت وسیع تھے آپ سے منظور فرمایا کہ اس شخص کی ظاہری  
مدارت سے منت تعجب ہوا۔ اس کے دیکھوں پر کتنے عجب سے گئے مگر وہی عجب کی دوسری مدارت کے  
جہد عجب چلے اس نے ایک پرچہ حساب کی پیش کیا کہ آپ کی مہاشی میں آدھون ہو۔ مگر فرمایا کہ آپ  
یہ اسکو کچھ دینا واجب نہ تھا مگر وصحت خلاق کی وجہ سے جو اس سے بڑا ہو۔ یہاں پر اس نے  
نئی حساب کیا تو گھوڑ میں ہوا، ان اس کے بزرگی گھوڑ سپرد کر کے پہلے آئے۔ طبیعت  
کے ساتھ یہ ترکست۔ یہ یہ تھا بلکہ بڑی ملنے بڑی، یعنی یہ یہ سے بڑھا ہوا تھا۔ درخت  
علم فراست بھی ایک علم ہے بزرگوں کو کثرت ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے خلاق۔

اتحاد ہونے پہلے کہے ہیں کہ دیکھتے ہی معلوم ہو جائے کہ اس کے لیے اتحاد میں چاہیے  
 اندھوں کو اس شخص کی تصویر سے پتہ اس کے اتحاد کا چل گیا۔ اندھوں کی فراموشی  
 سے اس نے بھی تصدیق کی اس کے بعد پھر اندھوں نے اسے یہ سن لیا کہ اس کے ملا۔  
 اس میں یہ کہ ضرر اسے ابھی ضرر سے یہ ہو کہ اس کا نفع  
**ضرر مضرت رساں خلوت** | ابھی منقطع ہو گیا۔ اور اس سے نفع بھی مستند ہو گیا۔

حدیث شریف میں ہے لا خیر من لا یلف ولا یولف یعنی اس شخص میں باطل  
 خیر نہیں ہو نہ خود لوگوں سے مالوس ہو نہ اس سے لوگ مالوس ہوں۔ یہی خلوت سے صرف  
 قوت متعلکہ کامل ہو جاتی ہے دہیں چنانچہ اندھوں کی بھی ایک حکایت سنی ہے کہ ایک  
 بادشاہ اندھوں کے پاس آیا اس نے کہا کہ آپ اس طرح سب پیچھے رہتے ہیں آپ کو ٹھیک  
 ہوتی ہوگی آپ ہاں سے یہاں تشریف لے چلے ہم آپ کی خدمت کے لئے عمدہ انتظام کر دیں  
 گئے۔ اندھوں نے معذرت کر کے انکار کر دیا۔ بادشاہ سے اصرار کیا۔ اندھوں نے کہا اچھا  
 پہلے آپ کی دعوت ہے بادشاہ نے اپنے جی میں کہا کہ اس کے دل میں خلوت ہے یہ دعوت  
 کریں گے بڑے اندھوں ہے ہیں خیر قبول کیا اس کے بعد کہا کہ مع آپ کے شکر کے  
 بادشاہ کو بڑا ہی تعجب ہو اور تو قریب یقین کے ہو گیا کہ یہ مجھ سے خیر یہ بھی منظور  
 کیا۔ پوچھا کس دن کہا فلاں دن جب وودن ہو تو بادشاہ مع اپنے شکر کے اس پر ہڑ  
 کی طرف چلا۔ دیکھ کئی میں سے بڑے سامان ہیں بقیہ جو در سب ہی کچھ ہیں۔ حیر  
 یہاں پہنچا تو یہ سب دیکھا جو کبھی اس سے پہلے نہ دیکھا تھا۔ خدام نہایت اکرم سے  
 بادشاہ کو معیت کر کے لے گئے کھانا کھلایا گیا۔ اس کے بعد ہر شخص کو ایک ایک کمرہ  
 اس کے مرتبہ کے موافق رہا۔ راستہ در ایک ایک عورت متبہ ہاتھی کے لئے دی گئی۔ بادشاہ  
 کو یہ سب دیکھ کر تعجب بڑھ گیا۔ عین چہ جی بیختم بہ بیداری است یارب یا بخواب  
 (یہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں یا بیداری ہے یا خواب ہے یا خواب میں دل صبح کو  
 آکھ جو کھنسی تو رہ کر رہ ہے۔ وہ عورت کپڑے گدے گھاس کا یوں نفس میں ڈکنا ہوا۔  
 سوک کے لئے اٹھا نہیں تھا۔ تو کیا تھا۔ اندھوں نے خیال کیا تھا کہ ان کے دماغ میں یہ

مے سے بھی روک دیا کہ لآخر من لا یالاف ولا یوفد یعنی اس شخص میں باطل خیر نہیں ہوتا  
خود لوگوں سے مالوس ہوتا اس سے لوگ مالوس ہوتے ہیں ۲ دوسری حدیث میں ہے الوحدة  
عین من حدیث السوء والحدیث الصالح خین من الوحدة (دو سے ساتھی سے  
تہائی ہوتا ہے اور نیک ساتھی تہائی سے بہتر ہے ۱۲)

اس حدیث سے دونوں جزو صاف کر دیئے گئے ہیں اللہ کیسے پاکیزہ فیصلہ دے کسی نے خوب  
کہا ہے جو شریعت پر بالکل صادق آتا ہے

زفرق ما بقدم ہر کب کہ می نگرم کوشمہ دامن در سی کشد کہ با عین است  
میرے پر تک جس جگہ نظر کرنا ہوں کہ شمعہ دامن دل کو کھینچتا ہے کہ یہی جگہ محبوبیت کی ہے  
یعنی اس کا وہ فن ہے کہ ہر پہلو سے محبوبیت برکتی ہے ۱۲)

قصیدہ مات سعاد میں بنی مشرقہ کے اعتدال اعصاب کی نسبت کہتا ہے حیر اس میں تو  
ایسا اعتدال ہو یا نہ ہو مگر شریعت پر وہ مضمون پورا صادق آتا ہے

صیغہ حقیقتہ عجزاء مدبیرۃ لا یشتکی قصر منہ و لا طول  
کہ وہ ہر وضع میں عین اور ہر حال میں جیس ہے ۱۲) نہ کہ وہ بہت ٹھگنی ہے نہ بہت لمبی ہے۔  
ناستخ و آتش لکھنؤ کے بڑے شاعروں میں سے تھے کہیں ناچ میں گئے جو عورت کس وقت  
گاہی غنی بھی بہت تھی شاعروں کی طبیعت توح ہوتی ہے نہ میں سے ایک صاحب کہ بیٹھے  
ع مولیٰ شب فرقت سے بھی دو ہاتھ بڑی ہے اس بے حیائے بھی سن لیا کچھ کہنے کے ارادہ  
سے کہا میاں پھر کہنا کیا کہا انہوں نے پھر پڑھ دیا ع مولیٰ شب فرقت نہ سمجھ دو ہاتھ بڑی ہے  
دوسرے نے معینمت (رسوائی ۱۲) کے خیال سے جھٹ پر مصرعہ لگا دیا ع وہ زلف مسلسل جو  
ترے منہ پہ ٹری ہے تو یہ دوست تھے جنہوں نے دوست کی سرور و پائی ع دوست آں  
ماتکہ گیر دست دوست دوست وہی ہے جو اپنے دوست کی مدد کرے ۲) تو ہوا  
نے دوست کا دست سنبھال لیا کہ پہنے نہ پائے غرض شاعر کہتا ہے ع لا یشتکی قصر  
منہ و لا طول ۱۲) وہ بہت ٹھگنی ہے نہ بہت لمبی ۱۲)

اعتدال شریعت | ایسا اعتدال دونوں کے لئے تو درسی ہے مگر شریعت کے لئے حقیقی

صورتیں سمجھیں۔ ہر ایک کی قوت تھی لاکھوں آدمیوں کے دماغ میں ایک دم سے اتنا بڑا نقشہ کھینچ کر دیا۔

میرے ایک ماموں صاحب ذکر کہتے تھے کہ ایک لکھیرہ رڑکی میں مسریم جانا تھا۔ اس نے ایک... بہت... آدمیوں کے مجمع میں کہا کہ میں دماغ میں گا مگر تم لوگ مت ڈرو۔ اس سے آگے نہ اترنا۔ کیا انہر کے ہاتھ کے ساتھ سبکا آگے ہٹا تھا لوگ روکنے پر تھے مگر رڑکا نہ تھا۔ سب قوت تنہید کا اثر ہے۔ اس سے پختہ دماغ میں یہ عید کرنا تھا کہ سب آگے سے گورباں سے کہہ رہا تھا کہ یہ ہے وہ لوگ اس کے خیال کی مخالفت پر قادر نہ ہوئے۔ غرض ملک کو غفلت میں پس رہا تھا کہ قوت تنہید اس قدر بڑھ جاتی تھی کہ یہ غفلت تھی جس میں ادراک تھا یہ ہے ترک اسلحہ۔ اس کا نتیجہ اخلاق کا خراب ہونا ہے۔ شریعت نے ایسی غفلت سے روکا اور اس کا یہ قتل رکھا ہے۔

کچھ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قسم کی غفلت کی اجازت چاہی تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جرات نہیں دی کہ ہمیں صحت مر رہا تھا بن چہ ایک حضرت توفیق ایک صحابی بیان کرتے ہیں۔ ولو دونہ لہ لاختصاصنا یعنی اگر ان کو قتل کی اجازت دیتے تو ہم کو وحشی بن جاتے۔ درحقیقت اس کے علاوہ بڑی ترابی یہ ہے کہ اس سے عجب پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں ایک تار متیار ہے۔ دروں کی نظر میں بڑا ہو جاتا ہے یہ کتنی بڑی بات ہے کہ لوگ تو اُسے عظیم سمجھیں اور یہ سب کو خیر مانے چہ نہیں سے نفع ہر بار اور یہ تر بیاں طے دے آدمی میں نہیں تو ہیں بلکہ وہ سے بھی نفع حاصل کر سکتا ہے کہ کو بھی نفع پہنچا سکتا ہے اُن کی خدمت کر سکتا ہے۔

طریقت حسنہ خدمت حق نیست تیسیر و سجادہ و دین نیست

طریقت خدمت حق کا یہ ہے تیسیر، مصلے اور گڈری کو نہیں کہتے۔

نصوۃ صحیحہ حرم ترک اسلحہ، میں بول چھوڑنے، میں تو بیشریاں اور بیادہ حرام

میں بھی حرام ہیں شریعت سے یہ اعتدال کیا کہ صلیت صرف قتل، اسلحہ

مع ۱۱۱، م غفلت کے ساتھ ہے، لاکھوں سال سے بھی صبح کر دیا اور اطلاق کے ساتھ





کہتے ہیں، استاد نے کہا ہیں ایک ہی جیسے۔ اس نے کہا دونوں استاد نے کہا اچھا دوسری  
بول توڑ ڈالو۔ اس نے ایک ترڑی دو دونوں ٹوٹ گئیں، اسی طرح ان کو بہت سے اٹھنے نظر  
آتے تھے کہ دو عالم ہوئے تو سب سی غائب ہو گئے۔ یہ جبر وہ کہا ہے یہ عقل کا ہیضہ  
ہے ایک اکل کا ہیضہ ہوتا ہے۔

اس کے مقابلہ میں ایک طاہت ہے کہ کچھ خبری نہ ہو بہت سے بزرگ ایسے ہوتے  
ہیں، مگر یہ کار نہیں، چنانچہ کوئی سی بھولا نہیں ہوا نہایت دشمن، درجید، مضر ہوئے  
ہیں، میرے ایک دوست نہایت بھولے تھے، میں نے اُن سے پوچھا کہ تمہاری بیوی عورت ہے  
یا مرد کہنے لگے ہر حالت معلوم ہوتی ہے میں نے کہا کہ کیسے معلوم ہوا کہ عورت ہے، کہنے لگے  
وہ تھ پہنے ہوئے تھی، اگر نہ تھ پہنے ہوئے ہوتی شاید اُسے مرد سمجھتے، ان کو کوئی تھ پہنا  
دیتا تو یہ بھی پہنے کہ عورت سمجھنے لگتے، تو بعض ایسے بھولے ہوتے ہیں مگر مایہ یہ ہے کہ نہ  
جزیرہ ہو نہ نہایت ہو دونوں میں وسط ہو جس کا نام حکمت ہے خیر، لا حول و لا قسط  
اسی طرح اُتی، مگر کہ سے و غرض شریعت نام ہے خدا حقیقی کا درس کا مقتضی جیسا کہ  
مدکور ہوا یہ تھا کہ اس پر پہل نہایت دشوار ہو مگر خدا سے آسان کرے کے لئے اس وسط  
پر ایک ڈوری ٹی رہی ہے جس کو وہ ڈوری لفظ آری ہے اس کو چند نہایت آسان ہوا وہ  
وہ ڈوری کیا ہے علم معین صحبت مائل یہ وہ چیز ہے کہ اس سے وسط حقیقی نظر آتا ہے۔  
مَرْجُو الْجَوْنِ يَتَقَيَّانَ مِنْهَا بَرْخٌ كَيْفِيَّانِ اس نے دیاؤں کو دیا کہ ظاہری  
باہم لے ہوئے ہیں اور حقیقت میں ان دونوں کے درمیان ایک قدرتی حجاب ہے کہ دونوں  
نہیں بڑھ سکتے (۱۲) ۷

بجرتی و بحر شیریں ہمیں درمیان شان سوزح لایبغیان

بجرتی و بحر شیریں دونوں پر جاری ہیں مگر ان کے درمیان ایک سیارہ درخشاں ہے  
جس کی وجہ باہم غلط اور مستقیم نہیں ہوئے پاتے،  
تو نہایت بھی افراتہ و تہبط کے ریش کا، مہرے۔

میں تمام موریں جو ہم وسط ہے وہ بہتر ہے ۱۲

میں علم صحیح کی ایک مثال دیتی ہوں ایک صفت ہے غضب النفس  
 نفسانی خواہش سے عقد کرنا اور ایک صفت ہے غضب اللہ کے  
 عقد کرنا اس دونوں میں خطہ ہے یہاں پر امتیاز کی ضرورت ہے مثلاً ہم نے ایک مسئلہ  
 لکھا ہے کسی سے روک دیا ہمیں غصہ آیا اور فی نفسہ ہم نے وہ مسئلہ صحیح لکھا ہے اس غصہ  
 میں خطہ ہے کہ آیا نہ ہے کہ اس سے حق کو روکیا یا بنفس نفس کی وجہ سے ہے کہ اس نے  
 ہم پر روکیا سو اگر حقیقت واقعی رے حاذق طیب تھے وہ اسکا فیصلہ کرتے ہیں کہ لے  
 عزیز کو روکے دیکھ اگر کسی امر میں تیرے کسی معاصر مووی پر یہی روکیا جسنا خاص کہ  
 وہ معاصر جس کی وقت سے تمہارا نفس خوش ہو سو اگر ایسے شخص پر یہی روکیا تو کیا گت  
 مہی کہ کو یہی عقد آیا نہ آیا اگر سوچتے ہو یہ معلوم ہو کہ آیا تب تو یہ غضب اللہ ہے  
 و اگر عقد کم یا تو میرا نہیں ہے و اگر ناسل نہ آتا تو وقت کا عقد محض للنفس ہے نفس  
 کی شرارت در نہ ہا شئی ہے کسی طرح دوسرے حدیث ردید و صدق حمیدہ میں امتیاز کے  
 واسطے سد صحیح کی ضرورت ہے۔

پہل صراط کی حقیقت اور چونکہ شریعت وسط تینتی گاہ سے ہی صراط  
 مستقیم بھی ہے کہ وہ خط مستقیم کے لئے اقصیٰ خطوط و حد  
 بین القطبتین اور وسط خطوط واحد ہو اور درمیانی ہے یعنی دو نقطوں کے درمیان میں  
 بہت سے خط کھینچو تو سیدھا ہوگا وہ سب سے چھوٹا بھی ہوگا اور وہی درمیان میں بھی  
 ہوگا و صراط مستقیم شریعت سے حقیقت میں شکل صراط نام ہوگا پس وہ شریعت ہی  
 کی صورت نامیہ ہے ورنہ معنی میں اس سے ہر ایک ہونے کے ماں کو پھر متغیر  
 ہے ورنہ حقیقت حقیقی ہوئے گی وجہ سے غیر متغیر و غیر مفسد کیونکہ شریعت تن  
 و صراط میں ہیں چھ وسط نہیں ایسی دینے قیامت میں ماں سے ریب ہوتے گی۔  
 اتنی احوال سے کہوے گی حقیقت یہ ہے کہ جو در حقیقت نام ہے وسط حقیقی کا  
 ورنہ حقیقی یہ جہاں سے بھی زیادہ دور ہے جہاں کہ تو کی اس دور جہاں اس نے  
 وہ دور دور سے رہتے ہیں یہ خطہ گاہ میں کہ وہ دور دور و متباہ کی مثل پانے

سے جتنا آسان ہو گیا تھا، جو کہ صراطِ دینی چیز تو گئی جس پر چلنے کے ہو گئے تھے اس سے وہاں بھی اُسی درجہ میں اس صراط پر جتنا آسان ہو گا، جیسا کہ یہاں رتق کی طرح ہے تو وہاں بھی ہے اگر یہاں چلنے میں آسان تھا تو وہاں بھی اُٹنے کا اور جہنم میں گرے گا۔

**علم بن صحبت** | غرض قرینت کے اندر ہر مہمیب خدا ہے چنانچہ اعتکاف کے اندر بھی بہایت اعتدال ہے اور اس پر چلنے کے ڈوریاں نظر آنے کے لئے علم صحیح اور صحبت محققین کی ضرورت ہے کیونکہ وہ ڈوریاں خود دقیق ہیں کہ عینک بلکہ خود بین سے مدد ملتی ہیں، ایسا شخص کہتے تھے کہ اس کو خود بین سے دیکھا تو منارہ کے برابر معلوم ہوتا تھا اور اگر تو کیڑے تھے معلوم ہوتا تھا کہ بھڑیئے ہیں تو علم صحیح و صحبت محققین بھی خود بین ہے ہر مہمیب مفقہم ڈوری اتنی بڑی نظر آنے لگے گی تو پھر چلنا کیا مشکل ہے تو علم صحیح و صحبت کی بنا سے وہ ڈوری نظر آنے لگتی ہے اور تو علم بصر صحبت کے کافی ہیں ہوتا دیکھو علم ما غور، اتنا بڑا علم تھا کہ اُس کے وقت میں اس جیسے نہ تھا مگر صحبت رہے ہونے سے ایسا بھٹکا کہ فیصلہ کی طرح مردود ہوا سی کہہ سکتے ہیں۔

علم رسمی سر بہ تہیہ مت وفان - سے اور کیفیت حاصل بہ حال  
 اور علم بعض قبل وقت ہے نہ اس سے وہ کیفیت نہ حاصل ہونا حال (۱۲)  
 علم چہ لود کہ رہ بنمایدت - رنگ گم رہی - در بزدایدت  
 علم وہی ہے کہ تم کو خدا کا راستہ دھندلے اور وہ سے گم رہی کار تک دور کر دے  
 میں ہوتا زبردست بیرون کند - خوف و خشیت در دست فزون کند  
 حرم دیوار سے چھڑا کرتے ہیں میں مدد نمان کا خوف و خشیت پیدا کر دے  
 تو نہ فی حد یجوز - ولا خوف - خود مدنی کہ تو خودی یا غور  
 تم کی غور یہ جہ جاری ہے دریا غور یا چہ غور (۱۳) کے معانی یہ ہیں کہ غور

غور یعنی مقبول ہو یا غور (۱۴)

اسی مسئلہ خطی کی نسبت کہتے ہیں۔

ایک لغوہ المدی فی مدرسہ کل مخصّصہ و مسوسہ

جو کچھ مدرسہ میں عمر شفیؓ سے ملتا یا دوسو مرتبہ ۱۲

علم ہو غنیہ علم ماضی - ماضی تبیس میں شقی

متر ماضی کے علاوہ جو علم ہی ہے وہاں تبیس شقی کی تبیس ہے ۱۲

اور وہی معنوی ہے جس کی نسبت مولاؑ فرماتے ہیں ۷

بستی بدر خود سلوم انبیا بے کتاب و بے معید و دست

۱۲ کتاب اور بے معین دست کے اپنے نذر نبیہ جیسے علوم باؤ گے ۱۲

اور جس کی صفت کی نسبت فرماتے ہیں ۷

حمد اوراق و کتب درناہ کن سینہ را از نور حق گلزار کن

تمام کتاب اور اوراق کو گنگ میں جو کو سینہ کو حق تعالیٰ شانہ کے نور سے گلزار کر ۱۲

ایمیر غمزد فرماتے ہیں ۷

در صحف روئے و نظر کنست بد غمزد و غمزد و کتاب تاکے

محب حقیقی کی طرف متوجہ ہو کتاب اور غزل میں کتاب متغول رہو گے ۱۲

تو یہ علوم مدون صحبت کے میسر نہیں ہوتے ہم سے دیکھو کہ بہت زیادہ پڑھے

ہوئے ہیں در محققین کی صحبت میسر نہیں ہوئی تو ہماری سی باتوں میں ان سے غلطیاں ہوتی

ہیں حدیث میں ہے کہ جس کو دیکھو زہد ہے اور کم دوتا ہے اس کے پاس بیٹھا کر اس

کے قلب پر حکمت القا ہوتی ہے یعنی تم پر بھی اس کا انگاں ہوگا کیونکہ ایک قلب دوسرے

قلب کا آئینہ ہے جو چیز ایک آئینہ میں نظر آئے گی دوسرے میں بھی نظر آئے گی ۷

رابطہ وادی سینہ را ما سینہ ۵ رابطہ این آئینہ با آئینہ

۱۲ خدا آپ کا ایک سینہ کو دوسرے سینہ کے ساتھ دیا ایسا ہے جیسا ایک آئینہ کو

دوسرے آئینہ کے ساتھ ربط دینا ۱۲

نقش این آئینہ در دیگر پدید کردی از صنع خود سے رب مجید

۱۲ یہ نقش اس آئینہ کا نقش دوسرے آئینہ میں ظاہر کیا ہی

ایک سید کی حکمت کا حکام اس دوست کے سپرد ہو گیا۔

لیکن شرط حکام کی یہ ہے کہ بے امید کو حلال ہو ورنہ رنگارنگ خود مانع ہو گا۔

دو تونگار از رخ او پاک کن

قلب کو ماسوائے اللہ کے رنگ سے پاک و صاف کر دیکھ نور ہی کا تم کو دیکھو

آئینہ ات دانی چہ نماز نیست

دیکھو اسے دل کے آئینہ پر تعلق ماسوائے اللہ کے رنگ سے پاک ہو جائے اس کے سید صاحب

نہیں ہے۔

آئینہ کو رنگ لایق حدست

پر شمع نور نور شید مست

یہ آئینہ قلب میں نور ہوا کرتا ہے اور محراب و دار و آت اسیر و رہا ہوتا

ہے جو تعلق ماسوائے اللہ کے رنگ سے پاک و صاف ہے۔

## جلالِ قلب کے آثار

مولانا سے ایک حکایت تھی ہے کہ رومیوں اور جیہوں میں گفتگو

ہونے لگتی تھی کہ رومیوں کو کون کون سا ہے اور تھانہ کے پاس جیہ

کے لئے گئے بادشاہ سے ہوا دونوں نے پی صحبتیں رکھ دیں ایک برآمدہ آئے سات اور

کو دیکھا گیا اور درمیان میں پردہ حائل کر دیا ایک دوسرے کو نہ دیکھے جیہوں نے دیکھا

ہو نام نطق و نگار بمانتر و شکر کے رومیوں سے تمام ریزہ ریزہ ہو گیا میں وقت تک رومیوں

کے یہاں کچھ نہ تھا اور جیہوں سے محبت کچھ نہ تھی رومیوں سے تھا کچھ تھا کہ پستہ پر

صیقل کر کے مثل آئینہ کے چمکدار کر دیا تھا جب متحاب و متفاد کی آریٹ کئی تو درمیان

پردہ اٹھا دیا گیا جیہوں کے تمام عشق و نیاز رومیوں کی دیو بر آئے اسے کسے دیو سے

اچھا نظر آتا تھا اس روی نیت گئے مومنات میں کہ تم بھی جس پر صیقل کرو تو سب

کچھ تمہارے جس میں بھی نظر آئے گا غم و افسوس سے حاکم ہوا تھا دریاں تو

علوم تو دیئے سے تمہارے اندر میں محبت و عقیدے کا غور ہو جاتا ہے گا۔

وہاں کسی رقیب کے علوم پتے سے بد میں یہ ہے دیکھو سب کچھ

استاد کے سامنے جھکتے ہو اور وہ تقریر نہایت خوبصورت ہے درحقیقت میں





و دنیا میں کہاں تک موت محفوظ میں کیا گیا ہوگا۔ موسے فرمایا کہ تمہارے وہیں ہے یہ کبھی تم  
 نہیں ہو۔ اس میں تم نے کتنا چیزیں بھری ہو گئی مگر وہ بھی تم کی ہے تو روح محفوظ تو ذہن  
 بہت بڑا ہے اس ذاتی لحاظ سے اس پر کس قدر گنجائش ہے کہ وہ کلکتہ، زمین و  
 آسمان یا سب کچھ سما رہا ہو ہے۔ اگر حضور اہل شمار و اعتبار چیزوں کا ہو ہو حاصل ہوا، اس  
 میں ۱۲ ہائے استہجاب یعنی اس چیزوں کی استہجاب کا حاصل ہوا، ۱۲ کے قائل ہو جتے تب  
 ہی سچے دل کی دی کے بر ہوگی جیسا سوچنے سے صرف ہوتا ہے۔ جی ذہن پیٹا۔ سبھی  
 کہ استہجاب یا استہجاب طبع ہیں۔ تب بھی تناظر آسمان اتنی بڑی زمین اتنی بڑی دل ذہن اتنا  
 بڑا کہاں سے ہوگی تو روح محفوظ میں تمام چیزوں کا سما، کیا ممکن ہے تو ذہن محفوظ اس وقت  
 میں سب کا مشابہ روح محفوظ کے ہے مگر علم صحیح سے حاصل باعتبار علوم عالیہ کے بھی بالکل صحیح  
 ہو۔ روح محفوظ کا ہونا ہے۔ درہی مثال کے بعد ڈوری نظر نے لگے گی بغرض یہ تین  
 چیزیں ہوں جن سے امتداد حقیقی پر حنا آسان ہے صحت محققین۔ تابع تربیت علم صحیح۔  
 وحدۃ و عزالت

اصطلاح صوفیہ کہ ہے ہر جاں چلے فوت کھویا وحدت کہو ایک ہی چیز ہے۔  
 عداۃ تینے حسنات واحد و کل الی دالت الجمال لیستبر  
 عزالت مختلف ہیں معنون ایک ہی جمال محبوب ہے ہر ایک عنوان اسی جمال کی طرف  
 اشارہ کرتا ہے (۱۲)

در اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شریعت زیر لفظی آداب کی بھی بڑی روایت کی ہے حدیث  
 میں آیا ہے اگر کسی کا جی متلائے تو قلست نفسی میرا جی متلائے ۱۲، کہ غیبت نفس میرا  
 جی تڑپا ہے ۲، نہ کہ کیونکہ غیبت ذرا ادب کے خلاف ہے اسی واسطے تراویح نے فطرت  
 میں کہا کہ موت و دخالی نہیں ہوتا اس میں تو نور بھرا ہوا ہے اور صوفیہ صرف  
 میرا شبہ کہ جی جانے کو موت میں ہے و کوائف خانیہ اور یہ دہ موت سے ہے مطلب یہ ہے کہ  
 جی جی میں گنگو ہے جس کو عزالت یعنی اکبر تبارہا اس میں لفظ وحدت مستعمل ہوا ہے امانی صوفیہ



یہ عنوان اصطلاح کے طور پر مقرر کیا ہے ورنہ معنی خلوت کے وہ بھی قائل نہیں۔ چنانچہ عنوان میں تو یہ کہا ہے ۷

خلوت گزیدہ را بجا تہ چہ حاجت است ۸ چون کوئے دوست بہت بصر اچہ است  
خلوت کشیں کو تما شہ کی کیا حاجت ہے جب محبوب کے دربار میں تو جھگڑ کی کیا ضرورت ہے  
یعنی آراکان لعل ماسوائے سد کو کثرت کی طرف التفات نہ چاہیے اور اس بے انتفاعی کے لئے  
اس کی ضرورت نہیں کہ بستی چھوڑ کر جھگڑ میں جاوے بلکہ توجہ لی اقل کافی ہے ۱۲

اور معنوں کے درجہ میں پر ہونے کو اس طرح کہا ہے ۷

مقامت گر ہوست کشد کہ سیر سر دس در آ ۱۰ تو ز غنچہ کم ز مدیدہ در در کش بہ چن در آ  
تمہارے اندر خود چمن ہے اس کا پھل ملک تہمت ہے ہاتھ میں ہے جب جی چاہے سیر کر دے  
موسسافر نے ہیں ۷

لے برد عقل یک دم ناخود آ ۱۱ دمیدم در تو خزاں است و بہار

لے حالت خود بینی دیر کے لئے در عقل کو دوست کر کے دیکھو خود ہم لے نذر دمیدم  
خزاں و بہار ہو خود ہے ۱۲ ہم کی اس طہری خزاں و بہار کو لے بیٹھے ہو تہمت نذر خود  
خزاں بھی ہے بہار بھی ہے تو واقعی تم کب اس ظاہر سے  
خزاں و بہار کو لے بیٹھے ہوئے تمہاری شریعت نے وحدت و  
عزالت نام رکھا ہے۔ نہ انت کا لفظ بھی خلوت پر داں نہیں۔ ہر حال گناہ دوست میں یہ دونوں  
یعنی وحدت و عزالت مذکور ہیں ورنہ صوفیہ کی اصطلاح میں ہے یعنی لفظ خلوت تو یہ روح  
چم شکاف کی اور روح اس معنی کہ نہیں کہ مجرد حق الجسد جسم سے مجرد ہو ۱۳ ہو بلکہ اس کا مسمیٰ  
مشروط ہے اس حد تک کہ یعنی شکاف کے ساتھ جو خلوت معتدل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خلوت  
گناہ خلوت بھی ہے لیکن انت کسی بھی طرح عذاب کو ظاہر کر دیا۔

یہ یہ رحمت ہے کہ اس اعتدال کو مفسر بھی فرما دیا یعنی اجمال میں  
صورت اشمل علی ۱۴ | طرح مختلف نہیں کیا کہ کچھ نہ و کچھ نہ خدا نہیں علم اسکی مدت و خلوت

انفائض و تجدید سے خلوت نہیں آیا اور اس حدیث میں غالباً اس معنی میں مستعمل ہیں تو بلکہ مطلق تہمتی کے  
معنی میں آیا ہے بدین س کے کہ اسکی عادت ہو ۱۵ نہ علم اور خدا کے استعمال سے مستبعد ہو  
۱۶ نہ خود بخود صوفی کی کہ ۱۷ ہے اس قرینہ کے ہوتے ہوئے شبہ نہیں ہو سکتا ۱۸



کے دروازہ پر یہ قورعہ امیر ہے۔ اب میر میں ہے کئی خفیہ، میر یا خفیہ میں ہے خفیہ کو قیام ہے۔ سادہ شد لا ہو گیا۔ رین صحت کی ہے دریا وہ ہے کہ اس کے بعد ہی سے پرست ہوگی۔ خفیہ لا مصداق ہو گیا جو ہے کہ تہی تھا شیخ سے تو ہے۔

جان بستی دریں تر کرد - و کرد میں جان عالم کہ ہستم  
ہمیشہ کی صحبت کے محبتیں ترک دیا اور میں دی ٹی ہوں حقیقی

محبت وہ چیز ہے کہ حسب موافقت ہے تو کلمہ بقرآن میں بڑھتے ہیں اور شکی صحبت کی وجہ سے گہر کے زراعت دست کوئے ہیں۔ علم ملک موکر تو کیں اس قیمت پر کوئی دمری کو بھی نہیں بوجھے گا۔ بھر وہ فکر کے کلمہ در خفیہ کے پتھر ہو جائیں گے۔

اسی واسطے ناقص کو پے کشی سے خد ہونا مغربہ بہت کال کو مصر ہیں، وہ اس کے معنی پر ہیں کہ مائل ہوا، مغربہ اور یہ معنی نہیں کہ ہر وقت بصوت کی طرح اس کے سر ہوا  
جب کسی سانس نے اپنی رام طلب جو ہے کہ تھا، مٹی لھر کو ملے کرتے ہیں، انہی سے کیا کہ بہت سامان کا آنا سا، اور دیوار میں لگا کر اس سے جب لگی ہو کیں تم ہی یہ نہ کرنا کہ موت کی طرح ہر کو چھٹ حادہ بلکہ مطلب یہ ہے کہ قطع تعلق مصر ہے تو اس وقت وہ میر یہاں آیا تو تھوڑی دیر کی صحبت بلکہ عدم محبت کی برکت سے وہ اللہ لا ہو گیا۔

اختلاط میں اعتدال | اسی طرح وہ بے ماری تھوڑی دیر کے لئے کو نمازی ہو گیا۔ لیکن  
تمہا پر عمل کر لئے نہ جاؤ سبحان اللہ کیا اعتدال ہے جس طرح صوم

میں کھانے اور نہ کھانے کو جمع کر دیا یہاں لئے اور نہ ملنے کو جمع کر دیا اور یہ جمع واقعی بہت مشکل تھا واسطے اس کے آسان کوئے کو ایک ہیڈ کارٹر مقرر کر دیا کہ اسی میں رہیں اگر کسی ضرورت سے نکلے تو فرار دیں، جاؤ۔ پھر جو یہاں آئے اس سے لورہ نے مت طو یہاں تک کہ اگر وہ کافر ہو تب بھی مات کر دیا ہے یہاں کی چیزیں ایسی مارک میں کہ درود اسی مات میں لوٹ جائیں، اسی طرح کافر سے مات کرے و کسی سے سے ہمارا دکاف میں ٹوٹا ہے

نہاں ہوتے ہیں۔ دسات میں اس کے قلب پر بر علم ال کے علمت طاری ہو جاتی ہے۔ اسے وہ کیسا نور ہے جس پر ایسے اسباب سے علمت طاری ہوتی ہے جبراع اگر دمری کا بھی موتو

+ اس سے تو غفلت حریف ہوتا ہے کہ نہ اگر کوئی چیز حقیقی موصاف اس کے ذہن غفلت تک



بیان کر دیا۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی عورت اخصیر کی طرف ہو جاوے  
تو پنی بی بی سے فرحت کر لو کیونکہ دونوں کے پاس یکساں چیز ہے پس حضور صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کا مطلب اِنَّ السَّيِّئَةَ مَعَهَا ہے یہ ہے کہ کو عادت صمیمیت کا یہ غلبہ  
ہے مگر تم معالجہ کے لئے سمیں بھی حاجت کے پہلو کو غائب رکھو۔ ہر حال معالجہ کے موافقاً  
مباشرت میں حاجت مغلوب ہے۔ اور اکل و شرب میں حاجت غالب ہے۔ بارہ رکھنے جذبات  
فطریہ کی ترغیب ہے کس قدر رعایت کی ہے اگر اکل و شرب دس دن چھڑا دیں تو سخت آزار  
ہو اور اس میں کچھ بھی اذیت نہیں راندے راند لیت ہیں۔ ہی و سٹے فرمایا لَا تَبْ يَشْرُوْهُنَّ  
اور توں سے مباشرت نہ کرے (۱۲) اور دوسرے مقام پر کَلُوا وَاشْرَبُوا (کھاؤ و پیو)۔  
بھی ہے یہاں فرماتے ہیں وَلَا تَبْ يَشْرُوْهُنَّ صُوْبًا وَاسْتَرُوا بِيَدٍ فَرِيًّا مَّا  
سے اوپر اجازت آئی ہے پھر یہاں تعرض نہ فرما، یہ سلوک معرض میں بیان ہے اس  
حاصل یہ ہو کہ کھاؤ و مشر لو و لا تباشرو و هن ہذا نئیوں، مردہنی کے مجمع سے  
اعتدال محسوس ہوگا کسی نئے کثرت صفت معنوں ہے اور کسی کا کلام اتنا صاف نہیں  
جتنا خدا و رسول کا کلام صاف ہے۔

**مقصود خلوت** ایک توجیہ تو اس اعتدال باعتبار تمتعات تہ کے یہ تھی اور  
ایک توجیہ سمیں اور جو سکتی ہے وہ یہ کہ خلوت سے مقصود  
زیادہ کب ہے۔ مقصود زیادہ تر توجہ الی اللہ کی طرف ہے حتیٰ کہ اگر کسی کو خلوت  
میں بچنے توجہ الی اللہ کے خیالات فاسدہ کا جو ہونے لگے، یہ سے شخص کے لئے خلوت  
ہدایت مضرب اس کو فنا خدا ہی اچھا ہے۔

تحاللات نادان خلوت شبیں۔ ہم مرد و عورت کے درمیان  
جنی جن جن آدمی کی خلوت میں بیٹھے گا تو عقہ نہ تیرا کرے، سی واسطہ خلوت کے  
لئے علم کی بھی ضرورت ہے کہیں گاؤں و اسے نہ سمجھ جائیں کہ کس جہان شکاف  
نہ کرنا چاہئے کیونکہ اس میں علم کی ضرورت ہے اور ہمیں علم ہے نہیں، بات یہ ہے کہ  
علم کی ضرورت سے خود وہ تہا ر علم ہو یا کسی دینہ سے کا علم نہ جب تم خلوت میں ہو

تو اس میں تو دوسرے اہل علم جنی و انسات دین کی بھرت ہے گی اس سے ملے جلتے رہو گئے۔ پس یہ بھی کافی ہے عام اصطلاحی مباحثہ دفا نہیں ہے۔ غرض مقصود کس سے توجہ لی تھی اور اس کو تہل کمرے والی محبت ہے ع از محبت تجلیا شیریں شونہ محبت سے تویاں اور ناگوار باتیں بھی گوارا ہو جاتی ہیں ۱۲ اور محبت مخلوق کی مانع ہوتی ہے۔

محبت مع اللہ و توجہ الی اللہ سے ہیں و لا تباشروہن کے حکم سے اس محبت کے وہ ہے بجا یا ہے کیونکہ جب عورت سے مشغول ہوئے تو طبعی نشاط سے اس کی طرف اس قدر توجہ ہوتی ہے کہ پھر دوسری طرف انتہات نہیں رہتا تو اگر اس کی اجازت ہوتی تو یک زمانہ ایسا ہوتا کہ مخلوق کی طرف سے توجہ قوی ہوتی اور فائق سے غفلت ہوتی تو غیرت حق سے گور نہیں کرتی کہ ہمارا حاضر باش در بار ہو کر کسی اور طرف منہ کرے اس لئے صرف دس دن کے واسطے غیرت حق لے نہیں روک دیا ہے۔ بخلاف کھانے پینے کے کہ ہمیں گد حاجت زیادہ ہے مگر مستی اتنی سوار نہیں ہوتی کہ کچھ یاد ہے بلکہ دوسری طرف بھی توجہ رہنا ممکن ہے۔

ہمیں تو خوب یاد ہے کہ اپنی طالب علمی کے زمانہ میں ہم کھانا کھاتے وقت کتب دیکھا کرتے تھے نظر کتب پر رہتی تھی

## ہاتھ میں قوت بصر

ہاتھ نہ جلتا رہتا تھا۔ کیونکہ ہاتھ میں ایسا ادراک ہے کہ سیہ حاد رنگ باوجود دوسری طرف نگاہ ہونے کے جاسکتا ہے۔ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہاتھ میں صرف قوت لامسہ ہے مگر ہمیں ہے میں کہتے ہوں کہ اگر باصرہ نہیں تو ہاتھ ٹھکانے پر کیسے پہنچ جاتا ہے کیا وجہ ہے کہ ناک پر کھلی ہوتی ہے تو وہیں پہنچا ہے آنکھ پر نہیں پہنچ جاتا خصوصاً ناصوں کو تو ہاتھ سے نظر آتا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ نظر آنے کے لئے شعاعیں ہی نکلتی ہوں کیونکہ جب یہ مسلم ہے کہ مبصرات کا ادراک بلا بصر اور شمولات کا بلا شم و مذاقات کا بلا ذوق مسوعات کا بلا لمس و دیوتا کا بلا لمس نہیں ہو سکتا تو جب ہاتھ سے مبصرات کا ادراک ہو لا محالہ مانا پڑے گا کہ ہاتھ میں جو قوت باصرہ ہے اگر اس کا نام بصر نہیں تو اور کیسے یا تو کوئی اور چیز نام گھڑ دیا مانو کہ یہ بصر ہے۔ یہاں سے ایک نئی تحقیق کا بھی پتہ چلتا ہے میں نے اخبار میں دیکھا تھا کہ مرید میں ایک عورت ہے آنکھوں پر پٹی باندھ کر یا مدھیری رات میں ہاتھ کو تھکے مقابلے

کو کے خط پڑھ سکتی ہے ہمیں اس کا جواب دیا کچھ بھی مشکل نہیں سمجھ سکتے ہیں ہمارے  
 بھی قائل ہیں انہیں میں مگر ایسی ہیں کہ ہمیں نظر نہیں آتا اس سے کسی ترکیب یا تھکی  
 آنکھوں کو اپنے قابو میں کر لیا یا فطری طور پر اسکی یہ قوت ظاہر ہوگی ہو ورنہ حکم سے  
 کیا کہیں گے اگر اٹھتے ہیں قوت معروضہ ہیں تو اس طریقہ سے خط کیونکر پڑھ سکتے ہیں وہ  
 مشکبہن پر بھی کوئی شکال نہیں وہ ان اسباب کو عادی مانتے ہیں ورنہ کے نزدیک بوائے  
 آنکھ کے مال سے دکھائی دیا اور بجائے آنکھ کے آنکھ سے مونہ کی دین ممکن ہے واقعی حد  
 کا قائل ہونے والا عینہ محقق ہوگا۔ جدید تحقیقات واول نے حکم کو نیا دکھا دیا مگر پوری  
 شریعت کا ایک جزو بھی ایسا نہیں کہ کوئی بھی اس سے کسی واقعی امر کا معارضہ کر سکے اور معارضہ  
 ہو تو کیونکر ہو وہ تو خدا کی بنائی ہوئی ہے کسی محدث، لعلم السنن کی بنائی ہوئی تو بڑی ہے وہ  
 خدا تعالیٰ محیط ہیں تمام واقعات کو پھر اس کے بعد میں معارضہ واقعات کا کیونکر کرتا  
 ہو سکتا ہے۔

**اعتکاف میں تک مباشرۃ کی حکمت** | خیرت محبت لکھتے ہیں گفتگو اس میں تھی  
 کہ کھانے کے ساتھ ممکن ہے کہ توجہ الی اللہ تعالیٰ  
 ہے مگر مباشرت کے وقت ضعیف ہو جاتی ہے مگر اس میں ضعف تو وہ ان شاء ہونا اور  
 عارضہ سے ہے عارضہ عقیدے نہیں ہے کہ سب سے کم اس کو متبادر سمجھا جائے اور اگر  
 اس کا مقصد تو یہ تھا کہ کبھی بسکی جارت نہ ہوتی مگر مصلحت تو اللہ تعالیٰ سے اسکی  
 اجازت ہے۔ نیز ہل معرفت کے نزدیک اس میں ایک درجہ بھی بڑی بات ہے وہ یہ کہ معرفت  
 کی مختلف قسمیں ہیں ایک معرفت وہ ہے جس کے ساتھ کوئی چیز جمع نہ رہے یعنی ایسا استعراق  
 ہو کہ دوسرے کا تصور بھی نہ آئے پس مباشرت غور نہ ہے اس معرفت اس خرقہ ہر دور  
 کا عین کی مباشرت یا یہ حکمت ہے۔

وہ ایک حکمت میں میں میرے قلب پر معانہ اللہ وارد ہوں سے وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ  
 کا ایک کلام یہ ہے کہ **وَأَنذَرْتُكُمْ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهُوا عَنْ شُكْرِكُمْ فَقَدْ أَصْبَحْنا**  
 وہ کسی چیز کا رد کرتے ہیں تو ان کہہ دیتے ہیں وہ ہو جاتی ہے اور اس میں مظہر ہے کہ لایست









[illegible]

تو احمد نے 'سیں' کی بجائے 'ہے' لکھا۔

میں وہ جگر طوأت مرتکب ہیں ۔ ہفت روزہ کے حکم دیا ہے کہ کتب کا رستہ بن جائے ۔  
 جدیدہ خاں کہہ دیکھی سہیلی میر گھر آئے ۔ مائیں میری طرف موصول کیا کہ کتب کا رستہ بن جائے ۔



آپ، صاحب کے قول پر غور کر سکتے ہیں کہ اُسے قدرت میں کتنی کوتاہی ہے۔ یہاں بھی اسی، دوسرے کی تفصیل سے چہ نہیں، صاحب کی مصلحت سے دیکھتے ہیں کہ کسی سے، جیسے وہ درخواست کرتے غایت بھی آتی ہے۔

حقاکر، معقوبت دوزخ ہذا سمت - رفیق پائے مردن ہمایہ درخشیت

اعمالِ جہاد کی سہولتیں دامنِ دہشت میں جادوگر بن کر دہشت کے پیر ہیں۔

یوں معلوم ہوا ہے کہ مصحفیت کے بارہ رباعیوں کا نام نہ تو مکتوبہ میں ہے نہ تعلیم

وہ کہہ دے کہ میں نے یہ سب کیا ہے۔ تو وہ کہے کہ یہ سب کیا ہے۔ تو وہ کہے کہ یہ سب کیا ہے۔

**رہنیت مشکف** | اور رحمت کو ریت بدلتا ہے کہ مرگئی مسکلی ہے

دوسرا سبکی نہی ہے کہ می پڑا رہے تو ہے نہ ہے کہ

بجارت میں سجدہ میں کرے مگر سہاگت بعد میں نہ لے لے وہ فقہاء متحرکین نے درجی وصفت کی

ہے کہ بعض چیزیں ہیں جو میں جوتی سے اس کے علاوہ رشتہ و رشتہ داروں سے کوئی نہیں دے

لکھا ہے کہ اگر پھول سی پیر تو جس سے دیار یوں خوش طبع ہو دوسرے مشعوں جو تو اس کا مسجد

لے بھی لانا جائز ہے اہل خندق نامہ کہتے ہیں کہ دو مکہ صدق کو اور دو صدق سے اگر کوئی مختصر سی چیز

دو ترائے کے اندر سے آؤ میرے ایک دوست تھے ٹھکانوں میں رہتے تھے مودا کرتے تھے

میں نے ان سے کہا کہ مجھے ہمیں محوِ ذکر و جوہر تھے کہیں ہوتے ہیں وہاں نے فوراً جواب دیا

۱۰۰۰ روپے کی رقم ملے گی۔

تھے کہ ان کی جیب میں وہ ڈیوڑھی تھی تو اگر کسی نے سین ہی تو رت جوتو سس کو سود بھی

سجدہ کے اندر آنا ضروری ہے۔

داسی | بعض لوگ توڑ دیہات کے ہر جمع کر پتے میں ہر ایک ایک تہہ حب

داسپ چکر کو گیسویں دیوں کے مسدود پھیلنے پر رکھ کر تمام پھر دردی وطنیہ

دی اسباب دیوں رکھتے ہیں خود تو جتنے ہی تھے کی میوڑ بھی دہیں رہتی تھی ایک نانہ

کہ کار و زنجیر کی طرف لگا ہوا تھا جب تک ماریا رہتے تھے وہ اس کے دربار میں تھے

ادب مہارانی میں جاتے تھے تو تہہ بہ تہہ مسجد کا دروازہ نہ کر کے انہیں ہی اپنے پاس نہایت تھے بھائی یہ اللہ کا گھر ہے۔ اللہ والوں کا گھر ہے۔ اللہ کی پیروی کو قسم سے کس نے کہا کہ رتنے گھر مگر لوگوں کا وہ مذاق ہو گیا ہے کہ مسجد کی پیروی رتنے اور لیتے ہوئے ڈرنے لگے ایک حکایت تھی ہے کہ ایک شخص کا کوڑا آدر کر جو سے لگے اس ظم نے کیا حرکت کی کہ مسجد کا کوڑا تیار لوگوں سے بوجھ کر حرکت ہے کہ لگا بنو سے بھلے کوڑا کی کیوں سے عمت کی مگر لوگوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تانا از نہیں صدیقی تو دہ ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ بھی ہماری نار بردار کرتے ہیں اس سے جو جی چاہتا ہے کر لیتے ہیں لہذا یہ کیا رحمت ہے بعض لوگ مسجد کے کوٹھے ختم کے رد پال پڑھ کرے جاتے ہیں۔ پال پر اکٹف کرنے لگے ہیں۔ درہ پہلے تو جو اس دسولف کی پڑیوں سے مام کے مصیے کو پھاری کی دوکان بٹیتے تھے حیرانہ کا مفضل ہے کہ اب سدرے لوگوں کے درست ہو گئے ہیں کہ سولف دہ پھوڑی مگر ب پال پڑھوتے ہیں تو یہ فنت کرتے ہیں کہ مسجد کے کوٹھے لے جاتے ہیں کہ سوزن مس کرے تو یہ بد مزاج مدہ حق مشہور ہو پھر اس وقت تو یہ کہہ کرے جاتے ہیں کہ کیا ہم کھا جاتیں گے اس کے بعد پھر وہ گھر ہی میں رہ جاتا ہے بعض کیا کرتے ہیں کہ سحر میں جانے لگے ایک ٹھا مسجد سے اٹھ گیا اور سوزن کو بہر دیا اور جلڈیئے مسجد نہ خلد ہے اس میں یہاں چاہیے سہر جاں مسجد میں تنا اب رکھا کہ باطل گھر معلوم ہو نہیں چاہیے اس تنا محض بان رکھو کہ ہاریوں کو تکلیف نہ ہو۔ مسجد کا دب آتا تو کم از کم ضروری ہے خدا صاحب کلام کے اجلاس کا کرتے ہیں حسب صاحب کلٹر کے اجلاس پر کھڑے جانے کی اجازت ہیں تو یہاں کیوں نہیں ایسا سمجھا جاتا بلکہ یاں تو نہیں ضروری پیروں کے جانے کی بھی اجازت ہے سونے کی بھی اجازت ہے دنیا کی، توں کی بھی اجازت ہے بشرطیکہ توں کے قصد سے نہ تیار ہو یا تو ہونہار کے قصد سے اتھن کی معاملہ پیش آگیا تو اس کے متعلق گفتگو نہ چاہئے اسی طرح مسجد میں تھا بھی جائز ہے مگر جبکہ رک کے قصد سے گیا ہو اتفاق سے نہیں سے مٹھائی آگئی تو مسجد میں کھا جائز ہے کیا ٹھکانا ہے وسعت کا خدا کے معافت کو دیکھو کس قدر میں ہیں پھر بھی گرنے سے کوئی تجا و نہ کرے تو پھر یہی اعتقاد سے فائدہ کیا ایک حکمت اختلاف میں یہ ہے کہ کسی میں تفسیر







جاگن چاہیے اور خدا کی عبادت کرنا چاہیے اور کوئی ساری رات جاگنا ضروری نہیں تھا جس سے  
 ہو سکے جائے۔ اس پر ضرور ہے کہ عادت سے کسی قدر زیادہ جائے اور اس عبادت مقصد  
 کی روح مشاہدہ ہے کہ اس میں حق جل و علی شامہ کی تخلیق ہوتی ہے اور گو ہمیں ان تعقیبات کا دکھائی  
 دینا ضرور نہیں مگر اس کی پیروی اس سے ہوتی ہے کہ ہمیں اور اور باتوں میں یہ فرق ہے کہ  
 اس رات میں بہ نسبت در و در کے عبادت میں زیادہ جی لگتا ہے قلب کو غفلت نہیں ہوتی  
 اور کیوں ہو اس کے ساتھ ہجر جمع نہیں ہوتا۔ شب قدر امت علی شہ نامہ ہجر  
 ملائم ثبہ حتی مطلع الفجر (شب قدر میں نامہ ہجر بیٹھ دیا گیا ہے ہمیں سر اسلماسی و  
 برکت ہے طوح محرم تک ۱۲)

## فضیلت شب قدر

اور اس رات کی بہ نصیبت ہے کہ تَزَلُّ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ  
 یَنْزِلُ میں ملائکہ رحمت کا نزول ہوتا ہے اور اس میں دو اہل  
 ہیں یعنی یا تو اس میں نصیبت اس وجہ سے آتی ہے کہ اس میں ملائکہ آتا ہوتا ہے یا ملائکہ اس  
 وجہ سے نازل ہوتے ہیں کہ اس میں ہے سے نصیبت ہے ہر حال جو بھی ہو

بخت اگر مدد کند امنش در کف - در کشد رہے طرب در بکشم رہے شرف  
 اس کا دامن ہاتھ جائے وہ کچھ لے تب بھی مقصود حاصل ہم کچھ میں تب بھی اسی طرح  
 اس میں بھی ہر حال نصیبت ہے خواہ نزول ملائکہ کا وہ سبب ہو یا اس سے سبب موغرض اس  
 سے کچھ بحث نہیں یہ فضائل اس کے اندر ہیں اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ حوا میں  
 رات سے محروم رہ گیا وہ بڑی دولت سے محروم رہ گیا۔ یہ دن سال بھر کے جتنا ہے اس کی  
 قدر کرنا چاہیے کیونکہ زندگی کا کچھ بھر دوسریوں تو ہر رات میں من وجہ نصیبت ہے یہ اس سے  
 کہتا ہوں کہ اگر کسی سے موت ہو جائے تو اور ہی کسی رات میں کچھ کر لے گا وہ ویسی تو نہ ہوگی مگر  
 کام ہی جائے گا

یوحہ یہ پڑی زشب قدر نشانی - ہر شب شب قدر مست گر قدر مدنی  
 (شب قدر کی نشانی کو تم کیا دریافت کرتے ہو اگر قدر کو تو ہر رات شب قدر ہے ۱۲)  
 لیکن اس میں پھر بھی خصوصیت ہی ہے اور اوپر جو ذکر کیا گیا کہ ہمیں تعبتی حق ہوتی ہے

کس میں بھی ذوات ہیں تو اس سبب کی فضیلت کے سبب اس میں بھی ہوتی ہو اور یا خود بخود  
کے سبب اس کی فضیلت ہوتی ہو اور حافظ خیر علی کے قول سے جتنا ثانی اقرب معلوم ہوتا ہے

چنانچہ فرماتے ہیں

اس شہدے کے گوید اہل علم مشابہت : یارب ابن ابی ریحہ دولت رکڑ میں کو کب است  
اردہ شب قدر کہ جی علوت کہتے ہیں آج کی رات ہے یہ سبب یہ فضیلت کس کو کب کی  
درہ سے آئی (۱۷) یعنی یہ فضیلت شب قدر میں کس کو کب کی وجہ سے آئی کو کب سے مراد بقی حضرت  
حق میں علی تہ نہ ہے معہ طور ہم حال یہ وقت عزیز ہے بڑے فیوض و انوار و برکات کا ہے  
اس میں جہاں تک ہو سکے اعتکاف کرو اگر نہ ہو سکے تو ناپاچے راتوں میں جاگ ہی و اگر  
تمام راتوں میں نہ ہو سکے تو بعض میں جاگ و بعض کے بھی بعض حصہ میں جاگ لو تب بھی  
کافی ہے اعتکاف کا وقت بیسویں تاریخ عصر کے بعد سے ہے۔ بیسویں تاریخ  
تیس کے چاند کے صبح سے سکل کو ہوگی۔ مگر باہر سے  
حسینؑ رہی ہیں کہ انیس کا چاند ہو ہے گوا بھی محقق ہیں ہوا مگر حقیقت اسی میں ہے کہ میر  
کی تمام سے اعتکاف کریں اگر ایک دن زیادہ ہو جائے گا تو کوسا حرج ہو جائے گا۔ لگے  
حق تھاں فرماتے ہیں بَعْدَ حُدُودِ اللَّهِ فَذَلِكَ يُقَرُّوْهُا یہ اللہ کے حدود ہیں ان سے  
تجاوز کرنا تو کبساں کے یاس بھی مت پھٹکو۔ اور آگے فرماتے ہیں لَعَنَهُمُ يَتَّقُوْنَ  
اس امید پر کہ تم متقی ہو جاؤ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقصود تقویٰ ہے سبھاں اللہ انہ  
میں کُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا قُمْتُمْ لِلرَّجَاءِ رُكُوعًا مَّوَدُّعًا اَوْ سَاجِدًا اَوْ رُكَّعًا اَوْ سَاجِدًا اَوْ رُكَّعًا اَوْ سَاجِدًا اَوْ رُكَّعًا  
اس سے مجاہدہ کی طرف اشارہ تھا

یہیں جنم پر بھی لَعَنَهُمُ يَتَّقُوْنَ فرمایا ہے جس سے اشارہ ہو گیا کہ  
سکل رُکعت بھی مجاہدہ تھا اور اس کی رُح بھی مجاہدہ ہے کیونکہ عتکاف کی رُح علوت ہے اور وہ  
مجاہدہ کا ایک جزو ہے۔ اس میں پنے مصیوں کو ختم کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم د  
مقل کی توفیق عطا فرمائے آمین

تمت رُح الجوار

# تَقْلِيلُ الْاِجْتِلَاطِ مَعَ الْاِنَامِ فِي صُنُوتِ الْاَعْتِكَافِ فِي خَيْرِ مَقْدَمِ

لوگوں سے میل جول میں احتیاط

۲۶ رمضان ۱۴۴۲ھ مسجد منشاء امدادیہ تھوڑے  
مب جمعہ کے بعد تین گھنٹہ بیٹھائیں تک میان ہوا تو آپ نے  
کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا مولانا غلام احمد صاحب عثمانی مرحوم نے فلسفہ  
فرمایا۔ سامعین کی تعداد تقریباً ۵۰ تھی



## الوعظ الرابع

المستحب

# تفصيل الاختلاط مع الانام في صورة الاعتكاف في خير مقدم

الحمد لله حمدًا واستغفره واستغفره ونسبحه ونسبحه ونسبحه  
طبعة ثانوية | ونسبح كل عبده وعبدة الله من عباده  
والله اعلم بالله ولا نعبد الا الله وحده لا شريك له  
عبدة وعبدة صلى الله عليه وسلم وعلى آله وصحبه  
اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم  
والله اعلم بالله ولا نعبد الا الله وحده لا شريك له  
فبسم الله الرحمن الرحيم

کا بیان ختم کئے دیتا ہوں یہ بات تو پہلے معلوم ہو چکی ہے کہ اس آیت میں مجاہدہ کا بیان ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ مجاہدہ کی دو قسمیں ہیں ایک مجاہدہ حقیقیہ یعنی رتبہ بہ، عمارت، جہاد عن المعاصی۔ دوسرے وہ مجاہدہ عکبرہ یعنی ان مباهات کو ترک کرنا جو معصی کی طرف مفضی ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ مجاہدہ عکبرہ کے چار امکان ہیں جن میں سے تین امکان کا ترک تو ہو چکا ہے۔ آج چوتھے رکن کا بیان ہو گا۔ یعنی تفویض طبع الاہام کا ترک مباح مجاہدہ عکبرہ کی حقیقت یہ ہے کہ بعض ایسے جائز کاموں سے بچنا جو مفضی ہو جاتے ہیں لہذا ہوں کی طرف اس پر بعض لوگوں کو ارتکاب ہوتا ہے کہ یہ مولیٰ جائز کاموں سے بھی منع کرتے ہیں مگر یہ کہ حقیقت کی خبر نہیں بعض داند طبیب امور معصیہ سے بھی منع کر دیتے کہ فی نفسہ اس مفضی میں ضرر نہ ہو مگر یہ کیا ضرر تھوڑا ہے کہ وہ مصر کی طرف مفضی ہے مثلاً کوئی چیز جیسے مصری تبن تولہ کی مقدار میں تو مضر ہے اور ایک تولہ کی مقدار میں مضر نہیں لیکن طبیب کو حق ہے کہ ایک تولہ سے بھی منع کر دے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ایک تولہ کھ کر اس سے ضرر نہ ہو گا۔ پھر یہ ڈیڑھ تولہ کھائے گا۔ پھر دو تولہ کھائے گا یہاں تک کہ ایک دن تبن تولہ تک درست پہنچ جائے گی۔ اور اس وقت ضرر پہنچے گا۔ اس لئے وہ پہلے ہی دن اس سے منع کر دیتا ہے یا ایک مریض کے متعلق طبیب جانتا ہے کہ اس کو تھوڑی سی مقدار میں گوشت کھانا مضر نہیں در زیادہ مضر ہے مگر پھر بھی وہ اس سے یہ نہیں کہے گا کہ تم زیادہ گوشت سے بھر کر کھا کر دو اور تھوڑا سا کھ لیا کرو۔ بلکہ وہ یہ کہے گا کہ تم گوشت بالکل نہ کھاؤ۔ اس مونگ کی دال یا ہری ترکاری کھانا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ گوشت سامنے آنے کے بعد تھوڑے در زیادہ مقدار کا کمی ہو کر مریض سے دشوار ہے۔ اس لئے وہ قطعاً منع کر دیتا ہے حالانکہ تیس مقدار مباح تھی مگر خوف فضا کی وجہ سے اس کو بھی منع کر دیا۔ اسی طرح کلام مباح۔ ولوم مباح داخل مباح یہ گونا گونا نہیں مگر چونکہ یہ مباهات اکثر مفضی الی مذہب ہو جاتے ہیں جس کی تفصیل پہلے دلائل میں گزر چکی ہے اس لئے سو فیہ ان سے بھی منع کرتے ہیں اور مجاہدہ کے درجہ سے ان کی تعلیل کراتے ہیں جیسے بعض مسکرات میں (جیسے فیہ قد تفسد) مسکر گم حرام نہیں مگر چونکہ مقدار تیس مفضی الی بقدر مسکر موصوفہ ہے اس

لئے قلیل سے بھی منع کیا جاتا ہے فقہاء و صوفیہ نے اس قاعدہ کا بہت لحاظ کیا ہے کہ جو مباح و مستحب مفضی الیٰ المعصیت ہو جائے، وہ بھی ممنوع ہے۔

بعض لوگ فقہاء پر اعتراض کرتے ہیں کہ انھوں نے بعض مباحات کو بھی حرام کر دیا، مگر وہ اس وزے سے خیر ہیں حقیقت میں فقہاء نے مباح کو حرام نہیں کیا، بلکہ مقدمہ حرام کو حرام کیا ہے، اور عقیدہ قاعدہ مسلم ہے کہ مقدمہ واجب کا واجب اور مقدمہ حرام کا حرام ہے۔ اور وہ مباح جس سے فقہاء منع کرتے ہیں مقدمہ حرام ہونے کی حیثیت سے مباح کی فرد ہی نہیں ہے، بلکہ اس حیثیت کے تحت وہ حرام کی فرد بن گیا۔ اور اختلاف حیثیات سے احکام کا اختلاف ہمیشہ ہوا کرتا ہے بہت چیزیں ایسی ہیں کہ ایک حیثیت سے حسن اور دوسری حیثیت سے قبیح ہیں، نماز کے حسن میں کس کو کلام ہو سکتا ہے، مگر پانہ کا تقاضا ہوتا ہو وقت نماز مکروہ ہے۔ اگر کوئی اعتراف کرنے لگے کہ صاحب نماز کو قبیح کہہ دیا تو یہ اس کی حاکمیت ہے نماز تو فی نفسہا حسن ہی ہے مگر اس وقت ایک عارض کی وجہ سے اس میں قبیح آگیا ہے۔ وہ یہ کہ تقاضائے حاجت کے وقت نماز میں اطمینان نہ ہوگا۔ اسی طرح ممکن ہے کہ ایک فعل فی نفسہ مباح ہو مگر دوسری حیثیت سے اس میں قبیح آجائے، اور وہ حیثیت انفساء الیٰ المعصیت کی ہے پھر اب نہ فقہاء پر اعتراض رہا نہ صوفیاء پر۔

لیکن اس جگہ میں اس پر متنبہ کئے دیتا ہوں کہ کسی مباح کو کسی مصلحت منصفہ اجتہاد یا مفسدہ کی وجہ سے ناجائز و حرام کہنے میں ہر کس و کس کا اجتہاد معتبر نہیں، بلکہ اس کو محقق عظیم ہی کہہ سکتا ہے کہ کون سا مفسدہ قابل اعتبار ہے جس کی وجہ سے فعل مستحب کو ترک کر دینا چاہیے اور کون سا مفسدہ قابل اعتبار نہیں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ گو یہ قاعدہ شرعی ہے کہ جس مباح و مستحب میں احتمال مفسدہ ہو اس مباح و مستحب کو ترک کر دینا چاہیے، مگر اس کا ایصد کرنا کہ کون سا مفسدہ قابل اعتبار ہے اور کون سا قابل اعتبار نہیں یہ ہر شخص کا کام نہیں، بلکہ اس کا فیصلہ بھی شارع ہی کر سکتا ہے، یہ وہ شخص جو کلام شارع کو بھی طرح سمجھ سکتا ہو۔ چنانچہ ترتیب میں اس کی دو نظریں موجود ہیں کہ دونوں جگہ بعض خاص افعال میں مفسدہ کا احتمال تھا مگر حق تعالیٰ نے ایک جگہ تو مفسدہ



مکمل ہے کہ بعض معصوم مسلمانوں سے مرتد ہونے کی توقع کیے بغیر کساح زینب میں بھی انہی مفسدہ کا اتنا تھا جس کا قصہ حلیہ میں تھا، مگر حق تو یہ ہے یہاں مفسدہ کی پرواہ نہیں کی۔ درحضور کو علم دیا کہ آپ زینب سے نکاح کریں۔ دین منافعین کی پرواہ نہ کریں، حکم خود ہی نطرح بھی کر دیا اور رعیت میں روح کاہک نازا ہو گئے، ہم نے آپ کا نکاح زینب سے کر دیا۔ ان دونوں وقوع سے معلوم ہو گیا کہ یہ مفسدہ قابل اعتبار نہیں اور ہر مصلحت قابل تحصیل نہیں۔ کسی مصلحت کے فوت ہونے یا کسی مفسدہ کے پیدا ہونے کے نتائج سے جناح و متحب کو ناچار کہنے کا کسی کو حق نہیں بلکہ یہ منصب خاص حضرت مجتہدین کا ہے۔ اس میں ہر شخص کا اجتہاد معتبر نہیں ہوگا کہ اجتہاد کے جن اسباب مکتسب ہیں اور بعض اسباب مہربوب ہیں۔ ازوق صحیح در فہم سید کسی کی سعی سے حاصل نہیں ہو سکتی اس میں کو عدالت یہ دولت عطا کر دی ہے۔ یہی دین میں اجتہاد کا حق رکھنے ہیں۔

**غیر فطری مساوات** ہر شخص دنیا میں مجتہد نہیں ہو سکتا جیسے قوانین سلطنت میں ہر کسی کی رائے میں لی جاتی ہے ہر شخص کو رائے دینے کا حق ہے۔ اور جیسے طبیب کے یو دوسرے کی رائے جناح و ہر میں معتبر نہیں۔ نظام عالم ہی طرح قائم رہ سکتا ہے کہ ہر شخص کی رائے کا اعتبار نہ کیا جائے۔ اگر ہر اک کی رائے معتبر ہو تو مابعدیت و مقبوعیت۔ کل جو عارضی سبب مساوات کا دعویٰ کریں گے، جہاں کہ نظام عالم اس پر قائم ہے کہ بعض تابع ہوں در بعض مقوع ہوں۔ آپ اپنے گھر میں افسر ہیں یہ افسریت کسی وقت تک باقی ہے جب تک جوئی اور نوکر چاکر حشم و خدام آپ کی رائے اور حکم کا اتباع کریں اور اگر آپ کی ولادت در خدمت ہو جائے جو بعض دعوے سے بے سر بھی ہے آپ کی رائے میں مزاحمت کرنے لگے تو آپ کو مرگڑ گوارہ ہوگا۔ اگر آپ اس کو گوارا کریں تو پھر وہ تابع ہیں۔

خشی من نام و طعن من مدین عالم حکم کوہ من تین مساوات در بعد ملک فد نام یثت من راکہ حشہ ملے مدعیدہ و طعن من اس فی تیغ الا حکام حتی یزیم ضلیہ سامرا، مدعیدہ من غایت است نکاح بخشی اس قبل علمہ یون ملک من جہت تبلیغ دبعہ علمہ بہ کان کسرا کرسل ۱۲ جامع۔



گئے۔ مذہب متبوع پھر گھر میں روز بروز تیز زار ہو کر رہے گی۔ آپ کی کچھ رائے ہو گی، اور اس کی رائے سے متنبہ ہے تو بلاشبہ گھر کا انتظام کیونکر ہو گا۔ آخر کس کی رائے کے موافق عمل ہو گا۔ اگر سب کی رائے پر عمل ہو گا تو ذرا کر کے دیکھ لیجئے کہ اس طرح کتنے دن بہا ہو سکتا ہے اور یہ تو احتمال عقلی پر گفتگو ہو رہی ہے۔ ورنہ واقعی یہ ہے کہ جس دن نوکر، اولاد و دیگر آپ کی رائے میں مرمت کریں گے اسی دن آپ کا ناپکڑ کر گھر سے نکال دیں گے۔ پھر یہ کیوں محض اس لئے کہ سلاہ و ممانعت و مقبولیت کو برقرار رکھتے ہیں۔ اسی لئے متبوع کو تابع کی مسدودات کو برقرار رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے سلطنت کی سرایت ہے۔ تاکہ ایک تابع ہو ایک متبوع ہو، سب کے سب تروہ ہوں۔ بلکہ متبوع کے سامنے تابع کی آزادی مطلب ہو۔ جسے حقیقت ہے سلطنت کی اگر سلطنت نہ ہو تو سرخص آزادی ہو گا۔ اور آزادی مطلق نظام کے لئے ہرگز ہونی نہیں اور کسی سے آج تک کس کو گوارا کیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سلطنت کوئی چیز نہیں ہے، پختہ شکل ایک فرقہ مکلف ہے جو سلطنت کا محاسن ہے۔ مگر میں نہیں سمجھا کہ یہ دن سلطنت کے انتظام اور برامات کا فیصلہ کیونکر ہو گا۔ اگر کوئی کہ کثرت رائے سے فیصلہ ہو گا تو میں کہتا ہوں کہ بن کثیرین کی رائے پر فیصلہ ہو گا۔ وہی سلطنت کے مصداق ہو گئے۔ کیونکہ "ان کے سامنے دو چیزوں کی آزادی مطلب ہو گئی اور یہی حقیقت ہے سلطنت کی۔ محض کی آزادی جنھوں کی رائے کے سامنے مطلب ہو جائے کثرت رائے پر فیصلہ ہونے کے بعد بھی آزادی مطلق کہاں رہی۔ اس فیصلہ کی یا مدد سے بھی تو آزادانہ سبب ہو گی تو یہ لوگ جس تہ پر کھڑے ہیں آخر میں اسکو بہت کرتے ہیں خدا تعالیٰ سے بھی آزادی مطلق کو گوارا نہیں کیا۔ بلکہ ایک کو تابع ایک کو متبوع بنایا ہے۔ جب پختہ حق تعالیٰ نے اپنے احکام بنی کے واسطے سے بھیجے ہیں درہم مخلوق پر ہی کا اتباع فرض کیا ہے تاکہ مخلوق کو کسی ایک کا اتباع کیا جائے۔ درہم ہمت میں تھا کہ جب کوئی بھیجتے بلکہ سامان سے چھپے ہوئے کاغذ پر ایک کے پاس آکر کہتے درہم تمھیں اس کو پڑھ کر کام کرتا رہے۔ حق کا تابع ضرور ہے جو تانا خلیفہ کا رہے۔ و معتقد بنی کا۔

شخصی حکومت اس پر کوئی کہے کہ خدا تعالیٰ کے یہاں پر میں نہیں کہتا ہوں کہ

جب ہم نے پریس پر دیکر لے لیے ہیں تو خدا تعالیٰ کو پریس مانتا کیا مشکل ہے بلکہ جو کچھ ایجاد کرتے ہو یہ عقلمند سے ہی دیکھتے ہو اور عقل خدا کی دی ہوئی ہے تو یہی وحی حقیقت میں خدا تعالیٰ کی ایجاد ہے مگر تو محض نام ہی نام ہے اس لئے یہ تب محض لغو ہے دوسرے میں دعوت کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ کے یہاں سوت بھی پریس موجود ہیں کیونکہ کاتین عمل کا بھی جو قیامت تک نہ مٹے گا۔ ایسی سیما ہی اور ایسا کاغذ کسی پریس کو بھی نصیب نہیں ہو قیامت تک باقی ہے۔ تو پھر جو کاتیں اعمال آپ کے کاموں کو ایسی سیما ہی سے دور نہ رکھتے ہیں وہی اگر حکام کو دیکھ کر سر شخص کے پاس ڈال دیا کریں تو کیا مشکل ہے مگر حق تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا بلکہ احکام کو بھی پرانا کیا۔ اور حقوق کو بھی کاتاج کیا تاکہ آزادی سلب ہو جائے جو لوگ جمہوری سلطنت کے حامی ہیں اور عزت و مساوات کے مدعی ہیں وہ بھی آزادی کا عام ہونا گوارا نہیں کرتے۔ بلکہ جمہوری سلطنت کے بعد بھی وہ کون توں ہوگا جس کے پابندی عام رہے۔ پھر ہم سوچیں تو اس قانون کے سامنے سب کی آزادی سلب ہو جائے گی ہم توں دی کا دعویٰ جب مانیں کہ کسی شخص کو بھی توں کا پابند نہ کیا جائے بلکہ جس کے جرحی میں آئے کرنے دیا جائے کسی سے کچھ مرمت نہ کی جائے کیونکہ ہم آزادی کے حامی ہو تو آزادی تو اسی کا نام ہے کہ کوئی کسی بات کا پابند نہ ہو۔ پھر ہم لوگوں کو توں کا پابند کیوں بناتے ہو دران کی آزادی کو قانون کاتاج کیوں بنا کرتے ہو۔ یا کم زکم ہی کہ وہ قانون بنائے میں ماری رعایا کی رائے یا کہ وہ قانون سازی کے لئے پارلیمنٹ کی حمت حاصل کر لیں اور تمام رعایا کو چند آدمیوں کی رائے کا تاج کیوں بنا رکھا ہے حقیقت یہ ہے کہ حوالہ جمہوری سلطنت کے حامی ہیں وہ بھی شخصیت ہی کے حامی ہیں مگر شخصیت کبھی حقیقی ہوتا ہے کبھی حکمی جیسے کہ جمہوریت بھی شخصیت کا واحد ہے مگر وہ وحشیانہ ہے حقیقی نہیں تو یہ لوگ جس پارلیمنٹ کے فیصلوں کا اتباع کرتے ہیں اس میں کوئی نظر ہر بہت سے آدمی معلوم ہوتے ہیں مگر مجموعہ مل کر پھر شخص واحد ہے کیونکہ وہ قانون یا اس موافق ہے وہ سب کی رائے سے مل کر پاس ہوتا ہے پارلیمنٹ میں بھی شخص رائے نہیں کہ شخص تو اس لئے دیکھ وہی قانون ہو جایا کرے اگر اس میں بھی ہوتا جب بھی کسی قدر رائے کا دعویٰ بھی ہوتا مگر

وہ بتا رہے ہیں کہ بھی یہ شخص کی اہم دی رہے معتبر ہیں، مگر اجتماعی رائے معتبر ہے اور اجتماعی رائے پھر شخصی رائے سے کیونکہ مجموعہ دل مرد و عورتی ہو جاتا ہے، مگر یہ ہوا کہ ہم شخص واحد تحقیق کی حامی ہیں اور ہم شخص واحد عورتی کی حامی ہو جہاں عورت کی حامی ہو تو تم بھی نہ ہو، جمودیت اور آزادی کا مل تو جب ہوتی جب ہر شخص اپنے فعل میں آزاد ہو تا کوئی کسی کا تابع نہ ہوتا، ایک آدمی کا نہ پر محنت کے دس ممبروں کا۔ اور یہ کیا آزاد دی ہے کہ تم نے، کمپوں کو وڑوں، آدمیوں کو پارلیمنٹ کے دس ممبروں کی رائے کا تابع بنا دیا، ہم تو ایک ہی کا نظام بناتے تھے تم نے اس کا نظام بنا دیا، اب تمہیں فیصلہ کر لو کہ ایک کا نظام ہونا اچھا ہے یا دس میں کا نظام ہونا، پھر ہے کہ جس شخص پر ایک کی حکومت ہو وہ اس سے بہتر ہے ہیں، دس میں کی حکومت ہو، یہ ماحول ہے جمہوری سلطنت کا کہ رعایا کی غلامی سے تو اس کو بھی انکار نہیں مگر وہ یہ کہتی ہے کہ تم دس میں کی غلامی کرو، درجہ یہ کہتے ہیں کہ صرف ایک کی غلامی کرو۔

**نظام تابعیت و مقبوضیت** | شریعت میں یہ ماحول ہے کہ اس کے دواوی کہیں ہیں گوتے، شریعت سے آزادی کا ایسے زور سے دھکی ہی نہیں کیا جو نہ برعقل و نہ ہو ورنہ جو لوگ آزادی کا دم چرتے ہیں کسی وقت ان کو اپنے دعوے سے ہٹا پڑا ہے، آخر کیوں ہٹتے ہو اگر کوئی شخص پارلیمنٹ کے فیصلہ کو نہ دے تو اس کو جمہور کیوں کرتے ہو۔ اسے پارلیمنٹ کا نظام کیوں بناتے ہو ان کیوں نہیں بننے دیتے مگر کیوں کر آزاد رہنے دیں۔ غلام عالم مدد اس کے قادر نہیں ہو سکتا، کہ مخلوق میں بعض تابع ہوں جس مقبوع ہوں۔ آزادی مطلق سے ضا دہ رہتے ہیں، اس لئے کہاں اگر ان کو اسے دعوے آزادی سے متا پڑا ہے اور شریعت کو کبھی اپنے دعوے سے ہٹنا نہیں پڑتا، کیونکہ وہ تو جیسے ہی سے مابیت و مقبوضیت کی حامی سے وہ تو آزادی کا سن لکھتا ہی ہیں، دل ہی دل سے نبی کے اتباع کا حکم دیتی ہے جس سے تمام مخلوق کو ایک کا تابع کر دیا، مگر کسی وقت خدا تعالیٰ نے ایک زمانہ میں دینی بھی ایک قوم کی طرف ارمان کئے ہیں تو ان میں بھی ایک تابع تھے دوسرے متوث تھے، جہاں حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام ایک زمانہ میں داؤ بنی تھے، جو بنی اسرائیل و قوم نسط کی طرف مبعوث ہوئے تھے مگر ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے

تھے حضرت ہارون علیہ السلام باپ تھے۔ دونوں برابر ذریعہ میں نہ تھے۔ اور یہ تابعت  
محض صابہ کی مالعصب۔ نئی کہہ دیتی تابت تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ  
سدم پر پوری حکومت رکھتے تھے وہ اس کی مخالفت کر سکتے تھے چنانچہ حق تعالیٰ سے  
نے ایک وقت یہاں سدا کر دیا جس سے اس حقیقت کا ظہور ہو گیا جب موسیٰ علیہ السلام  
ہر رات یہاں سے گئے کہ وہ طور پر تابت عیب سے گئے تو ہارون علیہ السلام کہ یہ خلیفہ نہ کر سکتے  
گئے تھے کہ میرے پیچھے ہی میرے کاحیل رکھا اور ان کی اصلاح کرتے رہنا یہاں چھپے  
یہ قصہ ہو کہ سامری نے ایک سوئے کا بھڑا بایا وہ اس میں قدموں کی تکی ڈال دی جس  
سے اس میں جانت پیدا ہو گئی۔ **فَقَالُوا هَذَا ابْنُ مَرْيَمَ قَتَلُوا هَذَا ابْنُ مَرْيَمَ قَتَلُوا هَذَا**  
حابل لوگ کہے گئے کہ ہمارا اور موسیٰ علیہ السلام کا وہ تو یہ ہے وہ ہارون سے معلوم کیا ہے  
گئے اس پر خوف گئے اس کی عبارت کہ نے موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ سے اس وقت کی اطلاع  
دی وہ عشت میں بھرے ہوئے تریف مانے اور قوم کی حالت دیکھ کر انہوں نے اس  
وقت انہوں سے ہارون علیہ السلام سے فرمایا کہ عصب یہ کجبت گمراہ ہو گئے تھے تو تم یہاں  
کیونکہ میرے پاس تابتہ صحت کو سے کہ کیوں نہ چھوڑتے ورنہ میں ان کا سرور و وارسی  
پکڑ کر کھینچے گا۔ **قَالَ يَا ابْنِ آدَمَ لَا تَأْخُذْ بِهَٰؤُلَاءِ بَلْ أَتُوكَ مَخْبُتِينَ** ہارون علیہ السلام  
نے کہا کہ اے بھائی میری وارسی اور میری پکڑ و بہرہ کی بات سنو مجھے یہ بدستہ ہوا کہ گم  
میں ان کو پھونک کر جیلوں کا قوت پر یہ کہیں کہ نہ نے وہاں رہ کر ان کو سمجھا دیا کیوں نہیں  
ان کی اصلاح کیوں نہ کی اس لئے میں یہاں رہ کر ان کو سمجھاتا رہا ہارون علیہ السلام  
عمر میں موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے مگر نبوت میں ان کے تابع تھے اس لئے موسیٰ  
علیہ السلام نے بے تکلف اپنی مقبوضیت و راہی تابعت کے مقتضایہ پر عمل کیا اور وہ  
برآ و مروجہ کہ محکوم کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ آج ایک صوبہ نیکیٹر و خود کیہ سپیکر کا  
تابع اور تبت جوتا ہے مگر ان کے لئے تبت کے ساتھ یہاں کے کہ تو دیکھیں معلوم ہوا  
کہ ہارون علیہ السلام ہی تابعت محض صابہ کی تھی مگر وہ حق تابت تھی جس کا اس  
واقعہ سے ظہور ہو گیا۔ در لوگوں و معلوم ہو گیا کہ ان دونوں رسولوں میں کجبت تابع ہی ایک

معلوم ہیں۔ دونوں یکساں مرتبہ میں نہیں ہیں اس واقعہ سے جس لوگوں کو منتخب ہوا ہوگا کہ موٹی علیہ السلام کے اس فعل میں کیا حکمت تھی۔ لیجئے ایک حکمت تو میرے قلب پر اس وقت آگئی کہ حق تعالیٰ کو اُن کی قومیت و آبیت کا ہرگز تھماؤں نے موسیٰ علیہ السلام کو غصہ سے ایسا متاثر کر دیا جس سے انہوں نے اپنی قومیت و قومیت کے مقتضا پر بے تکلف عمل کیا۔ اور یہ معلوم تھی حکمتیں ہوں گی۔

**اسلام کا نظام حکومت** | غرض اسلام میں جمہوری سلطنت کوئی چیز نہیں۔ اسلام میں جمہوری سلطنت قائم کی گئی ہے وہ سلطنت شخصی یا تو عملی ہی ہیں اور جمہوری میں متیقن ہیں شخصی سلطنت میں یہ خرابی یاں کی حالت ہے کہ ہمیں ایک شخص کی رائے پر سارا انتظام چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ جو چاہے کرے حالانکہ ممکن ہے کسی وقت اُس کی رائے غلط ہو اس لئے ایک شخص کی رائے پر سارا انتظام نہ چھوڑنا چاہیے۔ بلکہ ایک جماعت کی رائے سے کام لینا چاہیے جس کہ جس طرح شخصی سلطنت کے بادشاہ کی رائے میں کبھی غلطی کا احتمال ہے اسی طرح جماعت کی رائے میں بھی غلطی کا احتمال ہے کیونکہ یہ ضرور نہیں کہ ایک شخص کی رائے ہمیشہ غلط ہو اگر سے در دس کی رائے ہمیشہ صحیح ہو اگر سے۔ بلکہ ایسا بھی بکثرت ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ایک شخص کا ذہن دہاں پہنچتا ہے جہاں ہزاروں آدمیوں کا ذہن نہیں پہنچتا۔ یہاں تک عالم میں رات دن اسکا مشاہدہ ہوتا ہے کیونکہ مثنیٰ یہاں تک ہے کہ اکثر ایک ایک شخص کی فضل کا نتیجہ ہیں کسی نے کچھ سمجھا کسی نے کچھ سمجھا۔ ایک سنے تاریکی کو ابھار دیا ایک نے ریل کو ابھار دیا تو موجود اکثر ایک شخص ہوتا ہے ادا میں کا دہاں پہنچتا ہے جہاں صد ہزار مخلوق کا ذہن ہیں پہنچتا علوم میں بھی یہ یہ مشاہدہ ہے کہ بعض دفعہ ایک شخص کسی مضمون کو اس طرح صحیح حل کرتا ہے کہ تمام سراج و مجلس کی تقریب اس لئے سامنے غلط ہو جاتی ہیں و عجبت کی رائے کا غلط ہونا بھی تمنا ہے۔ اب تلمیذیے اگر کسی وقت بادشاہ رائے صحیح ہوئی اور پارلیمنٹ کی رائے غلط ہوئی تو میں کس پر چوکا۔

جمہوری سلطنت میں کثرت رائے پر فیصلہ ہوتا ہے تو بادشاہ اپنی رائے پر عمل نہیں کر سکتا۔ بلکہ کثرت رائے سے معلوم ہو کر غلط رائے کی موافقت و مجبور ہونا ہے اور

شخصی سلطنت میں بادشاہ ہی رائے پر ہر وقت عمل کر سکتا ہے وہ کسی سے غور نہیں ہوتا  
 اگر وزیر کی رائے صحیح معلوم ہوں اس پر عمل کر سکتا ہے۔ اگر وزیر اور رائے غلط معلوم ہوں  
 تو وہ اپنی صحیح رائے پر عمل کر سکتا ہے۔ وہ جمہوری میں گزرتے رائے غلطی پر ہوں تو صحیح  
 رائے پر عمل کرے گا کوئی بھی صورت میں سب مجبور ہیں غلط رائے کی موافقت نہ

### کثرتِ رائے کی حیثیت

اور یہ کہ بڑا اہم ہے اس سے یہ تا حد اسی حد تک کہ  
 اثبات رائے پر فیصلہ کیا جائے، کہ قاضی پر فیصلہ  
 کہ صحیح رائے پر عمل کیا جائے خواہ وہ ایک ہی شخص کی رائے ہو مولانا محمد حسین صاحب  
 آری: رائے سید محمد خاں سے کہ تمام آپ لوگ تو کثرتِ رائے پر فیصلہ کرتے ہیں اس  
 کا حاصل یہ ہے کہ محاکم کی رائے پر فیصلہ کرتے ہیں کیونکہ ان کی فطرت یہ ہے کہ دنیا میں  
 عقد کم ہیں اور جو فتنہ زیاد، تو اس تا حد کہ وہ کثرتِ رائے کا فیصلہ یقینی فتنہ کا فیصلہ ہو گا  
 سید، نہ حال سے جواب دیا کہ دنیا میں جو عقائد کی قوت اور جو قوتوں کی کثرت ہے یہ اس  
 صورت میں ہے جبکہ بہت سے آدمیوں کو کیسی اتفاق سمجھ کر بیا جائے تو ان میں واقعی جو فتنہ  
 زیادہ ہوں گے لیکن ہم جن لوگوں کی کثرتِ رائے پر فیصلہ کرتے ہیں وہ کتنا اتفاق سمجھ میں  
 کئے جاتے ہیں انتخاب کر کے حاصل حاصل آدمیوں کی بیانیاتی مانتے ہیں جس میں سب عقائد  
 ہی ہوتے ہیں تو اس میں جس طرح کثرت ہوگی وہ جو فتنوں کی کثرت نہ ہوگی بلکہ عقائد  
 کی کثرت ہوگی مولانا سے جواب دیا کہ بہت اچھا لیکن عقائد میں بھی قانون فطرت یہ  
 ہے کہ کامل عقل تھوڑے ہیں اور ناقص عقل زیادہ جیسا کہ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ ہزار عقلوں  
 میں کامل عقل ایک ہی ملے ہوتے ہیں تو عقد میں بھی کثرت رہے گی لوگوں کی ہے جو  
 ناقص عقل ہیں پس کثرتِ رائے پر فیصلہ کر کے محاکم کا فیصلہ نہیں تو کم عقل کا فیصلہ تو رہے گی  
 ہو گا سید محمد خاں کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا بالکل ہی خاموش ہو گئے عسکری  
 صحیح رائے پر عمل کرنا بدون شخصی حکومت کے ممکن نہیں جمہوری میں تو کثرتِ رائے کا انکار  
 لازم ہے۔ خواہ وہ غلط ہو یا صحیح بلکہ مولانا محمد حسین صاحب کے قول کے موافق کثرتِ  
 رائے کثرتِ غلط ہی ہوگی۔ تو گو یا جمہوری میں کثرتِ رائے پر عمل ہوتا ہے اور ظاہر ہے

حسب تک صحیح رائے پر عمل نہ دیکھا تھا وقت تک انتظام درست نہیں ہو سکتا۔ پس ثابت ہو گیا کہ انتظام مدون شخصی حکومت کے نہیں ہو سکتا۔ روئے چوتھی کثرت کے پر بعد تا دیر سے ایسا اور ادشاہ کو تھا بعد کرت کا اختیار پس لیتے وہ پہلے ہی سے اس کو تسلیم کرنے ہیں کہ ہمارا دشاہ یہاں ضعیف رائے ہے کہ اس کی تہہ رائے قابل اعتبار ہیں اور وہ مال ہے تو دینی جو لوگ ایسے بادشاہ کو ایسا سمجھتے ہیں تو ان سے گفتگو نہیں کرئے۔ ان کو نہ تو ریت مبارک ہو۔ ایسا اصل بادشاہ مگر ان کی دل نہیں۔ پس اس شخص سلطنت کا بادشاہ رہا جائے

## اہل صل و عقد کی ذمہ داری | اسلام میں تو شخصی سلطنت کی جگہ ہے تو جس کے ساتھ یہ بھی ملے

ہے کہ ال صل و عقد اور اسے طاعت فقط بادشاہ اپنے شخص کو دے جو اس صاحب رائے ہو کہ اگر کبھی اس کی رائے سامنے ہم نے بھی صرف جو ریت حق ہو سکے کہ نہ یہ سہی کی رائے صحیح ہو۔ درمیں کی رائے نئی رات ہو جو اس کو مرگرتا نہ مارا اب بند اگر کسی رائے تھی رزیں ہو کہ ملے ہم کے مقدر میں بھی اسکی رائے کے سامنے ہوئے کہ انہوں ہو وہ حکومت شخصی کے قابل ہے یا نہیں بقیہ قابل ہے نہ حکم بل صل و عقد غیاب میں جاتا رہا۔ پس اس شخص سلطنت کے لئے حق میں رہا بادشاہ اور اس عقل صاحب رائے سمجھتے ہیں اور تم کہ ترائے کے جسے عامی ہو کہ ایسے بادشاہ کو ضعیف اور رائے اور مال سمجھتے ہو تو ایسے شخص کو بادشاہ سامنے کی کیا فورت ہے جس کے لئے خود صبر نہ۔ ات مراد پہلے ہی سے بادشاہ ایسے شخص کو ماد جو ہم مجسمہ کا عمارت ہو مستغن رائے تو اور اگر ہم علی سے بادشاہ کو مستغن اور بے صاحب عقل رہیں سمجھتے ہو تو عورت رائے پر فیصلہ دینا اور کمال اختلا کو انہیں کی رائے کا تابع نہ بننے کے لئے جس کا عمارت ہو رہی ہے

## اسلام اور جمہوریت | انھوں کو نہ کرتا وقت نہیں ہے۔ وہ جموں سلطنت کو بہم

انھوں میں جو سمجھتے ہیں رائے کرے ہیں کہ اسلام میں نہ کوہ ہے نہ استبداد میں۔ بنائیں کہ اس میں وحش و بدعتی الیہاں گمراہی الیہاں غلط ہے ان لوگوں کے دستور کے دعوات ہی کو رفع کنید۔ درمیں میں دستور کا خود ذمہ ہے اس واسطے کہ اس میں سورہ تبارک ہے کہ یہ تہہ جسو میں مدینہ دہم نے





نہیں خواہ یہی کام مشورہ کیوں نہ ہو۔ اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اگر حکام رعایا سے مشورہ  
 میں نروہ اُن کے مشورہ پر عمل کرے گئے تو ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ میں خود اپنی رائے پر  
 کریں۔ خواہ وہ دنیا بھر کے مشورہ کے حلق ہی کیوں نہ ہو۔ یہ اس آیت میں آگے رضایہ  
 قیاداً عَرَضْتُ قَوْلِي عَلَى اللَّهِ کہ مشورہ کے بعد جب آپؐ نے کسی کام کا کریں۔ تو  
 خدا پر بھروسہ کر کے اس پر عمل کریں۔ یہاں ادا عرمت صیغہ و صیغہ معلوم ہوا کہ عزم  
 میں مشورہ مستقل تھے۔ اسی طرح آپؐ کا نائب بھی سلطان بھی عزم میں مستقل ہے۔ اگر عزم کا در  
 گزرتا رہے پر ہوتا تو ادا عرمت نہ فرماتے بلکہ اہل کے بجائے ادا عزم اکثر کھنڈ کھنڈ  
 علی اللہ فرماتے پس اس آیت سے یہ لوگ جھوٹ پر استدلال کہتے ہیں اس کا انہر جزو خود  
 ان کے دعوے کی تردید کر رہا ہے مگر ان کی حالت یہ ہے حططت مشی و غایت غنک  
 اشہار کہ یک جزو کو دیکھتے ہیں اور دوسرے جزو سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں  
 دوسرے اس آیت میں صرف حکام کو یہ کہا گیا ہے کہ وہ رعایا سے مشورہ کرنا کریں۔ دہرایا  
 کو تو یہ حق نہیں دیا گیا کہ تم اور خود استقامتاً حکام کو مشورہ دنا کر دو۔ یہ ہے وہ مشورہ میں یہ ہیں  
 اہل مشورہ ان کو مشورہ سے پر محذور کر سکیں۔ چنانچہ تشریف میں استنبی و الاحکام و هو حقکم  
 علیکم کہیں نہیں کہا گیا۔ صبر فرمایا اگر نہ خود مشورہ دینے کا کوئی حق ہے سچا مردم ہیں۔ تو پھر  
 اسلام میں جمہوریت کہاں ہوگا کیونکہ جمہوریت میں تو باریک بینی کو اور خود رائے دینے کا حق ہوتا  
 ہے۔ چاہے بادشاہ اس سے رائے سے یا اس سے رہاں ملک اگر بادشاہ پارلیمنٹ سے عبرت  
 لے کر کوئی حکم نافذ کرے تو اس پر چاروں طرف سے سے ہونی ہے کہ جس سے بد در مشورہ  
 لئے یہ حکم کیوں جاری کیا گیا۔ بعد فرمایا کہ حکم سوم میں ماں دیا گیا ہے۔ مدراوی صاحب بات  
 تو کریں اس یہ دعویٰ ماحل غلط ہے کہ اسلام میں جمہوریت کی تعبیر ہے اور جس آیت سے یہ دوا  
 استدلال کرتے ہیں میں سے تمنا کہ اس سے استدلال نہیں ہو سکتا بلکہ اگر خود کریں تو اسی آیت  
 سے شخصی حکومت کا ثبوت ہو رہا ہے۔ اور اس آیت میں مشورہ علی اللہ جو حق تعالیٰ سے  
 فرمایا ہے اس میں یکسبب حکمت ہے۔ یہ بات کسی وقت دہیں میں آئی ہے۔ وہ حکمت یہ ہے  
 کہ بعض لوگوں کا بوجہ خیال ہے کہ ایک شخص کی نہ رائے کبھی صحیح نہیں ہو سکتی۔ ضرور اس میں غلطی

ہوگی اس کا جواب فتوح کل علی اللہ میں دیا گیا ہے کسی نالہ حق تعالیٰ کو معذور نہ کہ ایک زمانہ  
یہاں بھی آئے گا جس میں مادہ پرستی غالب ہوگی۔ اور بعض لوگوں کا یہ اعتقاد ہوگا کہ شخص و ملک کا  
رہتے مرد و عورتی کہے گی۔ اس لئے پہلے ہی سے اس کا بھی جواب دے دیا دوسرا جواب دیا اس  
میں گفتگو کی جارہی ہے۔ اس خیال کا ایک جواب تو یہ تھا کہ یہ مشاہد کے خلاف ہے تم تجربہ کر کے  
دیکھ لو معلوم ہو جائے گا کہ بعض دفعہ ایک شخص کی رائے تمام دنیا کے خلاف صحیح ہو سکتی ہے  
مگر اس سے گفتگو قطع نہیں ہوتی۔ اور اگر تو میں میں شروع ہو جاتا ہے پہاچہ آج کل یہ جواب دے  
کہ دیکھو جو کبھی گفتگو قطع ہو۔ مخاطب کبھی اس کو اتفاق پر محمول کرے گا کبھی یہ کہے گا کہ واقع  
میں اکثر اشیاء کی رائے صحیح تھی۔ مگر بعض موانع کی وجہ سے ان کو کامیابی نہیں ہوئی اور شخص واحد  
کی رائے واقع میں غلط تھی۔ مگر اسباب خارجیہ ایسے پیش آ گئے جن کی وجہ سے اس کی رائے  
کامیاب ہو گئی۔ و علیٰ ہذا کہ نہ کچھ زمانہ میں نکال لی جائیں گی مگر حق تعالیٰ نے یہ جواب نہیں  
دیا حق تعالیٰ کی عادت ہے کہ جواب دے دیا کرتے ہیں جس سے مخاطب کی تسل ہو جائے  
قرآن میں مقدمات اور منفی اکبری اور قیاسی مشکال سے جواب نہیں دیا گیا۔ کیونکہ اس سے  
گفتگو قطع نہیں ہوتی۔ مخاطب مقدمات میں گفتگو کرنے لگتا ہے۔ بلکہ قرآن میں جواب ایسی مختصر  
بات سے دیا جاتا ہے جو دل میں غم سے جانے اور مخاطب کو گفتگو کی جگہ نہ ملے نہ پختہ اس خیال  
کا دوسرا جواب وہ ہے جو فتوح کل علی اللہ میں دیا گیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ عالم کا نسب  
مشورہ کے بعد جب ایک تن کی طرف مائل ہو جائے تو خدا پر ہر دور کے عمل شروع کرے۔  
تمہارے دھن میں حورن کامیابی نہیں ہیں۔ بلکہ سب خیرات ہمارے ہاتھ میں ہیں تم خدا پر ہر دور  
کو کے عمل کرو حق تعالیٰ شخص واحد کی رائے کو بھی کامیاب کر سکتے ہیں علیہ اگر وہ رائے غلط  
بھی ہوگی تب بھی تو عمل کی حرکت سے صحیح ہو جائے گی۔ اور اگر عقل اس کو تسلیم نہ کرے تو تم  
عقل کے دوسرے پر عمل نہ کرو۔ بلکہ ہمارے قانون پر عمل کرو۔ ہمارے قانون یہ ہے کہ مشورہ کے  
بعد حکم کی رائے حسن طرف قائم ہو جائے اس کو اپنی رائے کے موافق عمل کرنا چاہیے۔ اور خدا  
پر نظر رکھنی چاہیے۔ وہ ایک آدمی کی رائے کو بھی تمام اعمام کی رائے پر غالب کر سکتے ہیں۔  
عقل گمراہ یہ کہے کہ ایک کی رائے صحیح ہیں ہو سکتی تو اس کی بات پر اتنا تذکرہ عقل چوری

ہے کیا چیز جو قانون خداوندی میں اس کے فتوے سے مزاحمت کی جاتی ہے

**اسباب پرستی** | عقل کی پس منی حقیقت ہے کہ "میں خود اپنی حقیقت بھی معلوم نہیں  
 عقل میں اس تک اختلاف ہے کہ عقل جو ہر مجر دہے یا جو ہر  
 مادی ہے اور یہ نفس و علقہ کے علاوہ کوئی چیز ہے۔ یا خود نفس ہی کا نام عقل ہے یہ عقل کا  
 علم ہے پھر اس کو احکام خداوندی میں مزاحمت کا کیا حق ہے جو لوگ عقل کے بہت متبع  
 ہیں۔ وہ بروقت پریشان ہیں۔ ہر چہر کی کم دریافت کرنا چاہتے ہیں مگر بعض جگہ گاڑی انگ  
 جاتی ہے۔ اور کئی بات ہیں متی۔ اور جہاں کچھ اسباب و علل معلوم بھی ہو جاتے ہیں۔ وہ بھی  
 اٹکل اور تخمین سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ پھر سوچا نہ بھی آئی تھی میں کہہ رہا تھا کہ عقل و  
 کے نزدیک اس کے بھی کچھ اسباب ہیں تو یہ لوگ ان اسباب میں تصرف کر کے در اس کو بیک  
 تو دیں۔ آخر اور بہت سے اسباب میں یہ تصرف کے مدعی ہیں۔ آدمی کے اسباب میں بھی تو  
 تصرف کر کے دکھلائیں۔ دو حال سے عالی نہیں یا تو وہ اسباب اختیار ہی ہیں یا غیر اختیار  
 اگر خیر ہی ہیں تو ان میں تصرف کر کے دکھلائیں۔ اور اگر وہ اسباب غیر اختیار ہی ہیں۔ در  
 قابل تصرف نہیں ہیں تو معلوم ہوا کہ "آدمی کا آہ و دہاں کا روک کسی کے اختیار میں نہیں کہ پھر  
 خواہ مخواہ اسباب کا نام کیوں کرتے ہیں موجد کی طرح صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ حق تعالیٰ کے  
 حکم سے "آدمی" تو ہے اسی طرح رولر آفات اس کے لئے بھی ان کے نزدیک کچھ اسباب ہیں  
 تو ذرا ان اسباب میں تصرف کر کے رولر کو روک دے۔ رولر کو تو کیا رکھتے ہیں جہروں کا  
 اس کو بتر سے علم بھی ہو چکا ہے۔ جی بھی لم معلوم نہیں مثلاً رولر سے کچھ پہلے مضاطیس کی  
 خاصیت جذبہ رائل ہوتا ہے۔ در اس کی لم تھے کوئی مستلشے کہ آخر رولر میں اور  
 مضاطیس کی قوت میں کیا تعلق ہے۔ رولر سے اس کی قوت جذبہ کیوں نہ آئی ہو بتی ہے کوئی  
 شخص کی کم سبب نہیں کر سکتا۔ اتنی مشکل بجو مات گھر مریا تو ہر ایک کو آسار سے م تو وہ  
 ہے جس کو دل بھی نہیں کر سکتا۔ ورنہ گھر گھر کے مان کر دیا کیا مشکل ہے مگر۔ یہی جی  
 ہوگی جسے نفس لوگوں سے جیتے کے بدن بہرہ نشانات کی وجہ مستدعی ہے کہ وہ دھوب  
 میں صابن دار درست کے بجے "ٹھٹھا ٹھا" اسی لئے جہاں سے دھوب پڑی وہاں سے سفید

ہو گیا۔ جہاں سایہ پڑا وہاں سے سیاہ ہو گیا۔ وہاں بات بھلا اس سے کوئی پوچھے کہ اس چمکے پاس کوئی پر کار بھی کہ ہر روز ایک ہی جگہ میں ٹھیک بیٹھا تھا۔ درخت سے آہستہ دھوپ سے سایہ میں اور سایہ سے دھوپ میں اس طرح ہٹا تھا کہ بدن پر گول کون ہی نشانات پڑیں کوئی نشانات مزید یا مستطیل یا مثلث و مکعب ہو گیا کسی کے دل کو یہ بات لگ سکتی ہے جتنا کیا ہو ٹھاننا برا جائز ہوا مگر اس احتمالہ وجہ پر یہ لوگ خوش ہیں کہ ہم نے وجہ کو مایا کر دی ہے چاہے وہ ایسی ہی وجہ ہو جیسے ایک سوخنے والے جال سے کہا تھا کہ جال سے جال تیرے سر پر کھٹا اس سے ہاتھ سے یہ شیخ تیرے سر پر کر لھو۔ شیخ نے کہا داؤد قافیہ تو لہی ہیں۔ کہنے لگا قافیہ نہ کہیں بلکہ میں تو سرے گا لیسے ہی ان کی وجہ ہوتی ہے کہ چمکے ہوئے ہو مگر وجہ ہوتی چاہیے۔ یہ ساری حرا ہے طبیعت ہے شعور کو فاعل بننے کی۔ کیونکہ یہ لوگ یہ تو کہہ سکتے کہ یہ نشانات طبیعت نے علاوہ اسطر بنائے ہیں کیونکہ طبیعت میں ارادہ اور شعور ہی نہیں۔ دوسری طرح افعال مختلف بناتی ہیں اس لئے اسباب کا واسطہ بننے ہیں پھر شکل پر اسباب گھڑا کر لگاتے ہیں اور موجد کو کسی حکم انکاد نہیں۔ وہ ڈرائے نکدے ہیں اس بات کی اس سے وجہ پر چھوڑ دے کہ خدا سے یوں ہی بنا نا چاہتا تھا۔ بادی اور گوہر واحد حقیقی ہے مگر ارادہ کے تحقق کی وجہ سے افعال میں اختلاف واقع ہو گیا۔ اس لئے الواحد ایحد و عذابا واحد کے بھی غلط نہیں کیونکہ یہ حکم علت موجبہ میں ہے اور حق تعالیٰ بباب سے منزہ ہیں اور طبیعت میں ارادہ اور شعور ہی نہیں وہ علت موجبہ ہی ہوگی۔ اس لئے اس کی طرف اس افعال کے نسبت نہیں کر سکتے۔ بلکہ کیسے غیر ذی شعور کو فاعل مانا اور جس جگہ اند سے کوئی تاویل نہیں ملتی۔ نہ الٹی نہ سیدھی۔ نہ کوئی سبب ظاہری سمجھ آتا ہے تو وہاں بھی عام تدا کو فاعل نہیں بناتے بلکہ ان مواقع کے لئے بحت و اتفاق کو گھڑ دیا ہے مگر یہ محض نام ہی نام ہے۔ ان جہاں

اَلَا اَسْمَعُ مَنِّيْ تَنِيْ هَا نَفْسُكَ وَاَبَا تُكْمُ کوئی ان سے پوچھے سخت و اتفاق ہے کیا بلکہ میں فاعلیت کی قوت کہاں سے آئی اور یہ کیونکہ سبب بن گیا پس اس کا کچھ ہوا نہیں۔ یہ ہے عقل محض کے اتباع کا نتیجہ جس سے ایسی عقل کی باتیں ماننا پڑتی ہیں موجد کیسی عین میں ہے کہ اس کو ایسی دور از کار باتیں سوچنے کی کوئی ضرورت نہیں وہ کہتا ہے

کہ سب کا فاعل خدا ہے اس نے جس طرح پیدا کرنا چاہا پیدا کر دیا نہ اس کو طبیعت کی ضرورت ہے نہ بخت و اتفاق کی۔ اور جہاں ظاہر میں کچھ اسباب کا دخل معلوم بھی ہو سکے۔ وہاں وہ کہتا ہے کہ اسباب موثر بالذات نہیں ہیں بلکہ یا تو موثر باذن الخالق ہیں۔ جیسا کہ ایک قول ہے۔ دریا موثر ہی نہیں۔ بلکہ محض علامات ہیں جیسا کہ یہ قول ہے جیسے جھنڈی کا ہٹنا ریں کے چلنے کی محض علامت ہے موثر بالذات حق تعالیٰ ہیں۔ اگر وہ راہ نہ کرے تو سارے اسباب بے کار پڑے رہیں۔ جیسے ڈھیر گڑی کو بروکھا نہ چھوے تو ہزاروں شیشے جھنڈیاں بے کار ہو جاتی ہیں۔ بتلائیے شیشے میں سے یا وہ شخص جو کبھی اسباب کو فاعل مانتا ہے کبھی طبیعت کو۔ کبھی بخت و اتفاق کو موجد ان اسباب پر خدوں کی پریت نہ دیکھ کر یوں کہتا ہے۔

اور ۱۱۱ احد ۴۱ الف سب ادین اذا قسمت الا حور

تولت اللات واخری جمیعاً کد لات یفعل الرجل البصیر

ترجمہ: جب معادلات کی تقسیم ہے تو کیا میں ایک رس کی امانت کروں نہ اور رس کی؟ میں نے سات دعویٰ دینہ سب کو چھوڑ دیا اور دانا آدمی ایسا ہی کیا کہنے لگا۔

وہ ان سب لات دعویٰ مرلات مار لکے اور ایک خدا کو فاعل مانتا ہے اور اس بات پرستوں سے کہ کہے کہ تم ایک خدا کو چھوڑ کر کہاں مارے مارے چھوڑے ہو چھوڑ دو ان خدوات کو، دریا مذہب اختیار کر دو۔

صلحت دید من آں است کہ یاواں ہمہ کلام

بگذازند و غم طرہ یاتے عیسرہ

ترجمہ: میرے نزدیک صلحت یہ ہے کہ دوست سب کام چھوڑ کر یار کی زانہوں کے تم کو توڑیں گے اور مولانا جامی فرماتے ہیں۔

فیصل سدرہ حک یقین سے زن

لوائے لایب ان طلیسے زن

ترجمہ: حضرت برہم فی طرح حک یقین کا دروازہ کھٹکھٹا اور غائب ہوئے و بول کو میں نہیں پہنچتا ہوں۔

یوں کہ وہ دیکھتا ہے کہ اسباب سب اس کے قبضہ میں ہیں۔

خاک دبا دوا ہے، آتش بستر ہے اندھ باطن دوسرے باطن زندہ اندھ

ترجمہ مٹی ہوا یا نہ اور آگ خام ہیں ہاں سے توبہ میں رہا مگر اندھ کے علم سے رہا نہیں  
 والدہ موجد سے بڑھ کر کوئی بین میں نہیں پھر سنسکر کے بعض معبود ایسے ہیں کہ  
 ان میں باہم رقبت ہے۔ وہ باب کی عبادت دوسرے سے چھپا کر کرتے ہیں کہیں وہ  
 یہ معلوم کر کے کہ یہ دوسرے کے پاس بھی عبادت ہے، خوش نہ موجد کے جیسے کوئی رندی دو  
 شنا کرے تو وہ باب کے پاس دوسرے سے چھپ کر عبادت ہے اور موجد کو ایسا اطمینان ہوتا  
 ہے جیسا کہ کوہ کی گود میں، لیکن ہوتا ہے۔ بچہ ماں کی گود میں جا کر مائل بنے فکر ہو جاتا  
 ہے کہ میں اب کسی کا خوف نہیں اور اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ دوسرے پر سے بھی ہلنے  
 تو اس سے بھاگتا ہے اور ماں گود میں بھی ہے تو اس سے بھاگتا نہیں بلکہ رو کر کسی کو چٹ  
 جاتا ہے مونا فرماتے ہیں ۵

مادرش گرسیدے روی زندہ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵۸ ۱۵۵۹ ۱۵۶۰ ۱۵۶۱ ۱۵۶۲ ۱۵۶۳ ۱۵۶۴ ۱۵۶۵ ۱۵۶۶ ۱۵۶۷ ۱۵۶۸ ۱۵۶۹ ۱۵۷۰ ۱۵۷

جہاں دریاخات میں حکما یونان کو کمال حاصل تھا اور اسی تہذیب کے وہ مدعی تھے مگر میں سے بیانات مابقی میں امت کر دی ہے کہ بیانات کی جو صورت شریعت نے توہین کی ہے اس کی حکما یونان کو موافق نہیں لگی۔ جو طریقے ان لوگوں نے ریاضت دی وہ کس لیے تجویز کئے تھے۔ ان میں لیے ستار غواہل دفن ہیں۔ درمناقع بہت کم اور شریعت نے جو طریقے جہاں امت کے تجویز کئے ہیں وہ غواہل سے محفوظ اور سائے سے پُر ہیں۔ در لوہا انکی نظیر تو دکھاتے یہ کلام تو ان حکم رک کی تہذیب میں تھا۔

**تہذیب جدید** مافی بہکل جس تہذیب کا نام تہذیب دکھاتا ہے میں تو اس کو تہذیب کہا کرتا ہوں۔ یہ تو سرگرمی کا نال نہیں کہ اس کو تہذیب کہا جائے

اس سے تو حکما یونان ہی کی تہذیب اچھی تھی کیونکہ اس میں کسی قدر روحانیت بھی تھی وہ لوگ خدا کے قائل تھے تو یہ کہے قائل تھے۔ تو جدید میں انسانا ملک کہ خدا کو معطل کر کے عقول مسترہ کر دیا اور قدیم ماں باپ مگر یہ وہ لوگ آج کل کے ملک سے اچھے تھے۔ خدا کے وجود کے تو قائل تھے اور جہاں تک اس کی عقل نے کام دیا۔ وہاں تک صفات کہاں کو بھی حق تھا ان کے بنے ثابت کرتے تھے اور عقل کے ملک تو ایسے بد تہذیب ہیں کہ خدا کے بھی منکر ہیں۔ اس کی اسی مثال ہے جیسے ایک جہاں اسی اپنے اسیر سے تنخواہ دیتا ہو مگر تنخواہ لینے کے بعد کہتا ہے کہ میر کوئی افسر نہیں نہ مجھے کوئی تنخواہ دیتا ہے ملک زمین سے خود بخود روچنے پیدا ہو جاتے ہیں اور ہوا سے آؤ مگر میرے ہاتھ میں آتے ہیں۔ رسالہ حمید یہ میں خود ادھر دہری کی مثال ایک گفتگو کے پر یہ میں خوب علمی ہے کہ ایک موجد ادھر ایک دہری کسی جزیرہ میں گئے۔ وہاں ایک مکان بہایت خوبصورت مستحکم بنا ہو دیکھا جس میں ایک طرف کھانے کا کمرہ ہے جو فرش فرش اور میوے سے سجا ہوا ہے۔ ایک طرف سوئے کا کمرہ ہے جس میں عمدہ عمدہ مسہریں بھی جوئی در فرنی چمکے گئے ہوتے ہیں۔ ہر کمرہ میں ہوا کے لئے روشنہ بنے ہوتے ہیں۔ ایک طرف باغ لگا ہوا ہے جس کے درخت نہایت قریب سے لگائے گئے ہیں۔ ایک طرف حوض بنا ہوا ہے جس میں فو رے ہر وقت پانی آتا ہے۔ موجد نے اس مکان کو دیکھا کہ کہا کہ اس کا بنا سے داماد ہی صنایع

اور بہت ہی اہم تھا جس نے نہایت عمدگی اور مضبوطی اور خوبصورتی کے ساتھ اس مکان کو تیار کیا۔ دوسری بات یہ کہ اس کا بنا یوں کوئی نہیں بلکہ عرصہ دراز تک مارتے ہوئے سے زمین کی مٹی جم گئی پھر دھوپ کے پختہ اینٹیں بن گئیں۔ پھر ہوا سے اڑ کر وہ اینٹیں اس جگہ آکر جمع ہو گئیں پھر ہوا اپنی اور ان کو اپنے نیچے کر دیا۔ اس طرح دیواریں بن گئیں پھر یہاں دروازے پھر گرے اور چونے ان کو اڑا کر یہاں کھڑا کر دیا۔ اس کے ستون بن گئے پھر دروازوں کی کھڑکیاں ہوا سے لوٹ گئیں۔ وہ اڑ کر یہاں چھت کی صورت میں قائم ہو گئیں۔ اسی طرح اس نے سارے مکان کو ہوا اور دھوپ سے تیار کر دیا۔ میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ بتائیے ان میں کدھا کون ہے اور آدمی کون ہے۔ یقیناً وہ شخص باطل گدھا ہے جو ایسے مکان کی نسبت یوں کہتا ہے کہ وہ خود بخود تیار ہو گیا۔ اسی طرح سمجھ لیجئے کہ جو آسمان و زمین کی اتنی بڑی عجیب و غریب اور عظیم الشان عمارت کو کسی صانع کی بنائی ہوئی نہیں مانتے بلکہ از خود تیار ہونے والے ہیں وہ جو قوف ہیں یا نہیں۔ تو یوں ان کی حکمت اہل حکمت سے پھر اچھی تھی۔ وہ لوگ خدا کے قواعد کا قائل تھے اور اہل سانس تو غضب کرتے ہیں کہ خدا کے بھی منکر ہیں اور سانس والوں میں سے جو کہلن خدا کے قائل بھی ہیں یہ ان کی محض دھندلاہٹ ہے۔ ورنہ ان کا خدا کا ماننا ایسا ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی سے پوچھے کہ تو نے بادشاہ کو دیکھا ہے وہ کہے ہاں دیکھا ہے۔ اس کے ایک سونڈ تھی اور زرد سا سر تھا اور آنکھیں نہیں تھیں تو پہن شخص یہ وصف سُن کر کہے گا کہ کینعت لگتے بادشاہ کو نہیں دیکھا۔ نہ معلوم کس کو دیکھ لیا ہے۔ بادشاہ تو یہاں بدصورت نہیں ہے۔ یہی حال ان سانس دان مسلمانوں کا ہے جو خدا کے قائل ہیں مگر اس کے کلمات کے منکر ہیں جن میں سے ایک بڑا کمال یہ ہے کہ جنس ماریٹ اور کیم یاریٹ مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ بس خدا نے عام و پیدا کر کے طبعیت اور مادہ کے غیر دسارا کام کر دیا ہے اب جو ہوتا ہے وہ اسباب طبعیہ سے ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے ارادہ کو کچھ دخل نہیں۔ گویا خدا نے گھر میں یں کوک بھر دی ہے اب اس کے چنے میں فراہ ہاں کمائی کی طاقت کو دخل ہے خدا کو کچھ دخل نہیں۔ اسی لئے یہ لوگ ایمان مجاہدہ سلام میرا کر کے گلزار ہونے کا انکار کرتے ہیں کہ لوگ بھلا کیوں کہ ٹھنڈی ہو گئی یہ تو تو نا طبیعت کے خلاف ہے بھلا ہی سہی پر یہاں کیوں کہ





تو جو مسلم نہیں۔ یہ تو اعلیٰ عقل سے بعد ہے تو ڈارون کو یہ کہنا پڑ کہ انسان کی اصل بند ہے۔ بند ترقی کر کے انسان بن گیا اس کا نام مسند ارتقاء ہے اس بجارہ کو پہے مناسب تمام جوتا تھا میں بند ہی نظر آیا، جب کوئی اس قوں کی تدبیر کے اکپے ہوتا ہے میں جتا ہوں کہ اس قوں کے (انکار کی ضرورت نہیں اس کو اپنے شب کا حال بہت سے زیادہ معلوم ہے اس سے وہ اپنا نسب بیان کرتا ہے وہ بند ہی کی س سے ہوگا۔ آدم کو اپنے نسب کا حال اس سے زیادہ معلوم ہے کہ ہم آدم علیہ السلام کی س سے ہیں تو تم اس کی بات کا کیوں انکار کرتے ہو وہ بجارہ تو اپنا نسب بتا رہا ہے تمہارا نسب تھوڑا ہی بتلا رہا ہے اور اس دن وہ ہمارا نسب بتلائے گا۔ ہم کہہ دیں گے صاحب البیت دری بافیہ کہ گھر والے کو اپنے گھر کی خبر دو مرنے سے زیادہ ہوتا ہے اس سے ہمارے نسب کی خبر تجھ کو ہم سے زیادہ نہیں ہو سکتی یہاں سے پاس سے جو سب آدم علیہ السلام تک محفوظ ہے۔ تجھے ہمارے نسب میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہاں تیرے پاس پنا شجرہ نسب محفوظ ہوگا تو تجھے اختیار ہے کہ جس سے چاہے پنا نسب ملائے دیکھوں نسبت نہ کرے تو اور کیا کرے (۱۲ جامع) یہ ساری خرابی طبیعت کوئی اصل ماننے سے لازم کئی حد کو نہایتے تو اس تھکڑے میں نہ بھستے یہ تو ان سائنس والوں کا حال تھا۔ جو خدا کے منکر ہیں۔

**وضعداری کا اسلام** | اب ان سائنس والوں کا حال سنئے جو برائے نام خدا کے قائل ہیں ان میں سے ایک صاحب علم کا نقشہ ہے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ قرآن میں آدم علیہ السلام کا تقد ڈارون کی تحقیق کے مصادم ہے تو وہ بولے کہ شاید وہ پہلا بند جس نے انسان کی طرف سب سے پہلے ترقی کی ہے (غور باللہ) آدم علیہ السلام ہی ہوا۔ استغفر اللہ استغفر اللہ میرے تو روٹ گئے کھڑے ہوتے ہیں اس بات کی نقل سے بھی اسی سے میں نے کہا تھا کہ یہ لوگ جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور خدا کا قائل ہوتے ہیں یہ محض وضع دار ہے وہ حقیقت میں یہ خدا کے قائل نہیں۔ بھلا ڈارون کو تو اس قوں میں بات نے محور کیا تھا کہ وہ خدا کو مان نہیں مانتا طبیعت کو فاعل مانا ہے اور طبیعت دفعہ ترقی نہیں کر سکتی نہ سچا ترقی کرتی ہے کہ پہلے اجسام بسیط یعنی عناصر

کی صورت اختیار کی۔ پھر اس سے ترقی کر کے جادو یا سحر کی صورت اختیار کر کے پھر اس سے ترقی کر کے حیوانات کی صورت اختیار کی۔ پھر حیوانات میں سے کسی نے ترقی کر کے انسان کی صورت اختیار کر لی۔ مگر جو شخص خدا تعالیٰ کو داخل محارفاً بنا ہو اس کو اس قول کی طرف کس چیز نے مضطرب کیا۔ اس کے نزدیک اس میں کیا احتمال ہے کہ خدا تعالیٰ رحمہ علیہ اسلام کا پہلا کو مٹھی خدا پانی سے بنا کر دھواں اس کو انسان بنا دیں اس عدم کو ڈارون کی تفسیر پر کس بات نے مجبور کیا کہ وہ خواہ مخواہ ایک ہی کی توہین پر آمادہ ہو سکے۔ پھر اس میں علاوہ توہین نبی کے یہ بھی خلافی ہے کہ یہ دلیل ڈارون کے قول پر بھی غلط ہے کیونکہ ڈارون اس کا قائل نہیں کہ دنیا میں صرف ایک بندہ ترقی کر کے انسان ہوا ہو جس کی نسل میں یہ سب انسان ہیں وہ تو یہ کہتا ہے کہ جس وقت بندہ کی طبیعت نے ترقی کی ہے تو ایک خاص وقت میں ہر ایک ہزاروں لاکھوں بندہ آدمی بن گئے۔ اور یہ سب ایک کی نسل سے ہیں تو اس شخص نے ڈارون کی تفسیر میں قرآن کے اندر قریب کی درودہ تحریف بھی ڈارون کے یہاں قبول نہ ہوئی تو ادھر سے بھی گئے ادھر سے بھی گئے۔

خدا ہی ملا نہ دھاں صنم ۔ نہ دھر کے چوئے نہ اُدھر کے چوئے  
اے یوگ ایک خدا کو چھوڑ کر دے دے دے چہ تے ہیں ۔

**موجد کی ترقی** موجد کو ایک خدا سے تعلق ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے در رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ سے ملا واسطہ علاقہ

ہے۔ اس لئے مفسر کے قول میں غلطی نہیں ہو سکتی آپ کی شان یہ ہے

گفتہ او گفتمہ اللہ بود ۔ اگرچہ ار معلوم عبد اللہ بود

ترجمہ۔ اس کا کہا اللہ کا کہا ہے اگرچہ وہ اللہ کے بندے کے نکلے سے مل رہا ہے۔

اس لئے موجد کو اپنے علوم پر امتیاز ہونا ہے در کیوں نہ ہو وہ علوم ہی طین

بحش ہیں موجد کہتا ہے کہ مرتبہ کافی علی مدہ ہے خدا سے رحمہ علیہ سلام کو دفعتاً مٹا دیا

پیدا کر کے دفعتاً انسان بنا دیا اس کو کچھ ضرورت نہیں کہ با منصب بندہ یا سور سے ملے

تو خدا کو داخل لانے میں کیسی راحت ہے کہ سب جگہوں سے نجات ہو گئی یہ تو علمی رحمت

ہے اور دینی رحمتی راحت یہ ہے کہ نزول و مصائب میں موجد مستقل و مطمئن رہتا ہے

وہ کہتا ہے قُلْ لَنْ يُصِيبَ الْإِنْسَانَ كَثَبٌ مِّنْ لَّدُنِّي وَكَذَلِكَ أَتَى الَّذِينَ لَمْ يُغْنِ عَنْهُمْ كَثَبُهُمْ فِي هَٰذِهِ أَوْ يُكْثِرُوا مِنْهُ خَشِيَ فَلْيَرْجِعْ  
 اَلْمُؤْمِنُونَ اَلَّذِينَ هُمْ كَوْنُهُمْ بِشَيْءٍ اَمَّا كَوْنُهُمْ مَقْدَرٌ مَّا دِيَا اَمَّا كَوْنُهُمْ مَقْدَرٌ مَّا دِيَا اَمَّا كَوْنُهُمْ مَقْدَرٌ مَّا دِيَا  
 کچھ پیش ہیں، سکتا ورنہ تعالیٰ ہمارے قلوبوں میں اس کی طرف سے جو کچھ بھی پیش آئے  
 گا اس میں رحمت و حکمت ہی ہوگی۔ اس لئے خدا ہی ہر مسلمان کو ضرور کچھ ایسے بندے  
 جس کا یہ اعتقاد ہو وہ مسلمان میں کب پریشان ہو سکتا ہے۔ اور طبع پر جب کوئی مصیبت  
 آتی ہے تو اس کی پریشانی کوئی خدا نہیں رہتی کیونکہ اس کو اسباب پر خدا تھا۔ اور اسباب  
 اس کے خلاف ہو گئے تو اب اس کے پاس کوئی ہمارا نہیں اور موعود کو خدا پر اعتماد ہے۔  
 اور خدا کو وہ اپنا نعمت نہیں سمجھتا بلکہ مولیٰ اور آقا سمجھتا ہے۔ اس کی اسباب کے مخالف ہو جاتا  
 پر بھی یہ امید ہے کہ شاید خدا تعالیٰ اسباب ہی نہ کرے کوئی مادیی دور اگر اسباب مخالف ہی ہے اور  
 اس کو اکامیاب بھی ہو جائے تب بھی وہ رضی ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حوائج  
 ہی قی ہے مابین میری ہوتی ہے میں اس صورت میں اگر دنیا کا ضرر ہو تو میری آخرت کی ترقی  
 ہوگی قُلْ هَٰذَا نَصْرُ مَوْلَانَا اَلَا اَبْهَدُ الْمُجْهَدِ اَمَّا مَوْجِدُكَ سَيَكُونُ مَعَكَ مَعًا  
 بھی نادرہ ہی ہے اور وہ تکالیف سے بھی خوش ہوتا ہے۔ جیسے بچہ دودھ چھوٹنے کے وقت  
 گوی پریشان ہوتا ہے اور اس وقت اس کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ مگر بعد میں ماں کو دوسرا  
 دیتا ہے کہ

جو کہ اللہ کہ چشمہ بار کردی : مراد عبادان ہمارا کر دی  
 ترجمہ اللہ نے جو کچھ میری آنکھیں تو نے کھول دیں درجھے جو بس کے ساتھ ہمارا دیا۔  
 وہ کہتا ہے خدا اس کا کھلا کرے اس نے دودھ چھڑا کر مجھے اس قابل کر دیا کہ سچ  
 میں پائے ردہ تو میرا دکھا رہا ہوں اگر دودھ ہی بتا رہا تو یہ نفیس و نازک خدا میں  
 کیونکہ کھانا اسی طرح موعود کو مصیبت کے وقت و ظاہر میں تکلیف ہوتی ہے۔ مگر تکلیف کے  
 بعد جب اپنی ترقی کا حساس ہوتا ہے تو وہ خوش ہو کر یوں کہتا ہے  
 ناحق تو خوش ہو رہا ہوں دل میرا دل نہ بھرتا  
 تو نہ تیرا خوشی کی بات بھی مجھے کچھ ملتی ہے میرے دل کو رنجیدہ کرے داسے دوست پر

میرا دل فدا ہے ۔

اور موجد عارف کو تو عین مصیبت کے وقت اس کی حکمتیں اور  
اپنی ترقی محسوس ہوتی ہے اس لئے وہ تکلیف بھی نڈر ہو جاتی  
ہے ۔ اور سب سے بڑھ کر مصیبت لوگوں کی نظر میں موت ہے ۔ یہ سستی امصائب ہے کہ وہ تمام  
مصائب کا انتہائی درجہ ہے ۔ اور اسی کے اندیشہ سے آدمی تمام مصائب سے گھبراتا ہے مگر  
عارف موجد کے نزدیک یہ زہر کا پیالہ بھی شیریں ہے وہ کہتا ہے ۷

غمم آنرد ز کز یں منزل دیراں بر دم      راحت جاں طہم در پئے عاناں بر دم  
نذر کرم کہ گمزد پدیسریں علم بر دم      تا دوسیکہ شاداں وغرل خواں بر دم  
ترجمہ : وہ دن اچھا ہوگا جب میں اس جگہ سے جاؤں گا جہاں سے راحت پا کر جاناں کی تلاش  
میں جاؤں گا میں نے نذر مانی ہے کہ اگر یہ علم ختم ہو گیا تو میں میکہ کے دروازے تک نہ پتا  
ہوا جاؤں گا ۔

یعنی وہ قریب الموت کاشتاق ہو گیا ہے اور اس کے لئے نذریں مانا ہے شاید کوئی کہے  
کہ یہ سارا اشتیاق موت سے پہلے ہی ہو گا ۔ مرنے وقت تو زانی یاد آتی ہوگی ۔ صاحبو! نہیں  
۔ ار کو زانی یاد آئی ، نہ دادی یاد آئی ، بلکہ وہی ایک یاد رہا جس کے لئے موت کی تساکرتے  
لئے کوئی ایک وہ ایک جس کے متعلق حضرت قنبر فرماتے ہیں ۷

خیرت از چشم برم رشے تو دیدن ندیم      گوشت را نیز حدیث تو شنیدن ندیم  
ترجمہ : مجھے کچھ پروتھک آتا ہے تمہارا چہرہ نہ دیکھنے دوں اور کان کو تیری بات نہ سننے دوں  
(۷۷۷)

گر بایہ ملک الموت کہ جہنم بیدار      تا نہ میمنہ رخ تو روح رہیدن بدیم  
ترجمہ : جب ملک الموت میری روح نکالے گا جب تک آپ کا چہرہ نہ دیکھوں روح نہ سکے دوں گا  
اور ایک بزرگ مرنے وقت جب کہ لوگ رو رہے تھے مگر وہ خوش ہو کر فرما رہے تھے ۷  
چیت تو حیدہ آنکہ از غیر غذا      فرد آئی در خلا و در ملا  
وقت آن آمد کہ من عریاں شوم      جسم بگدا رم مرا سرعان شوم

کہ اب تو موت کے بعد وہ وقت آیا کہ میں سمجھ سے بھر رہا کہ مرتبہ بارش ہو کر پانی تو  
 کی جانب میں پہنچا لگا اور اس قید خانہ سے کات پاؤں کا ترانے کو سنے ہوئے تو خوشی  
 کا وقت ہے مگر یہ عدم کوشش موت سے وہ محمود ہے جو حق کی محبت سے مایوس ہو کر بے  
 ایسے متوہم بھی ہیں جو باوجود معاصی میں مبتلا ہونے کے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایسے بہادر  
 ہیں ویسے بہادر ہیں ہم جیل خانہ سے نہیں ڈرتے ہم کو موت کا خوف نہیں موجود نہ موت  
 کا محض اتباع نفس اور دعویٰ ہے اس لئے کوئی کام نہیں بلکہ جرات مذکورہ ہے عارف کو تو  
 کا اشتیاق ہو کہ وہ ڈینگیں نہیں مارا کرنا۔ دعویٰ کرنا اور ڈینگیں مارنا اتباع نفس کی علامت  
 ہے۔ یہ کہہ کر کہ نہیں ایسے متوہم تو کفار میں بھی جوتے ہیں انکو بھی جیل خانہ کا خوف نہیں ہوتا نہ موت  
 کا اندیشہ مگر یہ سب حقیقت مبنی سے پہلے ہی پہلے ہے۔ باقی جب موت کے مرتبے نظر آنے  
 لگتے ہیں اس وقت ساری بہادری خاک میں مل جاتی ہے۔ اگر یہ تصور بھی کہہ کر کہ ہے تو ایسے  
 کامروں کو بھی صاحب کمال کہہ چاہئے جو کہ موت سے نہیں ڈرتے بھائی کے وقت جھٹکنا  
 لئے جرات ظاہر کی ہے۔

### اتباع شریعت

مگر ظاہر ہے کہ کفر کے ساتھ کوئی دینی کام جمع نہیں ہو سکتا اس سے صاف  
 معلوم ہوا کہ یہ تصور دینی کمال نہیں ہیں دینی کمال ہے کہ جہاں خدا  
 کے وہاں خوشی سے جاں دو۔ درد نہ پہنچ جان کو آرام دو۔ خدا کی مرضی کے موافق جب آدمی  
 حال دیتا ہے تو اس کو عین موت کے وقت بھی راحت نصیب ہو کہ جس کے بارے میں  
 نہیں ہے۔ اس وقت دیندار و متوہم میں فرق ظاہر ہو جائے گا کفار اتباع  
 اد۱۱ استنبط الدموع علی حدیث تبیین من بکی مسہل من ابی  
 حبہ نسوؤں کی لڑیاں رساروں پر مبنی ہیں اس وقت معلوم ہو جائے کہ کون کون  
 رو رہا ہے۔ درویشی کے لئے مہم رہا ہے اسامی بہادری ہر موقع میں کام نہیں آتی  
 جان دینا ہر وقت دین کا کام نہیں بلکہ جس وقت خدا کا حکم ہو اس وقت جان دینا ہے  
 ورنہ اتباع نفس ہے اگر کسی موقع میں خدا تعالیٰ جان لینے سے منع کر دیں اس وقت عارف کی  
 حفاظت فرض ہے۔ دیکھو شریعت نے ایک وقت میں نماز کو حرام کیا۔ اور پاحارہ میں

جاء فرض کیا ہے اس وقت نماز پڑھے سے کہہ ہوگا اور دھار میں جائے سے کو ب ہوگا۔  
 اسے کہتے ہیں حکومت کہ مذہ کو ایسے علم کا تابع یا جسے حب و ملاحت کو حرام کر دیا اور  
 نفس کی راحت دینے کو دیا جب کو دیا رہتا ہے اس مسئلہ کو سمجھے ہو مگر فقہار نے صاحب نفس  
 کی ہے کہ لغات میں بول بھرنے کے وقت نماز پڑھا ضرور بخیر ہے اور پانچاں بیتاب سے  
 مراغت کر دیا جب ہے اب جو عاتق ہیں وہ ہر وقت علم کا تابع کہتے ہیں خواہ اس نفس  
 کا تابع ہیں کہتے۔ ایک وقت ان کا جی چاہتا ہے کہ مذہ پڑھیں مگر شریعت حکم دیتی ہے کہ  
 پانچاں جاؤ تو وہ حکم شریعت کو نفس کی خواہش پر مقدم کریں گے تو اس میں انکی جماعت فوت  
 ہو جائے اور لوگ طاعت کریں مگر اس کو طاعت کی پرماد ہیں ہوتی۔

**عشق کا خاصہ** | اسی طرح اگر کسی وقت دردی کا خوش ہو اور دیں کہنے کے لئے حار فیہ کا  
 لغت کا خاصہ ہو۔ مگر شریعت اجازت نہ دے تو وہ ایسے تھا جسے کو روک لیں  
 گئے اور حکم شریعت کا اتباع کرنے کے حال کی طاعت کریں گے گو اس میں ان پر چاروں طرف  
 سے طاعت ہو کہ نماز بدل ہے حار فیہ سے ارائے میں عار جائے سے مگر آج ہے مگر وہ  
 اس کی پروہ نہیں کرنے در صاف کہتے ہیں ۷

گرچہ یہ بھی مست نزد عاشقان مامی خوبیم ملک و نام را  
 عشق کا خاصہ ہے کہ یہ سب سے پہلے ملک و نام کو چھوٹا ہے عاشق کو در مامی اور  
 رسوائی کی پڑھ کبھی نہیں ہوتی رضائے محبوب کے سامنے دیکھو اگر کوئی شخص ایک طوائف یا  
 عاشق ہو اور وہ جس سے یہ کہے کہ میں اس میں تم سے کچھ نہیں عشق بس یہ چاہتی ہوں کہ تم سب  
 کیڑے مار کر ایک سکون اور رحمت کر دے کہ میں سے نکل باؤ تو اگر یہ عاشق ہے گو نام اس  
 کی تو کر کو رہا کیوں؟ اس لئے کہ عشق سے محبت و مونس خاک میں مل جاتا ہے اس لئے  
 مونس مافراتے ہیں ۷

ناد ماترے عشق و خوش ٹوٹے اے طیب صمد ملتہائے ما  
 سے دے محبت و ناموس لے کو اندھون و جانیوس ما  
 جب ایک چوہیل کے حکم کے سامنے عاشق کو اپنی عزت و ناموس کا نہیں نہیں رہتا تو

محبوب حقیقی کے عاشق کو اس کے احکام کے سامنے اپنی عزت و اموں کا خیاں اور مخلوق کی  
طاقت و طمع کا خوف کو ٹھکڑا کر دیتا ہے۔

عشق مول کے کم و بیش ہر آدمی کو گشت ہر ادا دل سے بود  
مناجور دنیا بھر کی گلیاں سننا آسان ہیں ہر وقت و طمع کا تحمل سہل نہیں  
مگر یہ عشق وہ چیز ہے کہ اس سے سب احکام سہل ہو جاتے ہیں اور کوئی کام مشکل نہیں  
معلوم ہوتا۔ اس سے میں کہہ کر رہا ہوں کہ تیری عقل کافی ہیں عشق حاصل کر۔

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ عقل بیکار محض ہے عقل کا کام مبادی تک پہنچنا ہے۔ آگے  
عشق کی ضرورت ہے وہاں عقل کا دخل نہیں پس عقل کا کام تلاش ہے جتنا مشاہدہ کا کام ہوتا  
ہے کہ وہ دو لہا دہن میں دھال کر آتی ہے اور دہن کو بنا سنوار کر تیار کر دیتی ہے۔ مگر  
وصال کے بعد الگ ہو جاتی ہے اب اگر محفل کے قوجتے کھانے لگیں۔

اسی طرح وصال کی ابتدائی مرحلہ تک تو عقل ساتھ رہتی ہی ہیں مگر جب  
مقام محبوبیت

وصال شروع ہو گیا تو اس کے بعد عقل بیکار ہے۔ اب عشق ہی تنہا رہتا  
ہے اب عقل کو کچھ دخل نہیں رہتا اور اس کو اسرار الہیہ میں گھٹک کر دے گا کچھ حق نہیں رہتا  
بلکہ اس پر اس پر حق ہے کہ اپنے کو تابع بنائے جب عقل تابع ہوگی عشق کی تو لازم ہے کہ اہل  
عقل اتباع کریں اہل عشق کا بلکہ اہل عشق کی شان بعض اوقات یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ  
ان کی تعلیمات بھی مستطب ہو جاتی ہیں حواہ سے اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔ حدیث ترمذی  
میں اللہم ادر الحق معی یعنی مع علی حیث دہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی  
کے لئے دعا فرماتے ہیں کہ اے اللہ حق کو علی کے ساتھ گھماتے رہئے۔ وہ گھومیں۔ بظاہر یہ  
دعا اس طرح ہونی چاہیے تھی۔ اللہم ادر الحق مع حق حیث دار یعنی اے اللہ  
علی کو حق کے ساتھ گھماتے رہئے۔ مگر میں حضورؐ سے یہ دعا فرمائی کہ حق  
کو علی کے ساتھ گھماتے رہئے۔ جس طرح علی حق کے تابع ہیں اسی طرح حق کو علی کا تابع کر  
دیجئے اس میں حضورؐ نے اس مسئلہ پر تنبیہ فرمائی ہے کہ بعض لوگ ایسے محبوب ہوتے ہیں کہ  
محبوبیت کے مقام میں امر حق ان کا تابع ہو جاتا ہے کہ اگر وہ اجتہاد سے کسی غلطی کو سمجھ



غضاد کر لیتے ہیں تو حق تعالیٰ اُنسی کو قتل جانتے ہیں جیسے ایک بزرگ کسی پر اجتہاد سے ناراض ہوں اور واقع میں وہ ناراضی لے جا ہو تو نیک سامان ایسا ہو جاتا ہے کہ اُنسی مجلس ناراضی میں اس شخص سے کوئی حرکت ایسی صادر ہو جاتی ہے جس سے وہ ناراضی صیح ہو جاتی ہے۔

یا کسی شیخ نے مرید کے

اندہ مرض پر موجب تشخیص کیا۔ اور واقع میں یہ مرض اس کے اندر نہ تھا۔ اب اگر مرید نے شیخ کے قول کو چوں و چرا تسلیم کر لیا۔ تب تو غیر وہ اس مرض سے محفوظ رہتا ہے کیونکہ شیخ کا بھی اس تشخیص سے مقصود یہی تھا کہ اس میں یہ مرض نہ ہے اور اگر اس نے شیخ کی تشخیص کو رد کیا اور اعتراض کیا تو حق تعالیٰ سامان ایسے پیدا کر دیتے ہیں جس سے اس میں وہ مرض پیدا ہو کہ شیخ کی تشخیص صیح ہو جاتی ہے تو ایسا شخص کو کمرہ قابل اتباع نہ رہے گا یہ تقریر بہت طویل ہو گئی اس میں میں یہ کہہ رہا تھا کہ احکام شریعہ میں ہر ک کی رائے معتبر نہیں۔ اس پر یہ مضمون چل بڑا تھا کہ آزادی مطلق ہے کبھی انتظام نہیں ہو سکتا۔ نہ دنیا کا نہ دین کا۔ بلکہ تابعیت و مقبوضیت ہی سے ہمیشہ انکار درست ہوا ہے اس لئے دین میں بھی بعض کو تابع اور بعض کو متبع ہونا چاہیے ہر اک کی رائے کو مدلل نہ ہونا چاہیے اس پر مجبوری و مقبوضیت کی بحث درمیان میں آگئی کیونکہ مجبوری و رائے آزادی کے مدعی ہیں میں سے مستلزام یہ کہ وہ بھی اس دلوئی آزادی سے کسی نہ کسی وقت ہٹتے ہیں اور یہ

ساری گفتگو اس پر مترشح ہوتی تھی کہ میں نے کہا تھا کہ فقہاء و صوفیاء نے اس تعارض کا ہمیشہ لحاظ کیا ہے کہ جو مباح بعضی اہل معصیت ہو اس سے بھی منع کر دیتے ہیں اس پر میں نے بطور تنبیہ یہ یہ نہیں تھا کہ اس قاعدہ سے ہر شخص کو کام لینے کا حق نہیں کہ اس لئے مباحات کو حرام کرنے بلکہ یہ خاص خاص معصیت کا حسب ہے ہر حال مجاہدات علیہ میں جن چیزوں سے روکا جاتا ہے گو وہ فی نفسہ مباح ہیں مگر انشاء الی معصیت کہ دوسرے صوفیاء نے اُن کے ترک کی تاکہ کی ہے اور اس مجاہدہ علیہ کی یا قسمیں ہیں جس میں سے تین کا ذکر تو ہو چکا۔ اب ایک قسم کا ذکر رہ گیا جو کہ قلت و اختلاط مع الانام ہے۔ ج

منافع اختلاط

اس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ یہ تو میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ قلت

کلام کی ضرورت کی طرف اس علت اختلاط زیادہ ہے مگر قلت  
 عام عادت موقوف ہے قلت اختلاط پر کیونکہ لوگوں سے میل جول کر کے زبان کو مستحضر  
 دتوا ہے اس لئے قلت عام کی مہل موت ہی ہے کہ مخلوق سے الگ ہے گوشہ نشینی اختیار  
 کرے کیونکہ جمیع کا قرب بھی اختلاط کی مثل ہے جمیع کے قرب سے بھی سکوت میں ہو سکتا ہے اس لئے  
 صوفیہ عزلت کو اختیار کیا ہے اور اس کی بہت تاکید کی ہے البتہ صلف کے کلام کو دیکھ  
 کر ایسا معلوم ہو گا کہ صلف میں عبادات کا یہ حرر نہ تھا جو تاخرین میں ہے مگر اصل سبب کی  
 موجود ہے مگر بہت مختلف ہے اسی وجہ سے صلف کے کلام میں عزلت اور گوشہ نشینی  
 کی تاکید بہت کم نظر آتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلف میں عزلت کا وہ اہتمام نہ تھا  
 جو تہریب میں ہے بلکہ وہ اختلاط زیادہ کرتے تھے اسی وجہ ان کے کلام میں منافع اختلاط  
 کا زیادہ ذکر ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ اختلاط میں ایک نفع تو یہ ہے کہ تعلیم و تعلم اسی پر موقوف  
 ہے عزالت سے تعلیم و تعلم کا باب مسدود ہو جائے گا دوسرے اختلاط میں خدمت خلق کا موقع  
 ملتا ہے جو جمیع سے حاصل ہو گا وہ خدمت خلق کی فضیلت سے محروم رہے گا عیسے  
 حمایت کی فضیلت اختلاط ہی سے حاصل ہو سکتی ہے جو شخص عزالت میں غریب ہو گا وہ حمایت  
 کے ثواب سے محروم رہے گا جو شخص نفع اختلاط میں یہ ہے کہ اس سے تواضع پیدا ہوتی ہے  
 جب آدمی خلوت سے ملے گا تو بہت لوگوں کو اپنے سے انصاف پائے گا تو اس شخص کی نظر  
 پڑے گا اس پر کہ ہوگی کیونکہ اپنے سے انصاف نہ ملے گا کہ میں کرتا ہی کیا ہوں اللہ کے بعض  
 مدد سے مجھ سے زیادہ مل کر نہ لائے ہیں اور بہت میں دوسروں کے اعمال تو نہیں نظر ہوتے نہیں  
 ہیں ہے ہی اس پر نظر ہوتا ہے تو اس سے جس قدر محبت کرے وہاں وہاں ہے یا خواں نفع یہ ہے  
 کہ اختلاط میں رہنا دین سے جس قدر میل جو بٹاتا ہے وہ دن اختلاط کے لوگوں سے فیض  
 حاصل رہا دتوا ہے اس کے سوا اور بھی منافع اختلاط میں ہوں نے بتلائے ہیں  
 اب جو لوگ محقق نہیں ہیں وہ صلف کے کلام میں اختلاط کے یہ منافع دیکھ  
 شہر الاختلاط کر یک غلطی میں مبتلا ہو گئے وہ مطلقاً اختلاط کو عزالت پر تو ترجیح دینے  
 لگے اور عزالت کی مذمت کرنے لگے پھر حال یہ ہوئی کہ یہ لوگ مخلوق سے اختلاط تو حیطہ نفس کے  
 سے بکرتے ہیں اور تمسک بزرگوں کے اقوال سے کرتے ہیں یہ نہ دیکھا کہ جس اختلاط کے یہ

فضائل صفت نے بیان کئے ہیں وہ کون سا املاط ہے کیا یہ وہ املاط ہے جس میں تم مثل جو جس سے عطف نفس کے سوا کچھ مقصود نہیں۔ یہ نصبت سے اہم ارہے کہ ہر دو سے یہ مانی مالوں سے پرہیز ہے۔ مملوں کا ایک سے اسی حالت میں بر دگوا کے فوائد، حال سے ان کا نفس کا کو ایسا ہے جیسے کوئی شخص طبیب کو سسکیا کے مانع باں کرنے ہوئے دیکھ کر خود سسکیا کھائے لگا نیت یہ ہوا کہ میاں کھاتے ہی مر گئے یا کسی مریض سے طبیب کو ایک قوی عد کھاتے ہوئے دیکھا مریض اسی کو دیکھ کر خود بھی کھانے لگے۔ یہ مریض ہوا میاں سے کے قریب ہو گئے کیونکہ طبیب نے جو سسکیا کے مانع بیان کئے تھے اس میں کچھ شرائط و قیود بھی تھیں کہ بدرقہ کے ساتھ استعمال کیا جائے پہلے اس کو مدبر کیا جائے اس شخص کو یہ قیود کی توجہ نہ تھی۔ لگا دیکھ ہی سنتوں کہ نئے قوی بکر ہا کت لے کیا جیتہ ہوگا یا طبیب کو خود قوی دیا کھائے ہوئے دیکھا تھا اس کے لئے معدہ کا تندرست ہونا شرط تھا اور مریض کا مریض تندرست نہ تھا اس لئے بے فائدہ طبیب پر قیاس کہ کے وہ چیز کھلی طہ ہے کہ اس کو ضرر ہوگا اسی طرح جس املاط کے مانع ہو کر وہ بے بیاں کئے ہیں اس کے لئے قیود اس سے مملوں ہوا شرط ہے اور یہاں سے بدریہ شرط مفقود ہے پس تم کو اس باب میں ان کما قیود سے متنبہ کرے ہاں میں کسی بے حرب کہا جی تو صاحب نفسی نے عامل میں حال دونوں سمجھو۔

کہ صاحب دل اگر زہر سے خورد آں انگلیں ماند

ترجمہ: قوی دار دیکھا ہے عامل حاکم و حوں نہ کھا کہ صاحب دل خورد مر بھی کھا۔ یہی مدہ اسی لئے جیم قاصطہ ایمان ہوا ہے جیسے عالمگیر کے دربار میں ایک عورت کا معدہ نہ شہاب جو جس سے چار لکان کر سکے تھے اور ایک عاود کو دوسرے کی اطلاع تھی طالع سے ہر سے یہ شرط کو رکھی ہوگی کہ میں سال میں میں ہیرہ نہیں لے لکھ رہو سالی در وہینہ پے گھر ہوئی اذیتیں ہیرہ بے عاود دوسرے خاوند کے پاس نہ تھ سکی مالت ہی شرط بھی ہو نہیں سے ہیرہ۔ ہیرہ قیر سے عاود کے پاس رہتی آں میں ہر اک یہ سمجھتا تھا کہ نہ ط کے موافق وہ ہیرہ اپن گھر سے گئی ہے یہ ترسی کو نہ تھی کہ یہ میں مدت میں اپنے دوسرے سنساؤں کے پاس جاتی ہے دہلی ڈاکسٹہ سے وہاں ایسے واقعات کا بھی رد ہوا کچھ دنوار ہیں مگر سب تکسہ کو کھا ڈیو ہوا در مانگیر کے در مان میں یہ واقعہ بتیں ہوا عالمگیر



اکبر نے سلطنت کے پیڑ میں ایک سوئی چبھادی تھی جس سے سورہ پڑ گیا تھا۔ عالمگیر نے  
نے شریعت کی طلب پر بھی تھی۔ اس سے شریعت کے موافق پریش کر کے سورہ کو صاف کیا پھر  
طائفہ لگا دیئے مگر سبوں کی مخالفت نے ٹاکو سا کہ توڑ دیا۔ اس لئے سلطنت پر زول آیا۔  
اگر سب متفق ہو کر عالمگیر کا ساتھ دیتے تو زول کی کوئی وجہ نہ تھی۔ یہ تو جہد معترضہ تھا بہر  
مقدمہ پیش ہوا اور وہ عزت طلب کی گئی۔ ایک طالب علم نے اس عزت سے کچھ رقم بنائی۔ اور  
روٹی کی تدبیر بتلائی کہ تو یہ کہہ دینا کہ میں نے ایک مولوی صاحب کو وعظ میں یہ کہتے ہوئے  
سنا تھا کہ لوگ فضول ہرام کاری کرتے ہیں۔ خدا تو انہی نے تو چار نکاح تک کی اجازت دی ہے۔  
اور اگر یہ دریافت کیا جائے کہ مولوی صاحب نے یہ اجازت مردوں کے لئے یا عورتوں کی تھی یا  
عورتوں کے لئے تو یہ دینا کہ اس میں نے اتنا ہی سنا تھا کہ پھر میں ساگ سینے چلی گئی میں نے  
تو اس اجازت کو عام ہی سمجھا تھا تو جیسے یہ طالب علم نیم ملاحظہ کیا تھا اس نے چار نکاحوں  
کی اجازت کو عام کر دیا۔ ایسے ہی وہ لوگ بھی نیم ملاحظہ کے منافع کو عام کرتے ہوئے  
بزرگوں کے اقوال میں منافع اخلاط کا ذکر دیکھ کر اپنے نفسانی اعتدال کو اس میں داخل  
کرتے ہیں۔ حالانکہ اخلاط نہ ہر ہے

اور سنکھیا کھانے کا طبیب ہی کو حق ہے کیونکہ اس کے پاس  
**قیاس بے جا** | تریاق بھی ہے تم کو یہ حق نہیں تم اپنے کو اس پر قیاس نہ کرو  
مونا فرتے ہیں

لقمہ ذمکتہ است کامل حلال : کوئی کامل غور می باس دل  
یعنے بعض غذا میں ایسی ہیں جو کامل کے لئے حلال ہیں۔ تمہارے واسطے حلال نہیں  
تم ان کو نہ کھاؤ۔ ایک جگہ دونوں میں فرق بتلاتے ہیں  
این خورد گرد و میدی ز وجہ : داں خورد گرد ہمہ نور خدا  
تم کھاؤ گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ساری غذا گندگی بن جائے گی۔ اور کامل کھاتا ہے تو سب  
کا صوبہ نور بن جاتا ہے۔ مجھے اس شعر پر شبہ ہوا تھا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا مزدور  
کا پاخانہ نہیں مونا۔ جیسے ہمارے یہاں لوگ ایک مرد کو حضرت حضرت کہتے تھے۔ تو  
ایک بڑھیا جو اسے گھر میں آکر کہے مگی کہ لے ہو لوگ دلاسے کو حضرت حضرت کہتے ہیں میں

یوں یوحنا کو نصرت کہیں ہلکا بھی کریں ہیں تو اس رخصت کے نزدیک نصرت سے لے لے رہے تھے کہ وہ ہلکا نہ کریں تو مجھے یہ بات تھی کہ کیا اس نصرت کا بھی وہی مطلب ہے جو اس رخصت کا اعتقاد تھا۔ پھر ہم نصرت کا ہی صاحب کے پاس سن پڑھنے کے لئے گئے تو نصرت نے فرمایا۔

ایں جگہ گرد و پلیدی رد جدا ایسے اخلاق و ذیلہ پیدا ہوتے ہیں  
 داس خود گرد و پلیدی رد جدا ایسے اخلاق حمیدہ ہو پیدا ہوتے ہیں  
 یہ معلوم ہوا کہ یہ مطلب نہیں کہ برہمنوں کو یا خانہ نہیں ہوتا بلکہ مطلب یہ ہے  
 کہ اس ایک خدا کو کھلم کھلا تو اس میں اخلاق و ذیلہ پیدا ہوتے ہیں اور کامیابی کو  
 کھاتا ہے تو اس میں اخلاق حمیدہ ظاہر ہوتے ہیں یہ فرق ہے تمہارے کھلے میں اذہن بزرگوں  
 کے ہاتھ میں اسی طرح مجھے مشورے کے ایک اور شعر پر انکشاف ہوا تھا مولانا آری ایک  
 نمبر ایک میں مسئلہ وحدۃ الوجود کی طرف اشارہ فرمایا ہے یہ بڑے بڑے ہیں  
 ابھرنی والے شیر علم ۵ ۶ حلاشاں از مادہ مستند و مدد  
 کہ ہم میں ظاہر میں یہ معلوم ہوتے ہیں مگر ہم ایسے شیر ہیں جیسے حشر ہے بر شیر کی تصویر  
 سی ہوتی ہے کہ جب ہوا سے حشر ہوتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا شیر حشر کہ رہا ہے اس  
 کے بعد فرماتے ہیں ۷

حلاشاں پیدا و نابید است باد ۸ اپنے نابید است ہر گز کم مباد  
 یعنی شیر علم کا حشر تو ظاہر ہوتا ہے اور جو مخفی ہوتی ہے اور حقیقت میں اس حشر کا  
 ظہور نہیں ہے جو رہا ہے اسی طرح ہم لوگ ظاہر میں ناعمل مختار معلوم ہوتے ہیں مگر ہم کو  
 جو حرکت ہے رہا ہے وہ مخفی ہے ایسے حق تعالیٰ تو نابید ہے مراد یہاں حق تعالیٰ ہیں۔

ضرورۃً محقق | اب آگے فرماتے ہیں کہ وہ جو پیدا ہے خدا کرے وہ کم نہ ہو تو میں  
 یہ سمجھا کہ اس میں ظاہر تو خدا تعالیٰ کو دعا دینا لازم آتا ہے کہ ان کے  
 خدا سے بڑا ہو اس لئے فرجہ حشر تھی کہ خدا تعالیٰ کو یہ دعا کہی جائے کہ وہی ہی رہا ہوئی ہے  
 اور یہ دعا بھی ہے کہ تو خدا تعالیٰ کو دعا دینا لازم آتا ہے کہ ان کے

رت ملگا کرتی ہیں۔ اس میں یہ فرقہ خدا تعالیٰ کی ممانعت سے بڑا کرنا ہے مگر چونکہ وہ ہمت میں یہ  
 معنوں لگاتی ہیں اس لئے شاید مواعد بھی رہو جیسے کاپور میں محمد سے ایک یورپ کے لڑنے  
 والے صاحب نے ایک عجیب حکایت بیان کی تھی کہ ایک جہل سی کہیں غازی شہید کی مجلس میں  
 بھنس گیا تھا۔ وہاں غلاموں نے ایک علی بن ابی طالب کی بہت سے تیار کئے تھے جن میں کسی کا  
 نام امام حسینؑ تھا کسی کا نام امام حسنؑ تھا کسی کا نام حضرت علیؑ تھا۔ ایک پتہ کا نام حضرت فاطمہؑ  
 تھا ایک پتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب تھا اور ایک سب سے بڑا پتہ تھا نبویؐ کا  
 وہ خدا کا پتہ تھا۔ امام حسینؑ کا پتہ لایا گیا اور صدر مجلس جو کہ معتد بہا ہوا تھا اس سے پوچھا  
 کہ اللہ کے واسطے کیا حکم ہے اس سے کہا کہ سارا فساد اسی کا ہے۔ انہوں نے حواہ خواہ یزید سے  
 بغاوت کی اور اس کی فوج سے مقابلہ کیا اور سارے خاندان اہلبیت کو تباہ و برباد کیا اگر تعلقہ  
 کر لیتے تو کچھ بھی نہ ہوتا لہذا ان کی گردن مار دو۔ پھر امام حسنؑ کا پتہ لایا کہ ان کے واسطے کیا حکم  
 ہے۔ کہا یہی کہانی سادہ ہیں۔ انہوں نے اپنے کو خلافت سے معزول کر کے حضرت معاویہؓ کو خلافت  
 سونپ دی جسکی قریب کو سلطنت ملی اور اُسے خاندانِ نبوت کے برباد کر کے واقعہ مل گیا۔ اگر یہ  
 اپنے کو خلافت سے معزول نہ کرتے قریب یہ کریمہ موقع کیوں ملتا۔ لہذا ان کی بھی گردن مار دو پھر  
 حضرت علیؑ کا پتہ آیا کہ ان کے واسطے کیا حکم ہے کہا اسے سارا راج فساد ہیں کا بڑا ہے  
 انہوں سے خلافت کو کر دو۔ کاسا تھا دیا اور ان کے رہنے میں خلافت کا نفس کا دعویٰ کرنے  
 کی جس سے خلافت دوسروں کے ہاتھ میں بیچ گئی تو انہوں سے میرے معذریہ کو تمام کا حکم  
 بادین حسن کی بدولت حضرت علیؑ سے مقابلہ کیا ان کو ہمت ہوئی۔ اگر وہ ہی سے خلافت کا  
 نفس کا دعویٰ کرتے تو عزیزوں کو یہ حوصلہ نہ ہوتا کہ وہ اہلبیت کے مقابلہ میں سرٹھائیں۔  
 لہذا ان کی بھی گردن مار دو پھر حضرت فاطمہؑ کا پتہ لایا گیا کہ ان کے واسطے کیا حکم ہے کہا یہ  
 ہے آجہاں سے دعا کر کے سب کچھ کر سکتی تھیں۔ ان کو معلوم تھا کہ جس نہیہ ہوں گے۔  
 پھر بھی انہوں نے دشمنوں کے واسطے مدد نہ کرتی۔ یہ بھی قصور وار ہیں۔ ان کی بھی گردن  
 مار دو۔ پھر بعد ازاں حضورؐ کا پتہ آیا کہ ان کے واسطے کیا حکم ہے کہا یہی تو سب سے بڑے  
 قصور وار ہیں انہوں نے یہ تو خدا تعالیٰ سے کہہ کر سب کچھ کر سکتے تھے مگر باوجود نہاد

میں کے علم سے انہوں نے کچھ نہ کیا۔ ہندو مت کے تہ کے واسطے بھی وہی حکم ہو جو  
 اردو کے واسطے ہوا تھا۔ اسی بجا پر یہ بات دیکھ دیجھ کر میں یہی دعا کہہ رہا تھا۔  
 میں نے تھا کہ یہ کیا قصہ ہے سب کے خدا وہ مہا پند لایا گیا جو خود ناتھ خدا کا پتہ تھا۔ پوچھا ان  
 کے واسطے کیا حکم ہے عہد نے کہا، رہے یہ دسب کچھ کر سکتے تھے۔ سارے عالم کے خدا تھے  
 ان کے قصہ میں تو سب کچھ تھا۔ مگر انہوں نے قصہ "ہم میں کو شہید کرنا اور یزید کا  
 ساتھ دینا یہ کس کے لئے بھی وہی حکم ہوا جو اردو کے واسطے ہوا تھا جب کس پتہ کی  
 گردن دے کوئے چلے تو سستی سے رہا گیا وہ مزید سمجھا کہ سچ ہی خدا ہے اسے  
 فکرو ہوئی کہ جب اللہ میاں نہ ہے تو پھر کون ہے گا روزی کون دے گا۔ اور کون  
 دے گا۔ میں سوٹا بہت میں آئے کہ وہ پتہ شیعوں کے ہاتھ سے چھین رہا تھا وہ جاشیعوں لٹھیا  
 سے کمر اس کے چھوے دوڑے کہ ہماری مجلس میں یہ چیز کون لگیا مگر وہ کسی کے ہاتھ نہ آیا  
 قریب ہی سینوں کی بستی تھی۔ ہونے سوٹو منا ہر نکل آئے۔ وہ دیکھا کہ ایک سنی کے  
 اسے کو شہید آئے ہیں لوگوں نے سستی کو بی لیا شیعوں کی جمیعت دیکھ کر سوٹ  
 گئے اس لوگوں نے اس پر دسی کو قتل دی کہ تم مسلمان رہو خدا کا شکر ہے کہ میں نے تم کو ان موزوں  
 سے بچا تو وہ کہتا ہے کہ وہ اپنے ہی خدا کو سہا یادہ بھیجے کیا پتے میں نہ ہوتا تو شیعوں کو  
 بھی مار ڈالتے لوگوں نے کہا تو بھر کر تو بھر کر کہتے کیا کہتا ہے تو خدا کو کیا بچاتا اور انہیں کون مار  
 سکتا ہے اس نے کہا کہ یہ پتہ جو میں نے کہا تھا کہ وہ ہے یہی تو خدا ہے میں نے اسے سہا لیا شیعوں  
 اس کو دے ڈیتے تھے۔ لوگوں نے سمجھا کہ یہ دعا شیعوں کو مرارت تھی یہ سب پتہ ان کے  
 ناتھ ہونے اور گھڑے ہوئے تھے مجدد کا بھی نہیں پتہ ہو سکتا ہے اسے تو کوئی دیکھ بھی  
 نہیں سکتا۔ چہ جائیکہ وہ ان کے ہاتھوں میں آجائے۔ تب اس کی تسلی ہوئی اور سمجھا کہ  
 یہ قصوٹ موٹ کی نق تھی اور یہ پتہ خدا نہیں ہے تو اس بچارہ نے تو محبت ہی میں یہ فعل کیا  
 تھا تو حال تھا۔ شاید اس پر مواخذہ ہو۔ اور محبت کی وجہ سے بخش دیا جائے اسے  
 ہی کان پر میں محبت لے دے خدا کی سلامتی گائی جائے یہ اس پر بھی مواخذہ نہ ہو۔  
 مگر وہ باہر جبریت تھی کہ عالم ہو کہ خدا کو وہ کسی دی جاتی ہے۔ اس کے خدا شیخ محقق کی خدمت





جواب کیا یہاں اور صوفی کی بھی دعوت کہ درکھنے کے بعد قواں ہوئی درقول سے فراموش  
کر دی کہ یہ سچ پڑھو

حریمت و خربوت و عمر برت . ۱۰ برت و عمر برت و عمر برت  
اور جو کہ سب کھا نا مینا اسی عمر برت کی بدولت تھا اس خوشی میں صوفیوں پر حال  
بھی ملک ری ہو گیا ۔ اور سب بھی سکھ لگے ۔

۵ برت و عمر برت و عمر برت

گدھے کا مالک بھی یہی کہہ رہا تھا صبح کو خود کچھ تو گدھا رہا وہ خادم سے پوچھا ۔  
اس نے کہا کہ وہ تو رت سے غائب ہے اور شے کے حصول کو تلاش کر رہا ہے یعنی سگر آب  
خودی کہہ رہے تھے ۔

۶ برت و عمر برت و عمر برت

ہیں سمجھ کہ آپ کو کشف سے اطلاع ہو چکی ہے ۔ اس لئے خاموش رہیں آگیا کہنے لگا  
کشت محمد کو کیا خبر تھی ۔ میں تو اوروں کی تقلید میں کہہ رہا تھا ۔

لقلیہ بعد از تحقیقات  
اسی اسی تقلید کو مولانا فرماتے ہیں  
خلق را تقلید است و بر باد داد  
کہ دوسرا لعنت بری تقلید باد

ترجمہ مولانا کی تقلید بر باد کہیں انکی اس تقلید پر دوسو لعین ہوں ۔  
اس لئے جس عہد میں نے تقلید کی مذمت پر استدلال کیا ہے میں نے کہا کہ مولانا  
نے مطلق تقلید پر لعنت کہاں کی ہے ۔ بلکہ وہ تو خاص قسم کی تقلید پر لعنت فرماتے ہیں یعنی  
عمر برت جنہی تقلید پر جس میں ایک فعل کی تقلید ہی مدون دیرالت حال کے چاہئے نہیں  
دہا کہ لعنت بر تقلید باد ملک یہ فرمایا ہے کہ لعنت بری تقلید باد ۔ وہ ہم جو بزرگوں کی  
تقلید کرتے ہیں تو وہ اسی تقلید نہیں ہے کہ با صبح کی تحقیق کے بعد ہے اس لئے وہ  
اس شعر کا مصداق ہیں ۔ ہذا اس شعر سے جو مقدمہ کو مقلدین کے مقدّم میں، متوجہ کا  
حق ہیں ۔ بعض بعض لوگوں نے ۔ مدد تو عتد کہ رکھ ہے حظ نفس کے لئے ڈمروں



ہیں معلوم ہوا کہ فوق دھت سے شیطان نہیں آسکتا (مگر فوق سے مراد وہ ہے جو کہ بالکل تخت کا مقابل ہو جس میں جہت قدام کا تائبہ بھی نہ ہو۔ تو یہ تائبہ نہیں ہو سکتا کہ وہ نگاہ کرنے سے تو اکثر نامحرموں پر نظر پڑ جاتی ہے جو بد یہ ہے کہ نگاہ اگر بالکل اوپر ہو تو نظر صرف آسمان پر پڑے گی اور وہاں کوئی نامحرم نہیں ہے۔ نگاہ اونچی کر کے جب سامنے بھی نظر کو دوڑایا جائے گا تب البتہ شیطان کو موقع ملے گا۔  
خوب سمجھو۔ ۲۰ جانح

**احتیاط از امتیاز** | ہر حال ہر گونے زمین پر نگاہ رکھنے کی تاکید کی ہے  
ہاں اگر اس سے امتیاز کی تنہا پیدا ہونے لگے تو  
ہمارے مشائخ کا طریزہ ہے کہ وہ امتیاز سے بچتے ہیں ایسی ہیئت سے نگاہ نیچی نہیں کرتے  
کہ گردن بھی جھک جائے بلکہ معمول کے موافق چلتے ہیں اور نگاہ نیچی نہ کھتے ہیں۔ نگاہ کے  
جھکانے کے لئے گردن تھکانے کی کیا ضرورت ہے پس امتیازی شان نہ بنانا چاہیے۔ سی  
لئے ہم سے بزرگ زعیبا پہنتے ہیں۔ چونکہ صدری کہ اس سے آدمی خواہ مخواہ دو طرف  
نہ نہ معلوم ہوتا ہے۔ صدری میں آجکل ہماری جماعت میں اختلاف ہے بعض اسکی ضرورت  
سمجھتے ہیں اور میں اسکی ضرورت نہیں سمجھتا۔ میرے نزدیک یہ رند چیز ہے۔ ہمارے  
مدرسہ میں کیرانہ کا ایک لڑکا صدری پہنتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس کی کیا ضرورت  
ہے۔ اس نے یہ ضرورت بتلائی کہ کرتہ جھٹ رہا ہے اس سے کمر نظر آتی ہے میں نے کہا کہ  
پھر تم صدری کو کرتہ کے نیچے پہنو یہ ضرورت پوری ہو جائے گی۔ کرتہ کے اوپر پہنا  
تو محض نہایت کمرے ہے۔ یہ تو ایک امتیازی شان ہو گئی ہے۔ ہم نسل ہے اکابر کو  
سے نعمت و کسب سے فوق اقصیٰ میں سہوۃ امرایہ وقت الحرج و غیرہ مایس فی بسہ نعمہ و دہام  
یستوفی فی صدری، محشو، بالقطع و احوال و اہل تکلیف احدیہ لاجلہ و باجملة  
لہی کہ نہ داعی مایہ یعنی لفظ نعم لاجلہ فی قیادہ بسہ محض الزینۃ بدون الحاح و شد  
جامع و کذا اذا حیث علی لہدی و قوعہ من الحی جہۃ الی الزینۃ معہہ الشیخ مدداً علی باد  
ہذا محو و دہام علی۔ کی شیخ ۱۲ طرف علی

صدور پہننے کا عادی نہیں دیکھا یہ روح عموماً دوسروں کے ساتھ کبھی ہی نظر آئے وہ کسی کو بھی لوگوں نے مہر کا خاص ایک امتیاز تھا۔ سنا ہے جس سے ہمارے کام پر چلتے تھے چنانچہ اگر کسی وقت عزت سے بھی جوئے لگے تو ہمارے کام پر عزت بھی اختیار نہ کرتے تھے۔ بلکہ حاکم کے ساتھ رہانہ کی حفاظت کرتے تھے مگر یہ کام صدیقین کا ہے کہ غلطی کے ساتھ بھی کوئی بات طاب شرع نہ کرے بعد اللہ ہمارے کام پر نے ایسا بھی کر کے دکھلا دیا ہے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اکثر اوقات لوگوں میں بیٹھے رہ کر کہتے تھے تنہائی کے خاص اوقات تھے زیادہ وقت مہر کا مجلس ہی میں گزرتا مگر ہر وجود غلطی کے بائیں بہت کم کرتے تھے۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے اکثر دودھ تریف پڑھتے نہتے تھے مگر جب باتیں کرتے تھے تو دریا بہت تھا پھر خاموش ہو جاتے تھے۔ بعض لوگوں کو یہ خاموشی مانگا جتنی مولانا کی شکایت کرتے تھے کہ بڑے بڑے رکھے ہیں ہم گھسٹو بیٹھے ہیں دوسرا بات کے ہو کوئی بات ہی نہیں کی میں نے دن میں کہا کہ تم رٹے سوکھے ہو جو مولانا کو دکھاتا تھے ہو یہ بہت تر ہو کہ ڈھنسنے کے قابل ہو۔

**انضباط اوقات** بس تہہ نے نزدیک بڑا سخی اور با اخلاق وہ ہے جو یا قیمتی وقت ضائع کرتا ہے افسوس اگر سفید چڑے والے وقت کا انضباط

میں تو میں حکمت ہے انتظام ہے۔ اور مولوی وقت کا انضباط کریں تو مدد ملتی ہے رکھا ہے ہے۔ اور دونوں میں فرق کیا ہے میں جہن فرق ہے نہ کہ وہ میرا ہوں اور مولوی غریب ہیں۔ امیران کی ہرات میں معلوم ہوتا ہے گو نری ہی کیوں ہو اور غریبوں کی اجنبی اس کی طرف معلوم ہوتا ہے جیسے جس غریب نے لپا تھا کہ آج غریب کی ایسا دلت ہے کہ میرا گونا گونا تو بہت ہیں مگر جو صحت ہوئی سلامتی ہوئی وہ غریب گونا گونا تو کہتے ہیں۔ بہت ہوتا ہے اس سسٹر دیا وہی بات تو یہی ہے

اس یہ امر ہوں دما کے کہ صاحب مگر یہ تو ہم سے مستغنی ہیں وہ گم ہے دست کا اعتبار کریں تو میں ہے مگر مولویوں کو کیا کر ہے کہ یہ ہم سے امیں ہیں اور بات میں نہ کریں یہ آؤ ہر کے کے ہر نہ گم نہ پڑتے بہتے ہیں۔

**یہ ختم کے کا حساب** میں تمہارے کہ نصرت سے ہے بہت پر جس کی دوسرے لوگ ملنا

یہ تو بیع رکھیں۔ وہ ان کی دیر پر جانے والا کیا کرے تو لوگ ان سے غصہ دیتے ہیں  
 مہربان کر کے وہ ایسے چہرہ کو اپنے گھر نہیں لے سکتا ہے و سبیل جہنم ہیں کرتے مکہ دینی گنہ  
 کے واسطے کرتے ہیں۔ اور دین سب مسلمانوں کا ہے نہ مودیت کا ہیں ہے ہیں علی کا  
 تم پر یہ احسان ہے کہ وہ تمہارا مال دیں گے کام میں نکالتے ہیں تمہارا مال جو کیا حساب ہے۔  
 تمہارا احسان جب ہوا جب تمہارا ان کے ذات حاصل کے واسطے چہرہ دیتے مگر سب تم خدا کے  
 واسطے، ورنہ ان کے کاموں کے واسطے دیتے ہو تو یہ بے کام کے واسطے دیا ہو تو اس لیے کا  
 مویوں پر تکلیف محسوس ہے اور اس کی وجہ سے تم کو کیا حق ہے کہ مویوں سے ایسی عظیم تکلیف  
 کی امید رکھو ورنہ کہ وہ تمہاری خاطر سے اپنی قیمتی وقت صرف کیا کریں اور یہ ساری خرابی  
 اس کی ہے کہ خدا کی مخلوق چہرہ دے والوں کا بیسہ دے گا جس کا شکریہ ادا کرنے میں سبھی  
 توبہ طرز بہت بڑا ہے آخر عمر پر ہر ماہوں نے کیا احسان کیا ہے جس کا وہ شکریہ ادا کرنے میں  
 اپنا دینی کام مصداق نہیں یہ کوئی شخص سے متعلق خدا ہی اقول لہم صدقاً  
 قطعتہم عنہم و انکم یومرہ و صلی علیہم صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ سکن کسبہ  
 دینی حدیث از سنی اللہ علیہ وسلم قال لکم صدق علی آل ابی اوفیٰ ہ میں حسب  
 کوئی چہرہ دیا کرے اس کے حق میں اس طرے دعا کرے کام مصداق ہیں کہ حق تعالیٰ پہلے کے چہرہ  
 کو قبول فرمائے اس کا اجر دے آپ کے دیں و دیا میں ترقی ہے احمد صاحب کی توفیق بڑھائے  
 دیر دلت ایکن شکریہ ادا کرنے کے کیا معنی اس کا تو مطلب یہ ہے کہ چہرہ دے والوں سے  
 مویوں پر کچھ احسان کیا ہے کہ کیا یہ چہرہ دے گھر کے خرچ کے سے دیا ہے یا تمہارا زادہ  
 اس کو اپنے خرچ میں سے دے گا جب یہ ہیں تو آپ پر یہ احسان اگر احسان کیا ہے کہ  
 لیے دے سے اپنی ذات پر احسان کیا ہے کہ توبہ کے لئے خدا کے کام میں یا مال خرچ  
 کرے اس صورت میں تو چہرہ دینے والوں کو بھی کہ شکریہ نہ ہو چاہیے کہ وہ ان کا شہ  
 اچھے معارف میں لگا ہے ہیں انہم کیوں شکریہ دہرتے ہو ۱۷ مع اس سے لوگوں کے  
 دعا خرچ ہو گئے ہیں اور وہ علماء کے اس شکریہ سے جس کا منت ان کی تواضع ہے  
 یہ سمجھ گئے کہ صحیح معنی ہم نے کچھ اس پر احسان کیا ہے جس اب وہ اس کے منتظر بنے گئے کہ عطا

ہماری تعظیم و تکریم بھی کریں جو اسے پہنچے بھی صحت مائیں ۔ مگر حقیقت میں اس کا کچھ حق نہیں کیونکہ میں خدا پہنے کہ میں جہد سے وہ عمل پر کیے ہی حساب نہیں کرتے انصاف سے خدا و اگر کسی وقت گوشت ان کو نہ در سکھتے یہ اسے جہد طلب کرے اور تحصیل اور غیرہ کو جہد وصول کرنے کے لئے موزوں کرے تو کیا موقت بھی آپ یہ سمجھیں گئے کہ تعصبات پر ہم نے احسان کیا ہے اس سے ان کو جاری و عارضہ اوقات و تحصیل و تکریم کرنی چاہئے ہرگز نہیں بلکہ وہ اس کو آپ جہد بھی دیں گے اور تحصیل دار صاحب کو مدد بھی دیں گے در اگر وہ نذر نہ قبول کریں تو ان صاحب نہیں گئے اس کا بھی وسوسہ بھی نہ آئے تاکہ تعصبات پر ہم سے کچھ احسان کیا ہے ۔ جرح علماء جو جہد سے آپ یہ یوں سمجھتے ہیں کہ ان پر احسان ہو جس یہی کو فرق ہے کہ حکام دنیا کی تلوہ میں وقعت سے اور دیں کی وقعت نہیں ۔ اگر کسی درجہ میں آپ کی یہ بات معقول بھی ہوتی بھی آپ کو سب ملتا ہے یہ میدان کئے کا حق ہیں نہ وہ اپنی تعظیم و تکریم کر لیں اور تہمت سے یہ دقت صحت پر یا اریزی ہے تو ان علماء سے جو تم سے جہد مانگتے ہیں در جو جہد ہیں ، کتنے ان سے یہ میدان کئے کا آپ کو کیا حق ہے اور اگر وہ انضباط و قنات کریں تو ان کی سلاطین کیوں نہ آئے یہاں سے ان لوگوں کی طاقت چاہو ہو گئی سو مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ان کو پروردگار میں کرتے تھے ۔ حر مولانا کی وجہ سے ہوا وقت ضائع کیوں کرتے وہ کب اور کس در سے جہد مانگتے تھے ۔

ایک تحصیل دار صاحب مجھ سے کہتے تھے کہ میں مولانا سیدنا رحمۃ اللہ علیہ سے ملے کیا تھا اس وقت چار بانی پر بیٹے ہوئے ہاں سے تھے جو مجھے دیکھ کر کہیں خدا کر لیں وہ یہ یہ در کو دھڑ دھڑ کر بیٹھ گئے بہت ہی سکھتے تھے میں نے در میں کہا وہ وہاں سے باپ کے نوکر تھے کہ جس وقت چاہو اسی وقت اٹھ کر بیٹھ جائیں در تم سے باتیں نہ کریں یہ تمہاری حققت تھی کہ سونے کے وقت ملے گئے عہد یہ وقت ملے گا تھا تو چاہیے کہ حورو سے باہر بیٹھتے جب مولانا غار کے لئے جاتے در عاز سے خارج ہو کر جلسہ عام میں بیٹھتے اس وقت بیٹھتے پھر دیکھتے کہ مولانا اٹھتے ہیں باقی سوکھے جو ایک صاحب سے مجھ سے ایک عالم گنگوہی کی حکایت بیان کی کہ میں نے کسی دوسرے عالم سے چارج سے سے کے لئے دل بچ کا

وقت منہ رکھتا تھا چہرہ پر دھن بکے کے قریب۔ انگریز لکچر میں بیٹھ گیا مگر ڈیپٹی جج کو اس لکچر سے بے نیامی دیکھی تو اس نے اس میں پانچ سو فیسیں لگائی تھیں تو وہ لکچر کے بعد نہیں گیا بلکہ ڈیپٹی جج کو منہ لکھی کہ ہم متنازعہ جب گھڑی میں پورے دس بج گئے اس وقت اس نے نہ ر قدم رکھا اور دوسرے حاکم سے چارچ لیا یہ حکایت بیان کر کے وہ بہت مدح کرسے تھے اور لوگ وفات کے بہت ہی مہذب ہیں وہ مدح کو پسے تھے اور میں یہ بت کرنا تھا کہ کر لوی مولوی یہاں سے تو اس کی شکایت بیاں کی جاتی ہے کہ ہم وقت سے پانچ سو فیسیں لکچر تھے تو ہم سے بات نہ کی۔

لیکچر میں چندہ اور یہ شکایت بعض اس لئے کی جاتی ہے کہ مولوی ان سے ہندو لیتے ہیں حالانکہ یہ معتز بن صاحب جندہ میں مولویوں سے زیادہ مبتلا ہیں یہ پورے میں چندہ کی مانگ ہوتی ہے آج کل کے لئے چندہ ہو رہا ہے کل یونیورسٹی کے لئے کئی کانفرنس کے لئے کئی اور کسی خاک ہلا کے لئے بیکر جس جگہ آبادی سمجھتے ہیں ۷ دس ہجرت آخر میں سیدہ امیت ۸ مردانہ میں مبارک سندہ امیت ایسے خواجہ اور پھر ہی سے کام کو سمجھتے کہ اخیر میں چندہ مانگا جائے گا اور یہ سمجھ کر بیٹہ ہی سے چلا جائے وہ بہت مبارک بندہ ہے ۹ جمع

۱۰ میں مرزا کو کہتے تھے کہ وہ تو ہم نے چندہ سے خالی بہت سے لکچر لکھا ایک جی سے ہالی نہیں سنا تو ظاہر میں دعویٰ مگر میں دعویٰ کی میت سے نہیں کہتا کہ والدہ وہ تو ہم بیکسوں چندہ سے حالی سنا دیں گے تم پھر ایک تو اس سے مانی دکھا دو مگر وقت یہ ہے کہ سائنس پر وہ کرنے ہیں قیمتی پورے ہیں کہ اور مولوی چندہ کرتے ہیں مولوی کہتے ہیں کہ اس پر بندہ اتنی یاد دہا کہ ہم جو بعض معری کی درخواست پر سے گئے

۱۱ واعظ کا لباس

۱۲ لوگوں کو دعا دینا اور جو کوئی نہ ائمہ صاحب ایسے نام سے اعلان کیا جس وقت میں دعا کرتے تھے تو یہ ہے پڑا ہے دیکھو انہیں مسیحیوں کے کرنا صاحب سے کہنا کہ تمہارے دعا کے لئے تو یہ ہیں جسے ہم دعا دیتے ہیں اس کے لئے ہوں حالانکہ میں کچھ پیشہ ہوئے ہیں۔ تھا وہ مرزا کو کچھ کہنے کا ہے چلے اور لکھ کے پڑے تھے اور

۱۳ وہ بندہ تھا جس کا اصل نام ہی پرست صاحب کا شعار ہو گیا ہے ۱۴



چونکہ جس کا دل تھا اس لئے صاف جگہ کلف استری کے ہونے تھے مگر اس کو تہ لبا تھا اور یہاں  
 دیکھتا تھا یہ نہ تھا کہ کرتہ ادبی ہو اور پاجامہ ٹخنوں سے نیچی ہو۔ ان کو تعلیم یافتہ صاحب کو یہ بات کس  
 حقیر معلوم ہوا۔ کرل صاحب سے نہ سے کہا کہ میں ابھی اس بات کا جواب دینا نہیں چاہتا دغظ  
 ختم ہونے کے بعد پوچھنا اس وقت جواب دوں گا چنانچہ بعد ختم دغظ کرل صاحب منتظر رہے  
 کہ یہ اس اعتراض کا اندازہ کریں مگر وہ کچھ نہیں بولے تب کرل صاحب نے خود یاد دلایا کہ  
 اب آپ کہیں کیا کہتے تھے کہنے لگے کچھ نہیں کہتا۔ اور جو کچھ کہا تھا حقیقت تھی۔ میں یوں سمجھتا تھا  
 کہ بیات بھی کپڑوں کے موافق ہوتی ہے مگر حقیقت یہی معلوم ہوتی۔ اور یہ معلوم ہوا کہ  
 کپڑے معیار بیات نہیں۔ اتفاق سے یہ بات میرے کانوں تک بھی پہنچ گئی میں نے دوسرے  
 جلسہ میں ممبر پر آتے ہی کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جو سے اس پر خاص رائے  
 رکھتے ہیں اور میں سن میں منتہا اس کا نیک نیتی ہی سمجھتا ہوں۔ غالباً محبت ہے وہ باتیں ہوں  
 گئے کہ علماء عمدہ اور قیمتی لباس پہن کر دغظ کیا کریں تاکہ سامعین کے تئیں میں اس کی عظمت  
 ہو اور ان کی عظمت سے مصموں کی عظمت ہو مجھے اس مشاہیر پر اعتراض نہیں اور میں اس  
 کے سن قبیح سے اس وقت سخت نہیں کرنا چاہتا میں تسلیم کئے لیت ہوں کہ علماء کو عمدہ لباس پہن  
 کہ ہی دغظ کہنا چاہیے مگر سو رہا ہے کہ عمدہ لباس آئے کہاں سے پہنائے پاس تو اتنا ڈھیر  
 نہیں جو آپ کی تحریر اور منشاء کے موافق لباس بنائیں تو اس صورت میں اتنا ڈھیر کہاں سے  
 آئے۔ زیادہ رو بہ حاصل کرے کے جو درائے ہیں وہ دو قسم کے ہیں بعض تو تہ لبا قبیح  
 ہیں جن کو ہم جائز نہیں سمجھتے جیسے ڈھٹی کلٹری و مسبجی وغیرہ اور بعض مطلقاً بھی قبیح ہیں  
 جن کو نہ ہم حاکم رکھیں نہ آپ جیسے دغظ کہہ کر اپنی حاجت پست کرنا عیب یہ دونوں ذریعہ  
 حاکم ہیں صرف ایک ذریعہ ہی رہ گیا کہ ہم میں کوئی مدرس ہے کوئی مستف کوئی معشی  
 کوئی کسی مسلح کا معصیح تو اس صورت میں ہماری مالی حیثیت سی لباس کی ہوگی جو ہم پہنے  
 ہوتے ہیں اور اگر اس سے زیادہ حیثیت بھی ہوتی تب بھی ہمیں یہ کیونکر معلوم ہوتا کہ  
 آپ کی منت کے موافق کس قیمت کا لباس ہو۔ چاہیے ممکن ہے کہ ہم اس موجودہ لباس  
 سے بڑھیا لباس پہن کماؤں اور آپ کی نظر میں وہ بھی حقیر ہو اس لئے اس کی آسان صورت

یہ ہے کہ معترض صاحب اپنی مٹ ر کے موافق ہدایت عمدہ قیمتی جوڑے جاسے لئے بنا دیں۔  
 تاکہ ٹیکٹ ہم ٹکد میں رہیں اسی لباس کو پہن کر وعظ کیا کریں اور اس کا ہم وعدہ کرتے ہیں  
 کہ جب ٹکد سے جانے لگیں گے وہ لباس آپ کے خیالہ کر جائیں گے ہے ساتھ ساتھ یہ ہیں  
 گئے تاکہ ہمارے بعد کوئی اور مولوی وعظ کہنے آئے تو آپ اس کو بھی وہ لباس دے سکیں کہ  
 مولانا یہ کپڑے پہن کر وعظ فرمائیے اس میں آپ کا مقصد بھی حاصل ہو جائے گا کہ صاحب  
 کی نظروں میں قیمتی لباس کی وجہ سے علماء کی عصمت ہوگی۔ وہ ہم بھی خدیج کے پر سے سکھ دیں  
 رہیں گے اور آپ کا بنایا ہوا لباس پھر آپ کے پاس واپس آ جائے گا، آپ کو ہر مولوی کے  
 واسطے، رہا ہوڑا تیار کرنا نہ پڑے گا ایک دفعہ کا بایا ہو، برسوں کا کام دے گا اور نہ  
 معترض صاحب میں اتنی وسعت تو مرد ہوگی کہ ایک دفعہ ہمارے لئے قیمتی جوڑے تیار کر  
 دیں کیونکہ ہمارا لباس اس شخص کی نظروں میں حقیر ہو سکتا ہے جو مالدار صاحب وسعت ہو  
 کیونکہ دوسرے مقامات پر ہمارے لباس کو کسی نے حقیر نہیں تھایا معذرت ہوئے کہ یہاں بہت  
 اکی مالدار لوگ رہتے ہیں جن کی نظروں میں ہمارا چکن کا لباس بھی حقیر ہے تو مہربانی فرما کہ وہ اس  
 ہمارے لئے تیار کر دیں ہم اس کو پہن کر وعظ کہہ دیا کریں گے اس سے ہمیں انکار نہ ہوگا اور  
 یہاں سے رو، لگی کے بعد اگر کسی دوسری جگہ بھی ہمارے لباس کو حقیر سمجھا لے تو ہم وہاں کے لوگ  
 سے بھی یہی کہہ دیں گے جو آپ سے کہہ رہے ہیں کہ ان کو قیمتی لباس میں وعظ سننا ہوگا تو وہ بھی  
 اس کا انتظام خود کر لیں گے آپ کے خاتمے ہوئے توڑے ہم یہیں جھوڑ جائیں گے یہ صورت  
 اس لئے بھی بہل ہے کہ وعظ کہے دلا تو ایک آدمی ہے جو سینکڑوں مقامات پر جاتا ہے  
 تو ایک آدمی کو ہر جگہ کے مذاق کی رعایت کرنا دشوار ہے۔ اور ہر شہر کے آدمیوں کو  
 ایک جوڑا اپنے مذاق کے موافق تیار کر لینا آسان ہے۔ اب میں منظر ہوں کہ ہمارے واسطے  
 جوڑے تیار ہو کر رک آتے ہیں اگر غیرت ہوگی تو دست حلد اس کا نقطہ کیا جاویگا  
 اس آفرید سے معترنین کی گردیں جھک گئیں اور لگا ہیں سچی ہوتیں۔

تو جیکل رگوب کا مذاق بے باک ہے کہ اس کی نظروں میں صرف  
 جہلمین کا چندہ | قیمتی لباس دے کی عظمت ہوتی ہے حالانکہ زندہ کرے یہ جہلمین

در مودی دونوں زکب ہیں مگر وہ لوگ قیمتی کپڑے سب کر چہہ دگتے ہیں اس لئے انکی  
ذمت نہیں ہوتی در مولویوں کو ذیل کھا جائے حالانکہ عقل کا مقتضایہ ہے کہ چندہ مانگنے  
والے کو قیمتی لباس نہ پہنا جائے کیونکہ اس کا اثر مسلمانوں پر یہ ہوتا ہے کہ غریب آدمی چندہ  
میں شرکت نہیں کر سکتا وہ سوچتا ہے کہ تو شخص سوردیہ کا باپ ہیں کہ سوال کر رہا ہے اُسے چار  
پانچ روپیہ کیا دوں کم کہ سو پچیس تو روں اور حوصمت والے بھی ہیں اگر انکی نیت نیک  
رہے تو دے دیا جائے تو وہ بیچر کے ماس کو دیکھ کر اور اس کی شاد و شوکت سے دب کر سیر  
کی جگہ بجاس دیتے ہیں در چندہ اماؤ سے وصول ہو وہ حرام ہے مگر خصوصاً ہے کہ حوام میں  
پھر بھی اس ای لوگوں کی عزت ہے جو دواؤ سے چندہ دیتے ہیں مولوی تو کس پانچ روپیہ پر ہی  
فناقت کرتے ہیں در ایسے دواؤ کو دے دیتے ہیں اور چشمین دوسو یا پچیس سے کم بڑھت  
ہی نہیں کرتے در اگر کوئی یہ کہے کہ مولوی چندہ کھاتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ والد مولوی  
اگر کھاتے بھی ہیں تو چشمینوں سے کم کھاتے ہیں۔ ان میں اگر کوئی کج نیت کھاتا بھی ہے تو  
بہت سے بہت چار پانچ سوردیہ کھالے گا اور چشمین تو ہر دن لاکھوں کھاتے ہیں ڈکار  
نہیں دیتے چنانچہ آج کل جو چندوں میں نیک نیت کار کھاتا ہے تو معلوم ہو کہ بے چشمین  
ہزاروں لاکھوں روپیہ منعم کر گئے اس ایک جیدہ کا بھی حساب نہیں دیا۔ تو مولوی تو مرزخ  
ہیں تو ایک ہی مردہ سے بھر جاتے ہیں اور یہ لوگ دوزخ میں جس کی حالت یہ ہے **ثَوَمَ**  
**مَقُولٌ لِّمَنْ هَلَّا اَهْتَسَبَ خُفُوًا هَلَّا جَمِثٌ مِّزْمِيَّةٌ دَوْرَجٌ كَالْبُحْيِثِ**  
ہی نہیں سمجھتا وہ یہی کہتی ہے گی کہ اور لاؤ اور لاؤ میں خود ک جیدہ کے اس میں مولویوں پر  
اثر صحت کے یہاں وہ ان سے زیادہ صحت مند ہیں سبکس میں برہمی میں میں سے یہی کہتے ہیں  
کہ خدا کے لئے تم یہ جیدہ کا کام چھوڑا اگر چشمین جیدہ کو بیاہیں نہ سنے دو تم یہ کام مت  
کرو ورنہ ٹھم کی جگہ سے روگ بکھیں کہ روپیہ مولویوں کی جگہ سے کہ جہاں خیریت ملے گی  
اور حق حاضر ہو گئے

چندہ کی ذمہ داری | اور بیشتر روپیہ کے جیدہ کے لئے جو ان کا کام یومر چلے گا یہی  
کہتے ہیں کہ دین کا کام سب کاموں کا کام ہے **مَنْ لَمْ يَكُنْ لِدِينِهِ كَامِلًا**

موجودہ کام دھڑکنے کا بیان کرنا دینا دیر ہے یہ کام تو وہ کر کے ہوا کرنا امرارد  
 رومار کا کام ہے جن پر کسی کو یہ شبہ ہو سکے کہ یہ اپنے واسطے مانگ رہا ہے کیونکہ جانتے  
 ہیں کہ اس کی انہی بڑی حیثیت ہے کہ ہم دشمنیں لگے تو یہ اپنے پاس سے ہتھیار نکال سکتے ہیں  
 اپنے محض کا چند کرنا ذات کا سبب نہیں ہو سکتا تو یہ کام امرارد و رومار کریں یہ لوگ  
 چند جمع کر کے ہر مل سے لہجہ کر کام میں لگا دیں اس طرح کر کے دیکھیں معلوم ہو جائے  
 گا کہ دین کا کام جتنا ہے یا نہیں۔

و غلط برائے چندہ | باقی موبوں کو تو چندہ کے لئے دغظ بھی ہرگز نہ کہن چاہئے  
 ہاں اس کا مصافحہ نہیں کہ دینی ضرورتوں سے مسلمانوں کو مطلع

کر دیا جائے کہ فلاں جگہ یہ کام دین کا ہو رہا ہے اس میں مسلمانوں کی امداد کی ضرورت ہے اسکے  
 بعد اگر کوئی چندہ دے تو تم نے انھیں بھی ہرگز نہ لکھو۔ اس سے کچھ روک دے کہ منی آڈیٹر وغیرہ کے  
 ذریعہ سے خازن کے پاس خود سمجھو۔ اگر قسمت میں ہے تو واللہ وہ روپیہ مدرسہ میں ضرور آئے گا۔  
 ایک صاحب نے تھا نہ بھون کے مدرسہ میں دو سو روپیہ بھیجے اور خط میں اتنا اور لکھ دیا کہ زیار  
 کا بہت اشتیاق ہے کوئی تاریخ مقرر فرمائی جائے تو بہت غایت ہو۔ میں نے روپیہ داس کے دیا  
 اور لکھ دیا کہ خط میں اگر میرے آنے کی تحریک نہ ہوتی تو میں روپیہ وصول کرتا مگر اب نہیں  
 لے سکتا کیونکہ مجھے شبہ ہو گیا کہ شاید آپ مدرسہ میں یہ رقم لے کر مجھ پر دباؤ ڈالنا چاہتے ہیں کہ  
 اب ضرور آئے گا۔ کیونکہ ہم مدرسہ کے انتہائی معاون ہیں تھوڑے دنوں کے بعد روپیہ پھر  
 واپس آئے جس کی ساتھ ایک خط بھی آیا اس میں لکھا تھا کہ واقعی مجھ سے بڑی مدد تہذیبی ہوئی  
 مجھے رقم بھیجنے کے ساتھ شوق زیارت کا ذکر نہ کرنا چاہیے تھا۔ اب میں اپنی اس تحریک کو واپس  
 لیتا ہوں۔ لہذا آپ یہ رقم وصول کر کے مدرسہ میں داخل کر دیجئے۔ میں تو مدرسہ میں یہ رقم  
 لے رہا ہوں آپ کو تھوڑا سی دے رہا ہوں اس لئے آپ پر اس کا کچھ بھی احسان نہیں نہ  
 کسی قسم کا دباؤ ہے۔ اس سلسلہ جواب کے بعد میں نے رقم لے کر مدرسہ میں داخل کر دی۔  
 وہ ان کو جواب میں لکھا کہ پہلے آپ کو اشتیاق ملا تھا اب مجھ کو آپ سے ملنے کا اشتیاق ہو گیا  
 آپ کی سلامتی طبیعت سے بہت دل خوش ہوا۔ پھر انہوں نے کئی ماہ کے بعد مجھے بلایا۔ میں نے

میں کہ اہل شرط کے ساتھ ساتھ ہوں کہ مجھے نذرانہ کچھ نہ دیا جائے اور اگر کچھ یا گیا تو میں  
دے پس کر دوں گا۔ انہوں نے شرط منظور کر لی۔ میں بھاگ گیا واپسی کے وقت انہوں نے  
بی والدہ کی طرف سے کچھ دیا جا ہا و رکھا کہ میں نے تو ابھی شرط پر عمل کیا مگر والدہ سے کوئی شرط  
نہ ہوئی تھی۔ تم انہوں سے پیش کی ہے اسکو قبول کر لیا جائے۔ میں نے کہا والدہ اور والد سب  
ایک ہیں اس لئے میں قبول نہیں کر سکتا یہ بھی میری شرط کے خلاف ہے وہ کہہ لگے کہ بھروسہ  
دل بہ کو چاہے تو وہ کیونکر پیش کرے۔ میں نے کہا کیا یہ دینے کا ہے ایک طے ہے کہ گھر پر  
بلا کر دیا جائے یہ بھی تو طریقہ ہے کہ میرے گھر پر آکر دو۔ آپ تھام بھون تشریف لادیں  
وہاں ہدیہ دیں گے تو میں نے سوچا چنانچہ وہ تھام بھون آئے اور مجھے قین گئی دیں۔ میں نے  
لے لیں۔ گھر پر تو غالباً ایک یا دو ہی گئی والدہ کی طرف سے دے رہے تھے شاید سن پر  
انکار کی وجہ سے ایک یا دو اور بڑھ گئیں کیونکہ نرخوں سے قیمت بڑھ جاتی ہے

**بچندے میں احتیاط** | ایک صاحب نے طلبہ کے لئے پانچ روپیہ بھیجے اور ساتھ میں  
دعا کی اسناد بھی لکھی۔ میں نے روپیہ واپس کر دینے کے بہانے  
دعا کو دکھا نہیں ہم بدون ہدیہ کے بھی سب مسلمانوں کی بھلائی کے لئے دعا کرتے ہیں  
روپیہ پھر واپس آیا درستہ میں خط لکھی کہ مجھ سے حماقت ہوئی واقعی مجھ ہدیہ کے ساتھ دعا کی  
درخواست نہ کرنی چاہیے تھی اب میں دعا نہیں کرنا چاہتا۔ آپ سہہ طلبہ کے لئے یہ ہدیہ قبول فرما  
میں اب میں سے بیا دروں کو کچھ دیا کہ آپ کے مقصد کے لئے دعا بھی کر دی گئی۔ تو صاحبان رزق  
میں سے دین کی دفعہ کم ہوتی ہو، وہاں ہرگز روپیہ بھی نہ لیا جائے۔ واپس کر دینا چاہئے والدہ  
موصوف در در و در روپیہ بھی منے ہوں مگر دین کی عزت کو ہونے تو مولوی سے روپیہ پر حسرت  
بھجی جاتی ہے اور ان کو درکار یہ گفتگو کس پر عمل تھی کہ مولانا گفتگو ہی رحمۃ اللہ علیہ باوجود داخل  
کے ہاں کم کرنے تھے بعض لوگوں کو یہ بات ناگوار تھی یہ لوگ مولانا کو دکھا بتلاتے تھے اس  
پر یہ ساری گفتگو درمیان میں آگئی کہ لوگ عمل کی کچھ باتوں پر بھی اعتراض کرتے ہیں اور وہی  
انہیں امر و نہی تو مدح ہوتا ہے۔

**ضررِ اختلاط** | میرا میں یہ کہہ رہا تھا کہ اختلاط کے ساتھ خشیت کا م بہت دستور





میں صرف وہ ہیں جو لیڈر کے تاج پہنوں صغر عمری کے تاج پہنوں اور جو علماریہ دونوں کے آئین میں مکی تو حیات سے کہ وائے گریڈ راج ایسی سے کو بدیا دیں تو یہ علم بھی اسی ہو جائے مگر میں عقیدہ کہ وہ اپنے نوسنورہ میں کے یوکر اس سے عوام کو مصافحہ عوام ہو جائے گا۔ ان کے غصے لیڈروں کی رائے کے تاج پہنوں کے آہستہ آہستہ پنی رائے کو بدیا کر لیڈروں کے راستہ پر آجائیں گے۔ آجکل میں لیڈروں کے ساتھ دودھ سے ہیں یہ تو میں نے ان سے میسر کی میں زور جاہ کا ادب ہے جو یہ متا ہے کہ جو علماران نے ساتھ نہیں ہیں ان کو عوام نے کیسے بنایا کیا اور کتے ٹر سٹاکا یا درویش کی طرح سے ان کے ساتھ ہیں کہ اگر ہم نے ان خیریات میں شرکت نہ کی تو مسئلہ کا جلد بند ہو جائے گا کوئی مدرسہ کا اعانت نہ کریگا ایک عالم سب مجھے سمجھ تھا کہ یہ خیریات سے ملنے کی کا مجبور ہو گا کہ تم اپنے رہ جائے کوئی تمہارا ساتھ ہو گا میں نے جواب دیا کہ مجھے حد ساتھ ہونا کافی ہے، اگر کسی کے ساتھ ہونے کی ضرورت نہیں یعنی ہے ایسے ال وہاں پر جس سے مخلوق کی رضا مقصود ہو سکا تو ان کی نال تو یہ ہو چاہیے کہ رضائے الہی کے سامنے اس کو کسی کی پرواہ نہ ہو اگر مخلوق اس کو باطل باک کہ چھوڑے کر خدا راہنی ہو تو وہی اس کے لئے سلطنت ہے۔ اگر وہ باطل بھی ہے تو اس کا باطل ہے مگر فلاح و گمراہی نہ ایم مست آں ساقی دآں پیا را ایم

اس کے نزدیک خود کا دیو نہ ہو وہ خود دیو ہے

دست دیو نہ کہ دیوار شدہ جس را دید و در خار شد  
مگر ان کی دیوانگی سے عقل کی دیو کی میں جلدستی عقل سے اثر ایک نشہ سوار ہے  
یہ وہ دیوانگی ہے جس پر ہر عقلیں قائل ہیں

اگر راج مست کو خوش خوا سے مست عقل ست و تو عموماً غواں

کوئی تو اس لئے میدان پر سو رہا ہے کہ ردی میں ملی نہ گزرا رہا ہے اور یہ اس لئے  
غیر میں ہے کہ کب مت گیا ہے۔ بہت کچھ سے بھی میدان کو نہ ہے اس طرح کو لا تو سہ لئے  
بموز ہے کہ اس کے پاس عقل نہیں ورنہ اس لئے عموماً ہے کہ عقل سے مست ہو گیا ہے  
یہ لوگ مصابح کو مسالہ کی طرح کب ڈالتے ہیں۔ ان کی بڑی مصیبت یہ ہوتی ہے کہ ایک کو راجی  
میں سے







جو باطنی ترقی ہوتی ہے حق تعالیٰ اسے قلب پر سکشف دیتے ہیں اور اس کی حکمت پر مطلع فرماتے ہیں۔ اب اس لیے تکلیف ہیں موتی نکال کر خوش ہو جائے جیسے لپکڑا پلے جبکہ اسے خوش ہوتا ہے۔ اگرچہ کبھی ڈی کوڑوں کے مقابلہ میں گولی بھی غنی ہے مگر اس جہد کو نہیں جھوڑا کیونکہ اس حالت میں ترقی کی امید ہے اور گولی کھانے کے بعد بھی کوئی اس جہد کو نہیں جھوڑا کیونکہ اس حالت میں ترقی کی امید ہوتی ہے سو یہاں قوم ترقی پر گولیاں نہ مار سکتی ہوگی۔ درپس تو مصیبت کی حالت میں اپنی ترقی محسوس ہو رہی ہو اس کا قوی ماں ہوگا اس طلبِ نصرت سے جو حاصل ہوتا ہے وہ تو دنیا و دین دونوں کے لئے سمیع ہے ورنہ وہ طلب کے عرصہ حاصل ہو رہا مضر نہیں۔

اور اس کی تائید حدیث شریف سے ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا: **يا عبد الرحمن بن سمرة انفسك الامارة فانك ان اعطيتها عن مستحقة وقلت ابها وان اعطيتها عن غير مستحقة اعطيت عبدا** اے عبدالرحمن بن سمرة حکومت کا سوال نہ کرنا کیونکہ اگر تم سوال کے بعد حکومت دے گئے تو تم کو کسی کے حوالہ کر دیا جائے گا اور اگر بدو سوال کے لئے گئے تو تمہاراں اعات و امدادیں بنے گی ہیں۔ **اختلاف کا عظیم ضرر** اور ایک عرصہ ختم میں یہ ہے کہ اس میں ذکر کا موقع نہیں ملتا اور فکر کا موقع تو بہت ہی کم ملتا ہے فکر تو اختلاف میں ہو ہی

سکتا۔ اس کے لئے تو یکسوئی اور تمہاراں کی محنت و صرف ہے اور ضرر بہت بڑی چیز ہے حق تعالیٰ نے جہاں ذکر کا بیان فرمایا ہے وہاں فکر کو بھی ساتھ ساتھ بیان فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: **الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اَعْلَنَ قُلُوبِهِمْ مَا وَفَعُوا وَاَوْعَىٰ جُنُودِهِمْ هُمْ لَا يَفْكُرُونَ** اور **فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ فِيمَا بَيْنَهُمَا رُكُودًا** یاد رکھو کہ ہم علوم و معارف کا درود قلب پر مڑ رہی رکت سے ہوتا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ فکر کے بعد علوم و ادب ارقب بریں آتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ علوم و ادب و اسرار کی قاعدت بدوں فکر کے حاصل نہیں ہوتی قلب علوم و اسرار کے ذیل نگہ رہی سے ہوتا ہے پھر تائید کے بعد مدوں فکر کے بھی علوم نے گئے ہیں اس وقت یہ

ہیں۔ یہ خود مصلوحہ صیغہ ہے۔ بے کتاب دیے معید وادستا

نومعصرہ صیغہ تکوین متعین رہ چکتا ہے اس کے بعد اختلاط میں بھی

## خلوة شب

اس کے دل پر اسرار و علم منکشف ہوتے رہتے ہیں بشرطیکہ خلوت

بہت وقت خلوت کے لئے مقرر رکھے۔ اس لئے ہر سال کے لئے ایک وقت خلوت کا ہونا

ضروری ہے جس میں وہ یکسوئی کے ساتھ ذکر و فکر میں متغیر ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

زیادہ کون ہو گا۔ آپ نے بھی اپنے لئے ایک وقت خلوت کا مقرر کر رکھا تھا چنانچہ پرت

کو جب سب لوگ سو جاتے تھے اٹھ کر نماز دیہ و میں مشغول ہوتے تھے حق تعالیٰ نے قیام ایلیں

کی حکمت یہی بتلائی ہے کہ دن میں متغیر فی کثیرہ کی وجہ سے یکسوئی کا وقت نہیں مل سکتا کہیں

لئے رات کو اٹھ جائیے اِنَّ رَّاتٍ مِّنْهُ اَیُّلٌ جِی اَسْتَدُّ وَطُفٌّ وَاَقْوَمٌ

قَبْلُ لَمْ اَنْ لَّدِیْ فِی الْاَنْبِیَاءِ طَیْبٌ لِّلْطَّوْبِیَّاتِ وَاذْکُرْ اَسْمَ رَبِّکَ وَتَبَسَّلِ

النَّبِیَّ تَبَسُّلاً لِّمَا یُنْفِی رَاتٍ کے اٹھنے کی نفس پر مشقت بھی زیادہ ہے اور بات

بھی اچھی طرح زبان سے نکلتی ہے۔ بجز یہ کہ رات کو اٹھنے کے بعد نماز وغیرہ میں زبان

سے ذکر و فکر میں سے حواث ممتنع ہوتی ہے کہ دل سے نکلتی ہے کہ ارشاد ہے کہ دن میں آہ کو

بہت مشغول ہے اس لئے رات کو اٹھ جائیے اور وقت صبر کا ذکر کہیں اور کسی کی طرف

یٹھو ہو جائیے یہ خلوت شب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور نبوت سے پہلے بھی ہونے لگا

تھمکہ رات دل آب خلوت میں رہنے تھے اور عارضہ میں حاکم جو کمرہ سے حاصد میر ہے

تتمارہ تھے

## مثال خلوة

خلوت کی مثال یہی ہے جیسے کوئی بے ہالی جہ کر تھوڑی دیر کے لئے

میں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ دن آہ ریہہ جو و بھی طرح جمع ہوتا

اس کے بعد بھر سے لگتے ہیں۔ اگر کچھ دیکھیں کہ جو رہا جائے تو پھر گارہ کچھ آئے لگاتے

ہاں نہاد ہیں آہ سنی طاقی جو کچھ وقت متناظر میں رہتے اور اس میں ہی جاتے رہتے

ہیں۔ یہ قلب صافی ہو جائے۔ اور دل صافی ہو جائے۔ یہ صافی ہے اس سے یہ جاتے

کہ ایک وقت خلوت کا۔ درحقیقت میں قلب نور ذکر و فکر سے پُر ہو جائے پھر متناظر کے





ایک خرابی برہگوں کی زیادہ زیارت میں یہ ہے کہ بعض دفعہ ان کی حالت سمجھ میں نہیں آتی جیسے شیخ یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص سے گیا۔ دیکھا ان کی گود میں ایک حسین لڑکا بیٹھا ہوا ہے اور اس سے سراسر اس کی تولد لگتی ہے یہ شخص بہت تحقیق حال کے ان سے مدد مانگا گیا حال کہ وہ لڑکا ان کا بیٹا تھا اور تولد میں کوئی تربت صورت شراب تھا۔ لوگوں کے استعجاب کے لئے یہوں نے یہ صورت اختیار کی تھی تو برہگوں کی ایسی حالت کے دیکھنے سے بعض دفعہ قلب میں انکار پیدا ہو جاتا ہے اور اہل اللہ سے انکار قلب میں پیدا ہو جاتا ہے سخت دامن کا ہے جس سے بعض دفعہ ایمان سلب ہو جاتا ہے مولانا فرماتے ہیں :-

بیچ تو سے را خدا رسوا کر دے ۔ تا دل صامع دے نامہ بدرد  
برہگوں پر انکار کرنا اور ان پر طعن کرنا عذاب کا سبب ہے عرف شیرازی فرماتے ہیں :-  
ہیں تجربہ کر دیم دیں دیر مگناشت ۔ با در د کیناں ہر کہ در افتاد بر فنا  
ایک خرابی یہ ہے کہ اگر ایسی حالت دیکھ کہ برہگوں سے مذاقہ دینی نہ ہوئی و حقیقت بھی مشکف نہ ہوئی تو یہ شخص خود بھی وہ کام کرنے لگتا ہے جس میں برہم سود بزرگ کو مبتلا دیکھا تھا۔ ان کی گود میں تولد نہ بیٹا تھا یہ اجنبی لڑکوں سے غلط کرے اور ان کے ساتھ ناجائز احوال کرے لگتا ہے بزرگ کے سامنے تو سترت کی بول تھی یہ پیچ مچ شراب پینے لگتا ہے اس کا دین تو برباد ہو۔ تو جس پر سے ایسے اعمال نظر ہوں جو تاویل کے محتاج ہوں۔ اس سے زیادہ نہ طور بلکہ نفس العقل کے لئے تو موتی یہ ہے کہ اس سے بالکل نہ سے لوگ برہگوں کی زیارت کو روٹی کاوہ سمجھتے ہیں مگر بعض دفعہ وہ لقمہ نگلی میں ایدہ پھنستا ہے کہ حال برنجائی ہے اہل استدیع مختلف حالات کا رد ہوتا ہے جس کی حقیقت بہت کم لوگوں کی سمجھ میں آتی ہے سمجھ کا وہاں کام میں مل کا تو پڑا ہوتا ہے مولانا فرماتے ہیں :-

یہ نہ با یمہ سر ، یم دین ۔ امتحانے بہت مار تمل ایو  
در انکلاف حالات کے متعلق فرماتے ہیں :-  
گشتن نہاید کہ ضد یہ ۔ حر کہ میری مامد کار دیس

ان غنفت حالات کو دیکھ کر طاب ہیراں ہوتا ہے پھر بعض تو اس وقت بھی تسبیح سے  
مداعتا نہیں ہونے اور نہ خود ویسے اعمال کہتے ہیں بلکہ انکشاف حقیقت کے منتظر  
رہتے ہیں اور بعض یا تو شیخ سے مداعتا ہو گئے یا بدن کشف حقیقت کے تعقید کرنے  
لگے۔ ایک سرائی غنفت بزرگوں سے ملنے میں یہ ہے کہ شاید کوئی بزرگ اس کو اپنے پر سے  
زیادہ نظر لگے اس کی کوئی ادا پسند آجائے جس نے اس کو فریفتہ کر دیا جسے جہانگیر کو  
لڑکپن میں نور جہاں کی کہ وہ بھی اس وقت بھی تھی۔ اس کی ادا پر فریفتہ ہو گیا تھا کہ کسی سید  
بی شہزادہ بھی گیا تھا۔ وہ بھی آئی تھی شہزادہ کے پاس دُکوتر تھے اچھے سے کوئی کام  
لینے کا ضرورت ہوئی۔ اتفاقاً یہ سلسلے موجود تھی شہزادہ نے وہ دونوں بکوتر اس کے اچھے  
میں سے دیئے کہ ان کو تھامے رہو جب جہانگیر فارغ ہوا تو ایک بکوتر بندر ڈبو چھا بکوتر  
کیا ہوا۔ خود جہاں لے گیا اس سے غنفتہ میں کہا کیسے اڑ گیا۔ نور جہاں نے دوسرے کو بھی  
چھوڑ دیا کہ ایسے اڑ گیا جہانگیر اس ادا پر سوجان سے فریفتہ ہو گیا۔ حالانکہ یہ بات اور  
زیادہ موجب مضب تھی کہ ایک لڑکی ہی تھا اس نے دوسرا بھی کھو دیا مگر دل کے آنے کا  
کچھ قاعدہ نہیں بعض دفعہ یہ دل ایسی بات پر فریفتہ ہو جاتا ہے جو حقیقت میں قابلِ نظر  
کے نہیں ہوتی۔ ایسی طرح ممکن ہے کہ آپ کو کسی بزرگ کی کوئی ادا پسند آجائے کیونکہ اس  
کے کمالات ظاہر تھے۔ آپ کے شیخ کے کمالات غنفتہ تھے۔ وہاں تک نظر نہیں پہنچی۔  
اب لگے دوسرے بزرگ سے بیعت ہوئے وہ صاحبِ مرامت تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ  
تم کسی سے بیعت تو نہیں۔ اس نے اقرار کیا کہ جی ہاں فلاں بزرگ سے بیعت ہوں۔ اب وہ  
خفا ہو گئے کہ غیر تم مجھ سے کیوں بیعت ہوتے ہو وہ تو بڑے کامل ہیں تم ان سے کیوں  
خزاں کرتے ہو عاؤ میں تم کو بیعت نہ کروں گا۔ اب دونوں طرف سے راہ دی گئی اپنے  
شیخ سے تو اعتقاد رہا۔ اس لئے وہاں سے فیض بند ہو گیا۔ اور دوسرے نے بیعت نہ  
کیا۔ وہاں سے بھی محروم رہا۔ اور اگر دوسرے نے بیعت بھی کر لیا اور بعد میں معلوم ہوا  
کہ یہ تو لسانِ شمس سے بیعت تھا۔ اس نے مجھے دھوکہ دیا کہ یہ بات مجھ سے ظاہر نہ کی تو  
اب بعد میں وہ اس سے خفا ہو گئے اور بیعتِ فسخ کر دی پھر بھی دونوں جگہ سے سہ کاں ہو



اور ایک خزانہ مختلف رنگوں کے پتے ہیں جسے کہ کبھی وقت دوسرے برنگ کے مرید سے اپنے شیخ کی تعریف کرے لکھتا ہے۔ اس کے تو یہ ہیں وہ اپنے شیخ کے فضائل بیان کرتے ہیں۔ پھر یہ اپنے شیخ کے کمالات ظاہر کرتا ہے وہ اس کے جواب میں اس کے شیخ کے عیوب بیان کرتے ہیں یہ ان کے شیخ میں عیوب لکھتا ہے اب تبرا ہونے لگا اور شیخہ غیور کی طرح پارٹی بندی ہو گئی جس کے محاصرہ ظاہر ہیں محتاج بیان میں بس آجکل مختلف برنگوں کی ریارت میں صلاح حاصل نہیں ہوتی بلکہ فساد پڑھتا ہے۔ اس لیے میں بعض لوگوں کو اس سے منع کیا کرتا ہوں۔

مذہب میں تو کہتا ہوں کہ بڑے برنگ کے پاس بھی کم عاؤں زیادہ رہیٹو کیونکہ گاہے گاہے خاص اوقات میں اس کے پاس عاؤں سے تو اس کو ذکر میں مشغول رکھو گئے رات و سمانت کی حالت میں پاؤ گئے اس سے اعتقاد بڑھے گا اور اگر ہر وقت پلٹے رہو گئے تو کبھی گتے دیکھو گئے کبھی موتے ہوئے کبھی خنکے شیشیائے دیکھو گئے اس سے تمہیں اعتقاد کم ہوگا اس عقلاہ کو تو یہ حالات کے مشاہدہ سے اعتقاد بڑھتا ہے کیونکہ وہ جانے کہ شیخ فرستہ نہیں ہوتا مگر نہ تو کوئی متر ہے تو بڑا کامل ہے اور ناقص افضل کسی شیخ میں دریں کی بیوں میں لڑائی جھگڑا دیکھے گا۔ اس حال باتوں سے اعتقاد کم ہوگا اور انکی اعتقاد بھی کم نہ ہوتا بھی ہر وقت رہیٹو کیونکہ شیخ کو بھی تو اپنے اوقات کی پابندی ضروری ہے زیادہ پلٹنے سے اس کو کدورت ہوگی۔ در شیخ کو مکمل کرنا واجب ہے مگر یہ اس کی رعایت بہت ضروری ہے کہ اس کے پاس عاؤں ایسے وقت میں عاؤں کہ اس وقت تمہارے پاس سے اس کو کدورت نہ ہو

**آداب عبادت** | عقیدے تو اس کی یہاں تک رعایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی جہالت کی وجہ سے کسی دن میں عبادت کو مہجوس سمجھتا ہو تو اس کی عبادت کو اس دن نہ عاؤں کیونکہ اس سے اس کو دست برداری ہوگی اب بعض متکبر مولوی اس مذاق کے ہیں کہ نہیں سی ان جا چاہیے اور اس کے عقیدہ کی اصلاح کرنا چاہیے۔

سکھان، شد اصلاح عقیدہ کا وقت بھی یہی رہ گیا یاد رکھو اس دن میں جانے سے حب پہلے

ہیں۔ سنا تو سن ہو جائے گا تو وہ نہیں۔ یہی بات یہ توجہ بھی نہ کرے گا اصلاح کا طریقہ بھی یہ ہے۔  
 دوسرے دن ۱۰ دواؤں، آؤں میں اس کے عقیدے کی اصلاح کر دو۔ واقعی حضرت عقیلہ  
 کا وجود بھی امت کے لئے رحمت ہے۔ مسلمانوں کو کفر اور وحشت سے بچانے کا نسخہ کیا  
 ہے کہ عبادت میں حلاوت، فطرت کی رعایت کی ہے کہ جس دن میں پہلا عربیہ دت کو محسوس سمجھیں  
 جس دن عبادت نہ کر دو۔ اور وہ عبادت سنی ہوگی جیسے ایک پہرے دوست کی عبادت کو گیا  
 تھا وہ اس کی صورت ہی دیکھ کر پریشان ہو گیا کہ یہ کجنگت کہاں آ رہا۔ اسی صبح کہ گاہ اور  
 میری کچھ۔ اُسے گاہ پہنچ کر لے کر چل پڑی کہ اس کی حالت سے مرعض سے بھلا کر کہا کہ  
 مر رہا ہوں۔ وہ مجھ پر ہنس رہا ہے۔ بڑے کو آپ مرنے میں احمدیہ بھائیوں کا ہنگامہ  
 کو سنی دوستوں میں ہے۔ مرعض نے کہا کہ نہ ہر لڑکا ہوتا ہے۔ تب سمجھے کہ کسی دوا کا نام کیا  
 ہو گا۔ کو دوا خدا سے رگ رگ میں جو منت کرے۔ پھر روح کو اسے حکیم کا علاج ہے۔  
 مرعض سے کہا کہ موت کا پہرے جو بڑا دکھنا ہے کہ وہ کو شاکر کرے بڑے  
 اچھے طبیب ہیں کہ بتا رہے ہیں عبادت سے کیا نفع جس سے مرعض کو یہ سنتی کے وحشت  
 ہو اس لئے عبادت کے واسطے وہ لوگ جہنم میں مرعض کو اس پر اور ان کے واسطے  
 تسلی ہو ایسے لوگوں کی عبادت سے واقعی مرعض میں تعقیف موتی سے چاہے ایک بار کا جو  
 میں بھی والد صاحب کا خط ملا کہ میں آجکل ایک ضرورت سے آگے آ رہا ہوں۔ یہاں بھی کہ  
 یہ ہو گیا ہے میں سطر دیکھنے ہی آگے آ رہا ہوں۔ مرعض میرے حالت ہی دلدادہ صاحب، مکمل  
 چھے ہو گئے تو عبادت کے لئے صرف یہی لوگوں کو جہنم چاہئے جن سے مرعض کو اس ہو  
 در دوسرے لوگ جہنم میں بھی تو دامن جا کر زیادہ باتیں نہ مانی جائیں۔ اس سے مرعض کو  
 وحشت ہوتی ہے۔ پس مراج پرسی کر کے تھوڑی دیر نہیں بھر ایسے کام میں لگیں۔ مگر بیچ  
 عبادت یہ ہے کہ مرعض کے پاس گھٹنوں میٹھے اور۔ میں ہاتھ ہیں جس سے اس غریب  
 کو تحلیف ہوتی ہے مگر یہ اپنے گان میں ہی پر، حسان کر رہے ہیں اس میں غیر مسلموں میں یہ  
 قاعدہ ہے کہ جب کوئی کسی سے ملے اس سے کہ وہ پوچھ لیتا ہے کہ اب کو کچھ کہا ہے اگر کہ  
 ہو تو فوراً سن لیا اور کو کچھ کہا۔ ہو تو فوراً رخصت کر دیتے ہیں مگر مرعض یہاں کوئی ایسا

کو سے تو کبھی آجائے وطن دلشیں ہونے لگے اور اس کا راز یہ ہے کہ ہم لوگوں کو کوئی کام نہیں اس لئے وقت کی بھی قدر نہیں۔

**اجتماع تعزیت** | الغرض تعزیت میں ان لوگوں کو جانا چاہیے جس سے داروں کو تسلی ہو۔ باقی لوگوں کو خط سے تعزیت کرنا چاہیے مگر آج کل قاعدہ یہ ہے کہ جہاں برادری میں کوئی مراہ چاروں طرف سے گٹھیاں لے کر برادری والے اس کے یہاں دمقبہ ڈالتے ہیں۔ اس بیچارہ کو ایک غم تو اپنے عزیز کے مرنے کا تھا دوسرا غم ان زندوں کے کھلانے پلانے کا ہوتا ہے۔ پھر گاڑیوں کے گھاس دانے کا ٹنگ تردد یہ بھی کوئی انہیت ہے جسے بھند شہر میں بھی یہی رواج تھا کہ چاندیوں کے دن میت کے گھر ساری برادری جمع ہوتی تھی ایک رئیس رائے نے اس کا خوب مزاج کیا اس کے دادا کا انتقال کے بعد جب موقع پر ساری برادری جمع ہوئی۔ اُسے ناگوار ہوا کہ مجھے ایک تو والد کا غم تھا دوسرا غم برادری کے کھلانے پلانے کا سر پڑا۔ اس نے ملامت کے خوف سے عمدہ عمدہ کھانے لڑکھوئے اور سارا انتظام کیا جب کھانا تیار ہو گیا اور برادری کے لوگ کھانے کے واسطے بیٹھے اس وقت رئیس رائے سب کو خطاب کر کے کہا کہ مجھے آپ حضرات سے ایک بات عرض کرنی ہے۔ وہ یہ کہ سب صاحبوں کو معلوم ہے کہ میرے سر پر سے والد صاحب قبلہ کا سایہ اٹھ گیا ہے اور اس کا جتنا رنج و غم بیٹے کو ہوتا ہے سب جانتے ہیں تو اس حالت میں میری ایک ہمدردی کرنا چاہیے۔ کیا یہی ہمدردی ہے جو آپ لوگ کر رہے ہیں آپ لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ میں تو غم میں مبتلا اور آپ بلاؤ زردہ کھانے کے واسطے تیار رہیں مجھے جو کہنا تھا کہہ چکا۔ اب بسم اللہ کیجئے لوگوں سے کہا تم نے جو تھے تو پیسے ہی کھادیئے ب کھانا خاک کھا دیں یہ کہہ کر سب لوگ دستہ خون پر سے اٹھ گئے اور دوسرے مکان میں جو کمرن کی کٹی ہوئی کہ واقعی یہ رسم بہت واجبات ہے اس کو توڑنا چاہیے جب پختہ ہو گیا کہ میت کے گھر تعزیت کے لئے سب کو جاسے کی ضرورت نہیں خاص خاص عزیز کو جانا چاہیے اور برادری والے حائش بھی تو تعزیت کر کے فوراً واپس چلے آئیں وہاں کھانا نہ کھائیں یہ طے کر کے سب چلے آئے۔ اور وہ کھانا غرا۔ ہو کھادیگا۔

ساک کے لئے تہنہ | یہ گنگو اس پر بھی تھی کہ میں نے کہا تھا کہ صبح کے پاس ایسے وقت میں جا، جیسے جس میں تمہارا جانا اس پر گراں نہ ہو

میروں کو زیادہ لپٹے میں یہ بھی خرابی ہے کہ بعض دفعہ ایسی حرکات تم سے صادر ہوں گی جن سے دن کو انقباض ہوگا۔ تھوڑی دیر پاس بیٹھے میں تو تم اپنی حرکات کی نگہداشت کر سکتے ہو اور وقت پاس رہتے ہیں اس کی رعایت دشوار ہے اور اہل اللہ میں چونکہ لطافت زیادہ ہوتی ہے اس لئے ان کو بعض ایسی حرکات سے انقباض ہونا ہے جن کو تم معمول نہ سمجھتے ہو۔

حضرت مرزا مظہر عباسی، دہلی کے بھائی ایک مریدوں میں دو دفعہ آیا کرتا تھا ایک بار ان سے عرض کیا کہ حضرت مجھے عام خدمت ہوتے ہوئے تیار نہ کرنا چاہیے آپ نے مجھ سے کوئی دلائل نہیں فرمائی میرا دل جانتا ہے کہ آپ کوئی دلائل نہیں کریں اور میں سکو پورا کر دوں۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ کبھی تم محنت سے مل جیتے ہو میں یہی کافی ہے۔ دلائل کی کیا ضرورت ہے اس سے پھر اصرار کیا تو دیا کہ تمہارے ام کے بعد میں ایک دلائل کرنا ہوں بڑا نامنا اس نے ہاتھت میں تو عدم ہوں میری کیا مثال کہ حضرت کہ دلائل سے مراد انوں خصوصاً

سند سے اصرار ہے نہ آپ وہاں پہنچ جاتا ہے کہ میری دلائل سے یہ دلائل سے کہ تم سال میں دو بار تیار نہ ہو اس سے بہ دلائل آیا اور یہ تو وہاں پہنچتے ہو تمہارے کھانے کو دیکھ کر میرے پیٹ میں گڑبڑ ہوئے تھی ہے کہ جب تک کہ میں سے تیار نہ ہوں وقت تک طبیعت درست نہیں ہوتی تو میں بہ بہ میں یہ تو آج تک ہے مگر دو دفعہ مشکل ہے کیا تھا، یہ طاقت کا کہ وہ بہت کو یہ دلائل سے نہ تھا کہ آپ کے پیٹ میں گڑبڑ ہوئے تھی چاہے کھانے والے کو حاکم بھی اثر نہ ہوتا ہو۔ اسے طبیعت ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت ان کے ہاں یہ سب نہیں انہی دلائل سے ایک طب زیادہ بڑی سوائے تھیں مرزا صاحب کی نظر سونوں پر پڑی پڑی رہ گئے تھے تو ان کے منکر اس کے ساتھ آپ سے مل کر کہ حالت تھی نہ ایک مہر سے آپ سے مراد یہ نہ تھا کہ جو کوہاں سے اس میں اسے وہ بیمار دیکھ جاتے کہ دینا کہ اسے بدیشہ بن کر مرزا صاحب بہت زکات میں اور بچے سوچتے ہوئے میں ایسا ہو کہ

اگر کسی حرکت سے نہ کو حلیف پہنچے تب اس سے کہی جائے کہ اس کی کوئی چیز اس میں  
 کر وہ اپنے حق اور اس میں اس کو جو نہ ملے اس طرح نہ جلتے نہ ٹپکتے ہوں  
 اور کہ اس میں اس کو جو نہ ملے اس طرح نہ جلتے نہ ٹپکتے ہوں  
 ٹپکتے نہ جلتے نہ ٹپکتے ہوں۔ اب مراد اس سے اس کو جو نہ ملے اس میں تو ملے  
 ہیں مراد اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں اس کو جو نہ ملے اس میں تو ملے  
 حاضر تو ہیں مراد یہ ہے کہ اس میں اس کو جو نہ ملے اس میں تو ملے  
 ہیں کوئی چیز اس میں اس کو جو نہ ملے اس میں تو ملے  
 بیٹھ گئے اس وقت معلوم ہوا کہ مراد اس سے اس کو جو نہ ملے اس میں تو ملے  
 میں غلاب افعال حرکات اور جواری ہیں اور جواری کی سوخی افعال کے خلاف ہیں کہ وہ  
 مقتضایہ ہی ہے کہ جواری کی طرح سوخی ہو اور اس کی طرح میں نہ ہو اس میں نہ جلتے نہ ٹپکتے  
 سوخی ہی پسند تھی مقاصد اس سے بھی اس میں اس کو جو نہ ملے اس میں تو ملے  
 جانی ہے اس میں اس کو جو نہ ملے اس میں تو ملے  
 ہوگا تو اس کا مقصد یہ ہے کہ اس میں اس کو جو نہ ملے اس میں تو ملے  
 کچھ بھر دو گئے تو جانی ہی کہ اس میں اس کو جو نہ ملے اس میں تو ملے  
 کہ اس میں اس کو جو نہ ملے اس میں تو ملے

ایک مرتبہ شیخ کو زیادہ پشیم سے یہ ہوتا ہے کہ تم نے بزرگوں کے قصے دیکھے تھے کہ ان  
 بزرگ رات میں سو کر کھین پڑ جھوڑ شہابی کی کسی کھین پڑ جھوڑ شہابی کی کسی کھین پڑ جھوڑ  
 ذکر کرتے تھے۔ یہاں سے تم نے اپنے شیخ کو دیکھا کہ وہ تو نہ شیخ سے صیغہ اعتقاد  
 ہو گئے۔ اور تم کو اپنے شیخ کے سامنے کسی کی طرف اشارت تھی کہ وہ چاہتے تھے

عظمت شیخ | حضرت مولانا شامی رحمہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر کسی شخص میں غلبہ و  
 عظمت ہو تو اس میں اس کو جو نہ ملے اس میں تو ملے  
 کہ اس میں اس کو جو نہ ملے اس میں تو ملے  
 وہ اس کی طرف اشارت تھی کہ وہ چاہتے تھے

جاننے والے ۔

میں سے جو عظیمیہ تو حاضری صاحب کی مجلس کے صاحبزادے میں رہا تھا، اس وقت  
 طویل زمانہ بہت بڑے بزرگ وہاں موجود تھے۔ حاجی صاحب بھی ان کی تعریف فرماتے تھے  
 مگر میں سمجھتا ہوں کہ خدمت میں نہیں گیا ایک دفعہ جواب میں دیکھا کہ اس بزرگ صاحب سے  
 ہر ہے جس کے تم میں یا شامے ملے ہیں گئے ہیں بے کہ یہ شیون دق ہیں اور طرح کی  
 مثال میں ہے جیسے کوئی اور بھی کہہ چنبچے کے لئے جواب تو مختص کہ جی ہند سے سوار  
 ہو اس کو مہنتی کے ہند پر آنے کی کیا ضرورت ہے، وہ جو مہنتی کے ہند سے سوار ہو۔  
 اس کو کہہ جی جائے کی کیا ضرورت ہے، مقصود تو کہہ ہے اس کے لئے کسی ایک ہند سے سوار  
 ہو، کافی ہے اس طرح مقصود وصول الی اللہ ہے اس کے لئے ایک شیون کی صحبت کافی ہے  
 دنیا بھر کے شیون کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے میرے اس جواب پر وہ بزرگ خاموش ہوئے  
 تو جس طرح اپنے شیون کے ہوتے ہوئے دوسرے شیون، جبار کی طرف انتہا مطالبہ کرتے  
 ہیں وہی طرح شیون انوار کی طرف انتہا بھی ضرور ہے اور پتہ شیون کے حالات کو اس کے  
 حالات سے سوار نہ کرنا تو بہت ہی حاشیہ ہے مگر کثرت اسکا طریق محض لوگ اپنے شیون  
 کے غماں کو پہنچنے کے لئے اعمال سے سوار نہ کر کے لگتے ہیں یہ طلب کے لئے بہت  
 مغر ہے

برگوں کی صحبت کے آداب سلاطین کی صحبت سے بھی زیادہ ہیں۔  
**آداب صحبت** | کیونکہ سلاطین تو اپنی سلطنت کے بقا کے لئے بعض دفعہ اپنی دربار  
 کی رعایت بھی کرتے ہیں کہ مبادا یہ ہم سے برکت نہ ہو کہ کسی دوسرے کو مانتا رہ جائے۔  
 یہ سلاطین ہیں۔ سو اس کے برابر لطافت بھی نہیں ہوتی، اس لئے ان کو اپنی درباری بعض حکمتوں  
 پر امتداد ملتی ہیں اور ان کے کسی کا حوصلہ سے ہر حد کے۔ کسی کا دل پر دباؤ ہے  
 اور سلطنت میں نہ بہت ہوگی ہے اس لئے ان کی صحبت کے آداب بہت صحت ہیں جو  
 ان آداب کی رعایت کرتے اس کو برگوں کے زیادہ احتیاط سے متوجہ کیا جائے گا  
 اور جب برگوں سے زیادہ احتیاط کرنا بھی ہو تو اس سے احتیاط تو کون کون

ہو گا۔ بس مالک کو اکثر اوقات عزت میں رہنا چاہیے ہاں جس شخص کی صحبت میں دین ہی دین ہو، صلاح ہی صلاح ہو، فساد کا باطل اندیشہ ہو اس سے ملے کامضائقہ نہیں، بلکہ ایسی خلوت خلوت سے بہتر ہے اور جس کے اخلاط میں صداد کا کچھ بھی اندیشہ ہو اس سے نہ ملے حتیٰ اگر ایسے شیخ کی مجلس میں بھی غیبت ہونے لگے فوراً اٹھ جاؤ جیسے بارش عمدہ چیز ہے اور اس میں ہانا معید بھی ہے، مگر اولے پڑنے لگیں تو ہاگ ہی جاہیے، اس طرح شیخ کی باتیں مارش کے مشابہ ہیں اور غیبت و عیزہ اولے کے مشابہ ہے حب تک بارش ہی بارش ہو جے رہو اور جب اولے پڑنے لگیں تو بھاگو۔

### محاسن اعتکاف

جب آپ کو کثرتِ اعتکاف کے مفاسد اور نفعِ اعتکاف کے منافع معلوم ہو چکے تو اب سنئے کہ شریعت نے قلتِ اعتکاف کی کیا صورت بتا دی کہ ہے شریعت نے قلتِ اعتکاف کی صورت اعتکاف بخیر کی ہے، اور رمضان میں اس کا حاصل تہم کی گئی ہے چنانچہ عشرہ اخیرہ میں اعتکاف کرنا سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے، مگر نئے رمضان سے اس کو بھی عام معلق ہے، بہر حال تعلیل اعتکاف کی یہ ایسی صورت ہے کہ کوئی صاحبِ ریاضت اس کی نظر نہیں دکھلا سکتا اعتکاف میں۔ وہ عزائم ہیں جو خلوتِ محضہ میں ہیں۔ وہ عزائم ہیں جو اعتکاف صرف میں ہیں، کیونکہ متکلف خلوت میں بھی ہے اور خلوت میں بھی یہ ریاضت خلوتِ دونوں کو جامع ہے یہی ریاضت جو دونوں کو جامع ہو کسی صاحبِ ریاضت کے خواب میں بھی نہ آئی ہوگی۔

اہل اعتکاف نے عزت میں ایک خرابی یہ بتلائی تھی۔ اُس سے تعلیم و تعلم کا باب مسدود ہوتا ہے، تو یہ خرابی اعتکاف میں نہیں، کیونکہ متکلف کو تعلیم و تعلم سے منع نہیں کیا گیا اور چونکہ اعتکاف مسجد میں ہوتا ہے جہاں اہل علم آتے رہتے ہیں اس لئے متکلف کو تعلیم و تعلم میں کوئی دقت بھی نہیں ہو سکتی۔

ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ عزت میں جماعت کے ثواب سے محروم ہو جائے، اعتکاف اس سے بھی منزہ ہے، کیونکہ اعتکاف کے لئے مسجدِ جماعت شرط ہے، متکلف سے زیادہ توجہ سے ثواب کسی کو مل ہی نہیں سکتا، وہ تو ہر نماز میں بحیر اولیٰ کو پا تا ہے اور ہر

وقتِ حرام کے سطر میں رہتا ہے۔ درانتظارِ حرامت کافر بھی جماعت کے برابر ہے۔

ایک خرابی یہ بتائی تھی کہ عزت میں بندہ لوگوں کے فیض سے محروم ہو جاتا ہے۔ اعتکاف اس سے بھی منزہ ہے کیونکہ یہ شخص یا چوں وقت نمازیوں سے ملتا ہے جن میں بعض اوسب بھی ہوتے ہیں۔

ایک خرابی یہ بتائی تھی کہ عزت میں صرف اپنے اعمال میں پیش نظر ہوتے ہیں جس سے عجب کفر و بدعت ہے اور اعتکاف میں اپنے سے افضل کے اعمال پر نظر پڑتی ہے تو تواضع پیدا ہوتی ہے اعتکاف میں یہ غلطہ بھی نہیں کیونکہ مسجد میں بہت لوگ نماز کے لئے آتے ہیں جس میں بعض بہت عبادت کر رہے ہوتے ہیں معتکف کی نظر ان کے اعمال پر بھی پڑتی ہے تو کبر و عجب پیدا نہیں ہو سکتا۔

ایک خرابی یہ بتائی تھی کہ عزت سے شہرت ہو جاتی ہے۔ اعتکاف میں یہ بات بھی نہیں کیونکہ معتکف کسی بندہ کی گھو میں نہیں بیٹھتا جس سے شہرت ہو مگر سنی کی مسجد میں شہرت ہے جہاں سب ملاقات بھی ہوتی رہتی ہے اور اس کو عزت کو شہرت دینے والے گریہ نہیں شمار کیا جاتا اس سے معتکف کی شہرت بھی نہیں ہوتی۔ یہ سال بیسوں اعتکاف کرنے والے کو بھی بزرگ شہور نہیں ہوتا اسی طرح اعتکاف میں وہ غواہی بھی نہیں خواہ مخواہ صرف میں تھے اعتکاف میں ایک مصرت یہ تھی کہ اس میں انہر کی صحبت بھی بعض دفعہ ہوتی ہے اور انہر کی صحبت سے دین کا حذر ہوتا ہے سو معتکف اس سے محفوظ ہے کیونکہ شرار مسجد میں آتے ہی نہیں مسجد میں نماز آتے ہیں اور نماز اگر یک ہوتے ہیں اور اگر بعض بد بھی ہوں تو نماز کے وقت وہ نیک ہی ہوتے ہیں اس لئے ان کی صحبت میں ہوتی مسجد وہ صحبت ملوں نہیں ہوتی یہ لوگ مسجد میں نماز کے بعد ٹھہرتے ہی نہیں تو صرف نماز کے وقت میں تھوڑی دیر کی صحبت ہوتی ہے اور اس میں بھی شرارت سے نالی اور نیک کام میں مشغول ہوتے ہیں۔

ایک مفسدہ یہ بتایا تھا کہ اعتکاف میں وقت بہت ضائع ہونے سے باتوں میں وقت





ہے اور اگر خصوصیت میں تو اس میں کم کو حوالہ مختلف بیان کرنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ بقصدہ  
 ملاحت سہلہ ایہ مستحق میں مادہ استحقاق علت حکم ہوا اگر لکھے میں مطلب یہ ہوا اگر گفت  
 علی لہ نوہ کی علت اعتکاف ہے اور یہ مطلب ہوا خصوصیت کے صحیح میں ہو سکتا۔  
 جواب یہ ہے کہ اگر انہوں کے ترک کر کے کی دوسری میں اور ہر ایک کا جدا جدا حکم ہو یکسا  
 ترک تو اصل ہے یعنی گناہ کا عدم اصلی کے ساتھ منعدم ہونا اور ایک وہ ترک ہے جو عدم  
 کی ساتھ ہو یعنی ترک کو قصد کیا ساتھ مستحق کیا سوا دل قسم ہو تو کوئی ثواب نہیں ملتا سہلے  
 کہ ثواب غنا قصد پر ہے دوسرے سے ترک تو غیر متناہی ہیں تو چاہیے ہر گز میں غیر  
 متناہی جبراً کرے اور اس کا کوئی قائل نہیں اس کا التزام خلاف اجماع ہے اور دوسری  
 قسم پر ثواب ہوتا ہے ایسے کسی معصیت کی طرف استغاثت ہوا اور اس نے سودک لیا نہیں  
 ثواب ملتا ہے یہ قاعدہ تو عام ہے۔

بسمحمد کہ اعتکاف میں یہ تخصیص ہے کہ حساب کرتا ترک  
 خصوصیات اعتکاف | ثواب ملتا ہے گویا اس کے دہن میں ہی نہ ہو اور ان سے  
 اس کے ترک کا قصد بھی نہ کیا ہو اس میں خصوصیت ہے اعتکاف میں جو مطلق حلت میں نہیں  
 جس کی وجہ سے مفسور سے فرمایا ہوا ایہ المتکلف یعنی کف الدوب اور اس کی تائید اس  
 سے ہوتی ہے کہ اس کا حد جس کو ہوتا ہے۔ ویمدی لہ من احتسا کہ من الحنات  
 کلہا یعنی جس منات پر یہ تو در تھا اور اعتکاف کی وجہ سے نہیں کر سکتا گو اس نے ان کتب  
 بھی مذکور ان سب کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے (اور دلیل میں عموم کی  
 الحنات کلہا عام ہے) پس جب مختلف کے لئے تمام منات کا ثواب لکھا جائے تو  
 اس پہلے حد کا مطلب یہ معلوم ہو کہ ہے کہ تمام گنہوں سے بچنے کا ثواب ہی لکھا جاتا ہے  
 گو اس نے ان سے بچنے کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور یہاں سے معلوم ہو گیا کہ اہل احکام کے  
 جو علت میں یہ خرابی سب کی غمی کہ اسکی وجہ سے آدمی خدمت خلق کے ثواب سے  
 محروم ہو جاتا ہے۔ اعتکاف اس سے بھی نری ہے کیونکہ اس میں تمام طاعات کا ثواب  
 مختلف تو در تھا مگر اعتکاف کی وجہ سے نہ کر سکا ثواب ملتا ہے پس مطلق حلت، اعتکاف کے



لے خواجہ چیری۔ شب قدر سنان ہر شب شب قدر است اگر قدر بدنی  
 اس لئے اس رات میں جاگنا چاہیے، ورنہ کسی کہ خود جاگ نہ آتا ہو تو وہ اگر چاہے  
 دوسرے کے پاس ہی پڑے ان کی حالت دیکھ کر چکھی ہو جائے گی پھر خود بھی جاگنا۔ سان ہو  
 جائے گا کسی نے مونا۔ لے اس جماعت کی مجاورت ہی کا ستورہ دیا ہے فرماتے ہیں  
 خواب بگڑا مشبہ اسی پندہ ۔ یک تہیہ در کہ شے سے خواباں گزر  
 جن لوگوں کو تہجد کی عادت نہ ہو وہ چند روز خافہ میں کہہ رہیں انشاء اللہ بہت  
 حد عادت ہو جائے گی یک رات قابل تہیہ سب کہ شب قدر میں تمام رات جاگنا لازم نہیں  
 بعض لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ شب قدر میں تمام رات جاگ ضروری ہے جیسا کہ فضیلت  
 حاصل ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ شب قدر ایک خاص وقت کا نام ہے جس میں تہجد ہوتی ہے  
 بر صبح نہیں بلکہ تمام رات کا ہر حصہ شب قدر ہے چنانچہ قرآن میں ہے *ہی حتیٰ مطلع الفجر*  
 در یہ خود ہیبت میں آتا ہے من حرمنا فقد حرم الخلیفہ کلہ وہ بھی ہماری ہی دلیل ہے  
 کیونکہ محروم ہونا یہ ہے کہ کچھ نہ ملے ورنہ اگر کچھ مل جائے تو وہ محروم نہیں جیسے سائل کو ایک  
 روپیہ یا ایک پیسہ ہی مل جائے تو کس کو محروم نہیں کہہ سکتے پس اگر کوئی شخص تمام رات نہ جاگے  
 بلکہ سحری ہی میں اٹھ کر صبح سے پہلے ذکر کثرت نماز پڑھے اس سے بھی شب قدر کی فضیلت  
 حاصل کر لی محروم نہیں ہوا جیسا کہ تہامی سے مراد ہے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے ذیل  
*ساعة من باب السب والوفاء* اور حوصلت کہہ گئے زیادہ جاگے بیشک اس کو زیادہ  
 فضیلت حاصل ہوگی لیکن یہاں سے کہنے کے لئے تمام رات جاگنا ضروری نہیں بلکہ بعض  
 کو تو ساری رات جاگنا مشروع ہے جن کو اس سے اپنے بیمار ہونے کا مدیہ ہو حضرت  
 حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو عالمیں جمع ہوئے تھے وہ سب کے سب دونوں  
 رات کو جاگتے تھے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی دونوں تھن چاہتے تو  
 حاجی صاحب اُن سے فرماتے کہ بھی بہت رات ہے سو رہو جس مونا صبح کے قریب اٹھتے  
 تھے کیونکہ وہ بزرگ مریحی کے مولا کا زیادہ جاگنا مستحقاں لئے حاجی صاحب ذکر  
 کے اٹھتے تھے۔ ان کو منع فرماتے اور یہی ہی موقع پر حضرت حاجی صاحب مغر پڑھتے تھے

ہم ہے، اپنا ایک بھی نادر اگر پہچے وہاں۔ اگرچہ کرتے ہیں بہت سے نادر افراد ہم  
 یہ شعر حاجی صاحب بن کا ہے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ زیادت  
 کرنے سے کچھ نہیں ہوتا، بلکہ قاعدہ کی سائنہ کام کرے سے نفع ہوتا ہے ایک شخص دو بچے  
 سے جاگ کر ذکر میں مشغول ہوگا، مگر سر میں درد ہے کام میں جی نہیں نکلتا یا نیک کے جھوٹے  
 ہے ہیں یہ مفید نہیں اس شخص کو تین بچے اٹھ جیسے جب غیب خوب تھ جائے، اب تو  
 یہ کام میں لگے گا دماغ تازہ ہوگا، تو یہ بھی خوب ہوگا، اس سے نفع ہوگا غیب قدر کے  
 متعلق یہ ضروری مضمون تھا اس لئے بیان کر دیا، اب میں حتم کر رہا ہوں، اور اس بیان کا نام  
 تفسیر الاحقاف مع الامام فی صورتہ لا شکافی تیسرے مقام بخوریز کر رہا ہوں

اور تیسرے مقام سے ملا مسجد ہے جیسے : واعظ مبارک ہے ایسے ہی اس کا نام بھی ملتا ہو  
 گیا در مجموعہ موعظ رابعہ کا نام ابواب مجاہدہ رکھتا ہوں، جو کہ یہ چاروں وعظ ایک ہی  
 آیت کے متعلق ہیں اور انہیں مضمون بھی ایک ہی بیان جو ہے یعنی مجاہدہ کا اس لئے جو  
 صاحب ان کو طبع کریں وہ سب کو یکساں طبع کریں، متفرق طبع نہ کریں کہ جس مسطورین منت  
 ہو جائے گا، اس سے پہلے بھی روحان کے متعلق چند موعظ یکساں ہی طبع ہوتے ہیں، اس کا  
 لقب بخت اختر ہے جو کہ یہ وعظ چاروں میں اس لئے، اس کا لقب عناصر اور مجاہدہ ہے کیونکہ  
 ان میں مجاہدہ کے چار ارکان بیان ہوئے ہیں اور لغت میں ارکان عناصر ہم معنی ہیں۔

اس دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ ہم پر سلیم عطا فرمائے، اور عمل کی توفیق دے آمین

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علیٰ حیی خلیفہ مسیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ  
 اجمعین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والحمد للہ  
 الہی بسمہ و الحمد للہ



# التہذیب

اعتکاف کے مسائل و مقاصد

۲۔ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ کو جامع مسجد تھانہ میں ۳۳ گھنٹہ  
 اعتکاف اور مسکنی محنتوں کے بارے میں ٹیچنگ کر میں فرمایا  
 جسے مولانا محمد عبد اللہ صاحب مکتبہ تھانہ نے قلمند فرمایا۔  
 سہ ماہیوں کی تعداد تقریباً ۱۰۰ سو تھی۔

وعظ منشی بہ

# التہذیب نمبر ۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خطبہ ماثورہ

الحمد لله غمدہ و نستعینہ و نستعصرہ و بومنہ و بقرکل  
علیہ و نعوذ باللہ من شر و ما یفسد و من سیئات اعمالہ  
من یمجدہ اللہ و لا یصل لہ و من یضللہ و لا یقادی لہ و لا یستہد ان لہ  
اللہ اللہ و لا یشریک لہ و لا یستہد ان سیدنا و مولانا محمد عبیدہ و براسوہ  
وصلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و بارک و سلم

اما بعد : فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اسم اللہ الرحمن الرحیم  
ویرد عشر لعمروہم و لا یغنیون الا اللہ فی ذوالی جمادی یشرکم و رکتکم  
من رحمۃ و یطہرکم من اثمکم و یغفرکم

میں نے اس سے پہلے تین جہوں میں جو طوطی سے بیان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض  
حکم و مصالح کے لئے اس مہینہ مبارک میں روزہ اور قیام میل یہ دعوہ و قیام مسترعی  
ذوالی میں اور ان حکم و مصالح کو بھی محقق کیا تھا اور یہ بات بھی بتائی تھی کہ حقیقت ان عباد اللہ  
کی بچہ دہ، اور بعض امراض، فیزک کامیاب ہے کہ ہمیں بعض ماضی کے معجز میں قیام میں کو دل سے  
اور بعض میں روزہ کو دخل ہے اور یہ بھی بتلویا تھا کہ وہ حکم و مصالح جب مرتب ہوتے ہیں کہ  
بہت حقوق انکے دیکھے جاویں اور ان حقوق کو بھی بیان کیا تھا ورتبید میں یہ بھی بیان کیا تھا





ایک حضرت پریم ہی اور مجھے باوجود اس کے کہ عارف کامل تھے مگر میں نے ان کو پہچان نہیں اور نہ چہرہ کوئی عجیب بات ہیں اگر یہ منہ تو یہ ہے کہ دل و دلی ہی تمام گریہ و صیغہ صیغہ میں ہاں وں دلی ہی تمام صیغہ صیغہ ہے اور ابھار کی ہے کہ نسبتیں مختلف ہوتی ہیں ہر ایک دلی کی نسبت کا لگ بھگ ہوتا ہے۔

اس پر ایک اور حکایت یاد آگئی حضرت صدر مہر سید فرشتے ہیں یہ سمجھتا تھا کہ میں اولیاء اللہ کو پہچانتا ہوں لیکن ایک مرتبہ ایک محقق نے کہا ہاں صدیقوں کا نہ دیو و اماں دروہاں یک شخص علیحدہ نماز پڑھتا تھا میں نے سہ سے کہا کہ بھائی تم سب جمع ہیں کیوں نہ ایک ہیں ہوتے وہ شخص صاحب مال تھے اور انے جو جو بڑا خود بخود بظاہر قواعد تشریع پر مطبق نہیں ہوتا مگر واقعہ میں خلاف ہیں جواب یہ دیا کہ تلامذہ لوگ کس سے روایت حدیث کی ہیں کرتے ہیں حضرت نصر علیہ السلام نے فرمایا کہ سفیان اور دارمی وغیرہ سے کہا کہ خود اللہ تعالیٰ سے حدیث ہاں کرے اسکو کیا ضرور ہے کہ سفیان دارمی سے بیان کرے ہر علیہ السلام سے دیا کہ اس کی حدیث کی ہے نہ دیکھ کر کہیں سکی نہ ہے کہ میں تم کو پہچانتا ہوں اور تم مجھ کو نہیں پہچانتے تم نہ سو اور نہ تو بھلاؤ میں سے کوئی ہوں ہر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کس روز مجھ کو معلوم ہوا کہ بعض اہل دلایت کو میں بھی نہیں پہچانتا سب سے اولیاء اللہ حضرت صاحبی لا یعرفہمہ سو فی نیلے حضرات سے ارشاد و تحقیق بھی مستحکم ہوتے مگر ان کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ ہم سے کسی کو نفع نہیں حضرت احمد مادہ انی مضمون کو بیان فرماتے ہیں

احمد تو عاشقی بے شک تیرا کار دیوار باش سلسلہ شدت شدت

تو سمجھ لے احمد تو عاشق ہے تجھے بڑی مریدیا سے کیا کام ہے دیوار زرد سلسلہ ہوا ہوا ہوا نہ ہوا نہ ہوا

دریں خوب کا دقتی میں خلافت قیام ہو اس میں سے کہ وہ حدیث میں مفید فرماتے ہیں۔ یوں ساگی یا انکو پہلے سے معلوم ہوں گی درحقیقت میں وہ شخص تھے کہ حکم و دست ضروری ہو گا اس ضروری کو حدیث میں نہ سے تعبیر کیا کہ یہ جو ہے دیا ہر حضرت ابن ماجہ نے بڑے نو مارت کامل لیکن انہیں کونہ بھی بار سبب طرقت نہ تھے سلسلہ تمام مدین دیا قدس فرماتے



پس پند شخص مقام اہلہ کے لئے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا کہ تہدے جہاں ایک سجدہ رہے کوئی ایسے بودہاں جا کر دُرکت پڑے، دُریوں کہہ دے ہذا کلابی ہریرہ یعنی یہ دُرکتیں ابو ہریرہؓ کے لئے ہیں اور ظاہر ہے کہ صحابی کا غیر مد رک باقی اس قول کما مرفوع ہوئے پس حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ فرمان مرفوع حدیث کے حکم میں ہے پس زندہ کو ثواب مل جاتا ہے، انقصہ اس شخص نے حضرت برید بن آدم سے کہا کہ میاں جاؤ کسی بیوقوف کو بہکانا میری بہ کا وہ ثواب ہے کہ میں تمام جہن کے عوض میں بھی نہ بدلوں، مگر یہ دُرکتو وہ عارف تھا اس کو سنی کہ کاثوب مشکوف ہوا ہوگا، اس لئے کوئی ذہین آدمی یہ استنباط نہ کرے کہ یہ تو بہت سے ہیں نسخہ بتلادیا پس نماز روزہ کی جگہ کہ ہی کر یا کریں گے اس لئے کہ یہ تو اس شخص کا حال تھا کہ باوجود کوشش کے نیک عمل سے فوت ہو گیا جو بہر حال اگر ایک دن فوت ہو گیا ہے تو عکافات کی فضیلت منس کہ جس شخص کو ایک دن کے فوت ہونے پر حسرت ہوگی اس کا تہ رک اس طور سے ہو جائے گا۔ پس یہ مضمون دونوں تفسیریں کے لئے ناہی ہے

علامت مذہب الہی | اب مقصود شروع ہوتا ہے اس کتاب کی حقیقت تو میری تقریر سابق سے معلوم ہو گئی ہوگی کہ حقیقت اہل کی صورت ہے لیکن مطلق غلط نہیں ہے بلکہ خاص خاص حکمتوں اور خاص خاص قواعد و شرائط کے ساتھ ہیں امتیاز ہے اس کو ممکن نہ ہو کہ یہ حق و باطل کے یہاں ان کے یہاں بھی پائے جاتے ہیں لیکن جن سے وہاں ممکن ہیں ادا ان کے یہاں ناممکن اور غیر ممکن ہیں چنانچہ یہ اس مضمون کو بھی بیان کیا گیا ہے جس طور سے یہاں مقرر کیا گیا ہے حکماء کا ذہن دہرا کر کیسے پہنچ سکتا ہے میرے چھوٹے بھائی نے ایک شخص کو خوب جواب دیا تھا اس نے کہا تھا کہ ہمارا دین معقولیت ہے اس کے سب مسائل عقل کے موافق سمجھ میں آتے ہیں اور تمہارے مذہب کے بہت سے مسائل عقل سے سمجھ میں نہیں آتے بھائی نے کہا یہی دلیل ہے اس بات کی کہ حق و مذہب سچا ہے جبکہ ہمارے نوکر و نوکر ہونے مانگی سر نہ رکھ سکتی نہیں اور انہی عقل میں نہیں آتے بلکہ ان کو ہم سے نسبت ہے کہ وہ اور ہم حقیقت واحدہ میں تشریک ہیں تو زندہ رہنا کے حکام کے سر پر کیسے مطلع ہو سکتا ہے آسمانی درواہی مذہب کی علامت ہے کہ جس کی کوئی بات تو سمجھ میں آئے اور کوئی نہ آئے اور اگر ہر بات سمجھ میں آجائے تو معلوم ہوتا ہے کہ

ہماتے جیسے دیوبند کا نیا ہوا ہے کہ ان کے سرار تک ہماری سائی بھی ہو سکتی ہے بس اللہ تعالیٰ کی وضع کی بڑی کسی حکیم و فلسفی کی وضع کیے ہو سکتی ہے غرض وہ لوگ بھی مجاہدات کی اعانت کے لئے ضرورت مقرر کیا کرتے تھے۔

**فوائد خلوت** اور حکمت اس میں یہ ہے کہ خلوت میں جمعیت اور یکسوئی ہوتی ہے اور اسی پر مدار ہے تمام بجاہدات کے ثمرات کا اور خلوت میں یکسوئی اس لئے ہوتی ہے کہ پرستش فی قلب کے اسباب متلف ہیں۔ بعض اخلاقی ہیں بعض نفسی ہیں یا یوں کہو کہ بعض خارجی ہیں بعض داخلی ہیں بعض اسباب تو ایسے ہیں کہ اس شخص کے اندر وہ نہیں ہیں بلکہ خارج سے اس کو لائق ہوتے ہیں اور بعض اسباب ایسے ہیں کہ خود اس کے نفس کے اندر ہیں لیکن منت ان کا بھی کوئی اور خارجی ہی ہے اور خلوت میں سب قطع ہو جاتے ہیں اور جو نفس میں باقی ہی رہتے ہیں وہ بھی خارج ہی سے حاصل شدہ ہوتے ہیں۔ دیکھئے مجمع میں جب آدمی ہے تو قسم کی صورتیں اس کو نظر آتی ہیں اور ہر قسم کی باتیں سننے میں آتی ہیں کوئی ناگواریات معلوم ہوتی ہے کوئی گوارا ہوتی ہے بعض اوقات سخت سخت پریشانیوں لائق ہوتی ہیں اور خلوت میں یہ سب کم ہو جاتے ہیں۔ اسی واسطے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۷

بزرگے دیدم اندر کھسارے قناعت کرد از دنیا بچارے  
چراغ فتم بشہر اندر نیلای کہ بارے بندے از دل برکشای  
بلغت آسما پر پرویاں نغز زند چو گل بسیار شد پیلاں لغزند

ترجمہ: ایک بزرگ کو میں نے پہاڑ میں دیکھا جو دنیا سے ایک مار پر قناعت کئے ہوئے تھے میں نے اس کو کہ شہر میں کیوں نہیں آتے تاکہ بند دل کھول سکوں کہ وہاں خوبصورت پری پہرہ لوگ ہیں کبوتر بہت ہو تو واقعی بھی پھسل پڑتے ہیں۔

بڑی بڑی آفتیں اور بڑے بڑے واقعات مجمع میں بیٹھنے سے پیش آ جاتے ہیں تو پریشانی کے تمام اسباب خارج ہی سے آتے ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ کوئی کہے کہ خلوت میں بھی تو پریشانی ہوتی ہے اس لئے کہ ذہن میں مسنون کی مشاھداتیں ہیں یا کسی اور شے کی صورت ہے وہ قلب کو پریشان کرتی ہے بات یہ ہے

کہ وہ صورتیں بھی خارج ہی سے آتی ہیں اس لئے کہ ان حسینوں کو دیکھا ہے، اس لئے پریشانی ہوتی ہے، اور اگر حلوٰں میں رہتا اور دیکھتا تو ہرگز پریشانی نہ ہوتی پس خلوت میں بیٹھ کر جو سوچیں ہریشا کرکے ہیں وہ عیشیت، جن میں ہونے کے پریشان کن میں ہیں بلکہ کھینچتے ہیں کہ انہیں مستفادہ من خارج باعث اشتت ہوئی ہیں ورنہ اگر جبرمسی کو دیکھے ہوئے ہو، وہیں کسی عیش کی صورت ترسے تو ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ جواہر اس سے اس صورت کا اثر اٹھ کر ہے ہرگز وہ قلب کو پریشان نہ کرے گی پس یہ آفت نکائی ہوئی خلوت خارجی کی ہے پس پریشانی، طوفان عیش سبب ظاہری کا سبب ہوتی ہے اور خلوت میں چونکہ وہ اسباب مطلق ہوجاتے ہیں اس لئے کہی دیر نہ جا سکے جو پہلے سے قلب میں ہوتا ہے آئندہ کو آمدنی بند ہوجاتی ہے اور رفتہ رفتہ وہ بقیہ بھی مٹ جاتا ہے نہ کہ جس وقت خلوت میں بیٹھا ہو یا کسی صورت کو سوچ رہا تھا تو اس وقت اس کا تصور ضعیف تھا اگر عین تصور کے وقت وہی حسین دماغ گزر رہا ہے تو یک سہمی سی دل پر گرے گی اور وہ پریشانی اور زیادہ تر پی پذیر ہوگی اور اگر اس سے ملے کے درپے پاس ملے آنے دے قصداً نہیں کرے اس لئے اور اگر خیال خود آئے تو فوراً دوسرے خیال کو غالب کرنے تو نہ روز اس پر عمل کرے سے وہ خیال خود ضعیف ہو کر قلب سے نکل جائے گا اور پریشانی راقی رہے گی۔

**صفتِ عشقِ مجازی** | یہ تو لوگ مذکور پریشان نہیں ہیں اپنے ہاتھوں پہتے ہیں ورنہ وہ صورت تو خود بخود ناک ہوجاتی ہے خود دیکھ کر سوچتے ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ غنا بولنا دیکھنا چھوڑتے نہیں پس یہ کہ اور زیادہ لازم ہو جاتی ہے بیشعشع ہو کرستان میں اب عشق لکھا ہے سکی سمت وہ نکلتے ہیں۔

باب سوم عشقِ امت مستی و شور۔ نہ عشق کہ بر خود نہ ہند ہند ہند۔

یعنی قیصر اب عشقِ حقیقی کے بیان میں ہے وہ عشق مراد نہیں جس کو رکھتی ہے وہ دیر لیں اس سے خود معلوم ہوگی کہ عشق ہماری کو لوگ اپنے ہاتھوں اپنے اوپر لاتے ہیں خود بخود نہیں جوتا، اور جو بجا قصد بھی ہو جائے کہ اس کو کسی حد تک قائم رکھ کر اس کے دفع کرنے کی فکر میں کرنا بلکہ محو کے لئے دل لہنے اور دیکھنے کی تمنائیں کرتے ہیں یہی عشق کی



نے دوڑ کر خبر کی تھوڑی دیر میں محبوب آ رہا ہے یا تو یہ حالت تھی کہ مریض تھا اور دم توڑ رہا تھا دریا لیں  
 طاقت آئی کہ اٹھ بیٹھا اور اس بڑے کا ہتھوڑی دھکی کر جیسا بدن گیا اور کہا کہ میں تو بدم  
 ہوا نہیں پتا یہ کہہ کر واپس ہو گیا مگر اس کی خبر پہنچی سننے ہی فوراً گر گیا اور جان ہی نہ رہی  
 ہو گئی تو کون سا بہانہ کہ تو ظلم پڑھا ہے یہی ہے کلمہ کے یہ شعر پڑھا ہے

رضا کا ہنسی نے فدا کرے . من رحمت الخالق الجلیل

یعنی بے محبوب تیری رضا مندی میرے دل کو مطلق تحلیل کی رحمت سے زیادہ مرغوب ہے  
 اور اسی پر دم نہ لگ گیا انا شد و مالیدہ چون کہ بخت نے ایمان بھی کھو دیا اور محبوب بھی نہ لیا حضرت  
 یہ بڑی آفت کی بیڑی ہے قلب میں بسبب رنج جاتی ہے تو اس سے جو کچھ بھی اسفیت آدیں کم ہیں اور جب  
 اسکی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو غیبت آتی ہے کہ میرا چلنے والا میرا پیدا کیا ہوا دوسرے کی طرف نکل  
 ہوا اس نے سب نعمتیں سلب ہو جاتی ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات کہ پورا حقہ ہوتا ہے جیسے کس  
 شخص کی کیفیت ہوتی ہے۔

## بد رنگا ہی کا علاج | کانپور میں ایک بزرگ تھے وہ بیان کرتے تھے کہ میں جوانی کی عمر میں کھنڈ میں ایک مہینہ ناچ میں چلا گیا وہاں ایک بازار میں عورت

پر جو نظر پڑی پس دل ہاتھ سے نکلی گیا اور اس قدر فریفتگی کا غلبہ ہوا کہ بیوی بچوں کو چھوڑ اسکے  
 پیچھے چلے اور میں ایک بزرگ کی خدمت میں بھی جا کر آتا تھا۔ صاحبو! بزرگوں سے علاقہ قطع  
 نہ کرو انکو لگے پٹے رہو یہ عجیب کیس ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگوں کے پاس جانے  
 سے ڈر لگتا ہے ان سے کوئی پوچھے کہ ڈر کس بات کا لگتا ہے وہ کسی کو مانستے ہیں یا بھرتیے ہیں  
 پھاڑ کھا دیں گے بیش بریں نیست کہ تمہاری بد قیزی پر بڑا بھلا کہہ لیں گے اس سے معلوم  
 ہوتا ہے کہ تم اپنے کو بڑا اور شاندار مانتے ہو میان ہماری تمہاری شان ہی کیا ہے عقیدت اور  
 محبت کی بات تو یہ ہے کہ جو کچھ وہ کہیں سب گن راکرے بلکہ اگر مار بھی بیٹھیں اس کو کسی جھیل  
 جانے لڑے گا ہمیشہ وہ شخص جو اپنے کو شاندار سمجھتا ہو گا درحقیقت کم قاتل ہے اور جو ساری  
 باتوں پر آمادہ ہو اس کو کس بات کا ڈر ہو گا۔ نہ لڑے نہ شلے۔ ایسی ہی شرم کی نسبت کسی  
 نے کہا ہے جس نے کی شرم اس کے بھوٹے گرم عرصہ انکو چھوڑ دمت۔ اصل اس شخص

کی خوبی یہ تھی کہ اس روز بھی ان بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بار بار جانتا تھا کہ یہ دکھانے سے کہوں لیکن زبان نہ اٹھتی تھی۔ ان بزرگ کو اس کا انکشاف ہوا ہوں نے جو ان کے ہماری طرف متوجہ ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ متوجہ ہو گیا پہلے یہ معلوم ہوا تھا کہ اس بزاری حوث کا پتہ میرے اندر آ رہا ہے۔ اس کے بعد یہ معلوم ہوا کہ ان بزرگ نے اس کا سر کاٹ کر اور نکال کر پھینک دیا اس کے بعد ہاتھ صیقل دیئے اسی طرح اس کا ایک ایک عرو نکال دیا اور قلب باطل آئینہ کے ہو گیا یہ بھی ایک تدبیر جس مرض کے رول لی ہے اس کے علاوہ اور تدبیریں بھی ہیں ذکر الہی کی کثرت بھی نہایت بہتر تدبیر ہے اور میں تو اس کی بہت آسانی تدبیر یہ بتلا کر بتوں کو اگر ذکر نہ ہو سکے تو یوں کر دو کہ جس طرح اس حسین کو دیکھا ہے ایسے ہی کسی بہت بڑے مشکل کو بھی دیکھو اور اس کا تصور کرواؤ۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے گا اور نار نہیں یہ ہے کہ یہ فیصلی مسئلہ ہے کہ سب آدمی ایک خیال قلب میں جمالیتا ہے تو وہ خیال ماضی کا دانی ہو جا آئے۔ باقی رہی یہ بات کہ ماضی اگر کیا تو مستقبل کیا غائدہ کیا ہوا۔ بات یہ ہے کہ وہ مستقبل ہو کہ کسی میں کا تصور نہیں ہے بلکہ نہ شکل کا ہے اور نہ ہی معادہ ہے۔ بس لئے وہ تصور بسع نہ ہو گا دوسرے کو دفع کر کے خود بھی دفع ہو جائے گا اور یہ ملکیت ہے تصور نہیں میں کہ اس سے اور خیالات زائل ہو جاتے ہیں اس لئے کہ شیخ محبوب مواتا ہے اور محبوب کی شکل کا تصور بھی آسان ہوتا ہے۔

**علاج میں غلطی** | بعض لوگ بڑوں اور مولوتوں کے تصور سے خطرات کا علاج کرتے ہیں یہ سخت غلطی اور دھوکہ ہے یہ تو مرض کو اور بڑھاتا ہے درود جو اس دھوکہ کی یہ ہوتی ہے کہ حسن پرستی میں ان لوگوں کو ایک مفرز آتا ہے اور جب وہ کوئی اداقت کرتے ہیں منہ مار پڑھتے ہیں تو اس حالت میں بھی ایک لطف آتا ہے تو سمجھتے ہیں کہ مار میں ہم کو مفرز آ رہا ہے حال کہ وہ ناراضی علامت نہیں ہے وہ اس نفس پرستی کی مٹی لٹ ہے ایک نفس کہے لکھ کہ ایک رو ایک لواؤف گارہی ماضی کی حالت میں مار کا وقت آ گیا اس رو مار میں بس رہا ہے کہ کسی رو آتا تھا بہت حضور قلب معینہ ہوا تو یہ حضور قلب نہیں حضور کا بیج ملکہ حضور علیہ السلام میں کیا کا تصور جو وہ کیا مار ہوں کیا یہ ایک ملکیت یاد کا ہم سب کو ملحقہ پڑھتے تھے اس میں شعر ہے لمولہ الاموال بوقرة عند جب اس کا مقول ہو تو مار کی حالت



میں سے ایک ایک طور سے ہر ایک کو کیا کیا کے لئے مقام قدم میں رہ رہ رہا تھا۔ اس سے اس کی زندگی و جہیز بھی تو اپنے لئے کیا کر کے اپنے محشی نے یہ لکھ دیا تھا۔ ہر وقت  
 میں بھی کامیاب تھے، اس لئے ہی ملک سے مراد کئے کی اولاد میں ہر حال میں بڑا کیا گیا۔ وہ نماز کے  
 اور اور نہ خارج میں اس طرح تصور کر کے بعض لوگ مادیوں کے کھوئے کو قریب آتی ہیں مگر  
 سمجھتے ہیں، استغفر اللہ یہی لوگ میں یہ کہوں نے طریق کو دیکھ کر یہ کہ شہوت پرستی مانہ دیکھ کر یہ

### نہایت قلعہ

بڑے تیسرے میں وہاں تھے درہندہ اپنی سے صفائی سے دولت نسبت  
 باہمی سے خوشتر فرمایا تھا۔ وہی میں تشریف لائے ملک گیا کہ بدینیں لڑکا یا ہے بہت  
 شہدے تھوئے کہہ گئے۔ مولانا جامع مسجد سے ہر چہ کہ آ رہے تھے کہ ایک بہت ہی  
 حماقت مانتی تھی کہ منصف ہو کر یہ بھی کہہ گئے تھے ہیں ایک لفظ تھا کہ ایک  
 گھر گئے، فریاد گئے، دیکھوئے کیوں ہیں سب سے زیادہ خداوندی قلعہ سے عہد کا دارم  
 ہے کہ جب دارم کی نکل آتے ہیں سب قتل سے حفاظت نہ پاتی ہے لیکن ہمارے لوگوں اس  
 قلعہ کو بھی ڈھاتے ہیں یہی دارم کا صفایا کرتے ہیں تاکہ اس لوگوں سے منہ نہ لے میں کہ سن  
 محفوظ ہے اور پھر حادثہ ہو جاتی ہے، اگر کوئی ناصح نصیحت کرتا ہے تو کہتے ہیں

مگر تو ساری کٹی عشق بتا میں مومن۔ . . کہی وقت میں کیا خاک سداں ہو گئے

اور بعضے محل یورپ کی قلعہ کرتے ہیں سب سے نکلتن میں دارم کی کہنے کے متعلق  
 گفتگو ہو رہی تھی اگر دارم کا کھلا ہے ہوا تو اسے جیتن پرستوں کو بھی اس وقت رکھ پڑے گی  
 لیکن انہوں اس بات کا ہونا کہ خدا و رسول کے کہنے سے تو رکھی اں فی قوموں کی تعہد سے  
 رکھوئے غرض یہ ایک خداوندی قلعہ ہے اور برتر سن کی حماقت منہ نہ لے میں نہیں ہے بلکہ مرکا  
 سن تو دارم سے ہے۔ غرض اس قسم کی کہیں مجمع میں پیش آ جاتی ہیں ہر حال جو سبب  
 ہی قلعہ کا پریشان کر دیا ہے اس کام میں خارج ہے غفلت کے نہ مان سب آفتوں سے حفاظت  
 رہتی ہے جو پہل پریشانی ہے وہ کردہ ہو کر چند روز میں خود ہاتی رہے گی اور اُس کے کوئی سبب  
 پریشانی کا نہیں ہے اس لئے قلعہ بالکل صاف ہو کر، نیز کی طرح ہو جائے گا اور اس میں

استعداد پیدا ہوگی جو عرض طیبہ کے حاصل کرنے کی نسبت مؤثر ہوتے ہیں۔  
 قدیر بکریہ کو مقلست بہ زائد خلوت صفا ہائے دست  
 ترجیحہ جو عقائد ہے وہ ظہور کی اس سے ڈھونڈتا ہے کہ عیندگی میں دل صفا ہوتے ہیں۔  
 یہ صورت ہے غفلت کے معین ہونے کی مورا نادوسے مقام پر فرماتے ہیں۔  
 چشم بند لب بندہ گوش بندہ ۔ گوہر بینی نور حق برہا ہمسندہ

**فضولیات و اجتناب** | بعض لوگوں نے غلو کیا ہے کہ اس شعر سے جس دم کا شغل  
 اسباب کیا ہے کہ اس شغل میں آنکھیں اور کان بند کر لیتے  
 ہیں سات کا مولانا کی یہ مراد نہیں ہے کہ خود شغل قابل انکار نہیں لیکن نہ کامطلبت ہے کہ  
 آنکھیں بند کر لو معامی اور فضولیات سے جیسا حضور کو خطاب ہے

لَا تُدْنِ عَيْنُكَ إِلَّا مَا مَنَعَكَ رَوْحًا مِّنْهُ  
 مال مت ہو بلکہ یہ ارتداد ہے۔ کفار کے تعلق بیطرف آجھ انکار بھی مت دیکھو۔ شیخ معلوم ہوا  
 کہ فضول نگاہ بھی پنہ کے قبل سے مولانا زین الدین صاحب ہستم سے فرمایا دیوہند رحمت اللہ  
 علیہ کے وہ بعد صاحب برے رنگ تھے بہ وقت نگاہ بھی نہ کھتے تھے اپنے پاس آئینوں کو  
 بھی نظر ٹھاکر نہ دیتے تھے لوگوں نے اس کا سبب پوچھا فرمایا کہ دوسم کے لوگ ہیں ایک  
 تو وہ جن کو میں چپاٹا ہوں اور ایک وہ جن کو نہیں چپاٹا ہوں۔ آوار سے بچاؤ لیتا ہوں اور جن  
 کو میں چپاٹا نہ دیکھنے سے بھی نہیں چپاٹتا پس فضول کیوں دیکھوں یہ نصرت جس طرح دل میں سرگشت  
 نہیں کرتے افعال میں بھی اسے ف نہیں کرتے ہے افعال کو مضبوط رکھتے ہیں یہ معنی میں چشم  
 بند کے اور گوش بند کے یہ معنی ہیں کہ کانوں کو بھی معامی اور فضولیات کے شغل سے روکو۔

**ضرر سماع** | اس مقام میں سماع کے تعلق مجموعہ اس میں بعض یہ مذر کرتے ہیں کہ جب  
 وہ نہیں ہے تو عرج کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ سنگ گاہ نہیں ہے لیکن کوئی  
 نفع بھی اس کے اور نہیں سنا سکتا بہت سے بہت کوئی بڑی عرق ریزی سے معرظ ہونا بہت  
 کرنا میسر نفع ہوا تو کوئی آیت ہی نہیں کر سکتا اور بڑی صاف دہل اس کے نافع نہ ہونے  
 کہ یہ ہے کہ کسی شیخ کے باوجود صاحب سماع ہونے کے اپنے مہربانوں کو اس کی تعلیم نہیں دی

کہ اسوں سے ہمیں اس دولت سے محروم نہ ہو جس میں شب و روز ساس و خوں کے اندر مقید ہیں مگر خبر  
نہیں کہ جس میں اسے اہل توحید سامان دینا چاہیے یا ملو کہے و سواران غرہ ہے ۔  
سود خود و استغناء ، عسار ، قوس غت و حلت م حصار  
نرم و مغرب شب بار غنا تو نہیں معلوم ہو مانے کا دم گھوڑے پر سوار ہو یا گھوڑے پر ۔

جیسے اس گھوڑا کو اس ملک سے دیکھ کر اس کی سواری میں مزہ آ رہا تھا اس حقیقت کے نزدیک  
ہماری ہی حالت ہے ہم پریشانی میں ہیں و اس کی تسکین — وَلَا تَعْلَمُ أَقْوَالُهُمْ  
وَلَا أَلْفُ لَمْ يَأْتِيَهُمْ فَهَلْ لَبِئْسَ مَا كَانُوا فِي لَدُنَا كَسْبٌ ہے بہ دنیا کا مال اور  
وہ دنیا ہی میں مل رہا ہو یا جو ہے ۔ رقت پس پرستی میں منتہا میں کوئی بڑا کام نہ ملے کوئی  
بہار نہ ہو جائے مانا کو کوئی جو نہ لجا ہے ۔ نہ سادہ سے نہ حار سے سادہ ہمارا ، یہاں ہو حوراک میں  
قسم کی ہو اس شب و روز ہی دھن و نیابت میں اگر جاتے ہیں اور یہ کیا تم کو عاقبت میں اور اپنی  
لہو وہ دولت حاصل ہے جس کی نسبت وہ کہتے ہیں کہ اگر سادہ کو بہاری دولت کی خبر ہو عا د  
تو تو یہ کیسے کہ ہم پر ہوا ہے یہی حضرت موت پان میں تہ قالی عزا کے لئے بادشاہ  
سجرت جا ہوا ، لون کا دن وقف کر کے حضرت سے اس دیر سے کہ خواب میں لکھا ہے

ہوں چہ کسمرتی دن کھنہ سیاہ باد در دل بود اگر کوس ملک سبزم

را گھر کہ یا فخر جہر و عبا ہم شب من ملک بنموز یک حوی سرم

توجہ اس شعر کے جھڈے کی طرف ملاحظہ کیا ہو جائے ، اگر ملک سحر کی مجھے رز ہو جب کہ ہم  
شب کی نہ دلی ہے ملک جو در لی قیمت یہی عمر میں ایک جو بھی ہیں رہی  
یہ وہ ملک ہے ۔

ہیں کسی سا ۔ مگر محقق نہ ہو قالی ۔ کہ یہ ہم باہر لودن ۔ در شب ہمیں

تو یہ نہیں مان کہ حد قالی نہ ہو ، مت معلوم ہوں کہ ایک خطہ رب و ہوا ملک سلیمان سے  
میں جہر ہے ۔

یہاں شعر جو ہے کہ کیا ہم سیہاں صبر سادہ سے مزہ حاصل کیے جو اس کے مزاد ہے کہ ملک تانی  
۱۰۰ شہر میں ملک سلیمان نہ کوئی تانی تو وہ کچھ نہیں بے سند تعقل کا بلکہ عین اسلام روح آباد

کبھی کتب لغتوں میں اور برگوں کے مخطوطات میں، اس کا نشان نہیں کہ کسی شیخ نے اپنے مُرید کو یہ کہا ہو کہ گانا سُنا کر دے۔ پس حوشے ایسی ہو کہ ہمیں رُفع ہو نہ نقصان وہ فضول ہے و فضول کا چھوڑنا جائے اسلام کی تعلیم ہے حضور کا ارشاد ہے : **مَنْ حَسَنَ اسْلَامَ الْمَسْرُورِ تَرَكَ مَا لَا يَحْسِبُهُ** اور حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں : **وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ**۔

امتحان قلب

**امتحان قلب** اور یہ گفتگو تزلزلنا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مضر ہے اس کا اثر قلب پر اچھی نہیں ہوتا اور اس کا امتحان یہ ہے کہ جو شخص گناہ سنا ہو وہ چار ماہ کے لئے اللہ کا نام لے، درغلیں پڑھے اور قرآن پڑھے اور گناہے کو یک لحظہ ترک کر دے، اس کے بعد اپنی پہلی حالت اور اس وقت کی حالت کا اندازہ کرے کہ آیا اس وقت نماز اور قرآن اور ذکر میں جی زیادہ لگتا تھا یا اب زیادہ لگتا ہے۔ واللہ گناہ سننے کے زمانہ میں وہ اپنی حالت پر پلٹے گا کہ اس کو کبھی لگتا ہے کہ قرآن میں نہ ذکر میں نہ نماز میں کہیں میں نطفہ نہ آتا تھا اور اب ہر شے میں علاوت محسوس ہو گئی ایسی ہی گناہ سننے کی نسبت حدیث میں آیا ہے۔

الغناء یثبت القلب، اللہ کا نام لے کر قرآن پڑھ کر گناہ سے باز رہ کر اس کا امتحان کرنا ہے اور قلب مضر وہ چیز ہے جس کی سبب عوام مضر ہوتے ہیں۔

بروز سا ملک ہزاروں قسم بود ۔ غمزد باق در خستہ لے کم بود  
علائکہ یہ کمی جس کو مونا فریبے ہیں کوئی شرعی اور معتد بہ کمی نہیں بکہ خیالی اور دینی کمی ہے  
یعنی واردات کے بند ہو جائے ، در قبض کے پیش سہانے کے سبب جو کمی ہو جاتی ہے اس کمی پر  
فریبے کہ ہزاروں غم قلب پر مستوں ہو جاتے ہیں مگر یہ غم یہاں تک ہوا ہے کہ بعضوں نے  
خودکشی کر لی ہے ۔

اصل ہند کی دولت

اصل اللہ کی دولت | اور نوز اور قرآن میں جی رہنما قرآن بڑھاری خساہ ہے۔ اللہ کے نام میں کسی کو تلف نہ ہے اس سے زیادہ کون خساہ میں ہو گیا ہے تو وہ نام ہے۔

اللہ تعالیٰ چہ شیریں است نام : شیر و شکر می شود جو بہ نام  
اور یہ تو ان کا حال ہے جس کو تمام تلف ہے، اور جن کو پورا اور کس ہے وہ تو یہ کہتے ہیں  
مے یعنی بقد، پی پوری مستعد و کسے پور و پور، تو کس کو سو - چہ - ہامی

اس کو اس عظمت کی تلاش میں ہے جب میں بچے ہوئے ہیں اور یہ انعامات کو کہتے ہیں کہ مجھے  
 ترقی سے محروم ہیں انکو رازِ زیادہ کی تمہیں پست ہیں میں جی ہاں آپ لکھ جی میں یاد رکھو جس  
 قدر آپ پر محو مجھے سی فدیہ نیچے گرد لے نصب بنی ناظر سے لڑتے اور زیادہ جوت کا داگے وہ تو جو  
 تمہاری دراپے کو ترقی میں سمجھتے ہیں اور وہ انکو کھلی کھلو نظر حقیقت سے دیکھتے ہیں کہ یہی  
 نیچے کو ملے ہیں انکی سی مثال ہے جیسے کوئی شخص ساہوکار ہو وہ وہ دور کوئی شخص اپنے سے  
 کہ دیکھتے تو اس کو سنا، سنا سنا کے گا وہ معلوم ہو گا کہ یہ شخص نہ رہے نیچے کو تر رہا ہے ایسے  
 ہی لوگ اہل رٹ کو دیکھتے ہیں کہ وہ حقیقت پر کوئی ہمت نہیں رکھتے، آج یہ تو کہ غلط ہیں ایک  
 ٹکی بولی ہے اس لیے یہ نہ کہ ان کو راز مواد دیکھتے ہیں جس کو یہ لوگ ترقی یافتہ سمجھتے ہیں اہل رٹ  
 اس کو پستی میں جاتا ہو دیکھتے ہیں جو کنویں میں گر رہا ہے یہ کس کو اوپر جاتا ہوا دیکھتے ہیں  
 میں نے کہ نظر حقیقت میں نہیں ہے وہ ہوا مشکل ہے اس سے کہ اس میں ایک نے اس سے جو کہ میں  
 پرورش پائی ہو وہ عمر کو بن جائے گا یہ تو ہمیشہ سے دیا کے جوڑے اور جو میں نہیں ہے میں دہی  
 ن، مصلیٰ کی انکو کہ نہ ہے جو ہمیشہ پریشانی ہی میں رہا ہو جس کی عمر ہمیشہ عظمت ہی میں گزری ہو  
 اس رسمیت اور نور کی حقیقت سے کہتے دیکھتے ہیں

تو رہی دی گر سلیمان . . . چرستہ ساری رہاں رہاں را

نور محمد، حب تو نے سلیمان کو میں رچا تو تو پر مدد کی راں یا میں سکتا ہے۔

عصر وہ انکو نہ مل رہا دیکھتے ہیں اور یہ تو حقیقت طر آ رہی ہے اسنے ہوشیار ہو پڑا انکو  
 رہم آتا ہے کہ یہ جیسا کہ کس جو حالت میں پڑے ہیں وہ اصل دوست سے تھے ہیں اور وہ انکو پست  
 خیال بنتے ہیں اصل ملکہ قسمی دوست یہی قسمی سے تو ان میں قنویں کی قسمی قسمی گھر پرست  
 دیکھتے ہیں تو اس کی حالت، سادہ سادہ ہوتی ہے چہ عین زری می ہو وہ تو مست فکر کی بات ہے  
 اور اس بات سے وہ کسی زبید سولی ہو وہ مست نہ اس کے تار کے ہیں سماج میں یہ عزت ہے  
 بعض دفعہ یہ کہہ کر مونس کہ سماج سے کہ کو معیت نصب ہوتی ہے  
 میں تو آہوں کہ وہ جمیعت کیسی ہوتی ہے جب میں وہ جمیعت ایسی  
 ہوتی ہے جیسے شطیج اور کو شطیج میں مونس ہے کہ کو شطیج سے کسی سننے میں میں میں گنا شطیج

سماج سے دھوکہ





کئے ہیں اسے کجتر جب ایک چھوڑ چار چار جائز ہیں تو کیوں رنا کرتے ہو حضرت جی یہ مسئلہ  
 میں سے سمجھا اس لئے مجھے جرات ہوئی مانگیں لے کر آیا تو تو نے سنا لیکن یہی سنا اس کو جانو میں  
 رہی ہے یہ مرد کو یہ رنگا جانا ہے یہی ان حضرت نے یہ تو سن یا کہ گھوٹ میں سوار ہونا بد  
 ہے لیکن یہ تحقیق یہ کہ دست مقصود ہے یا غیر مقصود۔ کسی طرح خلوت بھی مقدمہ در و سیلہ عبادت  
 بعض لوگ خلوت کو خلوت پر ترجیح دیتے ہیں مولانا روئے اسے اسکی نسبت عجیب بات بھی  
 ہے وہ فرماتے ہیں اے عزیز تو جو خلوت کو خلوت پر مطلقاً ترجیح دیتا ہے یہ تیری ناستکری ہے اسنے  
 یہ نصیحتیں خلوت کی تھہ کو خلوت ہی کی بدولت تو معلوم ہوئی ہیں اور صحبت ہی کی وجہ سے خلوت  
 کے برکات معلوم ہوئے ہیں اور اگر تمام عمر خلوت ہی میں رہتا تو خلوت کی حقیقت دور اس کے  
 بعد اور نیز دیگر تمام کمالات سے محروم رہتا آج تو اس خلوت کو مٹا رہا ہے اور خلوت کو اُس  
 نصیحت و تباہ تیری ایسی ہی مثال ہے حج

یکے بر سر شاخِ دہشت می برید

وعدہ بڑی ماحول بات ہے یہ ہے حقیقت میں حقول اور یہ ہے فلسفہ سبحان مہد کیا سمجھ  
 ہیں اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ اصل مقصود خلوت ہے اس لئے کہ انسان مدنی بطبع ہے اس کی  
 طبیعت کا اقتضا ہے کہ اپنی بنی نوع سے مل کر رہے یہ فطری اور فلسفی دلیل ہے اور تشریح دین  
 ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عباد میں ہمارے لئے مقرر فرمائی ہیں ان میں سے اکثر میں اجتماع کی ضرورت  
 ہے دیکھو نماز کہ جو بہت بڑی عبادت ہے اسکی نسبت ارشاد ہے *وَأَذْكُرُوا مَنَ لَّا يَكْفُرُونَ*  
 اور حدیثوں میں مطلقہ ذکر کی بڑی فضیلت آئی ہے ایسے مجمع میں ملا کر نازل ہونے میں تقویت  
 اسلام اور علامۃ اللہ کے جتنے اباسات ہیں وہ سب اجتماع ہی پر موقوف ہیں حج ہے اس  
 میں اجتماع کی ضرورت ہے اور حدیثوں میں صحبت نیک کی بہت فضیلت آئی ہے عرص فطرت  
 سے نہایت سے صحت اور اجتماع کا مقصود جو نامعلوم جو ہے لیکن اس اجتماع اور خلوت کا امتیاز  
 خلوت ہے اس اجتماع کی ہیئت خلوت ہی سے پیدا ہوتی ہے اس کو یک مثال کے ضمن میں  
 سمجھئے اس سے یہی معلوم ہو جائے گا کہ ہم کو یہ ذہنی مقاصد میں غلبہ خلوت کی ضرورت  
 نہیں ہوتی کے درجہ میں ہے وہ یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص ہے اس کے نقطہ خیال میں تفصیل اور



مطلوب ہے دیکھئے اسکی غایت کیا ہے غایت اسکی یہ ہے ایک کمرہ میں بیٹھنا اور منقذات میں کرنا۔  
 دیکھئے تحصیلداری ایک یہ منصب ہوا جو اجتماع کو مقفنی ہے لیکن اہلیت اس منصب کی  
 خلوت ہی سے آئے کی اس لئے کہ خلوت میں میٹھ کر قانون یاد کرے گا اور جن کتابوں میں استہان  
 ہو گا ان کو میٹھ کر دے گا پس یہ خلوت اس خلوت کے اصل ہے جس کے سے ہوئی اور لیکن حبیب  
 جو یہ میں کو نہیں دیتا ہے تو کبہ دیتا ہے کہ تہا رہنا باقی کسی سے نہ کرنا اور یہ تصور کرنا کہ اب  
 دست آئے ہیں غایت اسکی یہ ہے کہ قدرت مست ہو کہ پھر مل نکل کر رہیں جسے سین و دہاں بتائی  
 کا اصل زراعت اسنے ضرورت ہو گئی خلوت کی۔ عرفی خلوت کی سرکام میں ضرورت ہے کہ  
 اگر کوئی حل تقوف و حراست کرے کہ وہ خلوت دماغ سے معلوم ہوتا ہے اس کو قتل جس  
 صاحبو حبیب نے تو تم کو ایک ادنیٰ اور عیس مقصود یعنی دست آئے کی لئے خلوت کی تعلیم  
 کی تھی آپ تو تم نے اعتراف کیا اور جس کا مقصود ادنیٰ درجہ کا ہو کہ اس سے بڑھ کر کوئی  
 مقصود نہیں اسراعت میں کرتے ہو قنف بری عقل و دانش جیسے حبیب نے دستوں کے لئے  
 خلوت تقوف دستوں کا بتلایا ہے ایسا ہی ان مایکین کو بھی اسوی اللہ کے دفع کے وسیلے میں  
 دیا گیا ہے اور وہ اس تصور میں بیٹھے ہیں کہ اب محبوب جلوہ گر ہوا اور اس جلوہ گر ہو  
 ایک چشم زدن مائل از ازلست ہا بشی : شاہد کہ نگاہے کند سگاہ نباشی  
 ترجمہ ایک لمحہ بھی اس سے مائل نہ ہونا۔ محبوب حبیب دیکھے تو تجھے آگاہی نہ ہو۔  
 یہ ہے درجہ خلوت کا کہ جس سے اسکی ضرورت ہو گئی اور یہ بھی ثابت ہو کہ وہ لازماً مقصود  
 نہیں بغیر ضروری ہے۔

**خلوة اصحاب کہف** اس آیت میں اسی کا ذکر ہے ارشاد ہے، **وَإِذْ انْقَضَتْ مُدَّتُهُمْ**  
**فَوَافَقَتْ رُؤُوسُهُمْ فِي قَفْرِ الصَّخْرِ مُبْتَلًىٰ أَهْلًا** میں  
 منسلق قضیہ ان کا نہ بیان کروں گا قرآن مجید میں بقدر ضرورت ہی ہے کہ زوائد علیٰ قضا ہی  
 بیان کیا کرتے ہیں جماعے بزرگوں کا مشرب تو موافق قرآن کے ہے۔  
 ناقصہ سکندر دھارہ کنوئہ ایم از اسرار حکایت مرید و فنا پر کس  
 محمد سہلے ماراؤ سکندر کا قصہ کہیں بڑھا ہم سے تو محبت و دماہی کا قصہ تو بوجھ۔

اور چونکہ سوخت جو کچھ کو مقصود ہے وہ پورے مجلس تضرع پر بھی موقوف نہیں کیلئے میں صرف  
 آپ فقہ میں تردد رکھا جو نقطہ اس آیت کے حل کرنے کے لئے کافی ہو شخص کو قہر سے ہی  
 مقصود ہو کرتے ہیں اور جو حقیقت شناس ہیں وہ اس سے کچھ ملتے ہیں صحابہ کرام ایک  
 مشہور حالت کا لقب ہے یہ سات آدمی تھے ایک کافر بادشاہ کے زمانہ میں وہ پادشاہ جو اس کو  
 سجدہ کر یا نہ تھا ان سات کو اللہ تعالیٰ نے خود بخود ہدایت دی اور توبہ کرنے کے دل میں گھر کر گئی  
 اس امر کو پرہیزگاری کہ گمراہی جہاں رہتے ہیں تو پادشاہ ہم سے شرک کر گیا اور متعجب کریں تو  
 کیسے کر سکتے ہیں سات آدمی ایک صنعت کا کس طرح متعارف کریں ایسی صورت میں آدمی اپنی جان  
 اور ایمان بھری ہو جانے اور بھوک جائے بھی سے بچا سکتا ہے ہن تار و نادر تعلق سے، یا سبھی ہو  
 جانا ہے کہ کسی صنعت عمل سے حق بھی نہ ہو جائے اور جان و ایمان بھی بچ جائے اگر بادشاہ کے  
 یہاں ایک تہ بہت سے بدین جمع ہو گئے تھے کہیں صلیح ہوئی کہ وہ دہ پازہ کو رکھیں،  
 چاہیے پادشاہ غنی بنے اور کوئی اور جو کوئی عمر جی طرح سب ایک سے ایک صحابی کا نام لیا کہ میں  
 فلاں بن ہوں اور یہ فلاں مانتا ہے خود دہ پازہ کا فخر یہ جو مانتا ہے کہ کسی کا نام بیتے ہیں تو اس میں  
 بالکل لی غصہ مانتی ہے اور اگر میں لیتے دوسرے میں بر ملا کر یہ تو بادشاہ کی مخالفت ہوتی ہے  
 لیکن ایک مانت سوچ گئی کہ میں تمہارا او جمل ہو گیا در تمام سب بر لخت مبارکوں کا کیا  
 حوالہ دیتی ہے ہا ایمان اور جان بچا لیسیں سر مکہ تو وہ دہ پازہ جیسے دہیں ہوتے نہیں اور  
 نہ مروت ایسی آئیں میں سکتی ہیں اس لئے ان حضرت سے اتنا میں سلاتی سمجھی کہ سب سے  
 اختیار طور سے جو چاہا چہ دہ پازہ تک بھی طوع سے ہے ایک تہ مشورہ کیا یہ یوں کہ تک میں  
 گئے کہ کسی ان سے طوع سے تو جو سوخت آگ لگی اور نہ یہاں ٹر اس وقت سے ہے تو حق صحبت کا  
 اثر نہ ہو مانتے سے نہیں ایسی فکر کیا کہ نہ کو مانت مطلق نہ ہو یہاں مشورہ کر کے  
 وہ ایک غار میں جا چھے او مان سے تہ او ایک کنہ بھی بنا کیا اور وہاں یہ اللہ تعالیٰ نے نوم مسئلہ  
 کر دی چنانچہ میں سو بس سوتے لمبے س کے بعد کچھ کھلی گئے پور قصہ ان کا اس سورۃ میں ہے  
 عجیب فقر سے کچھ کو ان کی مہیاں در تہ میں میں مقصدی یہ آیت سے اس آیت میں ان کے  
 مشورہ دہ سے تہ اس آیت کا یہ سے رتبہ تھاں سے طبع ہو گئے اور ان کے معبود سے

حوالہ اللہ کے، اللہ تعالیٰ میں ڈالنا تو یہ کہ یا تو میں بعد دن حال ہے، بوقت تو یہ مسمی ہونا  
 گئے کہ تم لوگ ان کفار سے، درجن کی وہ سولہ اللہ کے عبادت کیا کرتے تھے ان سے پیغمبر ہو  
 گئے، لیکن میں تو یہ پیمان کا تقس خذ تعالیٰ کے ساتھ اس کلام سے معلوم نہیں ہو، دوسری توجہ  
 یہ ہے کہ اللہ اعظم مقہوم کا معنی ہو یعنی جب تم لوگ ان سے پیغمبر ہو گئے مگر اللہ سے کہ اس سے  
 علیحدہ نہیں ہوئے اس صورت میں استعارہ منقطع ہو گا اور اللہ کی یہ تقدیر ہو گی، لیکن اللہ  
 فاسلم تعز لوہ فاذا الی، لکھت یعنی جب ان سے علیحدہ ہو گئے تو بسنا کی طرف ہو  
 نتیجہ اس کا کیا ہو گا بیشتر حکم ربکم من رحمتہ یعنی نتیجہ یہ ہے کہ تمہارے لئے تمہارا رب،  
 اپنی رحمت کا حصہ بھلا میں گئے، یہ لوگ کیسے مودب تھے کہ ان کو مگر نہ شرائع معلوم تھے نہ  
 کسی سے تعلیم پائی تھی نہ کسی کے صحبت یافتہ تھے لیکن مودب اس درجہ کہ اذا اعتزلتموہم  
 سے دم ہوتا تھا کہ شاید اللہ تعالیٰ کو بھی چھوڑ دیا ہو اس لئے کہ کلام اس طرح کا ہے جیسے ہمارے  
 محاورہ میں کہا کرتے ہیں کہ میاں جب تم لے سب مجھ کو چھوڑ دیا جیسے اللہ تعالیٰ بھی بظہر  
 دل میں کہو کہ وہ سب ہی کے مجھ کو دیں، بہت پرست بھی ان کی عبادت کے مدی میں گوا اللہ  
 ہوتا تب بھی یہ معلوم تھا کہ ان سب کو اللہ ہی کو سٹے چھوڑ ہے تو پھر خدا کو کیسے چھوڑتے لیکن  
 تاہم کلام میں ادب ملحوظ رکھنے کے لئے اللہ بڑھایا اس سے ان کا اللہ تعالیٰ کا صاحب ہونا اور  
 ہدایت مودب ہونا معلوم ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تعلیم تو کہیں پائی نہ تھی، ان کے  
 دل میں یہ کیسے آیا کہ دین کے بھانے کی ضرورت ہے یہ نہایت درجہ سادہ کے مادی ہونے کو بتا رہا  
 ہے، قیاس یہ کہ غار میں جانے کے ثمرات کو بیان کی کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت نازل فرما دیں گے  
 اور حقیقت شناسی کا نقطہ کیجئے کہ ان میں کہا بیشتر حکم ربکم رحمتہ، بلکہ من بڑھایا جس سے  
 یہ مندرستہ ہوا کہ معتقد کی رحمت غیر متناہی ہے جس پر رحمت ہو گی کوئی حصہ اس کا ہو گا، باقی  
 اسکی صفت رحمت کا کیا تھا کہ اس قدر وسیع ہے کہ جس کی نہایت نہیں ہے حضرت  
 غوث عظم رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس برس تک رحمت کا بیان کیا کہ روز قہ کا میرا درود یا تو کوئی  
 آدمی نہ گئے، اہام ہوا کہ اے عبد اللہ کہ یہ ہماری اتنی ہی رحمت تھی کہ یہ میں برس میں اس کا بیان  
 ختم ہو گیا پس رحمت کی اور اسی طرح حق تعالیٰ کی ہر صفت کی کوئی انتہا نہیں ہے شیخ شیرازی علیہ

## فدائے ہیں

دُفتر تمام گشت دریا یاں رسید عمر      با ہمچوں در اول وصف تو ماند ایم  
 لے بر تر از خیال و قیاس دگمان و ہم      و ز ہر چہ گفتہ اند شنیدم و خواندہ ایم  
 منوجہ: دفتر پورا ہو گیا اور مسر ختم ہو گئی اور ہم صرف تیری بولین ثنا ہی کرتے رہے لے وہ ذات  
 جو ہم و قیاس دگمان سے برتر ہے اور تو اعلیٰ ہے کہے تھے اور پڑھے ہوئے سب والا ہے۔

## اور فدا ہے

نہ جنت نہایتے دار و سعدی را سخن بایاں      بجز تشہ مستقی و دریا چمن باقی  
 دامن نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار      گلچیں بہار تو زرد امان گلہ دارد  
 ترجمہ: اس کے مٹن کی انتہا ہے اور سعدی کی: توں کی انتہا ہے جیسے استغفار کا مریض  
 پانی پیئے پیئے مر جاتا ہے اور دریا پھر بھی باقی رہتا ہے۔

ہم بچے کی پاشی ہیں جو رحمت کا احاطہ کر سکیں رحمت ہم کو خود محیط ہو رہی ہے اس  
 لئے ارشاد ہے اَلَا اِنَّہٗ بَکْلِ تَنْتٰی مَحِیْطٌ حَسْبُہٗ اَحاطَ ذٰلِیْہِ فَرَحٌ لَا رَمَّ ذٰلِکَ سَاسَ  
 لئے وہ بھی محیط ہوگی اور امانانہ بکلی شئی محیط سے بعد غایت نہ ہوئی ہے۔ تفصیل اس اجمال  
 کی یہ ہے کہ محبوب اگر نہیں ملے تو دُعا مانیں ہوا کرتی ہیں یا تو تم میں کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لو  
 اور یاد وہ تہا را ہاتھ ہے ہاتھ میں لے دو دوسری صورت میں جس قدر لطافت و درمہ ہے پہلی صورت  
 میں نہیں کسی نے خوب کہا ہے

اگرچہ دور و افتادہ بای امید خورسدم      کوشاید دست میں بارہ گویاں میں گیرد  
 منوجہ: اگر دُور ہو یا مگر اس امید پر خوش ہوں کہ شاید میرا ہاتھ تیرے دامن میں گھس جائے  
 اگر تم محبوب کو اپنی گود میں بٹھلاؤ تو لطف آسین، لگی ہے سیکس اگر قسمت سے وہ تم  
 کو اپنی سفارش میں لے لے تو سکی برابر کہیں میں مطلق ہیں پہا پنچہ اہل جنت اس کو خوش سمجھ  
 سکتے ہیں پس حق تعالیٰ کو توں تو کوئی حاطہ نہیں کر سکتا اور اگر بغیر صفا کوئی کر سکی سکتا  
 تو قسمت کا مقتضی یہ تھا کہ تم اسی کی فتا کرتے کہ وہ ہم کو اسے احاطہ کر لے لیکن وہ  
 نے مانگی ہی لیتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے اَلَا اِنَّہٗ بَکْلِ تَنْتٰی مَحِیْطٌ عَرَّسَ مَنَ تَحٰنِیْ کی رحمت بڑی

جسے اسباب اس نے رحمت پر من بڑھا: ایک ثمود تو مار میں جانے کا یہ جو دوسرا ثمود یہ ہے کہ  
 دیکھی تکم من امر کھ مومقاً، ورنہ یہ در دیگا قہوتے امر دین میں کامیابی کا سامان پس دوسرے  
 بیان کئے ایک تو اشارہ مقصود کی طرف ہے، اور دوسرے میں اس مقصود کے مقدس کی طرف  
 تفسیل اس کی یہ ہے کہ مقصود رحمت حق ہے جو فنا و الی تکلف پر مرتب ہے لیکن یہ مقصود عاقل  
 اسیر بلا و سطر مرتب نہ ہوگا گو کلام میں بوجہ اہتمام شان اور سبب اس کی مقصودیت فی الہام کے  
 اس کو بلا فصل فنا و الی تکلف کے بعد ذکر کر دیا ہے لیکن ثمود اس کے ترتیب کی یہ ہوگا  
 کہ کہت میں جانے کے بعد اسباب مبیا ہوئے تکمیل دین کے اور بواسطہ اس کے رحمت  
 کا ترتیب ہوگا پس رحمت کا مقدر تکمیل دین کے اسباب کا مبیا ہونا ہے اور تکمیل دین کا  
 مقدر کہت میں جانے پس کہت میں جانے کا مقدر کا مقدر ہے اور یہ آیت شرح اور غادر  
 ہے اس ہمال کا جو آؤ، اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے یعنی اول حق تعالیٰ نے اجماعاً قصہ  
 اصحاب کا بیان فرمایا ہے پناہ ارشاد ہے :

اِذْ اَوْىٰ الْعِیْبَةِ الْاَلْبُ الْكُفْرِ مَقَالُوْا رَتْنَا اِنِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً  
 وَھِیَ لَتَاْمِیْتُ اَمْرًا وَّاسِعًا اَفَصْرَبًا عَلٰی اَدَاٰیھُمْ فِی الْكُفْرِ مِّنْیْنِ عَدُوِّ  
 نَا لَعَنَّاھُمْ لَعْنَمُ اَحٰی الْیٰھُودِیْنَ اَخْصٰی لَیْلَیْنَا الْاَمَلَا

یہ قصہ ہے جہاں گویا متن ہے، آگے سخن نقص عیدک مناہم بالحق سے اس کی  
 شرح ہے متن کے اندر جہاں منظر واقعہ کا وہ بیان فرمایا، شرح میں اس کی تفصیل ہے  
 سبحان اللہ کی عجیب طرز ہے مصنفین کی عادت ہے کہ اول مختصر بطور فہرست کے  
 مقصود بیان کرتے ہیں حق تعالیٰ نے ان اسالیب کی اپنے کلام پاک میں رعایت فرمائی  
 ہے اور دوسرے مقامات میں بھی ایسے امور کی بہت رعایت ہے دیکھئے خطیبوں اور  
 واعظین کی عادت ہوتی ہے کہ اس کے بعد خطبہ پڑھتے ہیں، اس کے بعد مقصود شروع  
 کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے بھی ایک مقام پر دلائل توحید سے پہلے خطبہ بیان فرمایا ہے وہ  
 یہ ہے قُلِ الْھٰدِیْ رَبُّہٗ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہٖ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی یہ ایک خطبہ ہے اس  
 کے بعد مقصود دینی بیان دلائل توحید شروع ہوا ہے اور یہاں متن کے موقع پر یکسا

دعائی ہے اَنَا اَمِّنٌ لِّدُنْكَ دَمَتُكَ وَهَيَّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِ مَا دَشَدْنَا اس سبب سے  
 جو کہ شرح کے موقع پر ہے یٰسَیْرُ لِمَکُمُ ذِکْرُکُمْ میں تجھ سے اس کی طرف اشارہ ہے یہاں  
 صاف کی وجہ سے رحمت کی تکرید ہو سکتی تھی اس لیے یہاں میں برہا دیا اور متن کے  
 موقع میں میں لَدُنْکَ کی وجہ سے تعریف کی ضرورت نہ تھی، اس لیے رحمت کو منکر لائے  
 جو تکرید کے سبب مترادف ہے من رحمتہ کا متن میں جس رحمت کی درخواست کی تھی شرح  
 میں بھی اسکی اُمید کو ایوان الی لکھتے کا ثمرہ کر کے ظاہر کیا ہے گویا حاصل یہ ہے کہ لے لے  
 جس رحمت کا ہم نے آپ سے سوال کیا تھا وہ ہم کو غایت فرمایاے سبحان اللہ کلام میں کیا  
 تاسق ہے اور فَاِذَا دُعِیَ اِلَیْهِ لَکَیْفَ یُنْزِلُ لَکُمُ الرِّجْلَیْنِ میں ایک مسئلہ مطیف کی طرف  
 اشارہ ہے وہ یہ ہے کہ اعمال کو گزرات میں داخل ہے لیکن بڑن مشیت خدا کے ان کا  
 قوت ضروری نہیں ہے لیکن مرتبہ بڑی بڑی نصیب کرتے ہیں اور ثمرہ کچھ مُرْتَبِیْنَ  
 ہوتا اس لیے برعالت میں یہ ضروری ہے کہ حق تعالیٰ پر نظر رکھے عمل کرے اور عمل پر نظر  
 نہ ہو مولانا فرماتے ہیں ۷

ایں ہمہ گفتیر یک اندر بسیج      بے عنایات خدا بیہم و بسیج  
 بے عنایات حق و غاصان خدا      مگر ملک با تدبیر سیمینش در حق

اسی واسطے صحابہ کھف غاریں جانیے تو مطمئن نہیں ہونے مار نہیں ہوا غاریں  
 سب نے سے یہ نہیں کہے کہ اب ہم مامون ہو گئے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت کے منتظر رہے  
 اپنی تدبیر پر وثوق نہیں کیا اسی واسطے مولانا تدبیریں بتلاتے ہیں مگر پھر مضطرب ہو کر خدا تائیں  
 کی طرف اتنا ظاہر فرماتے ہیں ۷

صد ہزاراں دام و دار است خدا : مایہ مرغانِ حریص بے نوا  
 دم بدم پا بستہ دامِ نواریم : مگر ہمہ شہباز و سیمین غمخوار  
 سے رہائی ہر دمے مارا دیار : مونسے داسے میر ویم لے بے نیاز  
 ترجمہ : لاکھوں جانِ اند دانتے ہیں اور ہم لے اللہ مرغانِ حریص کی طرح ہیں ہر شے  
 نام میں پھنسے گویا رہیں، مگر ہم سب شہباز و سیمین بھی ہو جائیں اور تو ہمیں چھوٹے

تو بھر نام میں بھنس جائیں گے۔

ہمارے یہی بات ہے کہ ایک بال سے بچے میں دوسرے بال میں پھنسنے ہیں، ہم پھنسنے ہیں وہ نکلنے ہیں میں خود اپنی حالت کہتا ہوں کہ ایک ملا سے بچا ہوں دوسری میں مبتلا ہوتا ہوں حسب حال یہ شر زاد آتا ہے۔

پہل سال عمر عزیزت گزشتہ : مزاج تو از حال عقلی نگشت  
ترجمہ : پال سال گزر گئے مگر تمہارا مزاج عقلاً نہ ہی رہا۔  
بچاؤں کا ایک شعر ہے۔

ایکہ پنہا رفت در خوابی : مگر ای پنج روز دریا بنی  
ترجمہ : اسے دیکر تیرے پاس سال خواب میں گزر گئے شاید یہ آئی پانچ سال ہی پائے۔

دور ساختہ کی نسبت کسی نے کہا ہے : جو شخصیت کہ شمس سے بدیور  
صاف نہ ہوں تمام معاملات ہی میں زرخور ہوں جس سے دل شکستہ ہو  
کا بیان یہ ہے کہ زنی قامت تیرہ رہا ہے مارا لایا ہے کہ میں درجینا کا کام یہ ہے کہ ہم  
کو اٹھائیں اس اندام بچہ ہو گا سہہ کا کام ہی کا ہے۔

ندریہ رفتی ترش می عاشق : تا دے آخر دے فارغ نہ باش  
ترجمہ : کسی راستے میں ترا شو بھیو اور آخر وقت تک کبھی نہ فارغ نہ ہو  
یہ فقرہ نہ کر دے غور ہو کہ میں یہ نفس کا کید ہے نفس یوں چاہتا ہے کہ کام سے رجوع  
نفس کو کش کئی سے تطیف ہوتا ہے وہ کبھی غالب ہوتا ہے کبھی ہم اس پر غالب ہوتے ہیں اور پانچ  
ہے کہ میں میں سے پیچہ جادو صفت سے چند باتوں اس لئے فارغ ہونے کی فکر نہ کرو  
آگے مولا فرماتے ہیں :

تا دے آخر نہ آسود : کہ غایت با تو صائب رہور  
یعنی سر کوئی وقت تو نہ آسودے گا۔ عایت حق سچہ کو کھینچ لے گا

اور اگر اس بات کا ٹکڑہ ہے کہ اسوی بزرگ تو رہوئے تو مارو  
بھلاؤ ویسی بزرگی اس کو نہ میں تو سنا ہے بعض دگ بیوا سنے ذکر و  
شرک و بیعت

متل کرتے ہیں کہ بزرگ بن جاویں یاد رکھو یہ نہ کہ فی طریقت ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب  
 سے کسی نے پوچھا کہ حضرت کوئی عمل یا سبقتا ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو حضرت  
 نے فرمایا کہ بھائی تمہارا بڑا حوصلہ ہے کہ جو اس کی تمنا کرتے ہو ہمارا تو ذہن بھی کبھی اس طرف نہیں  
 جاتا جھکو تو دستہ اور حضور کے روضہ اقدس کے گلبہ خضر ایسی کی زیارت جو جانے تو غنیمت ہے  
 بزرگی و تقدس کی نیت چھوڑ دو ہم تو سمجھتے ہیں کہ اگر اللہ میں ناراض نہ ہوں تو یہی  
 غنیمت ہے بہت تو وہ شے کہ محبوب کا مرتبہ تو بہت زیادہ ہے محبوب کے یہاں  
 ناکوئی ادنی آدمی اگر جوتیاں بھی مارے تو خیر سمجھے۔ میں نے ایک حکایت سنا ہے  
 ترکیہ میں سے کسی سلطان کی سہیلی ہے کہ قسطنطنیہ میں دیر بر غنیمت کی سواری جب  
 رہی تھی اور حسب دستور امرا ایک آدمی ہڑبوج کا مثل ہی بنا ہوا آگے آگے جاتا تھا  
 ایک عہد کو ذرا ہٹنے میں دیر ہوتا اس وزیر نے ایک منتر سیکھا اس عرب  
 کو عقیدہ تھا اس نے منتر پر ایک جوتہ کھینچ کر دروازہ کھڑا کر لئے گئے، دیر یہ مقدمہ سلطان  
 کے پاس میں پیش کیا سلطان نے فرمایا کہ واقعی انہوں نے بڑا عزم کیا لیکن میں اطلاع  
 کئے دیتا ہوں کہ اگر میرے ساتھ یہ واقعہ ہوتا تو میں انکا جوتہ سر پر رکھ لیتا اس لئے کہ دار  
 محبوب یہی کہنے کے پہلے دے دے میں تو مجبور ہو کر ہی چھوڑ دو کہ ہماری بڑی شان ہوگی  
 اس محبت اور جاہ تو متضاد ہیں محبت جینے اور مٹنے کے لئے ہے  
 افرامین و سومتین و جمر دیدن      پرواز زمین شمع امن محل زمین رحمت  
 عاشقی جیت گونہہ ہاناں بودن      دل بدست دگر سے دادن و حیران بودن  
 موئے زلفش نظریہ کردن درویش دانا      گاہ کافر شدن و گاہ مسلمان بودن

ملاحظہ ہو روانہ نے مجھ سے جتنا شمع لے لیا اور پھول نے کپڑے پھاڑنا مجھ سے  
 کفر اور اسلام یہ اصطلاحی الفاظ ہیں ان سے فنا اور بقا مراد ہے پس یہاں ہر دم  
 فنا و بقا ہے حضرت احمد جام فرماتے ہیں

کست چکان صبر تسلیم      ہر زان ارغیب جان دیگر است  
 پس ترا ہر نظر مرگ در جنت است      مصطفیٰ فرمودہ دنیا سا غنی است







توجہ، دن کی فراغت سے ایک لحظہ محبوب کے چہرے کو دیکھنا اس سے بہتر ہے کہ ہر شاہی کے ساتھ سارا دن شور و شر میں مبتلا ہوں پس خلوت قید کی ہر وقت ضرورت ہے۔

**ترک لذات** | باقی خلوت طویلہ اور ترک تعلقات کی ایک حذاف تک ضرورت رہتی ہے لیکن اس خلوت کے اندر بھی اسکی ضرورت ہے کہ حقوق واجدہ وقت

نہ ہوں اور تابع سنت کے ساتھ ہوں بعضوں کی شہرت ہو جاتی ہے کہ فلاں صاحب کسی سے بولے نہیں بلکہ روٹا نہیں کھائے یا فلاں بزرگ اس نہیں کھاتے ان لوگوں نے حذل چیز

چھوڑ کر ایک شے یعنی عجب اور ریا کو اختیار کیا اور نیز گویا درپردہ اٹھ میاں پر بھی معترض ہیں کہ یا اللہ میاں آپ نے یہ چیزیں نفسوں پیدا کی ہیں انکی ضرورت نہ تھی یہ سب نفل

اور مردود باتیں ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں کھائے کئے لئے پیدا کی ہیں خوب کھا دہیں، یکسا بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ فصل کی ہر شے کھانا چاہیے حتیٰ کہ بھٹے بھی کھاؤ لیکن مردود

کی رعایت ہر شے کے اندر رکھ ضروری ہے آسا، کھانہ نہ منہ سے نکلنے لگے سبب ایک شخص تھے بہت کھانا کھا لیا تھا مولوی میض الحسن صاحب کے پاس آئے کہ حضرت کوئی نذر

بتلیے تکلیف ہو رہی ہے حضرت مولوی صاحب نے ایک پڑی دی کہ اس کو کھا لو تو کہنے لگا کہ وہ حضرت اگر اسکی جگہ ہوتی تو میں دو لاکھ اور ہی نہ کھاتا میں نے تو بڑی عزت

بجرا ہے اس کوئی لیمپ اور کابستہ لایئے کہ اسکا بھی اچھا نہیں ہے باقی سب چیزیں کھاؤ آج کل بعض لوگ بزرگی کی وجہ سے نعمتوں کے کھانے سے محروم رہتے ہیں اور

بھٹے دہم میں پڑے ہوئے ہیں کہ فلاں شے نہ کھاؤ فیض ہے پیٹ میں مسدود ہو جائے گا فلاں شے نہ کھاؤ سمجھئے گا، یاد رکھو یہ مقولہ مشہور ہے کہ ان کا رستم قیرضا

یعنی اگر تم بیمار نہ ہو گے تو بیمار ہو جاؤ گے بے کھٹے سب چیزیں کھاؤ ہاں اگر کوئی فوت بیمار ہو اور حکیم جی نے پرہیز بتلایا ہو تو وہ دوسری بات باقی اچھے خاصے نذر دست کو

آئندہ کے ادب سے نہ ڈرنا چاہیے دیکھو گاؤں کے لوگ ہیں وہ خوب بے کھٹے سب کچھ کھا لیتے ہیں انکو کچھ بھی نہیں ہوتا ہے۔ ایک حکیم صاحب تھے وہ کہیں دھنل میں پلے جا رہے

تھے ایک کسان کو دیکھا کہ گھر سے اس کے کھانا یا چار روٹ موٹے موٹے اور ایک

لوٹ چھوڑا۔ اس نے وہ چاروں روٹیاں کھا کر اور اوپر سے چھاپچھ کا لوٹ منہ سے لگا لیا اور حکیم صاحب قواعد کی رُو سے ڈر رہے ہیں کہ یہ ضرور مرے گا جب وہ سب پی گئی حکیم نے کہا چودھری صاحب اس چھاپچھ کو اگر آپ درمیاں میں پیتے تو اچھا تھا بڑا کہ اچھا پینے لڑکے کو کیا راہ ہے جا چار روٹ اور بے اس کا کہنا بھی کہ لوں چار روٹ اور دنگا کر کھالنے اور کہنے لگا۔ اب توبیح میں ہو گئی تو ایسے لوگوں کو کچھ ضرر نہیں ہوتا اس لئے کہ بلا وہم و تکلف کھاتے ہیں اور پھر محنت خوب کرتے ہیں پس خوب محنت کرو ذکر کی مزہیں لگاؤ اور خوب کھاؤ۔ آجکل یہ حالت ہے کہ کسی کو یہ ضبط ہو گیا ہے کہ میں گر کھاؤ لگا تو میری بزرگی نہیں جائے گی کسی کو یہ ضبط ہے اور ایسے لوگ زیادہ ہیں کہ اگر فلاں شے کھاؤں گا تو تندرستی جاتی ہے گی ترک لذات کا میں انکار نہیں کرتا کہ اسکی کوئی اصل نہیں ہے بزرگوں سے کیا ہے اور کرایا بھی ہے مگر اسکی ایک حد ہے۔

ایک بڑھیا نے اپنے بیٹے کو حضرت نوحؑ پاک یعنی اللہ علیہ کے سپرد کر دیا کہ حضرت اسکو بھی تبسم فرمائیے حضرت نے اس کو خاناہ میں بھیج دیا وہاں اس کو سوکھے ٹکڑے کھانے پڑے ایک مدت کے بعد وہ رخصیا کی دیکھا کہ بیٹا بہت ڈبکا ہو رہا ہے بڑا غصہ آیا اور بہنچی حضرت کی خدمت میں۔ دیکھا کہ حضرت مرغ خوش جاں فرماتے ہیں اور بھی زیادہ عتاب ہوئی اور کہا کہ حضرت آپ تو مرغ کھاتے ہیں درمیاں ٹوکھ کر کانا ہو گیا فرمایا کہ میں اس کو مرغ کھانے کے قابل بناتا ہوں مرغ کی ہڈیاں پڑی تھیں فرمایا کہ دیکھ اس طرف ان ہڈیوں کو فرمایا تم باذن اللہ وہ ہڈیاں آپس میں ایک دوسرے سے ملکر اچھا خاصہ مرغ بن کر کھڑ ہو گئی فرمایا کہ جب تیرا بیٹا ایسا ہو جائے گا وہ بھی مرغ کھائے گا ابھی اس کو کسی کی ضرورت ہے مولانا فرماتے ہیں ۷

نقد ذمہ امت کامل و حلال + تو نہ کامل خود رہے باش لال  
یعنی تصوف کے نکتہ بیان کرنا اور تر لہتے بھلا کامل کہ حلال ہے یعنی اس کو سفر نہیں۔

اختلاف ریاضت | اور تو کامل نہیں ہے اسکو گناہ کی حد تک خاموش و تبارک

لذات دنیا پر ہے لیکن وہ رات دور تھا، سوقت کا مطلب بھی جدا تھا زمانہ کے اختلاف سے مطلب ہمیشہ بدل جایا کرتا ہے، سوقت کے لوگ شوق تھے درحقیقتی ہے اُن کا علاقہ قوی تھ جسے مجاہدات و ریاضیات سے ان کے تعلق میں کوئی فرق نہ آتا تھا بل لوگوں کی دوسری حالت ہے اب وہ وقت کہ لوگوں کی محبتیں ضعیف و شوق کم در قوی کمزور ہو گئے ہیں اور خدا تعالیٰ کی محبت بھی بہت کم ہے اگر خدا تعالیٰ کھانے پینے کو کچھ کر بیٹے ہیں وہ نہ اللہ میاں سے بھی کہ دیرت ہوتا ہے اب سوچ گئی کہ وہ اور وہ بیوقوف کو بھی تو خدا تعالیٰ کی محبت کا بھی کچھ نہ رہا ہوگا اور یہ سبکل عقل ہی کم ہے کھانا پینا ترک کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے بڑا کام کیا ہے پھر اس پر منظر سوسا کے غرات کے اور اپنے کو خدا سمجھیں گے یہ سب کے حد و صورتیں جو ان کی کہ نہ نہ سے عوام اگر حاصل ہوئے تو سمجھیں کہ جب ان محبت سے کچھ نہ ہو نہ بس تو اب کچھ حاصل نہ ہوگا خود کرتے تھے سس کو محبت چھوڑ ڈھکیٹ گئے اور اگر حاصل ہو گئے تو اپنے سے محبت کا مزہ سمجھیں اور محبت میں مبتلا ہو گئے اس لئے اب یہ مجاہدہ متروک ہو گیا ہے اب مجاہدہ صرف صلوٰۃ کا ہے لیکن خلوت کا بھی ہر شخص کو وقت طویل نہیں ملا اس لئے مقتدی نے شریعت مقدسہ میں ایک خاص خلوت مقدر فرمائی ہے اور ایک بڑے زمانہ میں چھوٹا سا زمانہ اس خلوت کے لئے مسترد فرمایا ہے یعنی رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ کو اس لئے منتخب فرمایا ہے۔

**لفظ اتقوا کی حکمت** اور اس خلوت کا ۱۰ مکان رکھنا ہے صلوٰۃ نام نہیں رکھا، اس لئے کہ یہ فلاسفہ اور حکما کا نام ہے اس لئے اس کو چھوڑ دیا گیا اس لئے اس کو خلوت سے تعبیر نہ کرنا چاہیے سی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ عشرہ کو معمر کہو اس لئے کہ یہ جاہلیت میں سوقت کا نام عمر ہے سچ کل یہ عام غلطی ہو رہی ہے اور منتہا اس غلطی کا مورعین یورپ کی تقلید ہے وہ یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانی اسلام کہتے ہیں وہ لوگ آپ کو مانی اسلام اس پر کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک اسلام لغویاً نہ حضور کا نیا ہوا اور کھڑا ہوا ہے آسمانی مذاہب نہیں ہے، انکی دیکھا دیکھی مائے جمالی بھی کہنے گئے اگر اسیں آدمی نہ کھائے تو بیت

صحت لفظ ہے اور سخت ہے اولیٰ ہے حضورؐ کے قیام جو حدیث و ذکر میں رکھے ہیں  
 نہ سے تیرہ گویا چارے قرآن میں یا بیس رسو یا بیس منی : : ہے اور حضورؐ فرماتے  
 ہیں انا حبیب اللہ ان القیام سے زیادہ مادعت کون سے قیام مول گئے جو کپ ان  
 و جہود کر غیر تو میں کے مغز تہ القیام کو اختیار کرتے ہیں ایسے ہی سادہ صلوٰۃ کا تہم لفظ  
 ہے تہ تہائی ہے بلکہ مجاہد اس کے اعتکاف کو سمجھا رہا ہے ارشاد ہے :

فَلَا تَبْتَئِسْ مِنْهُمْ وَأَنِتَّمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ اور فرماتے ہیں : وَطَهَّرْ بَيْنِي  
 وَبَيْنَ الْقَائِمِينَ وَابْعَثْ كَهَنِينَ كَرَّمَ لَفْظِ صَلَوَاتِ كَالْمَسْجِدِ بھی ہا رہے ہر گویا کے کلام بھی  
 ہے مگر جس صلوٰۃ کا لقب اعتکاف فرمایا ہے وہاں یہ مفہوم عبادت رکھا جائے

یہ کلام تو عنوان میں تھا اور کئی اور ہماری صلوٰۃ میں بدرجہ معنوں  
 بھی دق ہے ہماری صلوٰۃ بوجہ رعایت حدود محدود ہے وراکھی

### صلوة از اغیار

صلوٰۃ کہ اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے نیا پنج ارشاد ہے فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْصَلِّيَ فَلْيُحْدِثْ  
 وَبِهِر ہے کہ جب حدود کی رعایت نہ ہو تو کسی ہی جی تیز ہو وہ بھی مذموم ہو جاتی ہے اور  
 انکی صلوٰۃ میں چند نوع کی کمی تھی اول تو بوجہ طولی ہونے کے بہر شخص اس سے منتفع نہیں  
 ہو سکتا تھا اس لئے مدت انہر تمام تسبیحات بیچ کر کیسے کوئی شخص محسوس رہ سکتا ہے

حق تعالیٰ نے ایسے مختصر زمانہ اس کے لئے مقرر فرمایا ہے کہ ہر شخص کو مانا ہے اور پھر آج  
 سے زیادہ نافع کی سببیں مفقودہ دوسرے وہ صلوٰۃ ایسی بگڑ گئی تھی جہاں پندرہ ہر  
 نہ مار سکے یعنی وہ پہاڑوں کے ناروں اور تنگل کے گوشوں میں جا کر بیٹھتے تھے کہ خواہ مخواہ  
 دشت ہو کر آدمی آدمیت سے نکل کر وحوش میں شامل ہو جائے اللہ تعالیٰ نے اسکی عیب و  
 غریب اصلاح دلائی وہ یہ کہ اعتکاف کو مساجد میں مشرعیٰ دیا کہ جن سے صلوٰۃ مفقودہ تھی  
 ان سے بھگونی ہو گئی یعنی نا جنسوں سے اور جن سے کسی کو مقصود نہ تھی یعنی اپنے ہم جنس  
 سے صلوٰۃ نہیں ہوتی مجھے قصہ یاد آیا کہ ایک تہہ ہائے حضرت حاجی صاحب رحمۃ  
 علیہ تہہ بیٹھے تھے میں دامن جا پہنچا جب میں نے دیکھا کہ حضرت تہہ تھے میں نے عرض  
 کیا کہ حضرت میں محل وقت ہوا دماغے گئے کہ نہیں صلوٰۃ از اغیار نہ از یار تم تو  
 اپنے ہم جنس ہو اور اسی مصنفوں کی موید حدیث یا روایتی ارشاد ہے ،

الوحدۃ خیر من المجلس السوء، المجلس الصالح خیر من الوحدۃ  
 یعنی تنہائی بُرے مجلس سے بہتر ہے اور اچھے مجلس تنہائی سے بہتر ہے۔ سنی ان اللہ، حریست  
 یہ کیا امتداد رکھا ہے۔ دورِ زائش میں یہ ہے کہ خلوت کا مقصد تو یہ ہے  
 کہ استغنیٰ بکن بڑھے لیکن جب جھاجیس کوئی ملے تو اس سے مشغولی مع اللہ بہ نسبت خلوت  
 کے زیادہ ہوتی ہے میں بقیہ کہتا ہوں کہ یا موانع سے جس قدر حضور اور مشغولی بڑھتی ہے  
 اس قدر خلوت سے نہیں بڑھتی چنانچہ ہم کو اس وقت جس قدر لطف بوجہ خلوت کے اس  
 بیان میں آ رہا ہے اس قدر خلوت میں نہیں آتا۔ بہب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ نے ایسے  
 الفاظ حسرت سے فرمایا کرتے تھے کہ اکیلے ہی رہ گئے۔

مولانا فرماتے ہیں ۷

ہر کہ اور ہر زبانے شہدا بے نواشد گروہ دار دصہ نوا  
 چو نہ گل رفت و گلستاں در فرشت نشوئی زین پس ز بلبل سرگزشت  
 حقیقت میں یہ لوگ مجھ رہتے ہیں اگر مجلس صانع میسر ہو تو خلوت پر اس کو ترجیح  
 ہے۔ آج کل تو کڑی صحبت بڑی ہی ہے اسلئے خلوت ہی بہتر ہے ۷  
 دریں زمانہ رفیقہ کہ خالی از غلست ۷ حراجی مکی ناب و سفینہ غزل است  
 اور کوئی مجلس موافق میسر ہو تو اس کی نسبت ہی بہتر ہے ۷  
 مقام امن ولی بنی غش و رفیق شفیق ۷ مگر مدام میسر شود نہ ہے ترفیق  
 لیکن سن زمانہ میں مجلس صانع کہاں ہے اگر ہو تو سبحان اللہ اس سے مستفیض  
 ہو ورنہ خلوت سب سے بہتر ہے۔

اور اگر صحبت ہی کو دل چاہے تو مردوں کی صحبت میں بیٹھے لڑکی پاکستان کر آخرت تو یاد دہانی  
 وہ مرٹے ال زندوں سے بہتر ہیں یہ زرد سے تم کو ہلاک کرتے ہیں وہ مڑے تم کو حیات بخش ہیں  
 عرصہ فی المساجد سے اس طرف اشارہ فرمادیا ہے کہ خلوت بے نمازیوں سے مقصود  
 ہے اور نمازیوں سے خلوت مقصود نہیں ان سے تو جلوت مقصود ہے اسی واسطے حکم ہے  
 کہ ایسی مسجد میں، عتکاف کرو جہاں جماعت ہوئی ہو ایسی مسجد نہ ہو جہاں آدمی کا نام دُشا

نہ ہو تو جوتے ہوں اس سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ جماعت مقصود ہے چنانچہ فقہائے مکلف سمجھ گئے کہ امکان سے انتظار جماعت کا ثواب اور ادراک جماعت مقصود ہے کہاں گئے وہ عالی جہالت ہی کو مقصود سمجھتے ہیں اور غفلت کی تحصیل کے واسطے بہت سے حقوق واجب ضائع کرتے ہیں دیکھئے فقہائے اس نکتے سے معلوم ہو گیا کہ غفلت با انتظار جہالت مقصود ہے پس غفلت ایک انڈہ ہے اور جہالت ایک بچہ ہے جب انڈے سے ایک بچہ نکل آوے تو انڈا سیکار ہے بہر حال فی المساجد کی قید نے صاف بتا دیا کہ غفلت فی نفسہ مقصود نہیں ہے سبحان اللہ کیا اعتدال ہے نہ ایسی غفلت ہے کہ توحش تک نہایت آجائے اور نہ ایسی ہے کہ مقصود حاصل نہ ہو یا عمل مذاق اور طبائع کے موافق شریعت کی اسی حسن و جمال ہی پر نظر کر کے تو میں کہا کرتا ہوں ۵

زفر قیام بزم ہر گاہ کہ ہے محرم کمرشہ دامن دل می کشد کہ جا اینیاست  
ہر ہر ناز دلہ باور ہر پرائہ انزالی اور سادہ اور پھر دقتی ع  
دلفریبانی نب آتی ہمہ ریور بستند  
یہ حالت تو مکملہ کے مجاہدوں اور ریاضت کی ہے۔

شریعت کی آزادی | اور شریعت کی کیا حالت ہے ۵  
مے خوشامرد کہ از بندم آزاد آمد

اور جو لوگ اس آزادی کو قید اور ایسے آزادوں کو مقید سمجھتے ہیں تو انکی خدمت میں عرض ہے کہ یہ قید وہ ہے ۵

ایہ شخص خواہد رہائی زبند : شکارش بخوید غلامی بند  
اگر تم کسی پر عاشق ہو جاؤ اور وہ مدت کے بعد تم کو ملے اور لپٹ جائے اور خوب تم کو دباوے اور چہ کہہ کہ چھوڑ دوں تو ہر گز تم اس پر راضی نہ ہو گے بلکہ غصہ سمجھو گئے کہ مدت کے بعد کو یہ ملتا ہے اچھا ہے جس قدر اس سے قرب ہو تو جناب آپس آزادوں کو آزادی کہتے ہیں لعنت ہے ایسی آزادی پر جو خدا اور رسول سے آزادی ہو ہمارے نزدیک جو اس قسم کا آزاد ہے ہم تو اس سے بے تکلف کہیں گے ۵



جانا اول اس فرمایا کہ اگر از ہر دنیا دہد دیں بسا د

ترجمہ: اس گنہگار کو دل بھی خوش نہ ہو جو دنیا کی خاطر دین برباد کر دیتا ہے۔

اور کیا آزادی ہے اپنے نزدیک آزاد ہوں گے سینکڑوں بلاؤں میں مقید ہیں کوئی بوٹ کا مقید ہے کوئی سوٹ کا کوئی کانٹے کا کوئی چھری کا آزاد جم ہیں انکی عزت اگر جوڑے اور بوٹ سوٹ سے ہے ہماری عزت دولت ایمان سے ہے وہ اگر عبد الفیش ہیں تو ہم عبد اللہ ہیں بہر حال خلوت کو ان حکمتوں کی وجہ سے مستر فرمایا۔

**حجرہ خلوت** لیکن اس پر بھی مخاطبین میں بعض ایسے تھے کہ یہ سن کر دل روز ملک مسجد میں رہیں گے نفس کو مزہ آیا کہ آہا خوب باتیں گھڑیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا اس طرح انسداد فرمایا کہ مسجد میں ایک پٹائی کا حجرہ بنایا اور اس میں ہے اس کے یہ بتلایا کہ مسجد میں رہو تو اس طرح رہو، صوفیہ نے یہاں سے ایک یہ حجرہ خلوت کے لئے اختیار کیا ہے کہ اس میں سولے پٹائی کے اور کچھ ہونا تھا ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر حجرے تھے ایک میں تو حاجت کی شیاں رکھی تھیں اور ایک مخصوص تھا اس میں سولے پٹائی کے اور کچھ نہ تھا در یہ بھی صوفیہ نے فرمایا ہے کہ خلوت کا حجرہ بہت چھوٹا ہونا چاہئے، اہل حاصل حضورؐ نے مسجد میں پٹائی کا حجرہ بنا کر تعلیم فرمایا کہ مسجد میں اس طرح رہنا چاہیے اور یہی ماخذ ہے اس عادت کا کہ پردہ وغیرہ احتکاف میں باندھ دیتے ہیں۔

لیکن اس میں بھی شاید کوئی غلطی نہ ہو کہ یہ ایک امتیاز کی شان ہے کہ حجرہ میں خود بیٹھے ہیں اور باہر مریدین و معتقدین جمع ہیں کہ شاہ صاحب نکلیں گے تو زیارت کریں گے اور باتیں کریں گے اس نے حضورؐ نے اس کا یہ انتظام فرمایا کہ نماز کے وقت کہ وہی وقت اجتماع کا ہے خود بخود باہر رونق افروز ہو گئے کسی بنا پر اہل احتکاف کا طریقہ ہے کہ نماز کے وقت پردہ وغیرہ سب اٹھاتے ہیں تاکہ کوئی امتیاز کی شان پیدا ہو کر عجب نہ ہو، واللہ اگر تمام جہان کے عقلا چاہتے کہ ان مصالح کی رعایت کریں تو ہرگز نہ کر سکتے یہ نور وحی ہے کہ جو ایسے دقیق دقیق مصالح کی رعایت فرمائی کہ من درجہ قید من وجہ

اصلی خدمت بھی محفوظ اجتماع بھی محفوظ۔

گم سے گم اعتکاف | علاوہ اس کے ایک اور وقتی رعایت کی وہ یہ

ہے کہ اس پر نظر فرمائی کہ رات کو کلام زیادہ کرنا چاہئے لیکن رات آرام کا وقت ہے اگر دس کی دس۔ تیس کام کریں تو بیمار ہو جائے گا اندیشہ تھا اس لئے اُن راتوں کی حق تعالیٰ عجیب طریقہ تقسیم فرمائی کہ طاق راتوں کو شب قدر بنا کر مبتلا دیا کہ ایک رات سو ڈھائی رات جاگو اور ان راتوں میں ایسی برکات رکھ دیں کہ الف تہر کی خلوت سے وہ رات نصیب نہیں جو ان راتوں سے ہوتی ہے۔ اگر ملک پر اپنی عقل سے ہزار تدبیریں کرتے اور تدبیریں کرتے کرتے مر جیتے تو یہاں تک گنہگار نہ ہوتی سنے کہ اس کا ادراک کیسے ہوتا کون سے زمانہ میں کتنی برکت رکھی ہوئی ہے اور اسی طرح کسی زمانہ کے اندر کوئی برکت پیدا کرنے کی بھی قدرت نہ تھی یہ تو خالق الزمان کے تصرف سے برکت پیدا ہو گئی اور انہی کے سلسلے سے معلوم ہو رہا خواہ یہ برکات تم کو مفت ملتی ہیں۔ گوارا دس دن باقی نہیں رہے لیکن جو راتیں اُن کو بھی ملے تھیں وہ کم از کم تین ہی دن دنیا کے بغیر چھوڑ کر مسجدیں بیٹھ جاؤ تین دن نہ سہی یکساں دن سہی۔ میں نے ایک جگہ دیکھا ہے کہ حضورؐ نے ابواب سے فرمایا تھا کہ میرے کان ہی میں کلمہ کہہ لو

بس ہے اپنا ایک۔ بھی نالہ اگر پہنچے وہاں

گرچہ کہتے ہیں بہت سے نادر و نزیاد ہم

اور اس سے زیادہ سنئے ملنے لکھا ہے کہ ایک گھنٹہ کا اعتکاف بھی مشرعی ہے

اللہ اللہ اگر اب بھی کوئی محروم ہے تو بہت ہی خسران کی بات ہے

اس کے لطائف تو ہاں عام شہیدی سب پر

تجھ سے کیا منہ تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

نئی طرف سے تو کچھ کمی نہیں ہے لیکن سب بھی تو کچھ حرکت کیجئے۔ ہماری اور حق تعالیٰ کی ایسی شان ہے جیسے بچہ اور آپ کہ بچہ چل نہیں سکتا لیکن تم منتظر اس کے ہو کہ یہ کچھ حرکت کرے جب یہ کچھ حرکت کرے تو میں سکونگو وہیں اٹھ لوں گا سنبھال لوں گا اسی

طرح حق تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ بندہ کچھ تو کرے جب یہ کچھ حرکت کرتا ہے تو ادھر سے رحمت ہوتی ہے جذب ہوتا ہے۔ درنہ اگر ادھر سے جذب نہ ہوتا تو یہ مسافت آپ کے قطع کرنے سے قطع نہ ہوتی۔

نگرد قطع ہرگز جاوہ عشق از دیدن ہا

کہ می بالہ بنود این راہ چوں تا کہ از دیدن ہا

توجہ عشق کا راستہ دوڑنے سے قطع نہیں ہوتا جیسے انگور کی بیج کاٹنے سے اور بڑھتی ہے۔

چونکہ رمضان المبارک اخیر ہے اس لئے اسکو غنیمت سمجھو خدا جانے پھر نصیب ہو یا نہیں اور جمعہ گزشتہ کو حقوق بیان کئے گئے تھے اسکو بھی تازہ کر لو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اشکاف روزہ تراویح ان ایام کے عبادات ہیں انکے حقوق ادا کرو اب اللہ تعالیٰ سے دعا کہ وہ توفیق عطا فرمادیں۔ آمین۔



# مثبت رضان

رضان کے تین مواعظ

ترجمہ کے مصنف نے ایک سے تیس تہ جمعہ ہر  
ارشاد فرمایا۔ جو دیکھنے تک صوفیوں کو باسارک  
کی بنا پر بیانی میں مضمر رہا، مابین سر محمد علی و مہدی  
ارشاد فرمادیتے۔  
حکیم محمد یوسف صاحب بخاری مہتمم نے تعبیر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الوعظ المسمی بہ :

## مثلت رمضان



احوال واقعی (از جامع) اور ہر ایک کا نام جدا جدا تجویز فرمایا۔ پہلا لڑکا من  
رمضان دومہ اللہ کی رمضان تیسرا۔ یہ تینوں فی رمضان در مجموعہ کا نام شلت رمضان  
توڑ فرمایا۔ اور دجہین ہند و قرار دے کی یہ ہونی کہ حضرت والا کا قصہ یہ تھا کہ اس رمضان  
ترقب میں چار جمعہ واقع ہوا گئے اور چاروں میں چار مصاہب علیحدہ علیحدہ یہاں کر دیئے جا رہے  
گئے مگر اللہ قاسم حضرت کی طبیعت نامدار ہوئی تھی کہ چند روزے بھی قضا ہوئے اور ضعف  
مقدر ہو گیا تھا کہ سیال بر قدرت ہوا مشکل تھی پہنچہ ذوجہ میں دعط نہیں ہوا اور تیسرے  
جمعہ میں دعط فرمایا جس میں محقر پہلے محو کے بھی مصاہب آگئے یعنی جن مضامین کا پہلے  
ذوجہ میں سیال کیا جاتا۔ جن پر ایک مضمون پہلے جمعہ کے متعلق ہے اور ایک دوسرے  
کے دو ایک تیسرے کے۔ اور حضرت نے گزشتہ ذوجہ میں دعط  
دیونے کے عذر کا خوب بھی شرعاً دعو میں دیا۔ جو حق کے معنی وعدہ کر لیا  
یا جیسا کہ معلوم ہو جائے گا۔

قال لسی صلی اللہ علیہ وسلم کہ رواہ للصحاح عن

شہید نور محمد مسند سعدان محنتہ قبیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب

یستی باب اسریاب لا یدخلہ الا حصہ انہوں۔

یہ ایک حدیث ہے جس کو شیخین یعنی امام بخاری و امام مسلم نے سہل بن قہید | سعد صہبانی سے روایت کیا ہے۔ ترجمہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ جنت کے کچھ دروازے ہیں جس میں سے ایک دروازہ کا نام باب الریان ہے جو اپنے دروازہ کے اندر کوٹاس میں سے رطل نہ ہوگا

یہ تو ترجمہ ہے اس حدیث کا میرا مقصود بعض فقہ کی رمضانی تشریف کا سبب اس کا ہے درجہ مضمون مہملہ چند مضمون دقت کے ایک مضمون ہے پہلے سے یہ خیال تھا کہ اس ماہ کے چار جمعوں کے درجہ میں ایک ایک مضمون ان مضامین میں بیان کر دیا جائے گا۔ مگر سبب ایسے ہو گئے کہ میں اس سے پہلے جمعوں میں بیان پر قادر نہیں تھا چنانچہ اب تک ضعف مافی ہے جس سے آج یک سروری مضمون بیان کر دیا جائے گا جس میں مندرجہ پہلے جمعوں کے مضامین بھی آج میں گئے اور اخیر جمعہ مافی ہے جو تمام مضمون مندرجہ تہہ آج میں بیان دیا جائے گا کہ سب مضمون میں قدرت ہوتی تو آج کے حصہ میں میرا مضمون آ آ تعاقبات ہے کہ یک بھی سیال نہیں ہوا اور بغیر اختیاری امر تھا اب بھی پوری قدرت نہیں گھر میں سے خیال کیا کہ اگر زیادہ بیان نہ ہوگا تو تھوڑی سی بھی س کے قبل تو انہی ہی قدرت نہ تھی نہ چاروں مضمون سروری اور قابل تحصیل تھے اگر عوارض چہیز نہ آتے تو بالاستقلال ایک یک جمعہ میں ان کا بیان ہوتا اب اگر تینوں مضمون مفصل آج ہی بیان ہوں تو اس کے لئے وقت مت جائیے اس واسطے قصد یہ ہے کہ میوں کا مختصر بیان کر دیا جائے اور زیادہ وقت تو اکثر تواریخ میں صرف ہوتا ہے اصل مضمون طویل نہیں ہوتا اس لئے تواریخ کا حذف کرنا مناسب معلوم ہوا۔ سروری اور دیگر لفظ کے لئے آج تینوں کا بیان مختصراً کر دیا جائے گا۔

سوا یک تقریر کا مضمون وحدیت سے تفرع کر دیا ہے جس کا بھر ترجمہ باب الریان | کر آہوں کہ مست کے کچھ دروازے ہیں جس میں سے ایک کا نام

باب الریان ہے سوائے رورہ دروازوں کے ہمیں سے اور کوئی داخل نہ ہوگا یہ حق تعالیٰ کی نعمت ہے کہ جنت کے کچھ دروازے رکھے ہیں وہ جہنم کے سات و گھر اس کی حکمت

سبقت رحمتی علی غرضی یاں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت غضب پر سبقت لے گئی۔  
اس لئے جنت کے دروازوں کی تعداد جہنم سے زیادہ ہے۔ گویا اجارت دی کہ اگر کثرت  
سے داخل ہونے ہوں تو آسانی سے درجہ میں ہو سکیں کیونکہ تعداد دروازوں کی زیادہ ہے اور اس  
میں ترغیب بھی ہے کہ جنت میں زیادہ جائزے ہونے چاہئیں درجہ میں جانے والے  
کم ہوں اور کوشش کرنی چاہیے کہ آسائیں نہ جائیں گو وقوع میں کے خلاف ہے یعنی جنت  
میں کم جائیں گے اور جہنم میں زیادہ اور یہ لوگوں کی سوء تدبیر کی وجہ سے ہے ورنہ ان کے  
کرم میں کمی نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ دروازے اس مکان میں زیادہ رکھے جاتے ہیں جس میں  
دستور ہو اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں دستور زیادہ ہے، اگرچہ سوء تدبیر  
کی وجہ سے جہنم و لوں کی تعداد زیادہ ہوگی اور جہنم میں کوئی چھوٹی سی چیز نہیں گو جنت سے  
دستور میں کم ہو چنانچہ جہنم کی دستور اس سے ثابت ہے کہ باوجود اس کے جہنم میں جہنمی  
کثرت سے داخل ہو چکیں گے پھر بھی پکارے گی اہل حق مزید کہ اور ہو تو دید و جیسے ہوئے  
سے دریافت کرتے ہیں کہ اور کچھ چاہیے تو وہ کہتے ہیں کہ اور ہو تو دید و اور یہی حال جنت  
کا ہو گا مگر اللہ میاں اتنے رحیم و کریم ہیں کہ دوزخ کو تو اپنے حکم سے تسلیم سیر کو دیں گے کسی  
کو باطن داخل نہ کریں گے اور جنت کے لئے ایک نئی مخلوق پیدا کریں گے جن کو باطن  
محض اپنے فضل سے بہت مرحمت فرمائیں گے غرض میں کو اپنی دستور اس لئے دے  
دی ہے کہ اس کے دروازوں کی تعداد جہنم سے زیادہ رکھی ہے درجہ جہنم کے بھرنے کے  
لئے نئی مخلوق پیدا نہ ہوگی بلکہ اسی کے اجزاء کو میٹ کر تنگ کر دیں گے ورنہ ملکیت  
کا مقتضا تو یہ تھا کہ اگر اہل جنت کو دوزخ میں داخل فرمادیتے تو کسی کو بھی چوں و چرا کی  
گمانش نہ تھی ۷

بہت سادہ و سہل مگر درجہ ۱۰ نیست کس ناز ہر ہون و چرا  
مگر وہ صرف حکمت سے کام نہیں لیتے بلکہ حکمت سے کام لیتے ہیں چنانچہ جو کچھ  
ابھی کہتے ہیں میں حکمت ہی ہوتی ہے گو ہمیں معلوم نہ ہو پھر ایک طریقہ تو دوزخ کے  
بڑھانے کا یہ تھا کہ اہل جنت کو دوزخ میں بھیجتے اور ان کو معذرت فرماتے اور دوسرا یہ

تھا کہ ان کو دوزخ میں بھیجتے اور عذاب دہاں پر بھی نازل ہے اور ایسا واقعہ بھی ہے کہ کوئی دوزخ میں ہو اور عذاب نہ ہو۔  
 تحقیقی انعام: چنانچہ حدیث میں ہے **لَا مَدَّةَ دَامُوۡدَہُ** کھاتھی است کہ نہ دوزخ کو نہ موتی و زندہ دوزخ کی کوئی مَدَّہ نہ ہو۔ اُن میں ہیں ہندوؤں میں بھی بڑھکوں کے بارے کی بات تھی مگر عظمت سے ان کا نظام گردیا عذاب میں دوزخ سے زیادہ سخت تھی کہ دوزخ کو زندہ دوزخ کریتے تھے کہ وہ خود ہنگامت کو مر جائے تھی یہاں تو ہرگز دوزخ کریتے تھے مگر عذاب کا طریقہ یہاں سے نہ تھا تاہم صورت سے ماننے میں عذاب کا یہ نہیں ہو کہ ماننے کے بعد اپنے ذمہ کیوں کیوں یا معلوم ہیں کہ عذاب کے نزدیک میں کا کوئی دوزخ نہ ہو سب نماظرین گمراہ تھے اور حدیث اس کے متعلق ہے **لَا مَدَّةَ دَامُوۡدَہُ** کھاتھی است۔ اس میں ظاہر ہے کہ عذاب ہو جائے کہ یہی ہے کیا عذاب ہے جس کی دوزخ سے دوزخ میں ڈالی جائے۔ عذاب کے مختلف عذاب ہیں سب سے میں خوب یہ ہے کہ جتنی دوزخ میں تو سوئی مگر عذاب نہ ہوگا جیسے عذاب میں مر جائے گا۔  
 دوزخ میں عذاب نہ ہوگا کیونکہ دوزخ ہی میں ہوں گے مگر دوزخ میں ہی دوزخ ہوگا تو سب سے ہی دوزخ میں ہی عذاب ہے جنت کے دوزخ جنت میں کیونکہ جس عذاب تو سب سے پر یہ ہے کہ اس کو حق تعالیٰ نے جنت عذاب ہو خواہ دوزخ میں ہو یا جنت میں گمراہ دوزخ میں عذاب ہے تو عذاب عذاب کا کیا کر ہے وہی جنت ہے دوزخ جنت میں عذاب ہو تو وہ دوزخ سے بدتر ہو جائے

باتو اور جنت است است لے جاں مرا ہے تو جنت دوزخ است لے دوزخ  
 عذاب کے ساتھ حد تعالیٰ کی عذاب ہوئی میں لے دوزخ میں ہی ہو گے  
 میں کہ دوزخ میں دنیا میں موجود ہے، جیسے جہنم میں ایک  
 حقیقت **تغذیب** لو محرم ہوتے ہیں اور ایک وہ خود دوزخ میں محرمین کو  
 تکلیف ہوتی ہے کہ ایک ایک دن کا عذاب ہو جائے اور عذاب میں جیسے دوزخ میں  
 میں اسی طرح دوزخ میں بھی دوزخ ہی ہے کہ عذاب کے ساتھ حکومت کی عذاب نہیں ہوتی بلکہ



عذاب متعلق ہوتا ہے۔ دلائل میں کے ساتھ مثبت ہوتا ہے۔

۱۔ ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ پھر موقوفہ کو جہنم میں رکھنے سے عذاب کب  
مکمل وہ معتدب ہیں کیا اس کے لئے معذرتی میں ٹھکانا تھا جو اس سے ہے کہ اس کو جہنم میں  
دریافت کرے کیوں اس میں جہنم میں مصیبت تھی تاہم وہ یہ کہ ایک شخص کو مردہ درگور کیا  
تھا وہ اس کے نہیں خطر ہے اس سے اس کے لئے یہ دینی عذاب کی مقصود ہے کہ اس کو  
دیکھ دیکھ کر بے حال کر کے جواب کڑھے اور رنج ہو جائے میں کیسی سنگدہن تھی کہ  
میں سے نئی عیسیٰ کے ساتھ یہ حرکت کی جس کی وجہ سے اس عذاب جہنم میں ہوں نیز ممکن ہے  
کہ اس پر تحقیق بھی منکشف نہ ہو اور وہ بھی سمجھتی ہے کہ میری جی پر بھی عذاب ہو رہا ہے  
مالک وہ معتدب ہیں اور تحقیق منکشف ہوئے سے اس کا حسرت اور رنج اور  
مرادہ ہو جائے جو کہ عذاب زیادتی عذاب کا ہے در یہ ضرور نہیں کہ اس سبب ہی کہ اس  
انکشاف نام ہو جائے کہ کوئی چیز غلطی ہی نہ ہے اس دنیا سے زیادہ وہ اس وقت ہوگا  
وجہ سے کہ ممکنات کے علوم متناہی ہیں در یہ سبب ہی ہو سکتا ہے کہ بعض علوم  
محض بھی ہوں بس اس سے سمجھے گی کہ مجھ پر عذاب ہے در میری وجہ سے جی پر بھی عذاب ہے  
اس سے عذاب میں زیادتی ہوگی اور وہ اسے تحقیق فطری ہے وہ اس بھی یہ تحقیق بائیکہ منقطع نہ  
ہوگا کیونکہ طریقات مادہ در نہیں کرتے تو جب اس سے سمجھے گی کہ میری وجہ سے یہ بھی  
عذاب میں ہے اس سے اس کی کلفت بڑھے گی مگر اس عمل پر حدیث کو محمول کر لیا جائے  
کو کیا قیامت ہے۔

تغذیب شمس و قمر | اس سے بھی اوصاف و قرب الیٰ انہم یکا اور بطور ہے وہ  
یہ کہ حدیث میں ہے الشمس و القمر مکورانی ہر

یوم یقیمہ کہ عذاب در چاند ہے اور کہ کے جہنم میں ڈالے جائیں گے ہوں بھی وہی  
شبہ ہوتا ہے کہ انہوں سے کیا خطا کی ہے کہ جس کی وجہ سے جہنم میں ہوں گے جو اس سے  
ہے کہ خطا کی تحقیق کی ضرورت اس وقت ہے جبکہ وہ معتدب بھی ہوں اس کو معتدب نہ ہوں  
گئے اور ان کو دوزخ میں ڈرنے سے شرکین کو دکھانا ہوگا کہ یہ خود کو تو دوزخ سے بچا رہی

کے قہر کو تو کیا ہی سکتے ہیں کہ قہر میں سے کہا گیا کہ ذی روح کا معذب ہونا، اتنا مستعد  
 نہیں تھا میری ذی روح کا معذب ہونا، اس موقع پر ذی روح وہ بڑی ہے جس کو زندہ اور  
 مگر کیا تھا اور یہ ذی روح جس قدر ہیں مصیبت ہے کہ وہ بڑی معذب تو ہوگی مگر اس  
 کا معذب ہونا، اتنا عید نہ تھا کہ جس قدر کا معذب ہونا، عید ہے کیونکہ بڑی ذی حیات  
 ہے اور یہی حیات کو عادی تکلیف ہونا عید نہیں در جس قدر غریبی حیات ہیں اور غیر  
 ذی روح کو وہ تعذیب نہیں موتی جب کہ مگر یہ کو گ میں عدتے ہیں مگر روح غیر ذی  
 روح ہوئے کے نہ کو تکلیف ہو، مستعد ہے بعد اس کے کہ کسی جانور کو آگ میں  
 ڈال دیں کہ اس کو تکلیف ہونا، کچھ بھی عید نہیں اگرچہ حق تعالیٰ کو ابھر بھی قدرت ہے کہ  
 غیر ذی روح کو بھی معذب فرمادیں، پس جس قدر ہو گئے تو وہ دور بخ میں مگر معذب  
 نہ ہوں گے کیونکہ ذی رشتہ ہیں وہی سے مکلف نہیں بلکہ بعض ذی روح بھی مکلف  
 ہیں جیسے حیوانات وہاں ہم بلکہ بعض ذوی العقول بھی جو سدا انبیاء کے مکلف نہیں  
 یعنی ان کی طرف انبیاء کی جنت نہیں ہوتی کہ حضرات ان کے بھی قائل ہوتے  
 ہیں کہ مدد گد بھی اس طرح مکلف ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی جنت علی طرف بھی ہے  
 بلکہ حص سے یہ بھی کہا ہے کہ جنت جنات کی طرف بھی ہے اور وہ بھی مکلف ہیں اور بعثت  
 و کافہ الخلق سے استدلال کیا ہے مگر میرے نزدیک یہ ایک لطیف ہے در گہ اس  
 کو مان بھی لیا جائے تو کہا جائے گا کہ یہ مکلف تو ہیں مگر یہ تیزوں سے عصیان کا ظہور  
 نہیں ہو اس لئے معذب نہ ہوں گے۔ چنانچہ کلام اللہ سے ان کا مطیع ہونا ثابت ہوتا  
 ہے الم تر ان الله يبعث له من في السموات ومن في الارض والشمس والقمر والنباتات  
 والذب وکثیر من امثالہ۔ مگر ان سے عصیان ہوا تو جو اس کے کہ اس قول میں انکی  
 طرف بھی بعثت ہے اور یہ مکلف ہیں اس سے ضرور تھا کہ یہ معذب بھی ہوں مگر  
 سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں عصیان نہیں کیونکہ حق تعالیٰ سے سموات وارض وشمس و  
 قمر وذب سب کے متعلق استناد کے سجدہ فرمایا ہے اور اس کے لئے کثیر کی  
 قید نہ رکھی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس میں تو بعض مطیع و بعض ہی ہیں مگر اول

حکومت میں سب جمع ہیں اور بیت میں اس سے مزید س وحش و ذل ہیں کیونکہ  
 نام کا ترجمہ ہے لوگ جن کو بھی کہتے ہیں مگر ایک صاحب علم تھے وہ دہا دور کو بھی لوگ  
 کہہ کر تھے تھے ایک دفعہ پہنچے تھے۔ یہ لوگ بڑے شرمیلے ہیں مگر مادی میں لوگ صرف  
 اللہ کو کہتے ہیں نام اس میں تو نہیں دیکھیں وہ در بعض اوقات خود کو کہتے ہیں وہ  
 سب دہا دور میں بد نامیوں کا یہ مذہب ہو، وہ بھی ہوگی اس کے خلاف کا حق  
 ہی میں گو مال علی کے زمانہ میں ایک شخص محمد بن احمد بیہوش تھے یہ بھی مذہب  
 ہوگا وہ سب یہ تھے تھے جو یہ سب معصیت ہوئی ہیں ہی مذہب ہوگا جس

جو اس کا یہ ہے کہ سب معصیت ہو، تو یہ خیر ہو وہ مذہب ہوئے کو مسلم  
 ہے نہ وہ جو کہ سب ملا سفیر جو یہ ہے فقہان کے یہ ہے کہ سب معصیت  
 ہیں یہ فقہان و علماء کی نہایت کو اس لئے کہ اس میں وہی دوں گروہ ہے  
 تہذیب کے امر کو اس سمجھا ہے کہ بعض فقہان و حواریہ میں بڑی مکی رہی ہے مگر  
 جو اس کا جامع تہذیب و لایقت ہوئے ہیں وہ بھی ہیں بڑے شاہ ولی اللہ صاحب  
 دہلوی نے یہ کہ حق وہ ہے کہ اس میں نصف ہو، معصیت ہو معصیت ہو معصیت  
 میں بڑا نہیں مگر غیر محققین میں ہوں ہے

جو نذیرند حقیقت وہ شاہ و رور

عرض فقہانے یہ مسئلہ سمجھی ہے کہ مطلق سبب معصیت نہیں اس لئے جو یہ  
 و سبب معصیت ہوئی ہیں وہ مذہب نہ ہو

ابنہ اس میں ہے کہ اس وقت کیا جہاد جہاد جہاد میں ہوتا  
**صورة لغزيب** لگے ہاں کوں کہ سے شاہ و رور میں اس سے کام ہوگا  
 رائے ہے کہ دووں کو ہٹا کر محمد بن اس سے معلوم ہوتا ہے جہاد بھی  
 بہت بڑی ہے اس سے کہ یہ جو اس میں نفس و مال کوں جہاد ہی نہیں ہیں جس میں  
 سے ہزاروں حصہ بڑا ہے یہ ہی تم کو سمجھنا چاہیے: یہ مسئلہ کو لے کے جہاد میں

پھینک دیے جا دیں گے مگر سچ بکھر کا کشف ہے کہ شمس و قمر اپنی نگہ رہیں گے ورنہ جہنم  
 میں بھی پہنچ گئے ورنہ وہیں طرح کہ ہم کر سکیں مستقر تک بلکہ اس سے بھی آگے سسطہ  
 جائے گا یعنی جہنم کی آگ میں سست ہو گا۔ اس وقت اس ایسی ہے جیسی ہڈی ڈھکی ہوئی پاک  
 رہی ہو ورنہ پھر اس کو کھوکھلا دیا جائے تو اس کی کمری بھیں باقی ہے اسی طرح جب جہنم کو کھوکھلا  
 دیا جائے گا تو اس کی حرارت بھی مل جائے گی جس سے متند رہو سب آگ بن جا دیں گے حتیٰ کہ  
 آسمان تک حرارت پہنچے گی تو آفتاب و قمر کو بھی محیط ہو جائے گی ورنہ آفتاب و قمر دونوں ہمیں  
 داخل ہو جائیں گے۔ صورت ہوگی شمس و قمر کے پی جگہ تپنے کی ورنہ جہنم میں بھی ہونے کی و پھر  
 جہنم کی آگ آفتاب و قمر سا توں آسمان تک مستقر تک پہنچے اور وہاں بہت ہی لطیف آگ کی کہ کس کی لطافت  
 میں بدلت ہوگی۔ دجست کے میوے سی لطیف گرمی سے کہیں گے، ورنہ آسمان سا توں آسمان  
 کے محراب پر توگ، اس کشف کی قرب و حدیث نہ تا ئید ہی کرنا ہے ورنہ تکذیب ہی کرنا  
 ہے کشفیات میں بر شیعہ اہل کفر کے مانع نہیں ہیں بلکہ اگر کوں اس کا قائل بھی ہو مگر تہنا نہیں  
 تو پھر صحت بھی نہیں کہو کہ جیسے تا ئید ہیں ویسے تکذیب بھی نہیں یہ فائدہ کے طور پر سب کو کہ  
 دیا ہو گا یہ تسلیم کرو نہیں ہوتا کہ روٹی جہنم میں ہو اور معذب نہ ہو۔ تو اس بنا پر  
 جس شخص نے اس جنت و دوزخ میں بھیج دینے والے اور معذب نہ ہوتے مگر حق تعالیٰ کی رحمت  
 کو دیکھنے پر حادث میں آتا ہے کہ سب نسب میں جہنم داخل ہو سکیں گے چہرہ میں جگہ  
 آتا ہے تو حق سبحانہ تعالیٰ ایک حقوق و سبب کو دیکھے کہ وہ ہمیں رہا کرے گی کسی  
 طرح سبب نہ ہو، وجود و جہنم کے دفع ہونے کے لئے اس میں ضروری کہتی ہے کہ اس کے لئے  
 حق تعالیٰ یہ نہ کرے کہ اس حقوق کو پسیدہ کر کے میں داخل کریں۔ اس کا بیٹ بھر  
 دیں گو وہ وجود جہنم میں ہونے کے معذب بھی نہ ہوتے۔ بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ بلا وجہ  
 مدد نہ صورت کو بھی گوار نہیں فرماتے کہ کسی کو پسیدہ کر کے میں مدد نہ بھی داخل فرمائی  
 یہ میں جس ہے حدیث میں آتا ہے کہ ورنہ کے پکارتے تھے پر حق تعالیٰ نہ قدم اس  
 پر نہ دیں۔ نوادہ کہے گی اس ہو۔ اس حدیث کے معنی توں تو دا ئدہ اعلم کہ میں در  
 اگر کوئی بات بھی سمجھ میں نہ آئے مگر وہ۔ تا جس مام میں کہنے کے قابل نہیں کہ ہم صلی علیہ

ہے کہ زبان کو بند رکھا دے۔

بل بل کر تو کہاں میں ہوں آج ہے تو کہتے بھی ہیں مگر صوفیہ کہ  
**باغ محمدی** | بونے جی نہیں وہ قریبے اسرار کے ظہر کہ جو لوں سے ارض ہیں  
 اسی کو مولانا فرماتے ہیں ۷

ظالم آں قسے کہ چہاں دو عقدہ در کجھ غلے را سو حسنہ  
 ترجمہ: وہ قوم بڑی ظالم ہے جنہوں نے انکس گوند میں اور آواز سے دنیا کو جلا دیا۔  
 بدت کھی رہی کہ بھی جاتے ہیں جیسے ۷  
 در بہتر رو پوش گشتہ کتاب دم مرنا و شد مسلم بالوص  
 ترجمہ: آدمی میں مویج پوشیدہ ہیں، دم مارو اللہ بہتر جانتا ہے

چنانچہ دعوۃ الوجود کے موقع پر کہ بھی دیں در پھر جہاد سے مسخ بھی کر دیا بات یہ ہے کہ  
 ایسے اسرار کے ظہر کو کٹ میں منہ در لگا دینی نہیں ہیں اکی تو یہ حالت ہے ۷  
 لے بڑا رو ہم دقاں قیسل من ۷ فاک بر حرق من و منسیر من  
 پھر کبھی کسی مثال کے بیان کو کٹ کا ہر بھی خد ہوتے ہیں کہ دونوں سے بہرہ نہیں  
 بندہ نشکید ز قصور و شوشت ۷ ہر دمست گوید کہ عدم مرست  
 مستی کے غلے میں سے نہ کل حالت میں گھر گھر کہنے ہیں ۷  
 خاک و دق من و منسیر من

مطلب یہ ہے کہ میں مثال میں اسرار یہاں کر دیتا مگر وہ کان نہیں مگر نہ حضرت  
 کو کبھی سمجھتا ہے اور کبھی سُکھ سُکھ کی حالت میں بہت جاتے ہیں یہ ایسی حالت ہے جن پر  
 حال غالب ہو جاتا ہے اور حوالہ پر غالب ہیں اکی زبان سے تو کبھی لسی باتیں نکلتی ہیں  
 چنانچہ غبار علیہم السلام کہ روں سے بھی لسی باتیں نکلیں ہی نہیں کیونکہ وہ حار پر غالب ہوتے  
 ہیں صحابہ میں بھی جو مغلوب، دل تھے دیکھنا ہم ناکی زبان سے ایسی باتیں تو نہیں نکلی ہیں  
 مگر بعض حالات ظہر ہو گئے، اور جو حال پر غالب تھے جیسے ابو بکرؓ و عیضہؓ ان سے کبھی  
 نہ ایسی باتیں صادر ہوئیں نہ ایسے حالات ظہر ہوئے۔ بات یہ ہے کہ امت ایک باغ

ہے۔ کس میں ہر قسم کے درست ہیں مرد بھی ہے خیر عفت ہو ورنہ کاتر نہیں ہوتا ہیں  
چھوٹی موٹی کے درست ہیں کہ ہاتھ لگاتے سے کہل رہا ہے جس کو تر مند بھی کہتے ہیں۔  
باغ میں سب چیزوں کی مزدورت ہے بھر اس باغ میں جتنے بھی ہیں بڑے بھی ہیں دیو  
بھی ہیں جنہیں بھی ہیں ہر طرح کے لوگ ہیں یہ ماٹ محمدی ہا کھر ہے اور ہر بھر ہے  
گام مدفہ محبوب الحال بھی ہیں ورنہ میں ایسے بھی میں جو حال پر غائب ہیں غرض حدیث  
میں ہے۔ یَضِیْعُ قَدَمُہُ لَکُمْ مِیْنِہِمْ سِے متعلق زیادہ نقل نہیں کیا یہ تو روزن کی حالت ہوئی  
سہ عرج جنت بھی پکڑے گی کہ لے اٹھ مجھ کو کھر۔ مجھے دور حق میں نہ تھی لیکن ایک مخلوق  
پیدا کر کے ہمیں داخل فرما دیں گے کہ وہ اس میں رہ کر رہ گئے۔

نُفُوسِ اَنْفَاطِی | میں نے اپنے استاد مولانا محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ ہم  
بھی اپنی رہیں سے جو جاتے تو کیا جج جو ماہر نے لکھے کہ خدا نہ کرے  
وہ کیا جانیں جنت کا مزہ جنہوں سے کبھی تکلیف نہیں ٹھانی مزہ ان کو ہی کس سے لگا جو یوں  
کہیں گے نَمُتِیْہِ اَبَدِیْ اَذِیْبُ عَمَّا اَعَزَّنْ ہمیں جس ہوگا، نہیں کیا چیں جس نے روزہ نہ رکھا  
جو تو اسکو شام کے وقت کی مرہ سطر دے یاد لگا کہ سب ایسے لوگ بھی ہیں کہ تمام کے وقت  
روزہ ا روں میں چٹھہ کہتے ہیں لاؤ ہم بھی روزہ فطہ کر لیں مگر جب روزہ نہیں تو ہانے کس  
چیز کو فطر کرتے ہیں۔ یہ بچے اس روزہ رو تو ہوتے نہیں مگر فطری میں سب سے پہلے موجود ہے  
ہیں مگر ہیں کیا مزہ مرہ تو تمام کے وقت سوختہ فروختہ لوگوں کو ہوتا ہے کہ ان کا نام بنے سے رہی  
ہاں آتی ہے اسٹلڈ دے لے پوچھا کرتے ہیں کہ یہ پانی کہاں کا ہے یک شخص کہے لکے۔ میں تو غنا  
ترتیب میں شیش پر رہتا کہ وہاں کے کوئیں کا یاں عجیب ہے اسکی طرح سنت کا مرہ بھی بل صحبت  
کو ہوگا یہ ایک مصونہ ہے مائدہ سے سنا جو بیان کر دیا۔

زَمِیْنِی رُوْی | اس مضمون سے معلوم ہوا ہے کہ یہ جماعت عام سے متبع کی گئی عتد  
ہے ان سفارت کاروں کے کسی محقق بات سمجھتی ہے اسی طرح ایک محققہ  
مضمون اور جتنے حدیث میں ہے کہ ان سنت کو یک خاص غذا عطا ہوگی اور غذا اس زمین کی  
روٹی ہوگی اس میں اسکا رہا ہے۔ کیا ڈھیلے اور تھکے ہیں گئے کیونکہ زمین میں تو یہی چیزیں ہیں

دوسرے اس میں حکمت کیا ہے کہ اس زمین کی روٹی نے کیا کوئی دوسری چیز حنت کی نہ تھی  
 ہمارے سامنے اس کو سن کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے۔ درمات بھی نہایت لطیف ہے  
 گو درخت غن میں ہے۔ تمناں کا ہونا نہ یہ ہے کہ حدیث میں یہ کہاں ہے کہ ڈھیسے درخت کھڑی  
 گے وہاں تو روٹی کا ذکر ہے کہ حق تعالیٰ زمین کی روٹی دیں گے۔ در سب زمین سے کھائیں گے یہاں  
 جی قوم زمین کے اجزاء کھاتے ہیں دیکھئے یکساں یہود و تے ہیں در زمین میں پیدا ہوتے ہیں  
 جو یکساں سے نہ ہوں وہ زمین ہی کے توازن میں عدم کے مترج سے یکساں خاص ترکیب  
 ست مٹی کی تنگ گہوڑوں کی بن گئی اس قسم یہاں بھی کہ زمین ہی کے سر کھائے ہو پھر جیسے پہاڑ چھنے  
 کے بعد کھاتے ہو اسی طرح شہیاں وہاں بھی لطیف اجزاء کو چھاننا کہ کھائیں گے زمین سے بنے  
 اصل وغیرہ پیدا ہوتے ہیں سب زمین ہی کے کو تہ رہیں تہا لطیف رنگوں میں لاسر ہوتے  
 ہیں نہ یک سوں تو اس سے حل ہو گیا۔ حق حکمت کا سوا کوئی نہیں سا نہ ہی سے اس کی  
 نقل کرنا ہوں وہ یہ ہے کہ بہت سے شہ کے بندے وہ ہیں محبوب سے دنیا کی ہر دوں کو کھانا تک  
 ہمیں خود مقرر کہ میسر ہیں ہونی یا خیار مصوت بنا ہوا و معالہ میں سے بیسے رنگ دیکھتے  
 ہیں تو یہاں کا مرہ ہیں ہستے تو مصوب سے ہوئے دکھائے ہوئے گئے حص سے کہ حنت نہ کھایا  
 ہوگا تہ گمراہ کو صرف حنت ہی کی نعمتیں دینے تو اس کو دنیا در حنت کی جنوں میں نہا و نہ معلوم  
 ہوتا اور دون تفادات کے پوری لذت در قدر نہ ہوتی اس سے اس کو اس تل میں دنیا کی نعمتیں  
 بھی عطا نہ ہیں گئے اور وہ حنت دیں گئے کہ جس میں مر رہا قسم کے مرے ہوئے گئے کیونکہ جتنے  
 مزے دیا میں ہیں زمین ہی سے ملے ہوئے ہیں تاکہ سو رہا کر کے لذت نہ ہو پھر اصل میں  
 تو صرف ان ہر دوں کو حکمت مذکورہ کے صعب کھانا منظور ہوگا مگر گرم کی لذت پر ہر دوں  
 کے ساتھ ہم سم پروردگار کو بھی کھان دیں گے میں جیسا اس موزہ سے نعمت کا مرہ بڑھے گا اسی  
 طرح بیسے ہی موزہ سے حنت کا مزہ بیسے ہی ہوگا کہ ہوگا جو رہا میں مستقیں در مصاب  
 اٹھا کر حنت کے موقع پر پہنچیں گئے عذاب سا کے مہوں سے دیا دیگی ہی ہیں پیدا ہوتے  
 حنت میں حل کر دیے گئے۔ ہر حال تا معلوم ہو کہ حنت در دورث ادوں کے پڑ کرنے  
 کے طریق ہیں حنت کا مہو ہوگا سنی مہو کی طرف۔ غی ہے کہ حنت کے کھانے اور رے مقرر فرمے

جنت کا نقشہ

**جنت کا نقشہ** | جنت کے متعلق ایک اور لطیف تصویر یاد آسکے کو بھی بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ بعض حضرات کو جنت کا جو نقشہ مکتوف ہو ہے اس سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جنت کے طبقات الگ الگ نہ ہوں گے کہ ایک پورے میں تو دوسرے دیکھ میں ہو وہی ہذا بلکہ دیر نیچے ہوں گے کہ نیچے مثلاً دی درجہ ہے علی سے اوپر علی پھر اس سے اوپر اور علی ذرا چنانچہ فردوس میں گنبد ہو گا۔

اور کسی چار یا پانچ رکعتوں میں سے ایک رکعت کے بعد نماز ہو جائے۔  
اس پر ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ اس صورت میں مسکے، دوبر کے ذریعہ کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے  
عاماً کہ وہ سب ٹر ہو گا۔ جواب یہ ہے کہ اگر کوئی مکان نیچے سے چھوٹا ہو اور دوبر جا کر پھینڈ  
ہو جائے یہاں تک کہ تمام خفات سے باہر نکل جائے تو ہمیں کیا مستبعد ہے جسے درست  
کہ اس حالت میں کتب مختصر جو تائید صادر دیر جا کر کتب معتدل و بوجہ عامہ اس طرح وہاں بھی  
ممکن ہے۔ ————— ایک سو نو حدیث کے متعلق اور ہے وہ یہ کہ تست  
کے تحت دروازے ہیں اور شخص کا محل جس دروازہ کے مناسب ہوگا سی دروازہ سے نکال جائے  
گناہ کسی نے نماز زیادہ پڑھی ہوگی تو وہ باب الصلوٰۃ سے بدایا جائے گا۔ جس سے رد سے زیادہ  
رکھے سوئے گئے تو وہ باب لاریاں سے بلایا جائے گا۔ اب عرض کیجئے کہ کوئی شخص یہاں ہو کہ جس  
نے ہر قسم کے عمل کمزرت کئے ہوں تو وہ مستحق اس کا ہوگا کہ وہ شخص ہر دروازے سے نکلا جائے  
یہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت صدیق اکبرؓ سے عرض کیا کہ کوئی شخص یہاں بھی ہوگا کہ  
ماسب دروزوں سے ملایا جائے گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "رجوعاً لکون منہم کہ  
مجھ کو امید ہے کہ ان لوگوں میں تم ہو گئے۔ اس صورت میں لازم ہے کہ ایک شخص مختلف دروازوں  
کی طرف کھینچ لپکتا پھرے نیز مختلف دروازوں سے داخل ہوئے کی صورت کیا ہے کیونکہ ایک  
شخص ایک ہی دروازہ سے داخل ہو سکتا ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ جو تفریق پہلے کی گئی کہ جست  
کے بقائے الگ الگ رہے ہو گئے، ایسے یہ افراد مضبوط نہ ہوتے جنہیں فرض سمجھنے کہ مابین صلوٰۃ بہ  
درود رہے اور کسی سے کاریں زیادہ پڑھی ہیں وہ اس دروازہ سے ملایا گیا۔ ورنہ داخل ہو کر  
نست میں پانچ گیا۔ اور وہیں ہی رہ گیا ایک دفعہ شخص سے جس سے نماز روزے سے دونوں عمل عبرت  
کئے تو وہ مابین صلوٰۃ سے گزر کر دوسرے دروازہ باب لاریاں میں گیا اور جست میں داخل ہو



کہ وہیں رہو اب یہ شخص وہ ہے کہ اس نے ہر قسم کے عمن بکثرت کئے ہیں تو وہ باب الصلوٰۃ میں اول داخل ہوا اور سحر باب الریاء میں پہنچا پھر تمام درودوں کو طے کرنا سوا علیٰ بہت میں پہنچ گیا اس اگر جنت کے طبقات ایک ایک ہوئے تو عترت میں ہر لازم آگاہیں بھی یہ کہ جانتا ہے کہ کیا بجا دے سب درودوں سے منکر دامن ہوا ایک ہی ہے اس طور سے بلا لے میں اس کا اکرام زیادہ ہے لیکن نقشہ مذکورہ کے بعد نوکوں عرض ہی نہیں۔

**مزہ دار فضیلت** | باقی جو اس کشف کے متعلق بیان ہوئے ہیں یہ تمیزات و در منظومات درجہ میں ہیں کوئی دین تری ان پر نہیں اور نہ ہی تلمذ پر کوئی اصرار ہے گرچہ ہوا اپنے دل کو سمجھا اور عرض جنت کے کچھ درودوں میں سے ایک کا نام باب الرزق ہے اس حدیث میں روزہ کی فضیلت بیان فرماتے ہیں کہ روزہ دار ہی میں دروازہ سے داخل ہوں گے اور طلاق افطہ سے روزہ سے مراد عام ہے نفل ہو یا فرض پھر جب نفل کی بھی اتنی فضیلت ہے تو فرض کی تو کیا کچھ فضیلت ہوگی اور روزہ کے فضائل تو بہت ہیں مگر یہ ایک فضیلت نہایت مزہ دار ہے کہ یہ کہ پانی کا نام منے سے مزہ آتا ہے کسی واسطے نام بھی دیا گیا کہ مس کے مسے سے فرحت ہو وہ کیا باب رہا یعنی نروارہ دروازہ ہو پانی سے سیراب ہو در روزہ دار کو جیسی پانی سے فرحت ہوتی ہے اور کسی چیز سے کم ہوتی ہے اور پانی جب محبوب ہے دوسری چیز نہیں اور قعدہ ہے کہ محبوب کا نام لینے سے بھی مزہ آتا ہے اگر مزہ نہ آتا تو ایک عاشق یہ شعر نہ کہتا مگر چہ وہ شراب ہی کو کہہ رہا ہے۔

لا فاسقینہ عمر و قتل فی ہی غمر : ولا تسقنہ مزہ منشی : ممکن ہے کہ ترجمہ : تو مجھے شراب چلا در یہ کہ کہہ چلا کہ یہ شراب ہے جب تک علی ان علان پلائی جا سکے مجھے جوئے صحت پلا

کہ شراب پلا جا اور سن کے ساتھ یوں کہا جا کہ شراب ہے شراب ہے یہ محبوب کے نام سے لطف حاصل کر رہا ہے در یہ چاہ رہا ہے کہ چانیو لا زبان سے مس کا نام بھی لے جاؤ۔ سن میں بھی مزہ ہے کوئی عاشق مزہ نہ کھی۔ کہے گا کہ محبوب کا نام یہاں سے مزہ ہے

غرض روزہ میں مہربان سے زیادہ محبوب ہے۔ ان کی راستہ میں سے ایسی حدیث چھٹی تھی جس میں ان کا ذکر ہے اور دینی بھی امت میاں کے یہاں کا جس کی یہ صفت ہے کہ لَوْ تَوَلَّيْتُمْ لَا تُفْلِحُوا ایک جمائے دوست ہیں اور صاحبِ طہ سے ملازم و دہ پانی پر بڑے دلدادہ ہیں ایک روزنا ہوئے پان بہت ہی رکھا تھا کسی نے کہا کہ کہیں تمہارا پیٹ نہ پھٹ جائے۔ کہنے لگے کہ اگر محبوب کے وصل میں جا رہا ہوں تو کیا حرج ہے

مجھے اس کے مشق ایک عظیم یاد آیا وہ کہ ان کے گاؤں میں قحط تھا ان بیماروں کو روٹی پیٹ بھر نہیں ملتی تھی ایک روز انہوں نے دیکھا کہ ایک دوسرے گاؤں میں سے لوگ بھاگے ہوئے ہیں اس کا سبب دریافت کیا معلوم ہوا کہ وہاں مرض ہیضہ کا پھیل رہا ہے اس لئے بھاگ رہے ہیں گاؤں و لوہ نے بوجھ کہ یہ مرض کیسے ہوتا ہے کسی نے کہا کہ بہت ہی ڈنڈی کھانے سے ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے مرض کبھی ہمیں نہ ہوا محبوب کے وصل میں مرنا ہونا چاہیے جان مانی ہے مگر محبوب کی عافیت پھر یہ حالت یہاں ہی کی غذاؤں کی ہے کہ زیادہ کھاؤ تو مرنے کی قربت جائے اور حق تعالیٰ کے یہاں تو کتنا ہی کھائیں گے کچھ بھی نہ ہوگا درپتہ ہی۔ چسے گا اللہ پسینہ لکے گا جسمیں مشک کی خوشبو نکلے گی۔

**جنت کی غذا ایسی** | یہ نہ علاوہ ہماری تفریح کے بددیووں کا منہ بد کرنے کو بھی ہے دی ہے کیونکہ بعض اصل سائنس اعراض کرتے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ غذا میں درپتہ بھی نہ چلے نہ اجابت کے ذریعہ سے دفع ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا منہ مذکور کرنے کے لئے فرمادیا کہ جو فضل ہوگا بھی وہ پسینہ کے راستہ سے دفع ہوگا جس میں خوشبو مشک کی سی ہوگی اور غور کیا جائے تو یہ اعراض ہی فضول ہے جنت کی غذاؤں میں تمام فضلہ ہی نہیں ہو، حاجت ہو دنیا کے اندر اسکی نظائر بہت ملیں گی بعض غذا ہیں تو ایسی ہیں کہ ان کو کھ کر فضلہ بہت ہی خارج ہوتا ہے اور بہت ہی ایسی غذا ہیں کہ ان کا فضلہ بہت ہی کم نکلتا ہے جنت میں قدمیاں نے ہی قدرت ان سب سے عداؤں کو فضلت سے ایسا صاف کیا ہے کہ ان میں رہا ہی نہیں اور کچھ عداوت بھی وہ کسی قدر ہے کہ صرف پسینہ آنے سے نکل سکتا ہے اور کسی چیز کی مراد





ترجمہ: ہم خود دوسیا بن کر دو کا مدد ملا دو اور پھر بوجس یعنی کا قصہ ہر گاہی میں نہیں  
 عشق کا بھی کہیں پتہ نہیں حسن و جمال بھی کہیں پتہ نہیں مگر ایں ہمہ جہت میں سبیری  
 ہوگی اور دست ہی بھی ترقی ہوگی۔

### تجلیاتِ ربانی

دریہ جو بعض اہل مال کا مقولہ ہے کہ حسرت میں ایک درجہ ہے بعض  
 عشاق کہیں ہو گئے کہ وہ ہر وقت رُک رہے ہیں پکاریں گے اور یہ ان کا  
 پکارنا نعم نہ ہوگا اور اس درجہ میں خود تصور دیکھ رہا ہوں گے تو کشف ہو کر ہے تاویل یہ  
 ہے کہ نابہ کسی سمت تھیک کے لئے یہ ہو کر پھر سیری جو ملائے گی اور اس حد کے بعد واپس  
 بھی ہوں گی جیسے میدانِ مستری میں بعض تجلیات کی نسبت ہو گئے ہیں گے کہ آپ جیسے رت ہیں جس  
 ہم اپنے رت کو پہنچتے ہیں پھر دوسری صورت سے تکی ہوگی اور ہوگی دونوں تجلیات حق تعالیٰ کی مگر  
 پہلی تجلی سے قاعدتہ ہوگی اس کے بعد جو تجلی ہوگی اس سے تباہت ہو جائے گی جو نہ کسی  
 درویش کا قوس ہے اس لئے میں نے تاویل کی ہے اگر میں تاویل کو کوئی نہ مانے مگر ظاہر ہی پر  
 محفل دیکھتے تو جیسے ہم دوسرا جواب دیں گے کہ ہم قرآن وحدت کے غلات میں کشف کو نہیں دیتے  
 کیونکہ جنت میں ایسا کوئی درجہ ہی نہیں کہ حمار خود تصور ہوں حسرت میں سب کچھ ہوگا اور  
 سیری بھی ہوگی سیری نہ ہو مطلق ہے وہاں خود کیفیت ہوگی جس کو کویا دکر کے اب یہ کہنا زیبا  
 ہے کہ

اگرچہ ذرا اندامِ باری امیدِ خورشیدم کہ شاید دستِ من بار دگر ماناں گیرد  
 ترجمہ: اگرچہ دور ہوں مگر اس امید سے خوش ہوں کہ شاید میرا ہاتھ دامنِ محبوب کے چومے  
 یہاں نہیں کہا کہ دستِ جانی خود گرم کیونکہ ہر گز نہیں گرمی درہی لطف ہے آپ کو کہتے  
 ہے کہ جنت میں آپ کے ساتھ یہاں ہی معاد ہوگا نہ پہنچنے کی غلطی لذتِ عشق کو ب بھی ہے  
 دہاں اور بھی آتم ہوگی مزہ ہے پین ہے نہ غرض میں لئے ہوئے ہیں پوری سیری اسی سے  
 ہوتی ہے لہذا جنت میں پوری سیری ہوگی وہاں تجلی تمام ہے اور محیط ہے ہر احاطہ بھی ناجائز  
 صحت درجہ صحت میں گر لپڑ مائل ہو تو سیری میں جوتی اور وہاں کھڑوں سے پاک ہیں البتہ عجبات  
 و معانی میں جس صحت میں سارے حجابات ہر نفع جو عبادوں کے سوائے رو کر یہاں کے کوئی عارف

ہو گا جس کی حقیقت ادراک نہ کرنا کتنا مشکل ہے۔ برکت میں سیری اس لئے بھی ہو گی کہ جنت تبت  
 ہے۔ قل سے جان ہے وہاں انتظار و اشتیاق کا۔ ہو گا جس کی کسی غیر متحقق کا فائدہ ہے کہ جو سورہ انتظار  
 میں دیکھا پھر وہ وصل یا میں دیکھیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وصل یا میں اور زیادہ غلط ہے۔  
 پس روزہ کا لطف کی پوچھتے جو پانی کے انتظار میں ایک لطف پھر پیتے دنت اس سے زیادہ لطف  
 پھر گیس بھی تر ہو گئیں یہ تیسرا لطف پھر آخرت کے لطف کی خبر دی کہ باب سیمتی رتیاں یعنی وہ دروازہ  
 ترتر ہو گا جو اس میں داخل ہو گا وہ ترتر دیراب ہو گا۔

اگر کسی کو خیال ہو کہ ہر باب لڑائی کو کی گھنٹی لگے عربی تو جانتے ہی نہیں پھر یہ نام نہاں کمر  
 و با کی مرہ دے گا تو خوب سمجھئے کہ اہل جنت کی ریاں عربی ہو گی وہاں سارے عربی دان ہو جائیں  
 گئے۔ باب ریاں تو بھی سمجھ گئے اور اس کا نام بھی یہاں ہو گا۔ دیکھئے میں بھی ریاں ہو گا یعنی ترتر

**حیاتِ جنت و دوزخ** | بعض نے کہا ہے کہ ریاں کی اسادیاں کی طرف حقیقی ہے  
 یعنی وہ دروازہ خود بھی تو دروازہ ہو گا کہ اس میں نہری ہو گی  
 خود سے ہو گئے وہ صیگا ہوا ہو گا۔ نہیں کہ میں ہی کچھ ہو گی بعض نے کہا ہے کہ اسناد بھاری  
 ہے یعنی دروازہ کو ریاں کہ اعتبار ان لوگوں سے ہے جو اس میں وارد ہوں گے یعنی وہ ترتر دروازہ  
 ہو کر جادیں گے۔ میں کے بعد ایک گھنٹہ اس میں ہے کہ جنت کی جبریں جس حالت پر ہوں گی یہ  
 وہ جبریں خود بھی اس حالت کا ادراک کریں گی یا نہیں بعض نے کہا ہے کہ نہ کو بھی ادراک ہو گا مثلاً

در دروازہ ترتر ہو گا تو وہ اپنے ترتر ہونے کا ادراک بھی کرے گا اسی طرح اور چیزوں کا حال ہے۔ در  
 رتیاں تبت بھی۔ بخیر سے بظاہر ہی مخیم ہوتا ہے کہ آخرت سرا یا حیات ہے کہ وہ دروازہ مستعمل  
 میون مٹی مصدر ہے۔ یہ ایسا ہے کہ جیسے یہ دروازہ اور اگر صفت بھی ہو تو تو مٹی دی حیات  
 ہو گی پس وہاں کی درد و پر میں بھی زندگی ہو گی۔ دیواریں گائیں گی نجات پیدا ہوں گے دفعت  
 گاہ گئے اور بظاہر اس لئے کہا کہ کلام میں یہ بھی احتمال ہے کہ الدار کا مضاف مصدر ہو یعنی حیوۃ  
 الدار الحرة بنی حیوۃ ہوتی جنت کا لون خود صحبت میں آیا ہی ہے اور وہ بعد ہر حقیقت پر محمول ہے  
 یہی صوفیہ کا مسلک ہے بعض اہل ظاہر خشک ہیں وہ کہتے ہیں کہ جنت مثل بولنے والے کی ہو گی  
 جیسے جان تصور کر کہہ دیتے ہیں کہ یہی جیسے اب بول کر دے گی یہ حیات کے قائل ہیں مگر یہ



شعبۂ ریاضی اور حدیث میں موصوفہ ائمہ مذکور ہیں مگر یہاں موصوفہ پر دلالت کرتا ہے کہ وہ  
 ان چیزوں کا مصلح بیٹھ رہے ہیں پر آنا ہے دوسرے موصوفہ کی بات ہے کہ کھانا کھانے پرانی پلایا کرتے  
 ہیں حال ہیٹ پر میں جاتے ہیں مصلح موصوفہ کی یہ بات ہوتی ہے کہ ان سے یہاں کی بیٹھ رہے ہوں  
 کرتے ہیں تاکہ ان کا کم ہالہ کریوں کی عادت رہے کہ کھانے کے بعد پانی پیتے ہیں قبل میں پیتے  
 کرتے ہیں، خوب کھانا کھاتے ہیں اور ان کے عادات کثرت میں ہے۔ قی ریب کے عادات میں صرف پانی  
 کی سیرت اس سے رہی کہ نہ کم نہ زیادہ خوب رہا ہے اس کی سیرت میں اشارہ سما ہے کہ نایہ صلا  
 بالانصاف مومن یعنی اس میں روزہ دار بھی نہیں گئے اور میں بے جوار پر جنت کے نقش کے ذکر میں ایک  
 شان و رخت کی بیان کی ہے کہ جہد عرض میں کم ہوتی ہے اور شا میں زیادہ ہوتی ہیں اس پر جنت کے  
 درجوں کے متعلق آیت سموا یاد آئے گی اس کو سمجھیں کہ وہ یہ کہ بعض کتا رہ میں ملے ہے کہ  
 حسب کے درجہ کی جڑ اور پر اور شاخص میں ہوگی مگر اس کاغذ ہری مطلب مراد نہیں کہ حد تو آسمان  
 کا طرف ہو اور شاخص رہا کہ طرف جیسے کوئی پھوٹے سے درخت کو آٹا کھائے کہ اس کی جڑ اور پر کو  
 شا میں جچے کہ ہود میں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جہد تو اپنی سطح پر ہوگی اور اس سطح کے گرد اگر اس سے  
 نشیب یا خد ہو گا اس میں شا میں جڑ کی سطح سے بھی نیچے اس کی ہوں گی جیسے کوئی پھوڑا رنگ  
 میں دکھ کر وہ مکہ کسی ادنیٰ ستون پر رکھ دیا جائے اور اس کی شاخص مکہ سے بھی نیچے پڑی جاویں  
 اور حکمت اس میں یہ ہوگی کہ اہل جنت لیٹ کر بیٹھ کر سب طرح چل توڑکیں بند جڑ میں سے  
 دس نش ادنیٰ ہو اور شاخص زمین سے دو مٹ بلند ہوں۔ جیسے دنیا میں اونچے چوٹ پر درخت  
 ہوتے ہیں جس کی شاخص زمین کے متصل ہوتی ہیں یہاں تک منجملہ تین تقریروں کے ایک تقریر  
 ہے جو بیان ہوتی اس تقریر کو نام اریان من رمضان مناسب ہے یعنی ریان کے مصلح کی سیرت  
 وصفان کی وجہ سے۔

**فضیلت رمضان** اور جو مضمون اس سے پہلے جمعہ میں بیان کرنا اگر طبیعت اچھی ہوتی وہ  
 اس آیت کے متعلق ہوتا جو آئندہ ذکر کرنا ہوں یعنی شہر رمضان  
 اور انزل فیہ القرآن کا مفسر و منیات من الہدی والفرقان ہدی للناس میں خوب عظیم  
 کا ہے یعنی بڑی ہدایت ہے لوگوں کے لئے اور دلائل واضح ہیں یہ عطف تفسیری ہے۔ من الہدی



میں من تجیضیہ اور اضافہ صحت کو مطلب یہ ہوگا کہ قرآن بڑی ہدایت ہے نہ گمراہی کیلئے اور دلائل واضح ہیں ان تراجم کا وہ یہ ہیں جن کی شان ہدایت ہے یعنی تراجم کا وہ یہ تو متعدد ہیں ان سے ایک قرآن بھی ہے اس میں کا تجیضیہ ہونا واضح ہو گیا اور یہ تخصیص بعد تعلیم ہے یوں تو تمام کتب کا وہ یہ اور تمام تراجم کی شان ہدایت ہے مگر اس تخصیص سے قرآن کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے اور قرآن کو لازم ہدایت سے ہے کیونکہ وضوح حقیقت کے بعد امتیاز بین الحق و الباطل لازم ہے

یہاں ایک اشکال ہے وہ یہ کہ موقع تو ہے رمضان کی فضیلت بیان کرنے کا چنانچہ اوپر سے صدمہ ہی کا ذکر ہوا ہے اور یہ ان کی کئی قرآن کی فضیلت اس کی کیا وجہ ہے جواب یہ ہے کہ فضیلت بیان کرنے کی دو صورتیں ہوا کرتی ہیں ایک تو یہ کہ خود میں چیز کی فضیلت بیان کریں اور ایک یہ فضیلت تو بیان کریں دوسری شے کی اور اس کی فضیلت اس سے لازم آ جائے اور یہ اس طرح ہے کہ چونکہ اس میں دعویٰ کے ساتھ دیں گے ہے اسی کو کہتے ہیں۔

حدیث قرآن بات کہ سرور عالمؐ ان کے آئینہ درجہ سیٹ دیگر اس  
مثلاً ہم کو حضرت عائشہؓ کی فضیلت بیان کرنا تو اس کا ایک مرتبہ تو یہ ہے کہ  
حدیث کی فضیلت بیان کریں اور دوسرا یہ ہے کہ یوں کہیں کہ حضرت عائشہؓ کی فضیلت  
خلیفہ حضرت عمرؓ کا لکھو بھی جیسے تنفس میں اور یہ اس طرح سے ہیں اس طرح سے رمضان  
کی فضیلت اس طرح لازم آئی کہ وہ رمضان وہ جس میں اس اور اس کا نام بڑا ہے  
جس کا کوئی بڑی چیز سے مہربان ہوگا تو وہ وہ کئی مہربان کہ وہ کا خاصہ ہے کہ بڑی  
فضیلت و امان ہوگا

ابن تیمیہ تلمیذہ

اس کا یہ مطلب ہے کہ قرآن سے برکت ہوتی ہے کہ وہ معنی  
ہو سکتی ہیں کہ برکت اس کو قرآن کے بارے میں ہونے سے  
حاصل ہوتی ہے کہ برکت اس کا وہی ہے جس سے قرآن کے ہونے سے یہ وہ نورانی  
نور ہو گیا ہو اس کے مناسب نعت کا یہ شعر ہے

ہی خود نور اور قرآن کا نور ۔۔۔ جو یہ کلمے یوں نورانی نور

یسی طرح یہاں ہوگا کہ رمضان خود نور پھر قرآن دوسرا نور نہیں اس سے ملکر یہ نور علی نور ہوگی اور اس کی تفصیل کے بیان میں قرآن شریف کا نازل ہونا ہی کافی ہے اور کسی تفصیل کے بیان کی حاجت نہیں اور چونکہ رمضان اور قرآن میں مناسبت ہے اس لئے اعلیٰ درجہ کی بدلت اس ۱۰ دن میں تلاوت قرآن تجویز کی جاتی ہے اور تلاوت قرآن کی طرف اس ماہ میں میدان بھی زیادہ ہوتا ہے اس لئے میں اپنے احباب کو مشورہ دیا کرتا ہوں کہ قرآن کی تلاوت کو اس ۱۰ دن میں دوسری عبادات پر غالب رکھیں اور اسی لئے میں نے طلبہ کو اس ماہ میں کچھ تہمتا نہیں جی یوں چاہتا ہے کہ اس ماہ میں تلاوت کو غالب رکھیں اور اس تجویز کی اس سے تقویت ہوتی ہے۔ چنانچہ جبریل علیہ السلام حضور کے ساتھ رمضان میں قرآن کا دور کر کے تھے، درودنات کے سال دو دفعہ دور ہوا ہے صحابہؓ کا وراثت کا یہی عہد رہا ہے کہ رمضان میں تہمتا قرآن کا خاص اہتمام کیا ہے علماء کا بھی یہی قول ہے کہ اس ماہ میں تلاوت و حج میں ایک دفعہ کلام اللہ کے ختم کو سنت ہو کر رہا ہے لیکن سنت اس وقت ہے کہ اس میں کوئی معصہ نہ ہو اور اگر معصہ ہو تو اس کو ترک کر دیں گے مثلاً ٹھیکہ دار مانتا ہے سوا اور کوئی نہیں مانتا ہو چونکہ بعض جگہ اس سنت پر عمل کرنے سے یہ ظاہر پیدا ہوتی ہے اس لئے وہ اس سنت کو ترک کر دیں گے

آٹھ وظوؤں کے ہیں ایک تو بشریہ یعنی کلام اللہ سے اس شرط کو پس یہ ثلوث تو باقی نہیں کیونکہ سنائے راجحت بنا حرام ہے اس موقع پر سنت پر عمل چھوڑ دیں گے اور دوسری شرط لاشع کے ساتھ میں یوں کہیں کہ ہم جب پڑھیں گے کہ تم میں کچھ مذہب اور اگر ایک احتمال، بشریہ شے کا بھی ہے لیکن قطع صرف سے اس کا مرجع بھی ان ہی دو قسم سے ایک قسم ہے اس سے تقسیم واقعی تثنائی ہی رہی گو عقلی تثنائی ہے جہاں اگر حافظ بشریہ کا مل ہو۔ تو کلام اللہ سننے میں کاہلی نہ کرے بلکہ سننے کے یہ مستعد ہونا چاہیے خیال کرنے کی بات ہے کہ لوگ دنیا کو واسطے کتنی محنت کرتے ہیں اس کے مقابلہ میں یہاں تو کچھ بھی نہیں عن معرت کی عادت۔ شریف ہے کہ رمضان میں تعلیم و تفسیر خاص کو نہ کر دیتے ہیں باوجود ان بات عامہ پہلے سے زیادہ ہوجاتے ہیں ۱۰ روز پھر بعد میں اس میں بھی بااختصاص وقت کچھ تو میسر ہوتا ہے نہ ۱۲ دن

لکھو گئے رفتاری یہ حالت ہے کہ بعض کو ترویج ہی میں فیندا آتی ہے سو اس کا علاج کرنا چاہیے  
 آسان علاج ایک تو یہ ہے کہ سیاہ مرقی لکھا کر اس سے میدہاتی ہے گی اور سیاہ مرقی نافع بھی  
 ہے ابنتہ لال مرقی مضر ہے اس کے معتر جوئے پر ایک حکایت یاد آتی کہ ایک بزرگ شاخ  
 سے معذور تھے جب ان کے سامنے مسیروں کی قسم کی عربوں کا ذکر ہوتا تو یوں فرشتے کہ یہ  
 سب فساد مروجوں کا ہے جو بات بھی ہوتی یہی فرماتے ایک شخص کہے گئے کہ کیا ہے جو بد بات  
 ہے میں نے نہیں کر کہا کہ بڑی بوڑھا ہے اس طرح سے کہ مر جوتا کھا مار دیا ہوا تھا ہے  
 اور جو ہر مردہ مار ہوئے کے کھا بہت جانتا ہے اور مردہ کھائے تو بہت عیبہ میں ترقی ہوتی  
 ہے اور وہ بدعت ہوتی ہے فساد کا ہم تو بر روبرو کے قول کی تائید کریں گے گو وہ بڑے رئیس  
 ہی ہوں یا غیر یہ تو ہمیں کی بات تھی اتنی میدہ کا اصل علاج یہ ہے کہ پانچ کم پو شتر اہل بجاہ کا  
 قول ہے کہ عینک کا مادہ پنا ہے اسکا امام عراقی نے لکھا ہے بھر عی اگر سیندہ زیادہ آئے  
 تو سیاہ مرقی بجاہد آحر خدا تعالیٰ سے کچھ لیا بھی ہے یا نہیں حق ہی ز تعالیٰ ارتد فرماتے ہیں  
 اَلطَّيْعُ لِمَنْ اَمْرٌ بَيْنَهُمْ اَنْ يَدْنُلَ بَشَرٌ جَمْعُ كَلِمَةٍ بِرِخْصِ اس کی حملیہ رکھا ہے کہ نعمت والی جنت میں  
 داخل کیا جائے ایسا ہرگز نہیں یہیں مدون کے کچھ رہے گا پہلے اعمال کے ذریعہ سے جنت کے  
 نال تو جو مدون اعمال کے کیا منہ ہے جنت کے لیے گا پس رمضان میں بہت کر کے ایک  
 قرآن کو سن لیں جو ہر حال سنت سے آمار سے بر رگوں کے معمولات سے ودق سے ثابت  
 ہوتا ہے اس ماہ میں قرآن کی تلاوت خاص درجہ میں مطلوب ہے ۔

**شفاعت روزہ** یہ دوسری تقریر ہے اس کا امام القرآن فی رمضان رکھا ہے

کی فضیلت کا بیان تھا اور اس میں قرآن کا بیان ہے جس میں ایک وجہ تو مناسبت کی یہ ہے کہ  
 قرآن کا نذر دل رمضان شریف میں جو ہے دوسرے شخص حدیث قرآن شریف اور روزہ دو دن  
 قیامت کے دن شفاعت کریں گے رمضان کہے گائیں سے اسکو یا سا رکھا تھا اس واسطے اس  
 شخص کو بخش دیجئے اور قرآن کہے گا کہ میں سے اس کو جگہ یا تھا اس لئے میری شفاعت قبول فرماتے  
 پھر بعد رمضان کو ان ایام عیام سے نفسی مناسبت بھی ہے کہ رمضان سنت عمری کو کہنے میں اصل

و چون کسی کا یہ جواب تھی کہ جب حبیبوں کے نام تو نذر موسیٰ تھے تو ان آیات میں صحت گوی تھی  
اس سے اس کا رد صحت کے بکھر جانے کے لئے آیات میں عبادت ایسی مقرر کی کہ اگر یہ سب ہی  
ہو تب بھی نہ نسبت اور آیات کے اس میں کچھ خدش ہوتا ہی ہے یعنی عموماً وہ یہ ہیں کہ تم  
یہاں دوسری تفسیریں ہوں۔

## عبادت شب

اس تفسیری تقریر یہ تھی کہ اس میں شب قدر کا بیان ہے اس کو تقریر یا  
طرح سببہ اللہ میں نازل ہوا ہے چنانچہ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت مصعب ابن عمیر  
رضی اللہ عنہ اور دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا  
لعمریہ حدیث سے ثابت ہے بعد اس اور تفسیری تقریر میں بھی پوری مسامتت ہو گئی  
اس شب قدر کے متعلق بعض روایات میں جانا کہ ایک روایت یہ کہ آج کل اکثر لوگ یہ پوچھا کرتے  
ہیں کہ شب قدر میں کیا عبادت کریں اس کا جواب یہ ہے کہ دن کو تو زیادہ تلاوت میں صرف کرے  
تو دن سے تلاوت کرے اور اگر تو نذر آنی ہو تو کم از کم بعد از صلا اس کو سیکھے اور  
رات کو بھی جس تلاوت ادا کرے اور سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے کچھ تاویلات کچھ واصل میں منقول  
ہے اور دوسری اختلافات کی مسند حقیقت میں یہ بھی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ شب قدر کا جانا  
مضبوط ہو تو نہ اختلاف مسجد میں ہوگا اور جب یہ مسجد میں پڑا ہے کہ لو کہ تو آٹھ ہی کا اس کو  
بھی تو یقین ہو جائے گی چنانچہ ایک روایت یہ ہے کہ ایک شخص نے اس سے اختلاف کے سبب  
کئے اور سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایتیں ہیں کہ ایک ایک دن کا یہ دو رات کے بیچ میں فاصلہ بھی  
کرنا کہ آٹھ ہی ہو جائے میں کہ تو نہایت ایک رات کے چلے سے ہو گیا ہے وہ ایک دن آٹھ  
کرے سے عبادت ہے آٹھ رات ہی سے آٹھ دن۔ اس کے خلاف ایک نہیں ملے جس میں مسجد  
میں صلا ہو تو وہ بھی بیٹا یا بیٹی میں جو وہ عبادت آٹھ سے چلے اختلاف کی میت کے  
میں آٹھ اور چاہے رات کو عمل آئے آٹھ نہیں گاہے ہو تو وہ دن ہو سے تو میں گئے اور اگر  
ادھیں کا ہوا تو تو تعداد میں خود ہو گئے مگر وہ دن دن کا ہے اس اختلاف میں علاوہ  
اور حکمتوں کے ایک مڑ حکمت یہ بھی ہے کہ رات اور شب قدر لفظ جو جان سے ملتا

عبادت کم از ایک ہزار راہ کی عبادت سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے جو اسی سال سے بھی زیادہ ہوتا ہے اتنی تو عمر بھی تباہ و تاراج ہوتی ہے پس اسی ذریعہ ایک شب میں جاگنے ایسا ہے گویا ساری عمر سے بھی زیادہ عبادت کی جس کا مطلب دوسرے عنوان سے یہ ہوا کہ ساری عمر بھی عبادت کی اور مرنے کے بعد بھی کچھ دنوں عبادت کی اتنا قابل ہے اس رات میں عبادت کا کہ ایک رات کی عبادت تمام عمر کی عبادت سے بڑھ جاتی ہے تو ضرور اس کی کوشش کرے۔

**نیند کا علاج** اگر کو بھی شب قدر کی فضیلت ملے گی پس سستی نہ کرے اور نیند نہ لے جائے کہ تباہ کر دے مثلاً یہ کہ رات کو کھانے پینے میں قدرے کمی کرے اگر پھر بھی ضرورت ہو تو کالی مرچ جھانے اور جو بھی تدریں نیند نہ آئے کی ہوں سب کرے اور اگر باوجود تدریں کہ نیند نہ آئے پھر بھی نیند غائب ہو تو وہ نیند معتبر ہے یعنی پھر سوئے ہے لیکن یہ نہیں کہ ذرا سی نیند آئی اور پڑ کر سوئے اور نیند کے غلبہ کی صورت کہ میں مخرج سمجھ کر ایک بڑھنے کی حکایت ہے کہ وہ بڑھتا ہے تھے کہ بیاہ نبھائے برعکس ماہ اور نیند میں کل رہا تھاری ماں جب یہ ذمت آ جائے تو سوئے کیا عطف و رحمت ہے کہ ایک رات کی عبادت کو ہزار راہ کی برابر قرار دیا اور پھر نیند کے غلبہ کا بھی اعتبار فرمایا اور نیند کے غلبہ کی صورت میں اگر حضرت رات کے جاگنے کو بھی فضیلت شب قدر کی رحمت فرمائی تو نبی ماحتراما سلام ان ما من العسائیہ کن غیبر منہم۔

**مقام ناز** چاہے لئے بڑی بشارت ہے چاہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم عنایت الہی کے کن ہیں آپ سے فرمایا ہے کہ میں ایک رحمت ہوں کہ تمہے بنا کہ مجھ کو بھی ہے "انارحمۃ مہدۃ" مگر ہماری وہ عادت ہے کہ کھائیں اور غرائیں اور پھر کہیں کہ دینے ثواب البتہ جن کا مقام ناز کا ہوا اگر وہ کچھ کہہ دیں تو یہ سچ ہے مگر ہر ایک کو اس کی حل کرنے کا حق نہیں ہے ناز رائے باید بچو در دہ چون نداری گردید خوبی مگر در اس مقام کو اصطلاح میں اول کہتے ہیں جو ہر ایک کا مقام نہیں جس کا مقام اس سے اسی ہیں کہ ان کا مرتبہ ہے نہ کہ اہل افتخار کا حضرت رابعہ صریح جن کا مرتبہ ار کا تھا وہ حج کو گئیں سب حج کر چکیں کہ





معلوم ہوا ہے سرچاکہ یہ سوار راہ نکلا اسکی بدی اگر یہ ہوگی تو آئندہ جیسے کیا ہو  
رہے تھے تا یہ گرفتار نہیں۔ جو بہت مشابہ گرفتار نہیں

سے یہ نئی ایک مسجد میں دروازہ اور ادھر ادھر ٹھیکہ دارانہ کی طرح کیا بڑا حبابے بھی  
شہر اور تمام لوگ ہیں جو گئے۔ یہاں تک کہ ان میں خاصی بیوقوف ہو کر گئے لوگ کہنے لگے  
ذہبی ہو گیا وہ لوگ کہ میرے پاس مت آؤ میرا حق بد میں گر رہیں ہو گا لوگوں نے  
کہا آخر ات تو تعداد کہنے لگے ہاتھ کیا بٹھاؤں ات یہ ہے کہ میں نے اس کے سب مردوں کو مٹا  
ہوں یہ ہے اس کو کچھ آتا تھا سب کو مٹا دیا تو اب مٹ کر کچھ بٹھا تھا وہ حقدارے کہ  
پچھلے دنوں سے آتی تھیں تنہا کو کھا، پیچھے پر مردوں کو کچھ مانگیں وہ سب بٹھے میرے سر  
ہو گئے ہیں بٹھاتے بٹھاتے تھک گیا تو سر روز کہاں تک ان مقابلہ کروں گا لوگ نے کہا کہ بھائی  
تو کرسی، کرسی کے کہیں مت جا بڑا بڑا بھلا ہو لوگ اسی انداز میں کہتے ہیں مولویوں  
نے سب کو مٹا دیا ہے اس سے سب اس سے مٹا دیں یہ تو وہ رویتیں یہ سب میری  
رویتوں میں سے رہیں گے تو میں ہو گیا اور حضرت ابراہیم بن ابراہیم کو ملکہ شہر کے کی دیا کی کھائے  
کے وقت اس کے پاس مسموم روٹی سالن اور مٹی کے پالہ میں پانی آیا وہ اس کے پاس بیٹھ ایک  
نواں نکلا ہوا آیا اس میں رنگارنگ کے کھائے تھے تمام حلقوں اس کی خوشبو سے بہک گیا وہ  
دشمن مانتا تھا کہ یہ ابراہیم ہیں بڑا بھی عظمت کو پہنچ کر بغیر موت ہیں تو دھت تھان سے  
کچھ نہ کیا بھی انصاف ہے ہم تو اپنے دونوں کے خدوم ہیں اپنی مدت مسدات میں گر رہی ہیں  
تو مسموم روٹی اور سالن دیا مانے اور اس سے یہ اس پریدہ جاتا کہ یہ مسموم اور بغیر مسموم  
دونوں سے کسم ہوا کہ موت اپنی پیشیت یاد کر لے تو کون تھا ایک کسم خدا تھا اور اس کی پیشیت  
کو بیکار کہ وہ شہر بہت بڑا تھا کہ اگر منظور ہیں تو ملاں دست گنڈ میں صر با صلی رکھا  
دانت اس کو سے خال وہ درویش تھا یہاں تک کہ سیدھے ہوئے خاص سے کہہ کر ایک  
کا کہہ کر وہاں سے اٹھ گیا اس کا تھکا تھکا مگر حسن فاضلہ کا کہہ کر وہ بھی بریاں مان  
دے کہہ کر وہاں سے نہ لوگوں یا نہیں امریت دیا۔ البتہ اگر بیت ماننے کی جو اور غلو سے  
سوئے تو یہ مرگات ہیں انہی سے کہہ تو یہی ات ہے میرے مہر وہی کا مقولہ ہے



کہ مسلمان سب طرح مزہ میں ہیں بڑھ جائیں تو امیر گھٹ جائیں تو فقیر۔ مر گئے تدبیر مسلمان  
 ہر حال میں اچھا ہے۔ جا گئے آخر سوتے اجر سو یہ نیت کی برکت ہے مگر ارادہ تو جاننے کا کرد  
 ایک تدبیرات کے جاننے کی اور یاد دہانی کہ دن کو سو رہ کر دبا دہودان تدابیر کرنے کے پھر  
 سو گئے تو اچھے گاہر غرض اپنی طرف سے کہ کشش کر دادر سمجھ ہو کہ بد دن کے کچھ نہیں ملتا سب  
 میں بیان کو ختم کرنا ہوں۔ یہ تین تقریریں ہیں اگر تین دفعہ بیان کرنا تو بسوہ یوتیں مگر مختصراً  
 سب کچھ بیان کر دیا، اللہ مہل عمل کی توفیق دیں۔

اس اخیر تقریر کا نام بقضانی رمضان مناسب معلوم ہوتا ہے اور مجموعہ کا نام شلٹ  
 رمضان فقط

اشرف علی ۰۰ سوال ۱۲۵۶







گراں سے دس کے کوڑ پوچھے کہ یہ خدا سے رنجیدہ میں یا اس کو کچھ تکلیف ہے ہرگز نہیں  
موا مانسرتا ہے

گر تین شاید دگر ضد این : حشر کہ میراں باند کار دیس  
ترہ کھن ایسا سلوم ہوتا ہے کہ اور کبھی اسکی ضد و کناویا ہے یہ کام جبرائی کے  
یوا انہیں جیتا۔

اب کیا کہ اس سے پر بنال سے ہرگز نہیں وہ اس کے عوض سہلت کا لینا بھی پسند  
آئیں کرتے مولا، اسی کو دیتا ہے

ناوش تو خوش بود بر خباں من : دل ندا سے یاروں رنجوں من  
غرض حاسد یہ ہے کہ جس چیز سے دلچسپی ہوتی ہے اس میں دشمن تکلیف نہیں ہوتا مگر  
جہاں تکلیف تھوڑی رہی وہ محسوس نہیں ہوتی اس لئے بعض دیندار دنیا والے خوش ہو کر اسی تکلیف  
کو بیاں کیا کرتے ہیں حاشہ تکلیف میں خوشی کیسی، مگر اس کا راز وہی ہے کہ رنج کو دلچسپی کی  
دہ سے راحت ہوتی اس سے جہاں گلستا کی پڑاں ہیں کاشی۔

پھر مادۃ اللہ یہ ہے کہ اس کے بعد جاہلی اور جہانی سبوت بھی ہو جاتا  
**نور ذکر اللہ** ہے چنانچہ داکرین کے بعد عموماً یہی لکھی جاتی ہیں بعض دفعہ ایسا سوکھے کہ  
ذکر سے بے سوکھی ہوئی مٹی جس کی دھڑ سے ذکر کو دستوار معلوم ہوتا تھا مگر ذکر شروع کیا گیا تو  
جھوک جاتا یہی ظاہر اس بقیمہ حرمین مستورہ میں مکہ عابری عالم سمجھے جاتے ہیں وہ بھی اس کا تسلیم  
کرتے کہتے ہیں کہ ذکر بزرگ خدا کے ہوتا ہے ان کے نزدیک ذکر سے جھوک جاتے ہیں کہ  
یہ سب ہے۔ نور ذکر خدا کا کام ہے مگر ایک شاعر اسی معنی کو بیان کرتا ہے :  
وَلَا تُكْرِهُنَّ الْمُسْتَقَاتِ خَيْرُ شَرَابٍ : وَكُلُّ شَرَابٍ دُونَهُ كَسْرٌ  
ترجمہ : آپ کا ذکر ہی عاشق کے لئے بہترین مشروب ہے اس کے سوا سب شرابیں سراسر  
دھستے کے برابر ہیں۔

عورت کے دانت تھیں نہ ان کے ارادہ میں ایسے غیب میں جس کو دیکھ کر فاشا پڑتا ہے کہ ذکر  
بزرگ خدا کے ہوتا ہے جب بھوکٹا ہو تو پھر میں خدا کو کتنے عاتے تھے یہاں تک کہ بعض دفعہ

چالیس دن میں ہر ایک آدمی کھائے پئے اگر آپ احباب سے رشتہ کریں تو وہ ہرگز اس کو تسلیم نہ کریں گے۔ چالیس دن میں ایک ایسا کام کافی ہو سکتا ہے جس سے آپ بڑے گا کر نہ کہیں گے۔ خدا کا کام دیکھیں۔ درمیں میں تعجب کی کیا بات ہے اگر عاشق کو ٹھکڑا ہوا اور وہ کہہ لے گا کہ بیٹھا ہوا اس وقت اس کا محسوس آجائے تو عاشق کو بھڑک جاتی رہتی ہے اس کی وہی حقیقت ہے کہ محسوس کو ایک گریز فرشتہ ہوں جس سے خدا کا کام دے۔

اصلی غذا و دوا

اصل غذا و دوا | علم ہیچ و جھوٹا اصل سزا ہی ہے یعنی دقت اور بن دقت خدا کہتے ہو  
وہ جس کی دقت غذا ہی میں جب دقت موجود ہو چنانچہ اگر کوئی  
تھک جائے تو اس کو سنبھالے گا اور اس کے بدن کو کچھ ٹھنڈا ہی نہیں اور دقت اور  
سب کا حال میں معلوم خدا ہی جو دقت کو کلام دیتی ہے میں معلوم سوا کہ اصل غذا دقت اور  
بھوک ہے نہ اسل دوا ہے بلکہ اہل کتب ہیں کہ حاصل صحت و مرید سرس رو نہیں بلکہ  
طبیعت ہے اور طبیعت اس وقت حاصل ہوئی کہ جس وقت ہو جس دوا کا کام صرف اس  
کا طبیعت کو ترس دینا بھر کسی کی طبیعت کو دوا دار دکر سنے سے قوت حاصل ہوتا ہے اور  
اس دوا کو ترک دوا سے قوت حاصل ہوئی ہے تو یہ جو کہا جاتا ہے کہ بدن تنفس دوا ہیں کرتا  
ہے یہ دوا ہی طبیعت میں دوا کرتا ہے بلکہ دوا کی طبیعت ہی قوت طبیعت کا سبب دوا  
ہے یہ دوا ہے کہ اسکی طبیعت طبع کا سبب دوا ہے اور دوا ہے کہ اسکی  
دوا سے تو یہ محض طبع ہی دقت ہے اور یہ طبیعت دوا سے کوئی حال میں نہیں یہ دوا ہی محض  
ہو گیا اس غذا اور اصل دوا دقت ہے خواہ دوا سے ہو مالاہل سے ہو۔ دوا  
دوا ہے کہ یہ دوا ہی طبیعت حاصل ہوا ہے اس نئے دوا کو نہ اور دوا کا کام ہے  
اسے اور کسی کو اسے خوب ہے دیکھئے سے نہ ہو کہ اس کو محض طبیعت اور  
بڑھ کر اسے جو اسے جہاں کوئی مانتی بیمار ہوا اور نہ یہ سبب ہوا نہ صحت میں اس  
کا خوب جلاؤں تو مانتی محض ہو دیکھ کر اٹھ بٹھتا ہے مجھے اب دقت دے کہ ایک  
دقت ہے دوا ہے کہ وہ دوا میں بیمار ہوئے دیکھئے یا تو مجھے دیکھ کر  
اٹھنے اور صحت ہوئے اور مجھ کو لے کر مار گئی گئے حالانکہ اس سے بڑھ کر دقت ہے

ہیں بھی بکف مواتیہ و محبوبہ دیکھنا داسے جی رہا افغ جوتا ہے ایک دوسرے میں ملا  
 رہیہ اندین صاحب و مسکدر سردیو سدی بن کو گیا کیونکہ وہ سخت بیمار تھے مولہ کو کچھ سے  
 بہت محبت تھی سو کچھ سے مل کر دینے لگے کہ تجھے دیکھ کر تو یہی بیماری جاتی رہی پہلا واقعہ یہی  
 ہو گیا کہ اس کے بعد دوسرا واقعہ دینے ہو گیا کہ اسے معلوم ہوا کہ اس وقت کی چیز فرحت سے بہت نام  
 غذاؤں کی خبر ہے اور یہ جب کہ خود ہی مداکا کام دیتی ہے اور اس قدر یہ سے تو ضروری  
 ہے کہ مدون اس کے کوئی غذا غذا میں منی حبیبہ کچھ کے تو اب یہاں پر اس کے تھپا ہوا  
 یہ کوئی وجہ حیرت نہیں کیونکہ اس حضرت کو دکرانہ سے ایسا تہہ و جس ہو گیت کہ اس کی کوئی  
 معون یا قوت اور خیرہ ایسا تہہ نہیں پیدا کر سکتا تو وہ ایک نام پر جیس دن تک کھیت  
 کر سکتے ہیں کیونکہ ہمارے میں تو اس نے ایک نام کہا کہ حقیقت میں یہ نہ ہو کر وہ سے  
 وہ تو یہ دن نام کھا گئے ملک اور سے جی بڑھ کر مقولہ عدا کی ہے یہ روزہ میں حقیقی نہیں  
 تو یہ سے کہ ان دنوں کے کچھ اس سے دس دن بعد وہاں سے اور انہیں کی تہہ سے رحمت ہوں  
 سے تہہ تہہ سے کہ روزہ سے صحبت کو این تہہ سے کہ او تو صنف ہر کے  
 کوں کا یہ محض میں حق چہ فاعل یہ ہے کہ روزہ میں تمام یہ مشمل وہاں ہر کے  
 ہاں ہر کے اس سے بھی عذر دلاتے ہیں شاید اس سال خود یہ بے حساب سخت کر مہیوں  
 میں سے مگر بھڑکے آنے میں اس اور ان کا سال و گیارہ جس سے ماں راستہ میں حاصل  
 ہوں تو میں یہ وہ کہ تہہ و محبت عجب وہ غیبی کہ مدد صحت دے ان سے بھی فرحت  
 ہوں اسی سے وہ روزہ سہانی بکف کے روزہ ہاں میں ہوا اور وہ کے ساتھ یہ ایک

صوم شعبان کی حکمت

میں سے پہلے نصف شعبان کا روزہ نہ رکھتے تھے پہلی ہی ایک  
 کہتے تھے روزہ سے روزہ صحت ہوا اس کے بعد  
 جب رمضان آنے کا تو یہ روزہ کا روزہ ہو گیا کہ روزہ سے روزہ کا روزہ  
 وہاں سے رمضان کا ہوا اس سے روزہ ہو گیا کہ روزہ سے روزہ کا روزہ  
 روزہ نہیں ہوا کہ کسی قدر ضروری ہوا اور اگر اس میں بھی اتنا روزہ ہوا تو اب وہ روزہ کو  
 نہ لیتے اور اس کے ساتھ کہ روزہ کو انہوں نے روزہ میں ہوا کہ روزہ سے روزہ

کہ روزہ کا سرہ آ بارہ کامر اتوری کے روزہ میں ہے کہ انظار سے پہلے چھڑکاؤ ہو اور  
 ہے خدشے پالی کام تمام ہو رہا ہے۔ کوئی شربت بار بار سے کوئی برتن، رہا ہے چاروں میں  
 تو یہ خیالات تھے کہ اب گرمی کے روزوں سے کیوں گھبراتے ہو یہ تو تمہارا ہی تجویز کردہ ہے  
 وَلَقَدْ كُنْتُمْ مِّنْ شُرَكَائِ الْمَوْتِ يَوْمَ قَبْلُ أَنْ تَقُولَ قَدْ أَتَيْتُمْوَهُ وَأَنْتُمْ  
 تَخْطَوْنَہ بعض حضرات صحابہ نے جو غزوہ بدر میں شریک رہے جو مکے تھے کیونکہ غزوہ بدر  
 واقعہ ہو گیا جس کا کسی کو گمان بھی نہ تھا بعد کا متوقی ظاہر کیا تھا کہ اگر سرد و بار بار کے بعد کبھی  
 جہاد کا موقع نہ آتا تو سب دیکھ لیں گے کہ ہم اس کے راستہ میں کس طرح جانا زاری کرتے ہیں اس  
 کے ایک سال بعد ہی سردہ احد ہو گیا جس میں اذان کو مسلمان غائب ہو گئے تھے پھر ان کے قدم  
 اکھڑ گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تم تو موت کی منہ کرتے تھے اب تو اس کو اچھی طرح دیکھ  
 لیا یہی حالت روزہ کے متعلق ہماری ہے کہ حادثوں میں تو گرمیوں کے روزہ کی منہ کرتے تھے  
 جب گرمیوں میں رمضان آیا تو بہت سے گھبرا گئے اب اگر رمضان میں سختی بھی رہتی تو کیا حرج  
 تھا کیونکہ وہ تو مسلمان ہی مراد تھی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ پر سختی نہیں کی بلکہ مطلق ذیابا کہ گرمی کی  
 تکلیف بھی رفع فرمادی بارش کا سماں کر دیا چاند سا رمضان ماوں و بارش میں گرمی لگی اگر تیرے  
 اس وقت حساب کے دن لیے تو میں خصوصاً مجھے اس سال زیادہ ایسے اس لئے معلوم ہونے  
 میں کہ اس سال میں نے رمضان میں سوائے جماعات ڈاک کے اور عادات قرآن کے اور سب  
 کام چھوڑ دیئے تعلیم و تحقیق بھی بند کر دی تالیف و تصنیف بھی منوی کر دی اور ایسی حالت میں  
 قاعدہ ہے کہ دن زیادہ لیا معلوم ہوتا ہے اگر آدمی ہر وقت کسی نہ کسی کام میں لگا رہے تو  
 دن لیا نہیں معلوم ہوتا مگر الحمد للہ کہ دن سے ہوتے ہوئے بھی تکلیف کچھ نہیں معلوم ہوئی  
 کیونکہ گرمی کم ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کہ پانے بندوں  
 کی حد کام میں نہ کرتے ہیں، اسباب میں مجھے کرتے ہیں اس لئے کہ  
 اب دنیا کا قاعدہ یہ ہے کہ صرف اسباب میں مدد کرتے ہیں کام میں مدد نہیں کرتے آپ  
 اگر کسی معیار کو اپنے کام پر لگائیں تو کام میں آپ اسکی مدد نہیں کرتے مثلاً جس وقت وہ  
 کام کرنے میں اس وقت آپ اس کام کا کام ٹھادیں صرف اسباب میں امداد کرتے ہیں مگر حق تعالیٰ

[illegible]

نوعہ ٹشک انسانی یعنی رعبوں کا کام ہے مگر تعقود کے کسی مصیبت کا نہ پہچا جہد نہیں  
کوشش پیدا کرنے کا دعوایاں کیا۔

وگرنہ خلیفہ تو دیکھو کیا کہ درہم ہمارے منہ میں ہے مگر یہ خبر میں کہ منہ کس کے ہاتھ میں ہے۔

مولانا فرماتے ہیں :

دو دہاں دو ایم گزیا بچھونے  
ایک دہاں نہاں نہ جھونے  
ترکہ بانہری کی طرت ہاں ہی ڈومہ ہیں  
ایک مہرہ اسکی سوں میں پونیدہ ہے ایک مہرہ ہاں  
خون کا دریا ہے اور سسوں و زمیں میں باؤ سواں رہا ہے

یہی حال چھاپا ہے کہ عوام کا خیال نہیں کہ ہمارا منہ کس کے ہاتھ میں ہے کیونکہ اصل میں منہ  
سے کھانا فک کے قبضہ میں ہے، اگر دل میں تقاضا نہ ہو تا تو کھانا میں ہو جاتا اور دل صدائے قبضہ  
سے توجہ صدائوں کی اجازت ہے کہ اہو ہونے روزہ کے اندر آپ کے دل سے کھانے پیسے کا  
تقاضا نکال دیا، مگر وہ یہ تقاضا نہ نکالتے تو آپ کی عین بھی کہ روزہ رکھتے ہیں ہماری منہ  
اسی ہے جیسے نعم ہمارے گھر کے میں نے ایسا کھا اور میں ایسا خوش تھا بہت خوش اور ناناں یہ  
نہیں لکھتا کہ وہ خود کس کے قبضہ میں ہے۔

۱۔ تسلیم کرو کہ اگر احدی مستحق ہے تو وہ یہاں اصبعین کیستے

نرمہ لے فلم دیکھ کر تو کس کی انگلیوں کے درمیان میں ہے۔

یہ خدا کی رحمت ہے کہ دل کے واسطے منت بھی ہم ہے اور کو قلب اسی واسطے کہیں



روايات ملت موتا رہا ہے، ایک نکاح کا نام ہے جو اور آدمی میں نامت قدم سے  
 اور اس نامت پر ادا ہو تو اس کا نام ہے، یہ بیوی سے کہ بعد وہ کہیں سے کہیں جوگا  
 پس اس جوگ کی ہی نامت قدم ہے، اس میں وہ کہیں سے کہیں جوگا، یہ نامت قدم ہے  
 اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے  
 کہ انہوں نے آپ کے دل میں تعاصیر پیدا کر دیے ہیں، یہ وہ نامت قدم ہے جو کہ  
 رسالہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعاصیر کے ذریعے سے کہہ رہے ہیں، آپ کے دل کو تعصیت دی ہم  
 سے آپ کو نامت قدم کی اور یہ بھی ایک نامت قدم ہے، یہ نامت قدم ہے اور یہ نامت قدم ہے  
 میں مرد و عورت ہے، یعنی وہ کسی کسی سے مرد و عورت اور نامت قدم ہے، یہ نامت قدم ہے  
 ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس کا شکر کسی سے نہیں، یہ نامت قدم ہے، یہ نامت قدم ہے  
 مرد و عورت اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے  
 قبیلہ، اور یہ نامت قدم ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے  
 ہیں، یہ نامت قدم ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے  
 یہ نامت قدم ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے  
 کہ اس سے ماں و باپ، بہن و بھائی، یہ نامت قدم ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے  
 ہو اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے  
 اختیار پر مجبور ہوا، یہ نامت قدم ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے  
 قرار ہے کہ میں آزاد ہوا، یہ نامت قدم ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے  
 نے تعصیت معلوم ہو جائے

صاحب دوم سے کہ قصہ میں خود متبہ صفت سے کہ قصہ دوم، یہ نامت قدم ہے  
 یہ نامت قدم ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے

یہ نامت قدم ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے  
 یہ نامت قدم ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے  
 یہ نامت قدم ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے



میں تہ سے واسطے مناسبت ہیں اس سے یہ لازم آیا کہ اگر عدت مقصود ہے کیونکہ اس پر عام عایت داخل ہوا ہے اور ہر کام میں عایت زیادہ مطلع فہم ہوتا ہے کیونکہ وہ مقصود ہے مگر اس نص پر ہونا میں صرف اگر عدت کی مقصودیت ثابت ہوئی ہوگی کیونکہ مقصودیت ثابت ہونے سے عدت سے زیادہ ستم و تناب معلوم ہوتا ہے اس سے دوسری توجیہ یہ ہے کہ میری رائے کہ ایسے کہ قوت میں اسی جملہ کے کیا جائے کہ یہ یکم ایسا اور اس کا عدل مترت ہو گا جو اسے اس کلام کا حاصل یہ ہو گا کہ شرعاً مقدر ہو گا کہ اگر یہ یقیناً ہو گا کہ اگر اس کے لئے مشرع کیا کہ وہ تم کو آسانی دیا اور تنگی رفع کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے مشرع یہ تم کو پورا کر لو اس صورت میں اگر مقصود ہونے ایک ایسے کہ اوق مدد کو ہونے کے سبب اصل مقصود ہوا اور دوسرا اگر عدت کے تار فی اندک دو سے درجہ میں مقصود ہوا کیونکہ عادت یہی ہے کہ اگر کوئی عارض نہ ہو تو اہم کو ذکر میں مقدم رکھتے ہیں۔ پس آسانی اسی تہیہ پر عایت درجہ کی آیت کی مددوں ہوگی کیونکہ مددوں نام ہونے کا سبب وہ خود بھی مقصود ہوگی اگر یہ کلام و قرب وینا مقصود مقصود ہے مگر آسانی بھی فی غنہ مقصود ہوگی اس تقدیر پر صرف عمل مقدر ہوگا تا معطوف علیہ ظاہر ہوگا اس سے یہی ادنیٰ ہے اور ہر حال میں یسر ثابت ہے۔

**نتائج یسر** اب اس بات سے یہ جو نتائج مرتب ہوتے ہیں ان کو بیان کرتا ہوں اور یہ کہ بے روزوں کو شرم کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تو عاف و عہد فرماتے ہیں کہ ہم روزوں میں تم کو آسانی دینا چاہتے ہیں تنگی کو رفع کرنا چاہتے ہیں اور یہ لوگ روزہ میں دشواری ظاہر کر کے حقیقتاً تم سے مخافین کو فرمان غلطی پر ظاہراً احتراص کا موقع دیتے ہیں اسے ظاہر ہوا تم نے روزہ رکھ کر تو دیکھا ہوتا اس کے بعد ہی اس کو دشوار کہا ہوتا سب سے اوس کو روزہ میں دشواری یسر آید کہ عطا ہوتا کہ اس سے دلچسپی ہو جاتی پھر جہان یسر بھی حاصل ہوتا مفضل مدت تقویٰ وعدہ فرماتے ہیں کہ ہم روزہ کو آسان کر دیں گے اور مراد کا ارادہ انکیہ تحلف جو نہیں سکتا تو یہ مراد یقیناً

محقق ہوگئی چنانچہ مدت درہ سے کہ چور میں ایک شخص سے جا بیس؟ سانک۔ ورنہ میں کھاتھ  
میں نے ان سے کہا کہ یہ تو بہت آسان چیز ہے تم رکھ کر تو دیکھو پھر چاہے رکھنے کے بعد میں  
میں دشواری معلوم ہوگی تو دینا انہوں سے رکھ اور روزہ پورا ہو گیا تو بعد میں انہوں نے کہ واقعی  
بہت آسان چیز ہے پھر کہنے لگے یہ روزہ کی حالت ہے کہ اس میں ترک عام و نہی آسان ہو  
جاتا ہے اور دن بدو میں صوم کے دس عہد ہو گیا ہے چاہے تو بہت دشواری سے مگر میت  
کے بعد آسان ہو جاتا ہے۔

اس دور دوروں میں وہ فرق صرف یہ ہے کہ پہلی صورت میں صوم نہیں اور دوسری  
صورت میں صوم ہے نہ یہ کہی کو یہاں یہ شبہ ہو کہ دورہ میں تو یہاں ہو گیا کہ سناں تک  
کھائی ہیں سنتے اس سے آسان ہو گیا اور بدو میں میت کے اسکا منہ عام اعتباری ہوتا ہے  
اس سے صبر نہیں آتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات صحیح ہے مثلاً ایک دوسرے معنی قاعدہ اس کے معنی ہیں وہ  
کہ امر کے بعد کام دشوار ہو جاتا ہے اور آسانی میں تکلیف نہیں ہوتی دوسرے دورہ میں تو یہاں ہو گیا  
ہے کہ حالت پینے سے کوئی نافع قوی ہو تو یہاں جو متذہب سے کھائے پینے سے منع کر دیا ہو تو وہ  
صرحاً اس کے پھر بھی دورہ کی برابر فائدہ میں ہوتی ہیں جو کہ اس پر تہدیدوں کہا ہے کہ غلو  
کا منع کرنا حاق کے صبح کرنے کے برابر تھا۔ اسی سے کہیں دورہ صبر نہیں آتا اور یہ آج  
ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فرق حلائی کے امر کی وجہ سے تو ہو یا اس ہمارا مدعا ثابت ہو گیا کہ دورہ  
کو اس میں آسان کر دیتے ہیں گو اس کی یہی صورت ہو کہ روزہ کے دن میں دورہ کی کھلت پیدا  
کر کے اسکو صبر دیا ہر حال دورہ بہت آسان ہے اس کو لوگ دورہ نہیں سمجھتے اس کی کم سختی  
برائوں ہے کہ اس کام بھی اس سے نہیں ہوتا جس کے آسان کر دیے کا یہ تعادل سے وعدہ دیا  
ہے اور مدت درہ بھی کو ایسا آیت کا مطلب سے حاصل آیت کا یہ ہو، شرع مند علم و توفیق  
للبشر انما العبد و لیتلوا و انہ علی قاعدہ کم دن میں متعدد عبادت میں  
اور ایک عبادت پر دوسری عبادت میں آتا ہے اس میں حد تعادل ایک محنت تو یہ ہے کہ  
دورہ کو مستغرق کر دے ہم کہتے دوسرے یہ کہ اس کو آسان کر دیا قیاس سے یہ کہ کام میں

اسی رعایت دہائی جس سے نکار کا پورا کرنا آسان ہو گیا اس کے بعد مداحوں کی عظمت دل میں آتی ہے تو اس پر خدا کی تحیر کہو گئے یہ جو بھی تمت ہے

**گناہ کی نحوست** | اسد میں کا دستور ہوا ایسا ہے جب ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ نے فرماتے تھے کہ میں لا الہ الا اللہ سے زیادہ کیا چیز آسان

ہوئی مگر گفتار کے لئے یہ سب سے زیادہ دشوار ہے تو اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جسے لوگوں کو آسان سے وہ خدا تعالیٰ کا فضل ہی ہے ورنہ ہم لوگ اپنی قوت سے کوئی کام نہیں کر سکتے جب تک اسے تعالیٰ اسکو آسان نہ کر دیں عوارف میں ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ کسی زمانہ میں ان کی زبان سے کوئی کلمہ علا اور سب امتیں کر سکتے مگر لا الہ الا اللہ نہ کہہ سکتے تھے یہ حالت دیکھ کر رزخائے جناب باری میں دعا کی کہ یہ میرے کس گناہ کی سزا ہے مجھے بتلاد جائے اسام جو کہ ظالم زمانہ میں تم سے خداں کلمہ کہتا تھا اور اب تک اس سے استغفار نہیں کیا اس لئے آج اپنے بوس کے بعد ہم سے اس کی نرا دی یہ فوراً مسجد میں گر بیٹے اور توبہ کی تو فوراً رہاں کھل گئی اسی واقعہ سے کھنچا جائے کہ کھنچا جائے کی دشواری کا سبب دوسرے معاصی بھی ہو جاتے ہیں اس کا علاج توبہ استغفار ہے کبھی دشواری کا سبب وحشت بھی ہوتی ہے کہ ذکر اللہ سے وحشت ہو وحشت کی وجہ سے اللہ اللہ کہہ سکے آپ بہت لوگوں کو دیکھیں گئے کہ وہ بہت وقت بیکار مضامین کرتے ہیں مگر ذکر اللہ کے لئے ان کی زبان نہیں اٹھتی اس سبب کا سبب بھی وہی معصیت ہے کہ اسکی وجہ سے اللہ کے دل کو ذکر اللہ سے وحشت ہوتی ہے اسکی کو ایک سنا کر کہتا ہے

أَحَبُّ مَسَاجِدَ الْحَبِيبِ بِأَوْحِيهِ ۖ وَلَكِنَّ لِسَانَ الْمَدُونِيِّينَ كَلْبِيلٌ

ترجمہ دوست سے نگرانی کرنے کے لئے جو بقیے میں ہیں، وہ لوگوں کی زبانیں ہیں جتنی

**قبولیت توبہ کی غلط** | اسی واسطے بے ضرورت گناہوں کو یاد کرنا چاہیے ۲ حق و حقیقت کا سا یاد کرنا ہے اسی کے متعلق شیخ ابی عربی نے لکھا ہے کہ گناہ

معاذ ہو جسے کہ ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ گناہ دل سے مٹ جائے اور جب تک وہ مٹے گا نہیں قیام یہ وحشت سوار ہے گی جو اس گناہ کی سزا ہے اسکی شرح میں مشائخ طریق کا

اثر ہے کہ گمہ کے بعد ہی تجھے توبہ کر کے بعد اس کو باہر کر دے اس سے مدد  
اور خدا کے درمیان ایک حجاب معلوم ہوئے لگتا ہے جو محبت اور ترقی سے مانع ہے یہی  
میں دودھ کو تھوک میں کچھ بخش ہو جانے پھر صفوں کے بعد اس کو باہر کر دے توبہ  
کے لئے تیرا گمہ کو یاد کر کے توبہ کے بعد پھر اس کو یاد کر کے بلکہ دل سے لگاں سے در نہ لگی  
ایسی سناں ہوئی جیسے ایک شخص کو قصیداری مل جائے اور وہ در در و در اپنے اسرار سے یوں  
کہے آپ مجھے برا سمجھتے تو نہیں کریں گے نا ہے کہ اس حرکت سے افسر کا دل ضرور  
افسردہ ہوگا اور پہلے خود اس کا دل افسردہ ہوگا جب ہی تو اس کی زبان سے یہ بار بار یہ کلمہ نکلتا  
ہے میں میں تھی تو تیرے سے وہی میں مگر تم تو مت تر ہو گئے بس تیرا دیکھنا کہ یاد کر کے لے کر افسر  
کر لے گئے اور محبت میں تیری رکھ سکوں گے تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ وہاں سے بھی عطا میں کمی ہوگی کیونکہ  
ہزار اوقات کا تیرے عمل پر ہوتا ہے خواہ میں جوارت ہو یا عمل غیب ہو خوب سمجھو

گمہ ہوں کے یاد کرنے پر مجھے ایک غلط یاد آیا حاجی عبدالرحیم صاحب بہار پوری ایک  
فصلہ فرماتے تھے کہ حج کے موسم میں ایک شخص حجرہ مندر پر سے گزریں کے جوتے مار رہا تھا  
اور کہتا جا رہا تھا کہ مردود تہیڈاں تو سے مجھ سے فلاں در یہ سنا کر آیا یہ کہتا جانا اور جوتے مارتا  
جاتا تھا یہ حرکت بہت بُری تھی ایک تو گمہ ہوں کا یاد کرنا پھر ان کو ظم کرنا۔ بعض لوگ توبہ  
کر کے ڈرتے رہتے ہیں کہ مبادا توبہ ٹوٹ جائے یہ فکر بھی اچھا نہیں مولانا اس کو بھی جواب  
فرماتے ہیں ج

ماضی و مستقبل پر وہ خداست

ترجمہ: تیرا ماضی و مستقبل خدا کے پرے میں ہے۔

یہ خوف ہی تھپڑ دینا چاہیے غفلت کے وقت کہ وہ توبہ کو یاد نہ کر دیا جائے اس سے  
کتنی ایسی وحشت ہوا ہوتی ہے کہ ذکر اللہ بھی نہیں کر سکتے بلکہ اگر اللہ خود یہ حیران یاد آ جائیں  
کہ پھر تقدیر استعصارہ دعا ضروری ہے یہ تو ذکر نہ کر سکیں گا وہ سب تھا جو کمزور ہے  
اور کبھی ذکر نہ کر سکیں گا سب کسی حالت محمودہ کا علیہ بھی ہونے سے  
چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ جس

انار غایت قرب

رہا میں وہ حضرت حاجی صاحب قدس، نوک خدمت میں دیکر پتھلوں کے بے مقصد تھے اس وقت اور  
سب نصیرانہ اپنا پرانے حضرت حاجی صاحب سے ہوا کرتے تھے مگر میں، کچھ عرصہ گزرتے تھے تو  
ایک دن حاجی صاحب نے خود فرمایا کہ میں اب کوئی ایسی حالت میں گزرتے ہیں آپ کچھ نہیں  
کہتے۔ اس پر میں نے: ابدیدہ جو کہ عرصہ کیا کہ مدت میں کیا حال عرصہ گزرتا ہے تو وہ کام  
عمر پر انہیں ہوتا تو حضرت نے تدارک کی ہے میں دیکھ کر نے بیٹھ میں اب وجہ داری ہوتا ہے کہ  
ہاں و قلب، دونوں بھر جوعا ہے میں حضرت کے پیش میں تو گئی ہیں مگر میری کم نصیبی ہے  
بندہ سب قسمت اخیر سودا، زہم کا ہے۔ کہ خدہ آراں جوں سہمی آرد سکندر  
فرجہ، قسمت کے رُوح کو کامل بننا ہے شی ماہرہ ہیں ہوا، یوں کہ نصیر سکندر کو آپ  
حالت کے پیغمبر سے بھی جان واپس نہ پاتا۔

عاشق صاحب نے اس حال کو سننے ہی دیا کہ مولانا صاحب کو یہ معلوم موت کا نقل ہے جو  
ایک کو عطا ہونے والا ہے اور یہ نقل کاغذ پر ہے تو زور اس کے وقت ہوا وہ اصل امر  
غیر ظلم پر بیوقوف اس وقت دریاں کا ذکر سے مدد موعودا بہت فرسنگی دور سے بہ جس کو  
شعور گیت ہے

سامنے سے جب سوخا ہوا آجائے ۔ تقدیرتوں کو برا بھلا سمجھ جائے جب  
 اور جب اس کی یہ حالت جوت سے تو رہی نہیں اٹھتی اس واقعہ سے حضرت حاجی  
 کا شیخ و محترمہ اور محمد دس مودا ۔ جوتا ہے حضرت حاجی صاحب سے یہ شخص ایسے وقت میں  
 جبکہ مودا مٹھ قائم صاست کے عہد کا غور تھی ۔ جوتا تھا حد میں حاجی صاحب کے ہر تاد کی  
 تصدیق ظاہر ہوں اور اگر حاجی صاحب یہ شخص ۔ وقت تو مودا ، تو اس حالت کو خود ہی  
 سے اتنی سمجھتے رہتے حاجی صاحب ہی کا کام تھا کہ ایسے میں اقتدار علی و سلطنت تھے

دوہ اقصہ حضرت شہید صاحب صاحب کے سے جو میاں بنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خدام  
ہیں تھے جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے لگا کر شہادت سے منع ہوئی تو دوسروں سے ان کو کلمہ  
عبودہ تلقین کیا وہ امر سے منہ پھیر دیتے تھے یہ حالت دیکھ کر دوسرے حضرات اور میاں جی صاحب  
رحمۃ اللہ علیہ کو شاید میاں بنی صاحب سے جو بھیجا۔ میر صاحب صاحب نے فرمایا احمد نند





کہ حالت کو سہ کر دیتے ہیں ایسے ہی حالات میں یہ بھی اثر ہے کہ ان کی وجہ سے دوسری  
حالات ہو سکتی ہیں مگر اس کا اثر اولاد میں بھی پہنچتا ہے مابین حالات سے اولاد کو بھی  
حالات کی توفیق ہوتی ہے مگر گناہ کا اثر اولاد میں نہیں پہنچتا بلکہ دنیوی تکلیف کچھ بھیج جاتی  
ہے۔ حالات کا یہ بھی اثر ہے کہ انکی برکت سے گناہ کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے بلکہ بعض دفعہ گناہ

مقدور یا مقدر یعنی جی ٹی کا ہے چنانچہ حضرت طوٹ اعظم روانہ کا ایک سریر تھا بہت  
فاری تہہ گرا پایہ ذکر و ثنل اس کو ایک رات میں ستر در اعظام جو ادہ پڑا پریت ہوا  
کہ یہ کیا مصیبت ہے ساری رات غفلت ہی میں کر گئی کہ تہہ گرا پڑا ذکر و ثنل صبح کو منیج سے حالت  
مرض کی فرمایا کہ تم اس حالت میں موم مت ہو مجھے معلوم ہوا تھا کہ نیرن تقدیر میں ستر دفعہ زکرا  
نہی ہوا ہے میں نے دعا کی تھی کہ اے اتر اس بلا سے بچا دے اللہ تعالیٰ نے میری دعا سے بچا دے

کے زمانہ کو صاحب کے زمانہ کی طرف منتقل فرمادے ہے جس میں گناہ ہی نہیں ہوا اب تم نے ٹکڑا ہو  
بڑی بلا لگائی میں یہ کہہ رہا تھا کہ جو کچھ تم ذکر و تہہ کر رہے ہو اس کی سے کہہ دیتے ہیں یہ آزاد  
خدا تعالیٰ کی دعا ہے در نہ بہت سی مخلوق ایسی بھی ہے جس کو ذکر کی توفیق نہیں اور ان کے لئے  
یہ کام سب سے زیادہ دشوار ہے اس پر میں سے منظر دیا یہ بھی تیار دیا تھا کہ بعض دفعہ ذکر  
سے زبان بند ہو لے گا سب فاریت ذہن بھی ہو جائے بہر حال آپ کو جو کلمہ تر لیت پڑھا  
آسان ہے یہ خدا کی بہت بڑی نعمت ہے در کہہ سکتی یہ بھی بند ہو جاتا ہے۔

## توفیق ذکر

اس لئے نصرت مافی صاحب سے صاحب کو کون سا کہ بہر حال کرنا کہ ذکر  
سے نفی نہیں معلوم ہوتا تو حضرت یہ خواہش کرتے کہ یہ خود  
کہ خدا کا نام زبان سے نکل جائے اور یہ نعر پڑھنے سے

یا ہم او ای یا ہم مستخون ہی کہم ۔ حاصل آید یا بایہ ۔ دی می کہم  
ترجمہ ہسکوب دینا نہ پاسکون مستخون ہوں حاصل ہو جائے جو آرد تو کرنا ہوں۔  
ذکر کرتا اس خواہش کی قدر کریں کیونکہ یہ تھا کہ ان کو اس قسم کے دھوکے بہت دیا کرتا  
ہے چنانچہ منوی میں ایک دعا کو افقہ لکھا ہے کہ ایک رات اس کو تیس دن لے لکھا کہ تم  
کو ذکر کو تے تہہ پڑھتے ہو اس گناہ کو لکھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ عزم ہے نہ سلام ہے

جب وہ بوجھتے ہیں تو کیوں سرسرا رہا یہ دوسرا آقا تھا کہ اس سے اس رات کا تہجد و ذکر موقوف کر دیا مگر چونکہ خدا کا محبوب چلا تھا تو خود اسے اپنی حالت کی خبر نہ تھی اس لئے اندھا ن نے دستگیری فرمائی کہ جواب میں ایک حلیف غیبی سے آکر اندھا ن کی طرف سے سوال کیا آج تم نے ہم کو کیوں بھلا دیا اس نے وہی جواب دیا جو شیطان سے پڑھا یا تھا کہ آپ کو یاد کرنے کے لئے برس گزر گئے جب آپ نے خبر ہی نہ لی تو میں سے سوچا کہ مجھے ہی سرسرا کے کی کیا ضرورت ہے طبع غیبی نے جواب دیا ہے

گفت آن اندہ تو لبیک، دست بدوی نیاز و سوز و دردت پیکست  
کہ میال ایک بار اند کہہ کر حوقم کو دوبارہ اللہ کہے کی توفیق ہو کئی تو یہی ہمارا جواب  
سے اگر جہا ذکر قبول نہ ہوتا تو ہم زبان کو دکر سے بد کر دیتے حضرت حاجی صاحب نے اسی کو  
دوبارہ پیش کر کے بیان فرمایا اگر ایک حاضری میں بدت ہمارا میں سوچائے تو کیا دوسری بار وہ  
دوبارہ میں کھسنے کے گا ہرگز ہیں ہی صاحب تم ایک مرتبہ نماز کے لئے مسجد میں آ گئے اس کے بعد  
پھر توفیق ہوئی تو مجھ کو کہہ بیٹا مقرر قبول ہو گئی اور تم مقبول ہو مردود ہوتے تو دوبارہ مسجد میں کھسے  
نہ دیتے کیونکہ ایسی بھی خدا کی مخلوق بہت ہے جو مسجد سے روک دی گئی ہے جہاں ایک قصائی کا  
کچھ مسجد میں کھس گیا تھا مسجد کا قاعہ بھلے لگا کہ لوگ جاوڑوں کو مسجد میں پھوٹا دیتے ہیں تو وہ  
قصاں کہے لگا اسے قاعہ آتا تھا کیوں ہوا ہے یہ تو جو قوف خانہ تھا جو مسجد میں پیدا کیا کبھی تو  
سے ہمیں بھی مسجد میں آنا ہوا دیکھا ہے۔

ایک اور واقعہ کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک آقا بے غارت خانہ اور غلام غازی تھا دونوں  
دوبارہ میں جا رہے تھے کہ سزا کا وقت آیا ملا نے آقا سے اجازت لی کہ میں دروازہ پر چڑھ آؤں  
آب تھوڑی دیر ٹھہریا آقا صاحب مسجد کے بہ بیٹھ گئے وہ اندر جا کر نماز میں مشغول ہوا پھر بطبع  
پڑھے رکھا جب سب نمازی چلے گئے اور بہت دیر ہو گئی تو آقا بے غارت خانہ ہی سے آواز دی کہ میال  
ہاں رہ گئے آتے کیوں نہیں سلام سے جواب دیا کہ آسے نہیں دیتا آقا سے کہا کون نہیں تھے  
دیا کہ جو تم کو مدد دیتا ہے وہ مجھ کو باہر نہیں آنے دیا۔

عبدالرشید قلیوٹو اصل اصرت ہو کچھ آپ سے نماز نہ پڑھتا ہے یہ سب انہیں لاکڑیا ہوا

یہ اگر وہ توفیق نہیں تو سب کام یہ جانے قربوں میں رہنا ہے ولو ارادوا انهم لو جئ  
 لا اعتدوا لک عذرة لکین سرفہ منہا استعانتهم فبطلتھم و قتل اقعدوا مع  
 القاعدین کہ اللہ تعالیٰ نے غزوہ تبوک میں مسلمانین کا جہاد چاہا تو وہ اس کا سامان بھی  
 کر کے بلکہ زادہ بھی نہ کر سکے ۔ ۔ ۔ ۔ اور کما اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ ارادہ کر سکتے اور  
 مساں بھی کرتے پس ہم بھی سنی پر ماز کر بلکہ توفیق سے کام لو مگر تقدیر کے مسئلہ میں زیادہ غور و  
 غرض میں کہ داد میں نے ضحاکمی اس کے متعلق بیان کیا ہے محض اس ضرورت سے بیان کیا ہے کہ اپنے  
 علم و عمل پر زور ہو نہ بدھ کے کسب و اعتبار کے مٹی کرے کے سے حضرت اسی رحمت و انعام  
 سے کھڑے تو حضور سے عرس کیا کر دے سولہ تہیم کیا کریں حضور سے دیا <sup>سے</sup> فو تو احسن الله و نعم  
 التوفیق بل خدا پر مقرر خود اور توفیق سے کام لو

حضرت عمر فاروقؓ کہ مجھ میں کما رہی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ جاحر اس کہ حال بسیار چارہ نیست  
 حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ اگر آسمان کن سواد حوادث نہ ہوں اور اللہ  
 تیر چہ نہ دے ہوں تو ۔ ۔ ۔ کیوں کریں جاتے موسیٰ علیہ السلام سے جواب دیا کہ یہ جلیو ہے  
 کے پاس کٹا ابو جہل کے بچا ہے گا یونہی تہ دور والے پر جیتا ہے کہ پاس والے پر اندھوں کی  
 جواب سے دنگ رہ گیا اور کہا یہ جواب بھی کے سوا کوئی نہیں دے سکتا پس اس میں غور و غرض  
 کہ دور کرے سے یہ مسئلہ ادب پیچیدہ ہو گا

ہم دھرم تیز کہ دن نیست زاد حر شکستہ سے نہ کیرد حضرت  
 اگر اس مسئلہ میں شعا چاہتے ہو تو عبدیت و توفیق اختیار کر دے اس سے انتہا  
 تسلی ہو جائے گی عقل کو تو مت آرا یا اب خدا کے حوالہ کر کے دیکھو مولانا نے فرماتے ہیں  
آدم عقل دور اندیش را ۔ ۔ ۔ ۔ بعد ایں دیوانہ سارم حوش را  
 یہ اور کہ وہ کس سے کہا زادہ کرتے تو اس کا کچھ سارا خود دست کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے جانے کو  
 بہتہ ہیں کیا اس نے ان کو توفیق میں دیا اور یوں کہہ دیا گیا کہ ابا جی لوگوں کے ساتھ تم بھی یہاں ہی  
 میں جو پخت سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ ہم کو کما ہے وہی منت اچھا محاذ ہے  
 سزا زہم اتل کو تیر کرے سے کچھ ہیں بتا شکستہ دل میں خدا کے فضل سے یہاں ہوتے ہیں ۔

نوحہ میں نے اسی دوا نہ دینی تھی کہ آریا ہے اور اسی وجہ سے اب اپنے آپ کو دیوانہ  
مسیا ہے

حکمت بہت سے واقعات ایسے ہوئے ہیں کہ تمام تدبیریں ختم ہو جاتی ہیں اور کام نہیں  
چلتا۔ اس پر اس وقت کہتی ہے جب مردہ یوں کہتا ہے کہ آفتاب ہی اس کام کو پورا کریں گے میں  
عامر دہلوی ہوں۔ پس خوب سمجھ لو یہ تفسیر بھی بڑی محنت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کام کو ہمارے  
بے اثر کر دیں اسی سے اللہ تعالیٰ نے یہاں یوں فرمایا: **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** اللہ ہی ہم کو اس نعمت  
پر مقرر فرمایا ہے کہ یہ احکام اس واسطے مشروع کئے ہیں کہ ان کو تمہارے واسطے آسان کر دیں  
اور کئی پروا کرنے کی توفیق دیں۔ پس تم اس کو دشوار نہ سمجھو اور نہ اس کی فکر کرو کہ نہیں دیکھ  
کہ پورے جوں گے اس کے بعد ارشاد ہے **وَلْيَتَكَلَّمُوا** اللہ علیٰ ما ھذا کہ تم کہنا اور تاکہ  
ان نعمتوں پر تم صدا کی بٹائی جا رہے ہو کہ وہاں اللہ تعالیٰ نے ھذا کہ تم فرمایا ہے **تَسْمَعُونَ**  
نہیں فرمایا کیونکہ ھذا کہ تم سب نعمتوں کو شامل ہے کہ تمہاری نعمتوں کو بھی اور کوئی نعمتوں کو بھی  
اور یہاں دونوں قسم کی نعمتیں مذکور ہوئیں ہیں کیونکہ تفسیر و اکمال عسقلۃ غلو فی نعمتیں ہیں  
تو ان سب نعمتوں پر جن کا میزان اصل ھذا کہ تم ہے صدا کی تکبیر کو بھر باب **الْمُحْمَدُ** و اللہ تعالیٰ  
بکمال کثرت و اللہ تعالیٰ فرمایا کیونکہ اس سے حادثہ کا وقعت معلوم ہوتا ہے اور حادثہ عظیمہ پر ہمارے  
ادب تکبیر کا عہدہ پیدا ہوتا ہے نہ کہ حمد کا۔

**بروقت امداد** اور قرآن شریف میں ہمارے عبادات و جذبات کی بہت رعایت  
کی گئی ہے میں نے اسی قاعدہ سے ایک ٹوک کے سوال کا جواب دیا  
تھا ایک مرتبہ جب میں ٹوکوں کو تفسیر قرآن پڑھا رہا تھا یہ آیت **إِلَّا قُلْ كُنْ** اللہ  
**أَتَىٰ يَوْمَ الْمَوْءِدِ** خدا ان مدعیان اتحاد و ولد کو برا دکرے کہ ان کے پاس ہے میں تو ایک ٹوک  
سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کہہ کر سننے کی کیا ضرورت ہے وہ نعمت سب کچھ کر سکتے ہیں کہ سے تو وہ  
نوعہ کچھ کہہ کر سکے ہیں کہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کو تو کو سننے کی ضرورت نہیں مگر اس مسئلہ کا  
جیسی حالت و ضرورت مذکور ہے اس کو سن کہ خود ہماری طبیعت میں کہ سے کا بعد پیدا  
ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے جذبات کو دانا نہیں چاہا مگر اس کی رعایت فرمایا خود ہی فرمادیا





کریگا خود کو پڑے گا کہ میں تو موجود ہوں اسی طرح یہاں بھی تعالیٰ سے خود کو داسد ہو۔ دینے  
کہ میں تو قریب ہوں حضور سے نہیں دیکھتا کہ اس سے کہہ دینے کہ میں قریب ہوں اس میں کوئی نقص  
لفظ کو دیکھا ہے اور وہ تعین ایسی سمت ہے کہ اس پر ہر ارحام میں توں کر دی جائیں اور خود  
لسان حق | بھراں جواب کا حضور کی زبان سے خاموش تھا جسے کہ ہوں کا دوسرا

خود ہی کا بول ہے

نزد آں رب ہمید است

کہ گویہ حق گفت و کا د است

کہ چہ ار معلوم غمہ سزدود

مصور علی اللہ علیہ وسلم میں ایک مقام تو صلیح ہوئے کہ ہے اور وہ سرور شان سا حق  
ہونے کہ ہے کہ حضور اللہ تعالیٰ کے لئے سرور لسان یعنی ترخان کے میں اس عموں سے گھبرائے  
نہیں کیونکہ جب شعر حضور لایا حق ہو گیا، دہاں سے عارفی لایا، اللہ لا الہ الا انت  
فا عجزنی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لاساں حق ہونا، خود سرور سے ہم حدیث میں اہل  
قرب کے لئے آیا ہے کثرت حضور اللہ تعالیٰ بنیصر سے و سکتے لایا یستغنی بہ  
و قد جدد اللہ فی قلوبی جب اد ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مقرر سکون  
ہو گا تو آپ کی یہ شان سب سے زیادہ ہے جو اس حدیث میں مذکور سے خاصہ سا اثر اور مرتبہ  
کا یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اس جنتوں کو دیکھ کر خود خود آپ کے در پر شکر کا تقاضا ہو گا کہ آپ  
کی ہی مصلحت و دفع کے لئے صوم کو مشروع فرمایا، پھر اس میں تشریع و تنویہ سے وہم مسرکہ  
حایت دہاں آکر روزہ کی تکمیل سے دیکھیں کہ عداں نعمت پر کبیر کو اور شکر کر دھیر  
شکر سے جہت پیدا ہوگی اور جہت قرب حق کا تقاضا ہو گا تو اس ثابت میں شکی فرادی کہ میں  
تم سے قریب ہوں مجھے تم سے سب اعمال و اقوال کہ جہ ہے۔

حقیقت عبادت | اور اسی پر اس نہیں ملکہ ارجیت ذغوة لداع و ادعای

مے فرجہ قرآن پاک اترتے پیغمبر کی زبان سے ادا ہوا اگر اس کا کہا خدا کا کہا ہے بعد ہر اگر پتہ اللہ  
کی ہے اللہ کے منہ سے ان زبان سے ادا ہو رہے ہیں جس میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں  
تم میری ہی عبادت کرو جس میں اسکا آگاہ ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے کان ہوں جس  
سے وہ سنا ہے اور اس کا ہوا جس سے وہ جانتے۔





آسانی کی رعایت اس لئے ہے تاکہ اس مدت کو جوڑ دے کے نئے مقرر کی گئی سے پورا کر دو  
ہر چند کہ اس طور سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مدت خود مقصود ہے مگر در حقیقت خود اسی  
مقصود سے ہی مقصود و درجہ ہے جس کے لئے اس مدت درجہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کی تعلیم کا  
طریقہ یہ ہے کہ درجہ کو بھی مقصود کر سکھاتے ہیں تاکہ محاسب ذریعہ پورا اہتمام کرے تو  
نتیجہ اس پر جو درجہ مرتب ہو جائے گا اور بین اسوں میں یہ ہے کہ آں سے سیکھتے ہیں یہ دو طالبین  
کو یہی تعلیم کرتے ہیں کہ مقصود عمل سے وصول مقصود ہیں جو کہ عمل انصاری ہے اور وصول  
غیر انصاری ہے تم عمل کے مکلف ہو اسی کو مقصود سمجھ کر رہتے رہو اس پر وصول خود درجہ  
ہو جائے گا۔ اے مجھے کہ وہ مقصود کیا ہے جس کے لئے اکمال مدت اس میں ذریعہ ہے وہ تقویٰ

جس کو اللہ تعالیٰ صوم کے ذکر میں ابتدائی ہے۔ یا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا  
کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصَّیِّمُ کَمَا کُنْتُمْ عَلَی الدِّیْنِ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ اِنَّ مَنَا  
مَعَهُ خُذْ اٰیٰتِہٖ اُوْرَقُوْیْ کِی حقیقت بت دیا میں گناہوں سے بچاؤ اور آخرت میں عذاب  
سے نجات یا ناپہنچ ہے اکمال کا اس کے بعد یہ بھی سمجھئے کہ اکمال مدت کے دو درجے ہیں  
ایک اکمال مری کہ رمضان کا پورا مہینہ روزوں میں تمام ہو جائے ایک اکمال منوی کہ اس پر یہ  
غایت مرتب ہو جو اکمال سے مطلوب ہے میں روزہ کا حقیقی پورا کرنا یہ ہے کہ ہم ہر دن یہ  
دیکھتے رہیں کہ گناہوں سے کس قدر بچے اور آمندہ کے لئے کس قدر اہتمام کیا۔ اگر یہ غایت مرتب  
نہ ہوئی تو اکمال مدت محض بجا رہی ہوگی حقیقی اکمال حاصل نہ ہوگا اسی لئے حدیث میں ہے  
مَنْ تَصَدَّقَ قَوْلَ الرَّزْدِیِّ وَ اَلْفَسَلَ مِیْہَ فَلَیْسَ بِفِیْہِ حَاجَۃٌ اَنْ یَّدْعَ  
شَرَّ اَبْنِہٖ ذَطَعَتْ مِنْہٗ جو شخص روزہ میں بیورد و امیں اور بیورد کام نہ چھوڑے تو  
اللہ تعالیٰ کو اس کے سمو کا بیسا پہنے کی کچھ پرواہ نہیں اس سے صاف معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ  
جو اکمال مدت کا یہ درجہ مطلوب ہے جس پر تقویٰ مرتب ہو پس ہم کو اپنی حالت کا مطالعہ کرنا  
چاہیے کہ ہم رمضان میں گناہوں سے کس قدر بچے اور کتنا ہی کامیاب کیا اسوں کے ساتھ

۱۰۰۰ روغن و انورم پر ۱۰۰ روغن کی ایک سو ملان تم سے بچے لوگوں پر دیکھو کیا خدا ہی توقع پر کہ تم  
پر یہ کاری کر دو خود۔ دونوں مدد دے کہ یہ کمروہ ۱۰۰۰

کہا تا ہے کہ ہم لوگوں کو رو رہیں مابوں سے بچے گا۔ اسی بات میں

ہمارا حال اسی سے رہنے ہی مکہ بھوں کے توبہ میں گناہ  
اندیشہ ناکہ کی پہلے سے ہی بڑھتا، اور یہ وہ سبب ہے کہ مابوں سے

گناہ ہے کہ کئی درتب ادیرہ کنے تاکہ، رعد رستبن جہنم ہائی

رند، حوالہ دے سبب جہنم میں کر دنا کہ ہم میں صدر رشین توں کو

یہ وہ ہماک لوگ ہیں جن کو مترک رانہ میں حتی تہہ نہیں ہونا کہ اس رانہ میں گناہ

کرے گا وہاں اور دوسرے رازہ ہے قاعدہ توبہ پائیے تھا کہ جن لوگوں نے ان

مترک دونوں کو یوں برباد کیا ہے ان کے لیے اس ایم کی مکانات کا کوئی طریقہ نہ ہونا مگر

خداوند کی رحمت بے انتہا ہے وہ اب بھی رحمت کرنے کو موجود ہیں اگر ان بقیہ دونوں

کی دہشت کر لی جائے اور اب تک کے گناہوں سے توبہ کر لی جائے صاحبو! ہمیں اس رحمت

کی قدر کرنا چاہیے ورنہ پھر یہ وقت شاید نہ ملے اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو ایک اور بدینہ

ہے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد مانگ جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے ایسے شخص کو مدد ددی ہے جس نے رمضان میں بھی اپنے گناہوں کی مغفرت نہ

کرال ہو حضور نے تین شخصوں کو مدد دی ہے ایک وہ جس نے اپنے ماپ ماں دونوں

کو یا ایک کو ان کے بڑھاپے میں پایا اور ان کو خدمت وغیرہ سے راضی کر کے جنت نہ بلا

دوسرے وہ جس کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا گیا اور اس نے حضور پر

درد و سلام ہیں بھی میسرے وہ جس نے رمضان کو ختم کر دیا اور اپنے گناہوں کی معفرت

نہیں کران کیا حضور کی مدد سے بجا ضرور ہیں اس لیے اس کا اہتمام کیا جائے اور پھیلے

گناہوں سے توبہ کی جائے مگر قرآن مجید حضور کے کہ گواہی دے بظاہر ان لوگوں کو بددعا

دی ہے مگر دعا بھی ایسے عزیزان سے ہے جس میں دعا کی بھی جھلک ہے کیونکہ آپ نے

وَعَسَا انْفُتُ وَغَسَا انْفُتُ فرمایا ہے کہ اس کی خاک میں ملے یہ کسی بددعا ہے

جیسے قدس سلیم دایہ جو پاں اپنی امدیوں کو غصہ میں کہا کرتی تھی کہ تمہاری چوٹی کٹاؤں گی

تم کو گدھے پر سوار کر ادنیٰ چر سب کو حج میں ساتھ لے گئیں اور وہاں احرام کھولتے ہوئے

سکس جوئیائیں کٹیں اور عمروہ سے کہے گئے تھے پر بھی سوار ہونے کا موقعہ ہوا ہوگا اسی طرح  
دعویٰ بھگت کے معنی یہ ہیں کہ اسکو محمدؐ کی توفیق ہو اور یہ اس موقعہ کے مناسب بھی ہے  
کیونکہ گناہ بعدہ سبب ہے اور محمدؐ قرب کا سبب ہے  
یہ ہوا کہ رمضان کا روزہ کے ساتھ پورا ہو جائے اور اہمیت ہے کیونکہ اس سے ہم کو گناہوں سے  
بچنے کی توفیق ہوتی ہے اور آخرت میں جہنم سے بچات ہوگی پس ہم کو حوضِ اسلوب کے ساتھ متصل  
کو پورا کرنا چاہیئے اور حوضِ اسلوب ہی ہے کہ گناہوں سے بچنے کا پورا اہتمام کیا جائے۔

**بلاغت قرآن** | اب میں ختم کرنا چاہتا ہوں اور آخر میں اتنی بات اور کہنا چاہتا ہوں  
کہ آج میں سے جس طرح ان آیات کی تفسیر مایاں کی ہے اس سے آپکو  
معانی قرآن اور بلاغت قرآن کا اندازہ ہوگی سو کہ قرآن کی تعلیم کیسی پاکیزہ ہے اس کا طرز  
میں کیسا عجیب ہے اس کی آیات و اجزاء آیات میں کیسا عجیب ربط ہے اس میں بھرپور جذبات  
کی گہرائی و رعایت ہے جس آج قرآن کا کچھ نمونہ آپ کے سامنے پیش کر کے میں عرض کر دوں گا  
کہ میرا بیان پہلے بیان سے مراد ہے خوشنویس میں ہوا تھا کہ اس میں الفاظ قرآن کے جس کا  
مبار تھا آج معنی قرآن کے حسن کا بیان تھا و مانکہ میں بوری طرح اس کے معنی کو بیان نہیں کر سکا  
مگر بات راستہ کچھ غور تو آپ کو معلوم ہوگی ہوگا جس کے بعد آپ یہ ضرور کہیں گے کہ قرآن کی  
شان یہ ہے ۔

سارے جمہور و دانشور و عالم تائید می دارد ۔۔۔ رنگے اصحابِ صوت و اسوار ب معنی را  
ترجمہ اس کہ جس کی ہمارا کو تارہ رکھتی ہے ہر پسندوں کو ادب ہی حسن سے اور معنی  
شنا سوں کو باطنی خوشبودر ۔

اور اس کا یہ شان ہے ۔

عذراتِ سراپردہ قرآنی ۔۔۔ یہ دلہ کہ اس کی سرمد چہانی  
فرمہ قرآن کے اسرار سے ہیں کہ عموماً کی طرحت چھپے چوہے دل سے جات ہیں ۔  
واقعی کسی سے کج ۔۔۔

عجبت قرآن لے لے کہ ہر فن و صنم ۔۔۔ رہا ہے رہا اس آمد ۔۔۔





اس سے ٹھیک جائے قنوت قرآن و کرات میں مشغول ہونے سے تباہیوں سے محفوظ رہنے کے

مستحق بہت سے حضرات صیہ کا جرم ہے کہ لیسۃ الشہد رہیں۔

**تخلیف یا رخ میں تلاشِ شب قدر** مگر اس کے متعلق بعض لوگوں کو شاید ایک فلسفی تہ

پیدا ہوگا وہ یہ کہ پانچ میں مکمل اختلاف ہے تو جو

سات یہاں ستائیسویں ہوگا وہ بعض جگہ اٹھ تیسویں ہوگا تو کیا بینۃ القدر تو ہوں گی اور

ایک ہوں تو کس کی رویت کا اعتبار ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو حد بھی ہے کہ وہ اس را

ہیں ہیں اور یہ تو خود سائنس والے بھی تسلیم کرتے ہیں کہ لیل و نہارۃ السموات نیچے ہی

یہ ہے ہیں کراتۃ النہیم کے ادوار رات دن نہیں جگہ جگہ صحت ہے یہ خواب میرے دل میں آیا

بڑی خوش ہوئی اور اس سے ایک سات اچھی اور دن میں آئی ہے وہ یہ کہ صراج کے کمر میں اندھ

سے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیرمیں ان فرمائی ہے سیرسموات کا ذکر نہیں دیا جس سے

بعض اصحاب اعلیٰ نے سیرسموات کی نفی پر استدلال کیا ہے تو وہ دن تو سیرسموات کا ذکر اچھا ہے

نہیں کیا گیا کہ وہاں قیامت کی قید ہی مذکور ہے میں ضروری ہوا کہ وہی قدر سیرسموات کی جائے تو

میں کے اندر واقع ہوئی اور ظاہر ہے کہ سیرسموات میں وہاں سے باہر ہوں ہے سموات میں ہیں

نہاں کا تقابلی ہی نہیں تو اس سے سیرسموات کی نفی پر استدلال محض محو ہے اس یہ کہہ سکتے ہیں کہ

سیرسموات رات میں ہیں ہوں سو یہ مسلم ہے مگر ہم قبول کہتے ہیں کہ وہ تو رات میں ہوں

نہ رات میں وہ تو ایسے ایسے مقام پر ہوں ہے جہاں رات ہے نہ دن ہر حال وہاں میں وہاں

ہے اس واسطے بینۃ القدر کی حوشتان و مرکبات ہیں وہاں ہمارے ساتھ معبود ہیں عکرا ارادۃ

حق کے تابع ہیں تو اس کی شان بادشہ کی طرح ہے کہ یہاں کے کراتۃ النہیم کے بیچے آج رات سے

اور کل کے کراتۃ النہیم کے نیچے کل رات ہے اگر شب قدر بھی ایسی تو یہاں آج سے اور کل

میں کل ہے تو اس میں اشکال کی کیا بات ہے آخر اس میں کیا ایسا اختلاف ہیں تو جرم

بادشہ رکات میں ایسا اختلاف ہو تو کیا نبوت ہے اس لئے بے شک ہوگا کہ آپ اپنی تاج و تاج

کے حساب سے کام کیے اللہ تعالیٰ تو سب کی باتوں کو اور کام کو دیکھتے ہیں وہ صواب کو

ان کے حساب سے موافق بینۃ القدر کی برکات عطا فرمادیں گے۔

میں مسلمان کو اس عید خوش اسلوبی سے گزارنی ہے کہ جو دن وہ

## وداعِ رمضان

گئے ہیں ان میں یہ عبادت کا اہتمام کیجئے، اور لگا ہوں سے ڈور پھینکے تاکہ وہ خوش ہو کر اپنے رحمت ہو کر جناب بری میں شفقت کرے کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ تہ آں اور صوم دونوں قیامت میں رد و داروں کی شفقت کریں گے قرآن کہے گا خداوند میں نے اس کو نیک سے ڈور آرام سے رکھا تھا یہی شفقت اس کے حق میں قبول کی جائے۔ رازہ کہے گا کہ میں نے اس کو دکھائے پینے اور تہوت پر راکھ سے رکھا تھا میری شفقت اس کے حق میں قبول کیجئے یہ ہے حقیقی وداعِ رمضان اور وہ جو آخری جمعہ میں الوداع الوداع یا شہ رمضان بڑھا جاتا ہے وہ تو بدعت ہے نہایت میں اس کا کہیں ثبوت نہیں اور میرے ایک ماری کے استاد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جیسے رمضان کے مہینے کا کام ہوتا ہے اس کے آئے کی خوشی بھی مولیٰ یہ جیسے تو اگر مہینے پر غلبہ الوداع پڑھنے سے موتوں کے آئے پر بھی ایک مہینہ کا پڑھا جائے نہ رخصت ہو جائے نہ رمضان خصوصاً جب کہ یہ دکھا جائے کہ الہامی مژر کی تو نہایت میں اصل بھی ہے اور انہما رحمہم کی کوئی اصل نہیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آئے سے پہلے تو مسلمانوں کو رمضان کے لئے مستعد ہو جانے کا ارشاد فرمایا ہے جیسے کہ وقت کوئی حسرت و رنج ظاہر نہیں دیا۔

مکمل صوم | ائمہ تہ کہ ضرورت کے موافق اکمال رمضان کے متعلق کافی بات ہو چکا ہے

ایک جزو رہا گیا ہے کہ عید کے دن صدقہ فطر ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے کیونکہ وہ بھی صوم رمضان ہی کا مکمل ہے حدیث میں ہے کہ رزق کے حقوق و ادب میں جو کچھ کوئی ہو جائے ہے صدقہ فطر سے اس کا کھارہ ہو جاتا ہے۔ اب دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق عمل دے اور ہم سلیم و عاف فرمائے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْ  
خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَہُوَ لَا نَا مُحَمَّدٌ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ  
وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ (ارشاد علیؑ)



# احکام الصوم والعید

تکمہ - روزہ اور عید کے متعلقات

۲۸ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ کو جامع مسجد تھانہ بھول میں بیٹھ کر  
تیس گھنٹے تک مندرجہ بالا عنوان پر وعظ ارشاد فرمایا۔  
جسے مولوی سعید احمد صاحب مرحوم نے قلمبند کیا۔  
مہینوں کی تعداد تقریباً ۲۵۰ ہتی۔



وعظ ملقب

بہ

صابت

## احمال الصوم والعید

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

\*

**خطبہ ثلثہ** | الحمد لله غفداً وفتحینہ و نستغفرہ و نومن بہ و نتوکل  
 علیہ و نعزبہ باللہ من شرور أنفسنا و من سببنا و من سوءات اعمالنا  
 من بعدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ہادی لہ و نشہد ان لا الہ  
 الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و نشہد ان سیدنا و نبینا و مولانا  
 محمدًا عبیداً و رسولہ ۔

**اقامہ** | فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لشہر رمضان

هو شهر اولہ رحمة و اوسطہ مغفرة و اخرة

عقیق من النیران ۔

**تفسیر** | فذاتی رمضان کے متعلق گزشتہ جہد میں مبسوط معنون بیان ہو چکا ہے آج

صرف دو مضمونوں کا سبب کرنا مقصود ہے ایک بقیہ رمضان المبارک کے متعلق اور دوسرا  
 عید کے متعلق اس حدیث شریف کو اس سے اختیار کیا گیا کہ اس میں دونوں مضمونوں کے متعلق

ذکر ہے ۔

یہ حدیث شریف ایک بڑی حدیث کا جزء ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری جمعہ کے دن خطبہ میں پڑھا تھا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مصدق صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری جمعہ میں ایک خاص خطبہ پڑھا جو کہ اور جمعوں میں نہ پڑھتے تھے مسلمانوں سے تعجب ہے کہ انھوں نے اس منصوص پر توجہ نہ کی اور شعبان کے آخری جمعہ کے لئے کوئی خاص خطبہ تجویز نہ کیا جس سے وہ غافل یا سست ہوتے اس کے بجائے رمضان کے آخری جمعہ کے لئے ایک خاص خطبہ انوار انوار کیا جس کا کہیں حدیث میں پتہ نہیں اور پھر اس کے ساتھ ایسا شغف ہوا کہ بغیر اس خاص خطبہ کے پڑھے یہ سمجھا جاتا ہے کہ گویا جمعہ ہی نہیں ہوا اگرچہ محمد اللہ اس وقت لوگوں کو اس کے نہ پڑھنے سے وہ جست جو کہ اس کے قبل ہوتی تھی نہیں ہوتی لیکن تاہم اب بھی ایسے بہت سے لوگ ہیں جو کہ اس خاص الوداعی خطبہ کو آخری جمعہ رمضان کا لازمی عمل سمجھتے ہیں اور بڑا تعجب تو یہ ہے کہ بعض اہل علم کو بھی دھوکا ہو گیا اور سخت غلطی میں مبتلا ہو گئے کہتے ہیں کہ اگرچہ آخری جمعہ کے لئے کوئی خاص خطبہ تجویز کرنا بدعت ہے لیکن چونکہ اس کی وجہ سے لوگ اکٹرا کر جمع ہو جاتے ہیں اس لئے اس کو اجتماع کے لئے معتین اور امانت مسوۃ کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے باقی رکھنا چاہئے حالانکہ یہ سنت غلطی اور من وجہ خدا و رسول پر امتزاس کرنا ہے۔

**ترک مصالح** غلطی تو اس لئے کہ تربیت کا مشہور حکم ہے کہ اگر کسی کام کے کرنے میں کچھ مصیبتیں بھی ہوں اور کچھ مضامد بھی ہوں اور وہ کام امانات یا باخیر مطلوب مترعی رہو تو ان مضامد پر نظر کر کے اس کام کو ترک کر دیں گے اور مضامد سے بچیں گے۔ مصالح کا اقتدار کریں گے اور یہ ایک کلیہ قائم ہے جس کو اہل علم خوبی سمجھ گئے ہوں گے لیکن عوام نے سمجھنے کی بجائے میں اس کو ایک مثال میں بیان کرنا ہوں۔

مثلاً ایک شخص محسن نص مسعد کرے اور کہے کہ اگرچہ یہ نص فی عہد مسعود اور حرام ہے لیکن میری عرض اس مجلس سے لوگوں کو جمع کرنا ہے تاکہ جمع ہو جانے کے بعد اپنی دعا بہت سے کام سے کر ان کو نذر پڑھنے پر غور کر دوں اور اس طرح ان کو مزید پڑھنے کی عادت ہو جائے تو دیکھئے مظہر اس مجلس کی عایت کس قدر خوبصورت ہے کہ اس کے دیئے سے لوگوں کو مزید پڑھنے کی مادہ

ذاتی جاتی ہے لیکن جو کہ اس محسوس میں ایک مصیبت کے ساتھ مدت سے مفاسد بھی بگڑ رہی ہیں اور  
 مجلس رقص و مہمانی، غیر مطلوب بھی ہیں جس کے واسطے اس نے غریبستان میں مصیبت کو  
 کی وجہ سے اسکی اجازت نہ دی گئی بلکہ اس کے مفاسد پر نظر کر کے اس محسوس کے انعقاد سے باز رکھے گئے  
 ہاں اگر کوئی کام بالذات یا بغیر مطلوب ہو اور اس میں مصالح کے ساتھ مفاسد بھی ہوں  
 تو اس کام کو ان مفاسد کی وجہ سے ترک نہ کیا جائے گا بلکہ اس کو اتنی دیکھ کر مفاسد کی اصلاح کرنے  
 کی کوشش کی جائے گی۔ مثلاً عید گاہ کا اجتماع ادارے صلوٰۃ کے لئے نہ مطلوب ہے پھر اگر لوگ  
 اپنی بدتمیزی کی وجہ سے اس میں کچھ حد ابین آئیں تو میں یہ کہ میں آجکل عام طور سے بچوں کو عید گاہ  
 میں لے جاتے ہوں اور ان کو لگے ہیں کہ وہ دیکھو وہ اپنے ساتھ ایک دھڑ بھرتہ لے رہے ہیں اور میری توجہ  
 ہے کہ وہ خود ہر سال تکلیف اٹھائے کہ پھر بھی لوگوں کو اس کی ذرا حس اور توجہ نہیں ہوتی شاید کوئی  
 سال ایسا ہوتا ہو کہ بچے عید گاہ میں جا کر مین نماز کے وقت وہ سو نہ رہ کر شروع کرتے ہوں یا  
 ایک دو تلوں میں سے ٹک ٹوٹ بھی دیتا ہے۔

خود میرے سسے کا واقعہ ہے کہ میرے اہل غم میں ایک بڑا عربی گھر میرے ایک عید گاہ  
 میں واقع تھا جس کے ساتھ گیا اور اس نے وہاں کے وقت قصاصت کی دکان کی اس کی ذرا  
 سن کر سخت پریشانی ہوئی اور تو میں غار کا وقت دیکھ کر میرے عید گاہ جس میں ہزاروں  
 بچے کھینے قریب ایسا کھل بھی ہیں جس میں اسکو بھٹا دیا جا پھر مار کھڑے ہونے کا وقت  
 قریب آخر یہ تو یہ ہوئی کہ ایک حوالی کو جا آئے دینے لئے اس نے اپنے تحت کے بیچے کو بھٹا  
 دیا چاروں طرف سے کچھ لٹکا ہوا تھا اور رنگ برنگ کی مٹھل اور اندر یہ بچہ بھرا ہوا تھا۔  
 یہاں ایک خبر تھا کہ مصیبت خیال میں آیا کہ یہی حالت ہم لوگوں کی ہے کہ اس مٹھلی  
 کی طرح ہمارا غم ہر تو سے سے انداز سے بڑھتا اور ایک چہرہ ہوتا ہے لیکن ہم اس کی یہ  
 بات ہے کہ گود گود میں ہی کا گود ہوانے ہوں سے بہرہ یوہ خبرات سے بڑھتا ہے  
 دُور شیطاں سے قریب۔ ایک محقق نے خوب فرمایا ہے

از برون جو گور کا فریض  
 از برون طعنہ رنی بر آید  
 و اندرون تہہ اندانے عسر و  
 و از در دنت لگ میدارد برید



کیونکہ گنتی میں گو ایک اور میں کا فرق ہے لیکن کیفی وہ ایک اس سے زیادہ ہے۔ پس ایسی طرح ممکن ہے کہ میدان کے اجتماع میں کبھی اس قدر قوت ہو کہ مسجد نبوی سے اجتماع میں وہ نہ مواد ہر چند کہ یہ تضاد کو اب مسجد میں کا مخصوص ہے اور اس کی ساقہ اور اس وجہ سے ممکن ہے کہ کسی کو استثناء نہ ہو کہ یہ حد نہ ہو کہ صلوٰۃ عید میں یہ تضاد مسجد نبوی میں نہ ہو اور

پس مسئلہ نام میں بر و اب یہ ہے کہ وہ اب بھی حق ہو تا ہے جنس کے ساتھ پس دونوں کا یکساں ممکن ہو گا اور عید گاہ کے اجتماع میں بالخصوص یہ بھی جیسا ہے کہ سب سے مختلف اعراف سے آئے ہوئے ایک میدان میں جمع ہوتے ہوئے نظر آنے میں تو ان کا اجتماع ان کے در خواہوں کے قلب پر مؤثر ہوتا ہے اور اس کی شوکت ظاہر ہوتی ہے اور یہ اظہار مقاصد میں سے ہے

اور اس میں اجتماع میں مطلق اجتماع تو متحقق ہے وہ خود بھی اسرا بہتہ پر مشتمل ہے چنانچہ ایک اداکار رہے کہ سب کی عادت سمجھ چو کہ جو سرکار میں پیش ہوئی اگر کسی بھی قابل قوت ہو میں تو اس کی حرکت سے تنقید بھی مقبول ہوتی اور انہیں ملکوں سے شریعت میں نہایت کثرت اہتمام ہے حتیٰ کہ جماعت کی کار اگر سو سو کے ساتھ بھی مقبول ہی تھا مگر اس سے درجہ بڑھ کر ہے اس لئے کہ وہ شرفا منسوب ہے اور قطع دعاوی اس ذریعہ مطلوب نہیں ہے

چون میں خواہد۔ میں سلطان دیں۔ خاک بر فرق قیامت بعد اریں

ترجمہ: اگر شاہ دن پناہ مجھ سے طبع کی خواہش کریں تو اس کے بعد قیامت پر مٹی ڈالو

انہوں نے کہ بعض اکابر کو یہ دھوکا ہو گیا کہ اگر جماعت کی کا ز میں دوسرے آدمی اور تنہا میں اجتماع قلب ہو تو نہ پڑھنا ستر ہے جماعت کو بخیر دینا چاہیے مالا کہ یہ بالکل غلط ہے اور اس کو ہم اسی رائے سے غلط ہیں کہتے۔ جی کہ ہم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کی تعلیم فرمائی ہے ہم صرف ان کی غلطی کا اظہار کرتے ہیں غرض جو کہ شریعت میں اجتماعی مصالح کی زیادہ رہیت ہے اور ظاہر ہے کہ جو اجتماع عید گاہ میں ہو گا مسجد میں نہ ہو گا بعد اگو کا عید گاہ کا خواہ زیادہ ہو سیکن کیفی زیادہ ہے۔

اصطلاح مفسدہ | اس سے یاد ہو گئی مفسدہ کے اس میں جمع ہو مازک نہ کریں گے بلکہ اس میں جو مفسدہ جو کہ کے اجتماع کا ہے اس کی اصلاح کریں گے اور ہم خود

کی اصلاح کریں گے عاصی کی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حمد اس کی اصلاح فرمائیں گے میں ارشاد ہے  
 حضور اس صاحب کم صحبت حکم کو اپنی مسجدوں سے اپنے محبوب کو بلیدہ رکھ دیں ممکن ہے کہ کوئی  
 صاحب عید گاہ کو مسجد میں داخل نہ کریں۔ اس لئے استدلال مذکورہ کو کافی نہ سمجھیں تو ہم اس کا جواب  
 دوں گے کہ سب سے کم میں داخل ہوا ہے۔ ان کو اس کو عام یا جائے کہ مطلق مقام صلوٰۃ مراد ہو  
 تب تو عید گاہ کا اس حکم میں داخل ہونا ظاہری ہے اور اگر اس کو عام نہ لیا جائے تو گواہ اس  
 میں عید گاہ داخل نہ ہوگی بلکہ یہ دیکھا جائیگا کہ آخر وقت میں حکم کی کیا ہے سو فی ہر ہے کہ وقت  
 اس حکم کی جی ہے کہ جو کہ اپنے ایک صاف ہیں ہونے ان کی آمد و رفت سے اس جگہ کے وقت  
 سے کا اندیشہ ہے جہاں نماز ہوگی اور اس سے نماز میں مل پڑے گا اور یہ سنت میں ہے کہ مسجد  
 میں دن کا عید گاہ میں پانی مانا ہے ہنا داں بھی یہ حکم جاری ہوگا جس پر نہ خود عید گاہ کے  
 باب میں حضور کا ارشاد ہے ولینقولن النبیصلی علیہ وسلم اس اشار سے سمجھ میں آ گیا ہوگا  
 کہ وہ کعبہ اس وقت ہے جب کہ وہ امر مطلوب نہ ہو ورنہ مسجد کی اصلاح کریں گے اور اس کام  
 کو ترک نہ کریں گے یہ تو دوسری صلی کی دلیل میں تھا۔

بدعت خطبۃ الوداع | دبا و سرادقویٰ کہ خطبۃ الوداع میں مصیبتیں مابان کرنا من وجہ  
 خدا اور رسول پر اعتراض ہے ماسی کہان یہ ہے کہ جب  
 حضور مدینہ میں تھے مصائب مطلوب دین کو گریاں اس شخص کے نزدیک کتاب و سنت کی تعلیم نامقام  
 ہوں کہ بعض مصائب ضروریہ کی تعلیم میں ضرورتاً ہو گئی کیا کوئی اس کا قائل ہو سکتا ہے اور  
 ایسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت کو ضلالت فرمایا ہے اور بعض بدعت کے مسئلہ  
 ہوئے اسے شبہ ہو تو درحقیقت وہ بدعت ہی نہیں اور اس قسم کا احتمال خطبۃ الوداع میں  
 نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر یہ جیسی سنت ہو تو سنت میں اسکی نظیر ضرور ہوتی پھر بعد عرق و ریزی  
 کے اگر کوئی دور کی نظیر نکال بھی جائے تو دوسرے مانے گا کہ یہ اب ہو گا کہ عوام کے التزام سے  
 بدعت ہو گیا اور یہ بدعت ہی بدعت ضلالت جس پر حضور زاری و عید دے ہے اس اور حضور کا  
 ارشاد میں ارشاد حق ہے تو ایسے امر کا التزام اور اس میں مصیبتیں نکالنا خدا و رسول پر اعتراض  
 جی ہے اور خدا و رسول سے نزاع بھی ہے۔

**شرط ابتداء** | لیکن مانے میں تو اسے کہ حضور کا ارشاد ارشاد خداوندی ہے۔  
 کہ یہ یہ نہ سمجھو کہ یہی کیا یہ صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے دیتے تھے  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت دھرم دلت تھے لیکن آپ کا بہت دھرم تو یہ تھا کہ اگر دینی میں اس  
 پر بھروسہ نہ ہو تو وہ سخت بہت تھکا کہ اس کی تقریر پر دھمت کرنا ہے ورنہ وہی سے  
 اس کی اصلاح ہو جاتی تھی غرض ہر حال میں وہ امتداد دینی مکتا دینی ہو جاتا تھا بعد ازاں جو ابتداء  
 کے معنی یکساں صحیح ہے کہ ۷

گفتہ او گفتم اللہ بود : اگرچہ ار معلوم عبد اللہ بود  
 اہل علم کی ایسی ہی ہے تو اس کی وجہ سے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ جسے لوگ دعوت میں  
 مصداق بیان کرتے ہیں اور اس کی حقیقت کو سمجھنا سمجھتے یہ کہنا ہے کہ تربیت انصاف و انصاف کی  
 فہمی اور امتداد شخص کا کام نہیں ہے کہ اس کا وہی جو ہے بعد اصطلاحات یہ ذکر کے مسدود  
 پر مشتمل ہو جائے بلکہ یہ اس شخص کا کام ہے کہ ظاہر میں وہی علم کے ساتھ مدد دے دینی بھی اس کے  
 ساتھ ہو اور اس کی خدمت یہ ہے کہ جو امت نے اس کے اقوال کو قبول کر لیا ہو اور اس کا  
 کردہ اس کی ناف متوجہ ہو نہ کہ اس قسم کی تعزیر یہ ہے کہ جسے لوگ جمعہ کی سنت کہتے ہیں کہ  
 دیہات میں گھر ہو لیکن اگر پڑھ ہی نہ جائے تو پڑھنے سے وہ بہ صورت پڑھا پھلے ہیں  
 اسے ایک شخص سے پوچھا کہ اسی حالت ایک شخص کہتا ہے کہ معنی میں گوج نہیں ہوا لیکن اگر وہ  
 بھی کرنا چاہے تو کیا سزا ہے۔ اس سے تو اچھا ہی ہے اس کا کیا جواب ہے آفرین ہی کو گئے  
 کہ معنی ہی کا مل نہیں ہیں کہوں گا دیہات میں کام نہیں ہے نہ یہ کہ اس کے سے معنی کوئی کی  
 ضرورت ہے اس میں کام نہیں اور بعد ازاں اس سے کام نہیں آتا اور یہی وہ ہے کہ قرآن  
 امیہ کا اہل حق جو ہے میں کوئی ہی ہوا میں ہوا کہ اس کے لوگوں کو خلیفہ میں ہاں رہتے ہیں  
 کہ وہاں پر رہتے ہوئے ہیں۔

لیکن یہ وہی صورت ہوئے سے اگرچہ معنی اوقات اس وقت ہی ہوا ہوئے ہیں  
 یہ ہے اور اس سے ہو، وہ بھی گھر نصیحت ہے لیکن فی حدہ ہو، وہ کوئی کام نہیں  
 ہے۔ اس سے اگرچہ اس سے حد تک محدود ہوتا ہے۔ اسی سے وہی ہو، یہی ہوتا ہے۔

امام کرام کامل عقل ہوئے ہیں اور واقعہ میں عقل ہے مگر بڑی نعمت

## عنایت عقل

ایک عموماً ہے میرے سامنے ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک مرتبہ ڈاکٹر  
یا جیجک اچھوٹے اس کا عیب جواب دینے کے وہ جواب بہت پسند  
آئے تھے کہ آتا تو ہم جانتے ہیں کہ عقل ہی بڑی نعمت ہے کہ تربیت سے شریعت کو حرام کر دیا  
میں سے وہ وال ہونے لگی اور ظاہر ہے کہ سادگی کا عقل ٹھکانے رہتی ہے اور مجبور عقل سے  
بہرہ ہو جائے اب تم خود کو لو کہ سادگی کا روح بڑا ہے یا مجبور کا روح احمد درجہ سب سے لگی  
ایک کتاب ہے وہ اس میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
سے حدیث ہوئی اللہ عزوجل سے دریافت کیا کہ اگر میں اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی کہ تم تم  
میں نہ تیار رکھے جاؤ گے اور دنیا بیت عجیبہ صفت دینے تم سے آکر توجہ و توت کے  
اس میں سوال کریں گے حضرت موسیٰ سے عرض کیا اور کہیں قدر چار اجواب عرض کیا اور اگر  
وہ بھی جواب نہ دے تو کون دیتا عرض کیا رسول اللہ یہ دینے کہ اس وقت ہماری عقل بڑھ گئی یا نہیں  
مقصود نے دیا کہ ان عقل اتنی ہے کہ عقل میں اور زنی ہو دے گی کہ کوئی بڑا عقل تھا  
اس وقت بتائی رہیں گے حضرت موسیٰ سے کہ یہ سوال اللہ عزوجل اتنی ہے کہ کوئی کوئی کتاب  
ہیں اتنا اللہ مناسب منامہ درست ہوگا۔ دیکھئے بعد ازاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر عزت کرتے  
تھے اور اس کو نہ بڑی نعمت سمجھتے تھے ایک ہم ہیں کہ ذرا عقل کو اتنا بڑا ہے سمجھتے ہیں  
ایک قصہ اس مقام پر یاد آئے کہ میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا اور اس نے ممکن ہے کہ غلط ہو  
لیکن اس سے غلط ہوئے ہمارے اندر میں کوئی ہم تو ہے سمون کو مدیت سے عیب کر چکے ہیں  
وہ اختصار ہے نہ نہت ہمت جس وقت وہی حسب قاعدہ فرشتوں نے آکر سوال کیا تو  
معت راسد بہایت احسن سے جواب دینی میں کہ یہ اس خدا کو جس کو نہ نہت ہمت ہمارے  
ذہن کے بچے آکر حوں میں آگئی تم اپنی تیرے کہ بڑی مسافت ہے کہ کہے کہے ہو تم کو بھی یاد ہے  
کہ ہمیں کسی کتاب میں تھا کہ ابھی کہ احسن ہے اسی کو ایک بڑا عقل میں ہے  
فرنگیہ آید دہرہ کہ مجرب تو کیست کہ گویم کہ اس کہ رجو دایں دل دیوانہ  
کیسے احسناں سے دہلے ہیں کہ میں تو یہ جواب دے دوں گا کہ آج جس کہ رجو دایں دل دیوانہ



تو سارا ایلنا زلفِ عقل کی ساتھ مومنتا ہے اس پر اس مونی نے یہ کہا کہ بھائی  
 سب کا ترنہ ٹوٹا ہے جو کہ سنی عقل کی جیتی ہے جس نے یہ سب سوسیکر رہا معیتوں سے  
 بغاوت ہو جاتی ہے۔

## صوفیہ کی دو اقسام

لیکن اب یہ سمجھنا چاہیے کہ مابقیوں کے سب کا اہل عقل  
 ہونے اور صوفیہ میں تو کہ مبارکی کے نائب ہیں کچھ سادہ  
 یعنی کامل عقل اور کچھ نہ تو یہی ان کی عقل صحت سے خوب توانا ہیں یہ دُعا میں کوہ  
 سواں دجہر پہنچا جب عینِ صحت و صبر سے سب اشیاء و ترسیل کی اصل سے بھیگے گئے  
 تھے اس سے ان کا اہل عقل ہو رہا تھا جو کہ اس کے غیر نصیب میں کر رہے تھے اور  
 ادب جیسے توارفِ عقل کی غرض سے یہ عمر نہ میں انہوں کو کافر قرار دیا ہے تاکہ بقدر  
 عقل کے ساتھ تربیت کا ہم نرم دے سکیں اور یہی بگڑ گیا جس کی اور تہہ الانبیا کہا جاتا ہے اور  
 جسے عقل بے ہی کام کے لئے پیدا ہوئے ہیں ان کے معنی تربیت نہیں ہوتی مجدد میں ان  
 کی یہی جوتے ہیں جو عقل پر محمد میں ہم ایسے ہوتے ہیں ان کی یہاں ہوتی ہے کہ  
 احمد تو مانتی ہستی نہ تہذیب کا دیوارہ اس سلسلہ تہذیب نشدہ  
 تہذیب : اسے احمد جام تو مانتی ہے بخیر پیری سے کیا حاصل دیوے ہو کہ مست ہو سلسلہ  
 ہوا چوانہ ہوا نہ ہوا

بخلد سالیں کے کہ ان کی حالت ان کی حالت کے، اہلِ حیات ہے ان کی حالت ہے  
 کہ حج حاصل نہ ہو مصلحت عام میں محمد دیں سے بھی ایک قسم کا فیض ہوا ہے جو چاہے  
 ان کے اختیار کے معنی وجود، خود کو مدد دے سواں سے ہی عقل کی ضرورت ہیں  
 عقل کی ضرورت میں معنی کے سے ہے تو، اختیار ہو یہ اختیار ہی معنی کی مشابہت کا اور  
 ہے کہ گو آفتابِ تقدیر کہ سے لیکن اس کا تقدیر عام کو پروردگار کرے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نیک  
 ہمسایہ ہیں کہیں ہوتے ہیں ان کی برکات عام کو مقررہ در کرتے ہیں اسی برکت کی نسبت ارشاد  
 خداوندی ہے مَا كَانَ اللَّهُ يُعَذِّبُ الْمُفْسِدِينَ فَمَنْ جَاءَكَ مِنْهُمْ فَمَا بِكَ عَنْهُ فَسَبِّحْهُ فَحَسْبُكَ اللَّهُ  
 کہ اگر وہ کسی بدست اپنے کو تباہ و برباد ہو جائے میں میں یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس سے پہلے

کی عمدہ بات یہ کہ یہ وہ ایسا شخص ہے جو کہ اب مدینہ کی دھڑ سے تادم و بیاد ہوئے یا تو وہ صورت  
 پہلے تو تھے ہیں، روح نہیں رہی، جس کی نسبت یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس کی نصرت نہ کیا  
 حیدر اسلام سے خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو اس کی نصرت نہ کیا حیدر اسلام سے عرض کیا ہے  
 یہ کہ اس شخص میں جو شخص رہا ہے، اس کے لئے کہ اس کی نصرت نہ کیا اس کو بھی سب کے  
 ساتھ نہ ہو، اس کو جو کہ اس کے لئے کہ اس کی نصرت نہ کیا اس کو بھی سب کے  
 ساتھ نہ ہو، اس کو جو کہ اس کے لئے کہ اس کی نصرت نہ کیا اس کو بھی سب کے

تو یہ کہ اس شخص میں جو شخص رہا ہے، اس کے لئے کہ اس کی نصرت نہ کیا اس کو بھی سب کے  
 ساتھ نہ ہو، اس کو جو کہ اس کے لئے کہ اس کی نصرت نہ کیا اس کو بھی سب کے  
 ساتھ نہ ہو، اس کو جو کہ اس کے لئے کہ اس کی نصرت نہ کیا اس کو بھی سب کے  
 ساتھ نہ ہو، اس کو جو کہ اس کے لئے کہ اس کی نصرت نہ کیا اس کو بھی سب کے

**حمیت دینی** | اگر کسی دین دار کو یہ بات یاد رہے کہ اس کی نصرت نہ کیا اس کو بھی سب کے

تھا مگر میں کہتا ہوں کہ کسی شخص سے یہ بات یاد رہے کہ اس کی نصرت نہ کیا اس کو بھی سب کے  
 ساتھ نہ ہو، اس کو جو کہ اس کے لئے کہ اس کی نصرت نہ کیا اس کو بھی سب کے  
 ساتھ نہ ہو، اس کو جو کہ اس کے لئے کہ اس کی نصرت نہ کیا اس کو بھی سب کے  
 ساتھ نہ ہو، اس کو جو کہ اس کے لئے کہ اس کی نصرت نہ کیا اس کو بھی سب کے

صاحبو! کیا تربیت کے احکام کی وہ عظمت اور محبت بھی دل میں رہو یا چاہیے جو کہ اپنی مالکی کے مال کی محبت، مگر رکھتے ہیں کہ تو انسان کا دوسرا ہوتا ہے اور جس کو عقیدہ ہے اس سے اور تربیت کی فطرت جو ہے وہ کہ اس کو عقیدہ ہی نہ آجائے اور جس کو عقیدہ نہیں آتا وہ حقیقت شناس ہیں اس سے ان کو فطرت نہیں آتی کچھ دنوں اس رنگ میں پہنے تلب کو، گواہ چھٹی اگر یہ حالت ہے تو جانیں صاحبو محض انشا کے سننے سے بوری طرہ سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ یہ کیفیت کیونکر ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ اپنے اوپر یہ حالت لازمی نہیں کسی سے خوب کہا ہے

ہر سبب یکے کے عاشق جیست و گفتیم کہ چوں ما شوی بدانی

تو حیرت اس نے پوچھا متقی کیا ہے میں نے کہا یہ نہایت صعب ہو جائے تو خود بخود جان لو گے میں تو کچھ کہہ رہا ہوں تعلق ہی کہہ رہا ہوں میکس خدا کا کہہ کر شکر ہے کہ جس مغرت کی تعلق امتیاز کی ہے اس کو سچ سمجھتے ہوں صاحبو! ان حدت کی یہ حالت تھی کہ خدا اور ہوں تھے دور کرنے والے تھے وہ چہ یوں اس کی کیسی محبوب و محبوب ہوں طاقت

### سمجھتے ہیں ————— حضرت طلحہؓ کی عبادت

حضرت طلحہؓ کا واقعہ ہے کہ وہ اپنے مال میں ماز بڑھتے تھے کہ ایکسیر زندہ اس میں اڑ رہا تھا اور جو کہ اس کا بیت گنوں تھا، وہ کل جائے کے تھے اس کو کوئی راستہ نہ تھا پریشان اور ادھر ادھر اڑتا پھرتے تھا اس پر مد کہ یہ حالت، کچھ کر حضرت طلحہؓ کے دل میں مانع کے گھبراہٹ ہوئی یہ گویا مسرت پیدا ہوئی اور یہ جان سوا کہ مال مالہ مالہ کے تھے گنوں اور اس کے درخت ایک دوسرے سے کیسے پیوستہ ہیں کہ کسی مرندہ کو بھی آسانی تھی جسے کی جگہ نہیں ملتی یہ خیال آتا تھا لیکن چونکہ ان میں عظمت و محبت خداوند معراج کمال برحق علیٰ کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر رکت سے شمس و سبت تھے اس سے فوراً ہی متنبہ ہوا اور ان میں سرچا کہ اے طلحہ تیرے دل میں ان کی محبت کی حالت نماز میں تواضع مترہ ہو۔ آخر مار کے بعد، رگاہ جونی میں حاضر ہوئے اور ان میں کی کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آج مجھے میں نماز کی حالت میں خدا سے مشغول کر کے اپنی طرف متوجہ کر دیا اس میں ایسے پاس میں کھنڈ چاہتا اور اس شخص علی الحق کے کفارہ میں میں اس کو دفع کرنا ہوں آخر اس کو دفع کر دیا۔





کے تہمت اٹھانے والے ہوتے کی ضرورت نہیں ہے سوائے قرآن پاک کی کسی عیب جبر ہے ۔  
اور میں سنت ایک عیب اور ایسی اور ایک جہد میں دونوں کا جواب خواہ یوں کہہ دو  
خواہ یوں کہہ لو

میرا علم حاصل دل و جان مارا ہے اور ۔ رنگ اصحاب صوت راہ واریہ محمدا  
بر منہ ان بر صیقت ہر رنگ کا علان قرآن شریف میں موجود ہے پس روایت تو ان  
نہی اللہ عنہ سے بھی یہ بات بالکل صاف معلوم ہو گئی کہ

اور دوزخ مست است اے جان واد ۔ بے لوث است اس کے دل و جان  
کہو کہ ان کے اس لیے برا انکار میں فرمایا گیا بلکہ تسلیم کر کے تسلی کی گئی یہ مصیبت و غلظت  
کے موفق ہے را مکتہ تصوف یا شاعر نہیں ۔

سو یہ ہے ان مصیبت کی تباہی کہ دونوں عالم ہی ان کے نزدیک صداقت کی رہنمائی کریم  
سلی اللہ علیہ وسلم کی تقدیر برابر ہیں خوب کہا ہے ت

قیمت خود پر دو عالم عت ۔ ریشہ لاکھ کی اور فی منور  
مست اور غفلت کی تو صیقت ہی ہے کہ حسب یہ بڑھاتی ہے تو سب کچھ بڑھاتی ہے

ہے حضرت ابراہیم ان ادم اے عیسیٰ میں سلطنت چھوڑ دی تھی اور دجرا وکل یہ ہوا  
ہے ۔ ایک حالت میں اوطاف نور کرن پڑتی ہے اور یہ ممکن نہیں اس واسطے مجبوراً ایک

طرف تو جو کہ ترک کر دینا پڑے گا اب رہی یہ بات کہ کس جانب کو ترک کیا جائے تو وہی ہر  
ہے ۔ تو ان اللہ کی دولت تو دل پر نہیں ہذا دی ہی برائے ماریتے ہیں خوب ثابت

خدا علیہ السلام نے طے کر لیا ہے ۔ ہر ایک پر شاہی جہد لڑا ہے ہوا  
مست امر ابراہیم ان ادم اے ان کی تفصیل کے لئے سلطنت برکت مار دی لیکن اب

میں اسلام پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ حسب اوطاف کامل توجہ نہیں ہو سکتی اور یہ جہد ان علی  
سبب یقیناً صیبت کہ حکمت مثبت شاید ہے متوجہ الی احمد بن تھو اور جب متوجہ الی احمد بن تھو

تو خود اللہ تعالیٰ کہ سو گئی اور حسب یہ تم ہو گئی تو نقص ہو گا اور غصہ اس سے سنا توت  
ہے کہ یہ توت مراتب کہ ان کے اتلی دیکھا ہے کہ بڑھ کر اس سے بڑھ کر مرتبہ عظیم ہو

نہیں سکنا پس اگر انکو بھی دھوکے دے سکے وہ سب سے کامل و عظیم بن جائے گا جبکہ ان میں  
 اختلاف متعلق جو کہہ سکتے ہیں پادشاہ و جہان شہسوار کی نسبت سے کہ یہ ہے  
 اب علیہم السلام ان تو توحید ان اخلق ہوتا ہے وہ جو کہ وہ خدا و مدد سے ہے اس مثال  
 کی وجہ سے اس کو توحید الی الخلق میں تو توحید الی اللہ موجود ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام امت  
 کی طرف جو متوجہ ہوتے اور انکو پیغمبر حق پہنچتے ہیں سو اس کے کہ اس نور اور تسبیح کا انکو  
 حکم ہے اور اس کا امثال ان پر واجب ہے معات اب ان اس توحید الی الخلق کے ساتھ توحید  
 الی اللہ کی مشابہت ہے اگر تم کسی آدمی کی طرف اس لئے متوجہ ہو کہ اس میں توحید کا عکس  
 ملے اور یہ ہے کہ کسی آدمی سے جو اس کے میں کو دیکھ سکو تو کو ظاہر و غائب کو توحید آئینہ کی طرف  
 ہے لیکن میں یہ توحید میں عکس کی طرف توحید ہے اسی طرح اب علیہم السلام کے لئے تمام خلق  
 مراتب ہیں جس کی طرف متوجہ ہوئے سے مقصود ان کا توحید ان ان سے ہیں ان کے لئے توحید  
 الی الخلق سے الی اللہ نہیں غرض یہاں حق یہ توحید کی طرف متوجہ ہونے سے عبادت کرنے ہیں اور اسی  
 صفت قدرت سے ان میں خوش دین پیدا ہوا ہے جس کو لوگ تعصب کا قصہ سمجھتے ہیں اور وہ ایسا  
 مطلوب ہے جس کے ہونے سے دو شخص امت دیبا ہیں یہ شخص ہر میں ایک تھا اور واقع  
 میں ایک تھا پس وہ قادر و ثواب و اگر دو واقع میں ایک ہوتا تو وہ صورتاً ایک ہوتا  
 ہے اور معنی رحمت۔

سر حال یہ بات ثابت رہی کہ یہی رسیوں کی حصص رکات اصطلاحی ہی ہوتی ہیں جس میں قصد  
 اختیار کی ضرورت نہیں لیکن جو رکعت اختیار کی ہوگی اس کے سے عقل کامل و اذکار کی احتیاج ہے  
 سو ایسے ہی لوگ جو کامل عقل ہیں اہل ارتداد ہوئے ہیں اور بعض ادب اللہ ہیں سے کوئی  
 تربیت نام کا کام متعلق نہیں ہوتا ایسے لوگ اپنے صولے بھائے ہوتے ہیں کیونکہ ان کے سر  
 صف ای ذات کاملہ ہے اور اس میں وہ اسی تہذیب کے مقلد ہیں جس قدر ان کو عقل دی  
 ہے اور یہ سب کہ ان کو اس کے اختیار میں جس کا اثر ہر ہر کا اسکا جرات ہے کہ اس کا کثیر کا اور  
 عباد ما کان، اللہ یغفر لکم و لکم اللہ اعلم او زانی یہ حدیث ہے تبارک و تعالیٰ اللہ  
 اعلم و فیہ الصالحون قال محمد و انکرا اجمعت منہ علی آئینہ

مگر کسی دوسرے شخص کی تربیت اس کے متعلق میں مداخلت نہ ہو کہ جس لوگوں کے متعلق تربیت عام ہے جیسے انبیاء امت خود بخود تیار ہو کر پیدا ہوئے ہیں یہ لوگ بھروسے کے نہیں یہ لوگ بڑے عظیم ہوتے ہیں اور یہی قابل ہیں اور ان لوگوں کے متعلق کسی دوسرے کی تربیت نہیں ہوتی بلکہ محض اپنے ہی اس کے سے پیدا ہوتے ہیں یہ لوگ اپنے جیسے جیسے ہوتے ہیں۔

اس لئے بعض سے یہ تفسیر کی ہے کہ انسان باری قسم کے ہیں ایک وہ اقسام انسان جس کو دین کی عقل بھی ہے اور دنیا کی بھی جیسے انبیاء اور ورثۃ الہیاء یعنی وہ علماء مسند تیار ہو کر پیدا ہوتے ہیں دوسرے وہ جن کو دین کی عقل ہے اور دنیا کی نہیں جیسے عوامی علماء و اولیاء امت تیسرے وہ جن کو دین کی عقل نہیں ہے اور دنیا کی عقل ہے جیسے مافوق کفار جو حق و باطل کو نہ دنیا کی عقل نہ دین کی عقل جیسے جو قوت کفار۔

اعلیٰ انبیاء اور علماء متفہنین کامل العقل ہوتے ہیں تو غریب میں اس لئے کہ ہو کہ وہ دنیاوی امور میں شگاہت میں ہیں

عقل اور تجربہ میں فرق

کچھ لوگوں نے اس میں عجب غلط کر دیا ہے کہ عقل اور تجربہ کو ایک چیز سمجھتے ہیں اس میں ذوق نہیں کہ ہے اور چونکہ علماء کو تجربہ نہیں پاتے اس لئے علماء کو کم عقل اور سبے وقوف کہتے ہیں حالانکہ تجربہ دوسری چیز ہے اور عقل دوسری چیز ہے تجربہ نگار مشاہدہ حیرات کا نام ہے مثلاً مقویا کو دوسرے آدیا لیا اس لئے کہاں کا مشاہدہ کیا کہ اس نگار مشاہدہ سے کہیں گے کہ مقویا مہمل ہے اور عقل ایک قوت جو صلاحات ہے اس میں ودیعت کہ ہے جس سے کلیات کا ادراک کر لے۔ مودوی محمد عظیم آبادی سے کہہ رہے ہیں ایک دوست تھے ان کے طالب علمی کے زمانہ میں ایک کالج کے طالب علم نے سوال کیا کہ آسمان پر کل کس قدر ستارے ہیں انھوں نے دیا موصودہ تو معلوم ہیں مگر غیر موصودہ معلوم نہیں اس طالب علم نے کہا کہ مودوی صاحب تعجب سے کہ سائنس کا اتنا سردی مسند اور آسمان کی اطلاع میں مودوی صاحب سے دیا کہ اچھے تکیے مسند میں کس قدر بھینچا ہے اس طالب علم نے کہا مجھے تو علم میں تو مودوی صاحب فرماتے ہیں کہ اصول ہے



آپ اس قدر سائنس کے دہرادہ ہیں اور آپ کو زمین کی چیزوں کی بھی اطلاع نہیں ہے۔  
آپ کو سوز زمین کی بھی پوری اطلاع نہیں ہے تو مجھ کو اس کے ساروں کی اطلاع نہ ہو گی  
تو مجب ہے یہ حوالہ سائنس کے صاحب علم صاحب کی آنکھ کھلی اور ہوش آیا اس طرح وہ صاحب  
قوموں کو کہتے ہیں کہ یہ بڑے عاقل ہیں مگر وہ صرف ایک صنعت کے تجربہ کار ہیں ہمارا کہ  
صنعت کہنا جیسے نہ کہ عاقل صناعی دوسری چیز ہے عاقل موزا دوسری بات ہے اگر ہم ایک خاص  
نفسی متعلقہ اعلیٰوں کو ایک چلا ہے کے گھر لیاویں اور اس کی کارگاہ میں ٹھلا دیں اور کہیں کہ  
ایک مہینے تک یہی بنو کر بیٹھا وہ اس پر قادر ہو گا اور مٹا باعد سے عہدہ بنے گا۔

اس فرق کی وجہ سے یہ کہہ دیں گے کہ یہ صاحب اس نفسی سے زیادہ عاقل ہے مگر جیسے  
یہ نہیں گئے کہ یہ نفسی اس صفت کو اس قدر نہیں مانتا جس قدر یہ مٹا مانتا ہے۔ پس علم  
حقیقی خواہ تو کار نہ ہوں مگر کام عقل جوتے ہیں اور یہی درجہ انہیں ہیں انہی کے متعلق  
ارتداد و ترمیم کا کام ہوتا ہے پس اس کے ساتھ ان نظام و حکم دید میں کسی کو حق امت نہیں  
ہے جیسا کہ اس فائدہ شریعی کو کہ عہدہ کی وجہ سے مصروف علیٰ مرد یہ کہ چھوڑ دیتے ہیں۔ نتیجے  
سے بعض کو غلطی ہو گئی کہ وہ علم سے مزاحمت کرنے لگے مگر جس وجہ سے مطلوب نہ ہوا اور اس کے  
ار کا باب میں عہدہ بھی ہوتا اس کو ترک کر دیں گے۔ بہب یہ فائدہ کلیہ معلوم ہو گا تو اب سمجھا  
چاہیے کہ الوداع کا عہدہ سی دلیل سے ترمیم مطلوب نہیں ہے اور اس کے بڑھنے میں ہمت  
سے مفاسد ہیں لہذا اس کو وہ ترک کیا جاوے گا۔

ہستفناہ اسلاف | رہی یہ بات کہ لوگ اس بار سے آج کے ہیں اگر یہ نہ ہو گا تو لوگ  
کار میں آنا چھوڑ دیں گے سو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ تو لوگ خدا کے لئے  
سارے پڑھتے ہیں وہ تہہ حالت میں آدیں گے خطبہ و دعا پڑھا جائے یا کوئی دوسرا خطبہ اور جو  
لوگ محض یا مدعیاریم کے سے آتے ہیں وہ اگر اس کے ترک سے آنا چھوڑ دیں تو ان کے  
اس خیال سے کہ ایک مقدمہ بنائے گئے کیوں مرکب ہوں خواہ وہ آدیں یا نہ آدیں ایک شخص  
سے مجھ سے کہ اگر حاجت ہو گا کہ ذکر نہ کر دو تو میں وعظ میں آؤں جس سے کہ تو آج مرد  
ہی میں رہا تھا۔ اسی عہدہ آؤ نہ جی چاہے نہ آؤ دین کسی کے آنے کا محتاج نہیں ہے



بٹ گئے کیا اس وجہ سے کہ ایک عہدہ دار میرے سامنے بیٹھتا ہے خوب سمجھ جائے کہ آپ لوگ میرے عزیز ہیں میں جس قدر آپ کو سزا دیتا ہوں اس کے سامنے اچکی کچھ بھی وقعت نہیں چنانچہ سب غریب غلبہ کو بھی ساتھ ساتھ کرکھڑکات پیدائیں سے کسی کو پریشان نہ ہو کہ مولانا نے وہی شان جتلائے کو ایسا کہہ دیا ہو گا خوب سمجھ لینا چاہئے کہ وہاں شان اور بڑائی کا نام بھی تھا جن صاحبوں نے مولانا کو دیکھا ہے وہ تو خوب جانتے ہیں مگر جن لوگوں نے نہیں دیکھا ہے ان کے لئے ایک فقرہ بیان کرنا ہوں اس سے اندازہ ہو گا کہ وہاں شان اور بڑائی کتنی تھی ایک مرتبہ حضرت مولانا نے حدیث شریف کا درس لے رہے تھے اور جو بات تھا کہ اچانک بوندی پڑا ترابع ہو گئیں جس قدر طالب علم شریک درس تھے سب کتب کی حفاظت کے لئے کتابیں اٹھا کر بھاگ گئے اور سردری میں پناہ لے کر کتابیں رکھ کر گھومتے اٹھانے جیسے صحن کی طرف حوجہ کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مولانا سب کے حوالے سے ٹک کر جمع کر رہے ہیں اس واقعہ سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ وہاں کس قدر ترس کو حلا یا رہا تھا شان و عظمت کی بجائے محض محبت دینی تھی کہ مولانا کو امر آئے کچھ کم نہیں سمجھا یہی لوگ ہیں جس کی بدولت دنیا کا کام و تمام اور نظام مسلسل ہے جس دن یہ حضرات نہ رہیں گے قیامت قائم ہو جائے گی۔

غرض یہ تو حضرت عمرؓ کا امتحان تھا جس میں وہ فوراً سے اترے آگے حلیہ کا امتحان ہے کہ دیکھیں کیا سمجھ کر ایمان لایا ہے آیا کوئی دنیاوی غرض عداوت عداوت ہے کہ مسلمان دی عترت ہونے سے بچے جا رہے ہیں ان کے ہر ملک ہو جائیں گے تو ہم کو بھی عداوت غیب ہوگی یہ کہ بعض طلبہ آخرت کے لئے ایمان لایا ہے چنانچہ بعض لوگ برکتوں سے بھی اس سے بچے ہیں کہ لوگ اُنکی عترت کرتے ہیں ان کو مٹا سمجھتے ہیں اگر ہم ان کے ساتھ رہیں گے ہماری عترت ہوگی اگر چنانچہ مٹ جائے گی ایسے ہی بزرگوں سے بیعت ہوتے ہیں ایسی خلا سے تہی کے گو وہ کیا ہیں رنگ اور نیک جو مرید ہیں ہونے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کم تو بعض مدعی ہیں اس نام کو کہ طلب صادق ہے نہ محنت و اتقوا سماں اپنی دنیاوی غرض پوری ہونے دیکھتے ہیں یہ قدم بڑھا دیتے ہیں یہ ہو تو یہ بھی میں ایسے ہی لوگ ہیں جو کہ امتحان کے وقت ادھون اڑنے ہیں عذرا امتحان بجزم الرعل اور نہان خوب کسم ہے

موتی نہ شود صدائی، ورنہ صدمے سے سب سزا دیدہ ناہنہ شود خستے

ترجمہ: موتی صاف نہیں ہوتا جب تک جملہ حقیقت پہ خام کوہِ جتہ جوئے میں کافی دیر بیٹھے۔  
 پہلے جبکہ کا امتحان ہوا اور وہ اس میں کام نہایت ہوا یعنی اس نے بجا اچھا کچھ ایک  
 دن کی بہت ہو سکتی ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا ہو سکتی ہے اگر یہ شخص بہت دے صاحبِ حق  
 ہو چکی وہ بچہ اس قدر بیک دل تھا کہ اس نے اجازت دیدی مطلقہ پہ کر رات کو اٹھ  
 چکا اور وہیں سے باہر اور دستوراً بن لہائی ہوئی دیکھئے اس کو طلب صادق اور محبت  
 واقعی دین سے نہ تھی کہ در ادا دمی ذات کے خوف سے وہ چھوڑ دیا جس کا بیٹہ ادا کا باؤ کی  
 ذات ہے ادھر حضرت عمرؓ کو دیکھئے کہ دراپرواہ نہیں کہ یہ امیر ہے دوسرا عرب ادھر  
 اس کو دیکھئے کہ ذرا سی تکلیف نفس پر گوارا نہ کر سکا ایسے بہت لوگ ہیں کہ وہ آج نہ میت  
 محض غنہ دیدی دئے گئے کرتے ہیں کیوں جو حد سے محض مد سے میں ان کی یہ حالت ہے کہ  
 ان کو کچھ بھی نہ رہا صرف کھانا کو حق کے حق میں سب بیچ معلوم ہوتا ہے۔

گستاخ برابہ دست و پا در خور ہمارا برابہ گلے جا۔

ترجمہ: ایک دل والا ورنہ اٹھتے ہیں اور اب ہوں صلا ہو کاتے کھاتے ہیں

طلب صادق | اگرچہ حقیقت طلب اور ستو ہیں مگر بھی تمہوں نے گھر گھر انے اکتے ہیں  
 یوں اس طلب صادق طلب ہوتی ہے اور اگر تو معلوم ہونے کہ خوب

اور مطلوب کوں ہے اور ماہ صاف سے پرانے ہیں

سب ہا یہ ہو دھرم سب ہا یہ سب ہا یہ

جی میں کیا کا طلب اگر ساری مطلب میں مرا کہ پتا ہے اس تہیہ نہک نادانی کہ  
 ہیں نہایت کیوں آریا سے سنی غائب نہیں کوہ دھرم میں وہ بھی نہ لہا کرتا تھا ہو

اور یہی مگر چھوڑ دی ہو تو یہ خدا کا عیب کیا۔۔۔ رہی ہو جو اس خدا کا عیب  
 وہ اس میں صورت طلب کو طلب نہیں کہتے جیسے جو آؤں تو آؤں میں سے جو سب کہاں

وہ اے سے ہی طلب آدمی۔۔۔ میں نے آدمی طلب آدمی۔

پس جو لوگ ادا ان کے مجھ نہ جوئے سے راہ آؤں ان کے نہ آنے کی کچھ بھی پر داور

جائے گی اور ایسے وہی مصارع سے اس قسم کی بدعات کیاجات۔ دیکھو، یہی علت اس سے زیادہ آتی ہے۔ نہ مثبت سمون ہے نہ کمرہ صورتی نہ علیہ ہجرت۔ یہاں سے ایسا نہ ہو جس میں ماہر ایک ٹکڑا ہے جس کے متعلق بحث طلبہ الوداع کی مطلوبہ خدمت سے کیا گیا اس میں مقصود مذکور جو ہے معنوی نہیں نہ یہ بہرہ اس میں کہ غنایت توفیق | برکات و انوار کے ماہر ہیں انشا، منسرف ہیں "ھو شہر"

اولہ حیات اور اس خطہ معصودہ و احقرہ علق من اسیران ترجمہ: یہ کہ ماہر مصان ایسا نہیں ہے کہ اس کا ترجمہ رحمت ہے اور درمیان حقیقت سے اور آفاق حقیقت آگ سے آرازی ہے میں نے کہا کہ اس حدیث کو دو باق کے بیان کے لئے پڑھا ہے مگر اول اس حدیث کی تریح و دوں تو وہ ان کو بیان کر دیں تو تبھی پانچے کہ یہ خود با گیا کہ اس کا آئی حصہ رحمت ہے تو وہ اس کی یہ ہے نہ رحمت ایک مطلق ہے جو کہ ابتدا حصہ میں خداوندی کی طرف سے مل کر ہے کی توفیق عطا ہوتی ہے کہ بد و ن اس توفیق کے کوئی عمل بھی نہیں ہو سکتا اس لئے آؤ کہ ترجمہ فرمایا گیا اور یہ ہیں سے یہ بات بھی سمجھیں پانچے کہ بعض لوگوں کو چاہئے تھوڑے سے عمل پر ناز جو نہ آجک کہ ہم بہت کچھ کرتے ہیں یہ کو تباہی نظر کی دلیل ہے۔ انسان کوئی کام نہیں کر سکتا جب تک اُدھر سے امداد و توفیق نہ ہو خوب کہہ ہے

۱۔ غنایات حق و صاحب باحق ۲۔ مگر ملک باتد سببستش ورق ترجمہ: اللہ کی اور عطاں خدا کی عنایت کے بغیر مرتبتے بھی ہوں تو ان کا ورق زندگی سیاہ و دھری جبکہ فرماتے ہیں

۱۔ محمد کفتم وسیک اندر ۲۔ لے غنایات خدا اجمیم و ہج کو فرماتے ہیں۔ ۱۔ پڑ تھایا یک غنایت خدا مددی ۲۔ جو تو ہم کچھ بھی نہیں پس خدا کی عنایت سے توفیق ہوتا ہے اپنا کوئی کس نہ سمجھے حب تک کہ وہ میں کوئی بات میں موتی آدمی کچھ بھی نہیں کر سکتا اور یہ خدا کے اختیار میں ہے ع من جو کلمہ دریا با اصعبین آخر کیا صعبت کہ او جہل جو کہ عنایت محمد دار سمجھا جاتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شہد میں چپ مواتیہ، پس تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو دعوت، بیان مزی لیکن

اس کو کھم پڑھنا طبیعت بدسکا اور حضرت ملاں جو کہ ہمت کے ہیں داسے تھے کہ کچھ ڈسے  
ریک سمجھے۔ تے تے۔ پیسے سے صورت کی صحبت میں ہول خفی ہو کر نہ نہ کر اُن کا د کے  
جس سے انہیں گئے کہ آرا کی ہی حبیب نہ تھی جس سے حقیقات کا ہی موقع تھا یہ تکلف کا بہ  
نام۔ بچہ نہ تھا جو اس پر رکھ دیا تھا لیکن ماہود اس کے یہاں سے ادا ادا ہی ملتا تھا۔  
س دہ جی تھی کہ اس کو توفیق نہیں دی گئی اور ان کو توفیق دی گئی ہے

تس رہو۔ اور جن حبیب اور کم ۵ رنک کہ انہیں این تہ ہوا علی ست  
مذہب میں حبیب ایک اُدھ سے جذب اور مدد ہو کر کہیں ہو سکتا تو یہ کہ انا کدا  
انا کدا متض ہیں ہے ایک بزرگ کی تکلیف تھی ہے کہ وہ چلے چلے تھے نہ ہی محل کے نیچے  
سے گزرا ہوا تھا وہ نے اس کو اپنے پاس ملے کے لئے بنائے انھوں نے کہا کہ کیوں کر آؤں کہ ڈارہ  
ٹری ڈار پھر وہاں یہ جو کہ ادا نہ نے کہ فلا دی یہ اس کے پہلے سے اوپر چلے گئے۔ جب  
وہ اپنے تڑا تہا نے ان سے "مگر شروع کی اشارہ" گریب ادا نہ نے پوچھا کہ آپ خدا تعالیٰ  
کو۔ کہ چنیہ اچوں نے چاہے جس طرح آپ تک پہنچ بھی سکتا تم سے وہ مذہب ان دن اور  
اس کے ذریعے مجھے بھی بھیج دیا اس طر انداز تھا ہے بھی ادب کی مدد ان کے لئے بھیج رہا تھا کہ  
نظر واقعہ پر گڑھا ہوا رہا وہ نہ بد کہ مٹی باند جو دایں راہ چوں تاکہ ابید نہ  
یہ تو اپنے محل کے راہ میں سے اور ایک دوسرے شخص نے جذب کے راہ میں کہا ہے  
لیکن یہ منہ نہ ہو نہ رہی گئے، یہ ہیں ہے اس لئے الفاظ ایسے ہیں

جو کہ آں مت دیا رہ رہا آیا ۵ زور و زاری نہ ہونی آئیہ  
میں سے شامہ دیکھیں کہ محبوب جمعی کے مناسب موقع سے ہی خود بخود۔ دل دار  
رہی یہ کہ جب محبوب کی رہی کا یہ عالم ہے تو اس محبوب حقیقی کو کون محو کر سکتا ہے وہ  
نوا اس کے شامہ سے بھی سترہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن کو چاہے فرماتے ہیں۔  
لا تقبل انما تقبل احسنی ان شئت فانہ لا منکر لہ کہ یوں دماغ کو  
ملے نہ اگر آپ ہا ہیں جو ہم پر جم فرماتے اس واسطے کہ وہ اللہ کی یہ تو کوئی اکوائہ نہ کر لے  
دلا ہیں ہے۔

صاحبو! دیکھئے خدا سر میں شیت پر موقوف کر کے دیا تاکہ ادب معلوم ہوتا ہے لیکن واقع میں سخت ہے ادب سے یکن کسی کی نظر اس بے ادبی تک نہیں پہنچ سکتی یہ نہ صرف نبوت اور وحی کی محتاج ہے اور جو اسلی داخل ہے ادبی ہو نہ کی یہ ہے کہ درخواست میں شیت کی قید لگانے کی ضرورت تو اسی وقت موقی جب کہ خدا تعالیٰ میں عبور ہونے کا احتمال بھی ہو تا اس کے یہ قید لگانے کہ اللہ تعالیٰ پر دہ زہ پڑے۔ یہاں یہ بات کہاں تم دس ہزار مرتبہ لگو اور دہا کرو وہ چاہیں گے قبول کر لیں گے یا رو کر دیں گے کیونکہ قید لگانے ہو میں سبب کہا ہوں کہ اگر دنیا جہ کے مقلد جمع ہو کر غور کر لے تو اس دقیقہ تک نہ پہنچتے جہاں حصول پہنچے ہیں اور جب خدا تعالیٰ عبور سے باطل پاک ہیں تو اگر تم کو توفیق دے دے رکھے اور تیرا دینی وقت آں پڑ کی نہ دیتے تو تم کیا کر سکتے تھے اسی سے دیا کہ پھر رحمت کیونکہ صوم دین کی توفیق دینا عبادت کی توفیق دینا مست ثری رحمت ہے۔

**حقوق روزہ** اور جو کہ امتداد خداوند کا ہے کہ ان الحیات یذھلن السعیات  
ہو سے کی وجہ سے اعمال ایک شروع کے تراں سے گناہ معاف ہونے شروع ہوتے جب اُس کی بدولت گناہ معاف ہو گئے تو وسط رمضان معصرت ہو اسی کو دانے ہیں ذَا سَطْر مَنُفَرَة اور ظاہر ہے کہ لوں کا معاف ہونا ایسی دور ج سے عیا ہے تو اس پر مستعد ہو کہ بار بار دہی جمع ہو کہ واحد عشق میں السیوان اور یہ تقسیم ہو محمد منہر کے اعتبار سے یہی رہا تو اس میں رات جی آجائے کی اداسی صورت میں روزوں غصیوں کیونگی کہ اللہ اللہ میں کامی اس نصیحت میں داخل ہو اور یا باعتبار اہم ارستہ قہ کے وہ صرف دن کے اوقات ہیں جیسے اس قول میں ہی مراد ہوتا ہے کہ نبوت انشاء اللہ تو ہر ہے کہ خیر ہر طرف ایسا مستعد رہی ہمارے اعتبار سے رات ہوگی

پس اسی طرح حدیث میں جی امتحان ہے تو اس صورت میں یہ مستعدت حاصل ہو جائے گی روزہ کے ساتھ اور اسی طرح اس تقسیم میں دوسرے اعتبار سے بھی دو احتمال ہیں کہ ایک یہ ممکن ہے کہ یہ قبول اترہ نہ ہو لیکن مسافر کے اعتبار سے تقسیم قزو دیا گیا

یہی ہے کہ اور عتقہ رمضان میں وصفت رحمت کا غلبہ ہے اس کو رحمت کہا گیا گو مغفرت و عتق اس میں بھی ہوا اور وصفت میں مغفرت غالب تھی اس پر مغفرت کا اطلاق کیا گیا اور اخیر عتقہ میں عتق بنی انار کا وصف غالب تھا اس لیے اس کو عتق من الیہ ان کہا گیا۔ غرض جس اعتبار سے بھی یہاں آج کا دن حدیث کی آجروں کا مصداق ہے ہم کو خدا کا شکر کرنا چاہیے کہ اس نے ہم کو ۱۰ زوج سے نجات بخشی لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ حضور نے اس عتق اور آزادوں کو رحمت اور مغفرت پر مبنی فرمایا ہے۔ بہرہ سبب اس اچھی حالت کو سمجھ لے اور سوچ لے کہ اس سے رحمت و عتق کا کام کیا ہے یا نہیں اور صعب روزہ و تراویح کی طریقی ضرورت سے کوئی ٹھیک نہ کر سکے کہ یہیں نے رحمت و مغفرت کا کام کیا ہے کیونکہ ہم علی کی فصاحت اس وقت ثابت ہوتی ہے کہ عتق اس میں اس کے حقوق کے ادا کیا جائے اور حدیث میں روئے ہے کہ اس میں ہے من بعد قول الزور والتمل منہ علیہ اللہ حاجۃ فان ینع اللہ منہ سبب یہ سمجھو خود دیکھ لے کہ اس نے آج تک کے ان بزرگواروں کے عتق پر نہیں پڑھیں اور پڑھیں تو ان کے عتق حقوق ادا کیے ہیں کہ ان میں ہماری کیا حالت رہی۔ ات کو ہم نے کیا کام کئے کسی جگہ گاہ کو تو آلودہ نہیں ہوئے دیاس کی غیبت تو نہیں کی بھڑو تو نہیں لودہ۔ پس اگر کسی نے رحمت کی کہ وہ سب کاموں سے بجا اور سب صارفوں کو عتق اس کے حقوق کے بدلہ یا تو آج اس کے لیے خوشی ملان ہے اور جس نے رحمت سے کام نہیں لیا اس پر آج ضرر ہے

استغفار و رحمت | لیکن جس لوگوں سے آج تک کچھ نہیں کیا ہے ان کو بھی ایسے ہو کر کہ جو سیکے کر سیکے جائے استغفار اس کو بھی عتق من الیہ ان کا عتق چاہیے بارگاہ ہے یہ حالت ہے کہ

در آبار آب آید بستی باز  
اگر کاد و گہر دبت بستی باز  
ایں درگاہ درگاہ بستی  
نہد بار اگر تو بستی باز  
اور جس وقت وہاں بہ وقت آب رحمت کشادہ ہے کہ کسی کو آئے کی حالت روک روک



ہیں اسی لئے وہ ان کے آئے نہ آئے کی پرواہ ہی نہیں کرتے

هر که خواهد که حساب در راه خود بدارد

کہ جس کا جی چاہتا تھا وہ سے ملا آئے اور اس حالت میں چاہتے چلا آئے اور یہ کہ تمام موم سے یہ بات بھی سمجھ میں آئی جو ان سے لوگ کسی ہندو یا عیسائی کو مسلمان کر کے فاسق توں مل دیا کرتے ہیں اسی کوئی حدت نہیں سزا کے موم میں بے مسل والا بھی داخل ہے۔

صاحبو اسلام میں آنے کے لئے۔ غسل کی ضرورت ہے۔ وضو کی جگہ اگر انتہائی نہ  
 کیا ہو تو اس کے اندر کی ضرورت نہیں چاہے مسجد یا نہ ہو۔ دراصل کے بعد غسل و پیرہ و اور  
 ایک یہ بھی تو بات ہے کہ کسی کو کیا خبر ہے کہ پاؤں غسل کے بعد نہ ہونے کا حکم ہو چکا ہے۔ اس  
 وقت تو یہاں تک غصہ کرتے ہیں کہ مسلمان کو غسل نہ ہونے پر ایسے، تو یہ کہتے ہیں میں کہتا  
 ہوں کہ اگر جہالت حاصل رہے کے لئے ہی تہا یہ کہ حالت اول و چہرہ باقی نہ ہے تو وضو کی  
 لینا چاہیے۔ مگر گوشت پوش بھی یا ہوا چاہیے یا صلیب یا مسافر قیوہ میں اس میں اور میں کا  
 حق باجہ حسب چاہے اور جس حالت میں کی ہو مگر آئے صاحبو کیا آج نون و شہا ہے کہ وہ  
 آپ کوں کو بھی اپنے دربار میں مصری کی اجازت لے اسی کوں و شہا کی کہتے ہیں C

برکہ خواہد غریب و ہر خواہد تہ پر دہ دار دنگ و صاحب و دربان میں کرامت

عمر جس طرح یہاں کسی کو آنے کی مخالفت اور روک ٹوک نہیں اسی طرح اگر نئے حادثے  
تو رکھے گی بھی کوئی تنہا نہیں کرنا کسی کو اس طرح سے بھیڑ دھکیلا کر وہ ذرا بھی نہ کر سکے پس  
جب یہ حالت ہے تو ہم لوگوں کو بالکل نہ ہوشیار رہنا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ اب ہمارا  
مقصود تو یہ ہے کہ اس بھاری مغفرت کو کچھ ہوشیار کر لیں

الطاف و مراحم کی گھڑی | آج اٹھائے اس درجہ ہی اہم بات دن باقی ہیں  
میں مسدود و سرسبزیت دعوت کروا ہوں کہ اگر آپ  
جیسا ہیں گے اور کوشش کریں گے تو آج ہی مغفرت ہو جائے گی یہ ایک ڈوڑھی کانی ہو  
جائے گا تم اگر گناہوں کی پرٹے پر بھی عام ہو گئے تو اُدھ کے ایک چھینے میں سب دھل



ہیں جس میں ذوق کیا رتہ نہ تو حرام نہیں کیا اور آج کو حرام کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ تقدیم  
میں متناہیات کا بھی ہے کہ ممکن ہے آج رمضان ہو جو کہ بعض دعوایاں جو جانا ہے کہ  
۱۰ کاچا۔ دس پانچ بجے عشاء آئے اور دوا بخار نظر آئے ہیں محالست خفیف ہوئی تاکہ رتہ  
میں ہے نہ رہے اور رمضان کے ختم ہونے وقت تک عید گرامن رہیں جب تک کہ  
دست کا تقصیر ہو جائے اور عید تیس ہو جائے تو پھر میں امتناع منافیست کا نہیں  
لئے رمضان کے بعد فصل عید میں روزہ روزہ رکساں آرام ہوا وہد من المواہب  
پس اتنا ہی جلد کے لئے امر و رکب ہوئے ہی تو کھا پیتے تھے تاکہ معلوم ہو جائے  
کہ آج روزہ ہیں تو کون سے سمجھا۔ یہ رات کے روزہ کا نظارہ ہے صبر و شہد کا نظارہ تھا  
اور یہ سمجھ کر اس رات میں روزہ رکھنا شروع کیا اس کا وہ منہ بہ روزہ مناسب سے  
عرض اس سے معلوم ہوا کہ نہ انتظار کیا بھی کوئی خبر ہے اور وہ بھی اس وقت ہوا چاہیے ہیں  
سی انتظار کیا نہ درست کا نام عید ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے منافیست کی نہ ہوئی  
تو اس صفت کی سادہ اسے سے نظر عید کا ہو سکتا حکمت کا ارادے سے سمجھا اور اس پر مارا  
کہ یہ کافی میں مدد اس کی نہ کی پر ہے۔

یہ سال حکمت کامل معلوم ہو منہ نہ چ کے ہر وہ کہ حکمت میں آج میں سکتی ہے تو  
حکمت کے تحت ہر کہ طامناہ قیوم میں ہا تا وہ حالت ہونا چاہیے ہے  
زمانہ بارہ گزوں و قزاقوں کی کیفیت غلت ارکاد تو  
اور ۱۱۱۲ھ سے ۱۱۱۳ھ استادی بعد الرحمن کا ارشاد ہے کہ ہر وہ  
جو اوجہ اکبر ۱۱۱۳ھ کی رات ۱۱۱۳ھ اور حاکم آباد ہر سدا کی سلم  
و تو وہاں کا تھا اس ۱۱۱۳ھ میں فوت ہوئے ہیں طالب میں کو اس کی عازت  
۱۱۱۳ھ میں اس حکمت کی نہ تھی جس سے ۱۱۱۳ھ میں فوت ہوئے۔ عوم یوں سمجھ جاتے ہیں کہ یہی  
مصاحف ہر حکم میں ۱۱۱۳ھ میں اس کو مصاحف میں آئے اس وقت سے میں مذکور  
میں اس کو شہر ہوئے تھا ہے یا اگر کوئی مصحف ہے اس سے کچھ مانا اور اس کو مدد و حکمت

میں لے کر انھیں اندر استغفر اللہ بڑھتے رہو بلکہ یہ بھی کہہ دو کہ اس کے ساتھ ملحق ہوں  
 کے حقوق بھی ادا کرتے رہو اگر کسی شخص کے پاس دوسرے کی زمین دینی ہو یا سودی ہو  
 اس کو چھوڑ دو کسی کے ذمہ کسی کا قرض ہو اس کو ادا کر دو جس کے دس ہو جو دو گنا ہے  
 جی نہیں کہتے ہوں گے کہ سودی زمین چھوڑنے کی بے ڈھب کبھی پھر ہم کھا دیں گے کہا ہے  
 لیکن یہ جو غور کر دو کہ کسی شخص کے سودی زمین کھیتوں میں گوریل نکل جائے اور اس کے سب  
 کیفیت ریل میں بدویں درمعاذ اللہ زمین دار کو تو یہ کیا کر لگا درگاہاں سے کھا دے گا  
 اس سے کہ فدا ہری حکومت کے سامنے تو کان نہ بلایا جائے ورنہ افندی حکم کے سامنے  
 چوں ہزار کی گنجائش ہو۔

اصل یہ ہے کہ آپ لوگوں کے دوسرا میں اسلام اور اس  
 احسان شناسی کا تقاضا کے احکام کی چونکہ حاکمیت میں گئے ہیں باوجود سراسر  
 ہوتے ہوئے کہ ان کے رضائے حق ہے قدر قیمت نہیں ہے جو کہ کہا ہے

نہ گراں جاں بخار بدستی مرا - راکھیں اوراں خرید بستی مرا  
 رشادہ دہی ہے مقرر و نذر حق قدرہ سبب یہ ہے کہ اسلام کے پیروں کا یہ  
 نہ تو خرچ نہیں ہوا کہ اس کی قدر ہوتی ہے

ہر کہ در زان خرد از زب دہد - گوہرے طعنے بغیر میں دہد  
 حکام کی خوشنودی تو بڑی کوششوں سے زبرد ہوا ہر خرچ کرے سے حاصل ہوتی  
 ہے۔ خود فرائض خداوندی کے لیکن حقیقت میں یہ سخت رسالت ہے کیونکہ یہ قدر  
 زیادہ احسان کسی کا ہوتا ہے کسی قدر زیادہ اس کے ساتھ چکد کرتے ہیں اور اس سے یہ کہ  
 اسی تشریفات اور افراتفری پر کم از کم سو عادی بند اپنی اس میں ٹکلیف اور مشقت کی بھر پور  
 میں چاہے اگر کسی کے پاس مورد ریت ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس  
 کو چھوڑ دے کہ میں بہت ہوں۔ مگر کوئی شخص سودی زمین چھوڑے تو  
 زیادہ نرم و سست میں ہے گا کیونکہ یہ کہہ سکتا ہے وہ کیا ہوا اور حوالہ معاملہ مشہور  
 ہو جائے گا پھر ہر وہ زمین دار کو شمس کو لگا۔ جس کی زمین ہی کے کا۔ شمس سے اگر اس  
 بھی دیکھ سکی سمجھ میں آئے اور سبب میں

اور محض صاب بہا پر پورے پورے باس آئے ہیں اتفاق سے موضع حسانی گیا ہوا تھا وہ بڑے باس وہیں پہنچے کہ سہم کر یہ کہ وہیں بے پوختیا نہایت باس موڑتی رہیں تو نہیں معلوم ہوا۔ یہ ہیں بے بہار اس جو بیڑ دو کچے لکے کہ پہلے مہر لڑا چہ جوڑ دیں گئے میں نے ہر ایک پہلے جوڑا کہ جب مرید کر دل کا یہ سن کر جوڑ کر آئے کا وعدہ کر گئے اور آجنگا واپس نہیں آئے۔ ایک گاؤں کے لوگ مدت سے مجھے بلاتے ہیں میں اس لئے جانے کی نوبت نہیں آتی کہ وہاں سب کے باس موڑتی رہیں ہیں بس وہ میرے اس مول کا جواب نہیں دے سکتے کہ محمد نور ڈن کہاں سے کھڈائے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر ایک درہم حرام اور نو حرام کے مول تو اس ایک کے مل جانے سے اسکی سب جہاد عارت ہے اور مصمت ہے۔ لوگ ہر مردن یوں بچوں کے لئے لاتے ہیں یہ بھی میں کہنے لگے ایسا کرے۔

**مال حرام اور زہ** | اس سے کوئی یہ تو بڑے رنے کہ سب ہائے باس حدیث کی آمدنی میں سے اور نام کی آمدن کھانے سے دورہ قیوں نہیں ہوا تو دورہ رکھے سے کیا۔ کیونکہ اس کو صرف تک گاہ ہے کہ ہر مال سے بیٹھا اگر روزہ نہ رکھو گے تو اس دورہ سے اس سے بھی زیادہ سخت گاہیں ملوا دیں گی۔

**فرمت عید الفطر** | یہ حدیث کے متعلق یہ حسب و تدویر مضبوطی سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ حدیث میں رمضان کے آخری حصہ کو معنی میں یہ یاد دہایا ہے اور یہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ مطلق اس کا یہ ہے کہ باقی رات اور صبح سے صبح یہ بات ثابت ہوگئی تو معلوم ہو۔ آگے مصلحت و رعیت و معفت و علق من الیہ ان قبول کا نتیجہ ہے ایک مقدمہ تو۔ اس سے یہ کہ ایک اور مقدمہ تو اس سے لڑا رہا ہے۔ "فصل الله بآیة تامة انک قد یخبرنا ان رسولاً مقدماً من طائفتہ سے بات ثابت ہوئی۔ اس موقع سے ہر کوئی فرمت توئی چاہیے اور اس فرمت کا حربہ بھی حدیث آیات کی احکامات دلاتے ہیں لہذا تم فرمتوں فرجہ عن الافطرس

شرحہ عید تھا۔ دسہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقت، فقط رکاعتِ صبح  
 کا ہے، اس کے بعد یہ سمجھنا چاہیے کہ اعطاءِ وُجوبِ ایک، فقط صبحِ حُر کو درمرد ہوتا ہے دوسرے  
 اظہارِ کبر یعنی وہ اظہارِ حقیرِ مصداق پر جو جس پر دوسرے ہو جائے جس کی طرف عید کو  
 مضاف کر کے عیدِ اعظم کہتے ہیں۔ فقط مجموعہ تہا ہے۔ نہ کسی خاص فرد یا مہیا کہ  
 ہمارے نادانِ قضا بھی یوں لے ایک جاہلانہ مسئلہ ایجاد کیا ہے کہ عید کی شب کو باطل ہیں کھاتے  
 جب صبح ہو چکی ہے تو کچھ کھا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ردہ کھوں تو اس رسم کو اپنے نامِ طہ سے  
 میں دیکھا چکا ہوں تحقیق کرے سے اس کی اصل یہ معلوم ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا  
 معمول تھا کہ عید کے روز صبح کو کچھ کھا کر تھے اس کے بعد نماز کو تشریف لے جاتے تھے اور  
 دقیقہ شناسانِ امت سے اس کی ایک حکمت باخفا حق میاں کی ہے اور اتفاقاً حق کی قید میں نے  
 اس سے مدد دی کہ سرِ حکم میں عید کو دوسرے دن مناسبت نہیں کیونکہ کوئی عید دوسرے دن سے حاصل ہو گا تو عید  
 دس کا اہتمام ہو گا کہ حکمت یہ کہ دوسروں اس الحق کا طریق ہی نہیں ہے

مہم و خاطر تیر کردن ریت راہ - تر سنگت سے بہرہ و نصیب نہا  
 پس ہم کو باطل و شکی اعتباروں پر یہ ہے اس سے البتہ ہم پر مضاں ہو سکتے ہیں  
 ہر کما پستی ست آبا، بخارود - ہر کجا مشکل جواب آخبا رود  
 ہر نیا درمے دوا آخبا رود - ہر کجا رنجہ شفا آخبا رود  
 تو جب تم اصل پانے کو پیر کر دو گے تو حدِ تدانی خود بخود ان علوم کا انشاء تمہارے  
 نسب میں کریں گے وہ حالت ہوگی

یعنی ہر خود معلوم انبیاء - بے تاب و بے معیہ و ادب  
 مرضِ دقیقہ شناسانِ امت کو بالحق یہ بات معلوم ہوئی کہ حضور ہی کریم علیہ الصلوٰۃ  
 و التسلیم نے اس معاملے سے یہ بات ہی ہر دہاتے ہیں کہ آج دورہ نہیں ہے تاکہ وہ حدِ تدانی سے  
 آئے۔ مڑھ مادیں تو جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم و مصداق کی ایک حد مقرر فرمادی ہے اسی  
 حدِ اعتبارِ مضاں کی بھی ایک حد مقرر فرمادی اگر یہاں نہ فرماتے تو یہود و نصاریٰ کی طرح سب  
 نوٹ کر بڑھیں پڑ جاتے اس واسطے رمضان سے پہلے مستعد روزہ رکھنے کو بھی مع فرمایا



اور وہ ممدونیا چوگنہ نو میں کھڑا ہوا۔ اس نے کہا: ہندو ام کا شہ نہ رہا ہے۔ اس کی حالت  
خوبصورتی مٹاؤں میں۔ اس نے نوام کے بیابان سے گزرتے ہوئے اور وہ بھی طیارہ میں  
صاف اور ہے۔ لڑنے کا اشارہ مانے صیادانہ ٹوٹی د۔ دقت میں۔ عمارتیں زماں کھوئے ہوئے  
اس سے کہہ کہ خلق و سکوت میں اس کا آئینہ رہا جاوے۔ خوب کہا ہے:

گوس کا حسن؟ غنہ؟ غنہ انست غنہ لیب چه غنہ؟ غنہ انست

عید مسعودہ ۱۰۷۰  
 غرض یہ کہ عید ایسا زمانہ ہے جس میں ہم کو بغاوت کا حکم ہے اور جو کہ یہ دسی خوشی ہے اسی لئے اس کے بعد نہایت خوشی سے  
 انبیاء کریمؑ کے عید کے روز خوشی و خوشی کی ہوتی ہے ایک دنیوی خوشی اور ایک دینی  
 خوشی ہوتی ہے۔ خاصاً عید پر خوشی ملنا یہ عید کا ہے سی اگر ہم کو کسی دینی خوشی  
 میں اس حال میں ملے خوشی ملنا چاہیں تو ہم کو دیکھنا چاہیے کہ شریعت سے اس موقع پر وہ  
 کچھ ہے اور خوشی ملنے کی ہم کو اجازت دے یا نہیں کیونکہ اس میں ایسی باتیں ہیں جو اس سے منع  
 کرنا مستحسن ہو گا ایک مفسدہ پر بھی جو کہ اصل بنا اس کی دیں ہے اس لئے حوام اس میں  
 منع کو بھی دین سمجھیں گے اور یہ مفسدہ عظیم سے امت دیوی عید جس کے اس میں کسی مفسدہ  
 کا ہر شے۔ خود اپنی تخریر سے بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ ہے چند احوال و مسائل یہ  
 عید امت اسلامیہ کے لئے بہت مستحسن اور مبارک ہے اور یہ عید ایسا ہے کہ اس میں دوسری عید کے لئے  
 عمل کو حلیت اکابر دین کے ساتھ کرتے ہیں۔ لیکن یہ عید اس کے لئے ایک عید ہر روز  
 کی مناسبت ہو گوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ جو ہم - عید کی خوشی و خوشی ہمیں سے یہ عید  
 خوشی ہے جس میں کے عید ملنے کے لئے دینی کی عبادت و عید کے لئے کوئی یہ کہے کہ ہم  
 عید کا روزہ کے دینی طور پر کرتے ہیں تو میں کو یہ کہنا کہ اس کے لئے دے دے عید سے اس  
 عید کی مناسبت ہو گئی میں کہہ رہے ہیں۔ اس کو سمجھنا کہ اس عید کی عظمت و عظمت ہونا  
 ہے اس عید کا روزہ کو سمجھنا کہ عید میں عید کی عبادت میں عید کی عبادت میں عید کی عبادت میں عید کی عبادت میں



کے لئے بس ایک دیوی روبرو مان اسی طرح کا کر کے ہو صیانا سلاطین کے لئے کیا کرنے  
 ہو جہ جہ صنعت خاک را ماعالم پاک  
 مجھے اس موقع پر ایک بزرگ کی حکایت یاد آگئی کہ وہ جنگل میں رہتے تھے ایک کتیا پال  
 رکھی تھی اتفاق سے ایک مرتبہ کتیا بے پتے دیئے تو آپ نے تمام شہر کے معزین کو مدعو کر  
 لیا ایک بزرگ تبہ میں رہتے تھے ان کو نہیں بلایا ان بزرگ نے ازراہ بے تعلقی دوستانہ  
 شکایت کی تو ان بزرگ بے جواب میں کہل بھیجا کہ حضرت میرے یہاں کتیا بے پتے دیئے تھے  
 اس کی خوشی میں سگان دنیا کی دعوت کر دی سخت گت غی تھی کہ میں ان دنیا کے کتوں کے ساتھ  
 آپ کو مدعو کرنا جس روز میرے اولاد ہوگی اور مجھ کو خوشی ہوگی اس دن آپ کو مدعو کر دے گا  
 رکتوں میں سے ایک کو بھی پوچھوں گا جب ادیار کے ساتھ دنیا داروں کا  
 بتا دے ادبی ہے تو سیدالہ مبارک کے ساتھ دنیا داروں کا سا برتاؤ کیسے بے دبی نہ ہوگی۔  
 صوم یوم میلاد | بس کی دین سے کہ یوم ولادت مہربانی خوشی ہے دیوی خوشی  
 نہیں ہے یہ تو سب کو معلوم ہے کہ دنیا کا، اداق اس خطہ زمین پر  
 یا زیادہ سے زیادہ فرسخ اس کے متصل براہ ہوتا ہے پس اگر کوئی دینی خوشی ہوگی  
 تو اس کا اثر اسی خطہ زمین تک محدود رہے گا اس سے متجاوز نہ ہوگا اور ولادت حضور  
 پر نورؐ کے دن نہ صرف زمین کے موجودات بلکہ ملائکہ عرش و کرسی اور باشندگان عالم بالا  
 صوب کے سب مسرور اور تہنایاں تھے ورنہ یہ تھی کہ حضورؐ کی ولادت تشریف کفر و منکر  
 کی تھی اور کوجہ حق کی حامی تھی جس کی بدولت عالم کا قیام ہے کیونکہ قیامت اسی وقت قائم  
 ہوگی جب ایک شخص بھی دنیا میں خدا کا نام لینے و امان نہ لے گا اور قیامت کے قائم ہونے  
 سے فرشتے بھی اکثر خد ہوجا دیں گے پس آپ کا ظہور جو کہ سبب تھا قیام عالم کے بقا کا اس  
 لئے تمام عالم میں یہ خوشی ہوئی جب اس کا تر دنیا سے متجاوز ہو گیا تو اس خوشی کو دینی خوشی  
 ہیں کہہ سکتے جب معلوم ہوا کہ یہ دینی خوشی ہیں جلد مدہی خوشی ہے تو اس میں ضرور  
 ہر طرح سے وحی کا احتیاج ہوگی یعنی اس کے وجود میں بھی اور اس کی کیفیت میں بھی۔ ب  
 جو زمین ہم کو دکھلا میں کہ کس وحی سے یوم ولادت کے یوم اعییدہ بنائے کا حکم معلوم ہوتا ہے اور

یا صورت میں کی تبدیلی گئی ہے اگر کوئی قن بغض اللہ سے استہلال کرے تو میں کہوں گا کہ  
 صبر کرام جو کہ حضور کی صحبت اٹھانے جوئے تے و تمام عالم سے زیادہ کام محید کو سمجھتے تھے  
 ان کی سمجھ میں یہ مسئلہ کیوں نہیں آیا ان خصوص جبکہ حضور پُر نور علی اللہ علیہ وسلم کی محنت بھی  
 کے رگسٹو ریتہ میں سرایت کی ہوئی تھی علی بن ابی طالب جہم اللہ جن میں بڑے بڑے مجتہد تھے  
 میں ان کی نظر جان تک کیوں نہ پہنچی ہر جن امور کے متعلق حضور سے اجازت ہے اس  
 کو نہ روکنا چاہیے مثلاً آپ نے نئی ولادت کے دن روزہ رکھا اور فرمایا ذلک اليوم ابدی  
 ولدت فیہ اس لئے تم کوئی اس دن روزہ رکھنا محبت ہو سکتا ہے دوسرے پیر کے  
 دن، مہر اہل حق تعالیٰ کے رو برو پیش ہوتے ہیں میں یہ محمود وجہ ہوگی اس حکم کی اور اگر سفر  
 میں ناچار تھے تب بھی صحیح ہے کہ نہ منہ نہی قہر کی جہالت ہوگی تنہا کہ ثابت ہے

**حقیقت عرس** اور جس طرح یوم ولادت کی جتنی کے اختراعات باطل ہیں اسی طرح کسی  
 کی ولادت کی تاریخ کے کہ وہ دن بزرگوں کی خوشی کا دن ہے انتم انما  
 صبی اور یہی ہے معلوم ہو گیا ہو گا کہ آجکل تو بزرگوں نے بزرگوں کے عرس کا طریقہ اختراع کیا  
 ہے۔ جی میں غور اور تجرور صانع اللہ ہے اصل حقیقت اس کی یہ تھی کہ عرس کے معنی لغت میں  
 شادی کے ہیں اور حاصل شادی کا یہ ہے کہ عرس کا مجموعہ وصل ہو لیں جو کہ ان حضرات  
 کی موت ان سے پہلے وصل مجبوسا ہے اس لئے ان کے یوم وصال کو یوم العرس کہا جاتا ہے  
 یہ زیبا روایت میں آیا ہے کہ جب کسی مقبول بندے کی وفات ہوتی ہے اور فرشتے اس کی  
 قبر میں میں آکر سوال کرتے ہیں تو سوال دھوا اس کے بعد کہتے ہیں مکنوۃ العروس تو وہ دن  
 ان حضرات کے لئے یوم العرس ہو سہی کو ایک بزرگ جواب کہتے ہیں

خوشا وقتے و حرم روزگار سے کہ یا بے برخوردار و صلی یار

اور وصل ان حضرات کو دنیا میں بھی موت ہے تاہم اس وصل میں اور اس میں میں  
 آتی ہے کہ جہاں نہ عجب ہے اور وہاں نہ محبت ہیں موت سے فریاد ہے  
 گفت نکستوف دیرینہ گوشت من . می رنگہ با صم در بوسون  
 گوشتہ تعالیٰ جسم اور لوازم اور لوازم جسم سے پاک ہے لیکن یہ مثال کے لئے کہا

حانا ہے اور میرا حضرت عورت پاک فرمائی ہیں (۱۱) ۵ - ۹ - ۱۰

لے جانا کہ آواز دہر کاتا رہا کہ کے نیست محروم تو درخشا  
نرمہ لے جانا کہ ہمارے کاتا ہے میں آواز کہ تمہارے درد کے سوا اب اس کچھ ہی نہیں  
ہر کیفیت تو دان کے وصال کہ ہے اور دنیا میں بوجہ عذاب اور میری نہ ہونے کے ان کا  
ہر حالت ہوتی ہے ۵

دل آرام دور دل آرام جو لب از تنگی خشک بر طرف جو  
گویم کہ ر آب قادر نصیب کہ بر سائل نیل مستقی اند  
اور تو حکمران کو یہ دولت نصیب ہوتی ہے اس سے وہ اس کی تمنا میں کرتے ہیں  
در شدت شوق میں یوں کہتے ہیں کہ ۵

حرم آں روز گزیرا میرا پرانم - راحت جاں ملیم روز ہے جاں بردم  
اور ان مصائب کو پوچھ کرے کی عشا ہوتی ہے اس سے اس میں صحت مطمئن ہوتے ہیں  
بنا چ ایک لفظ بند برنگ کی حکایت ہے کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ  
یہ جگہ تو ایسا نہیں - اتنا ساتھ ساتھ بڑھتا چلے ۵

مصلحیم آمدہ در گشت تو تھیالفتہ در صحن روسے تو  
دست عت جانب زنجیل ما آدین در دست دروازے تو  
کیوں صاحب کیدے طہانی میں کسی کو ایسی دہشتوں کی سوچ سکتی ہے یہ حدیث  
فرحت کا تر تھا حضرت سلطان نظام الدین اولیٰ قدس سرہ کی حکایت مشہور ہے کہ جب  
آپ کا سقا حوی اور جنازہ لے چلے ایک مرید نے سندھ میں درد کے ساتھ یہ اتنا چلے  
مردیمینا لھو سے روئے سخت سے چہ می کہ ہے امید ہی  
لے تماشا گاہ عالم روئے تو تو کہا ہر نفسا نا یہ وقت  
لکھا ہے کہ آتھ کفن کے در جلد ہوگی صامتو ایک ریسا سمیں جس کی یہ حد  
مولیٰ سے دے دے دست دست دگر سنجیا اس کو درد ہو سکتا ہے معلوم نہ  
ہے کہ دانتی سے حد درجہ کا درد ہوتا ہے ایک درد سے ہر رنگ نتران کے وقت منظرانہ

عمر فاروق @ ون اردو

مشاقہ فرماتے ہیں

وقت آن آمد کہ من عریاں شوم : جسم بگذارم سرا سر جاں شوم

اور یہ حالت کیوں نہ ہو جبکہ وہ جانتے ہیں کہ اب پردہ ہائے ہیولانی جو کہ مانع دیدار تھے اٹھتے بیٹھتے ہیں اور کوئی گھڑی ہے کہ محبوب حقیقی کا دیدار نصیب ہو گا مرنے یہ نہیں کہ ان کو جنت کی یا خوروں کی ہوس ہوتی ہے۔ حضرت ابن القاضی کا واقعہ لکھا ہے کہ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو جنت مشکف ہونے آپ نے اس طرف سے منہ پھرایا اور کہا ان کا منزلت فی الحب عندکھ : ما قد وایت فقد ضیعت ایامی ترجمہ : اگر محبت میں میرا مرتبہ تمہارے نزدیک سی ہے جو میں دیکھ رہا ہوں تو گویا میں نے اپنا وقت تو ضائع ہی کیا۔

کہ جان تو آپ کے لئے ہے رہا ہوں جنت کو کیا کروں۔ آخر سنت چھپ کسی اور فوراً بھٹی ظاہر ہوئی اور جاں بحق ہوئے ان کی بالکل دہی حالت ہو گئی کہ سے گریبا یہ ملک الموت کہ جا تم ہر د

انز لوگ ان حالات کو سن کر تعجب کریں گے لیکن یہ تعجب مرنے اس وجہ سے ہے کہ خود اس سے محروم ہیں مگر ایسے لوگوں سے

## عرس کی غرابیاں

یہ کہا جاتا ہے ع کو مشومسکر کہ حق پس قادر ست۔ غرض بزرگوں کے حالات اور حدیث وغیرہ سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان بزرگوں کی وفات کا دن یوم العرس ہے لیکن لوگوں نے اس کے مفہوم و مصداق دونوں کو بالکل غراب کر دیا ہے۔ مصداق کی غرابیاں تو ظاہر ہیں کہ تمام شرک و بدعت اس عرس کا ہندو ہو گئی باقی مفہوم کی غرابی یہ کہ اس لفظ کے لغوی معنی لے کر شادی کے لازم بھی وہاں جمع کر دیئے چنانچہ اکثر جگہ رسم ہے کہ بزرگوں کی قبر پر ہندی چڑھاتے ہیں نہایت فقارہ رکھتے ہیں اسی طرح مزامیر وغیرہ سب لغو حرکتیں جمع کر رکھی ہیں غریب فردہ پر تو بس چل نہیں قبر کی گت بنائی جاتی ہے تو حقیقت میں وہ یوم العرس اس اعتبار سے ہے کہ جس کو ذکر کیا گیا وہ ان بزرگوں کی خوشی کا دن ہے اور یہ کوئی دینی خوشی نہیں ہے تو اس میں کوئی طریقہ مقرر کرنے کے لئے ضرورت دج کی ہوگی اور وحی ہے نہیں بلکہ

کے خلاف ہر وقت ہے چنانچہ ظاہر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تتخذوا قبری  
 عبداً کہ میری قبر کو عید نہ بنانا۔ عید میں تین چیزیں ضروری ہیں ایک اجتماع دوسرے تعیین  
 وقت تیسرے فرحت تو مخالفت کا خلاصہ یہ ہوا کہ میری قبر پر کسی یوم معین میں ساکن فرمت  
 کے ساتھ اجتماع نہ کرنا ہاں اگر خود بخود کسی وقت میں کسی غرض سے اجتماع ہو جائے تو اور بات  
 ہے دوسرے حضور کا یہاں سے تشریف لے جانا اگرچہ آپ کے لئے باعثِ مسرت ہے لیکن  
 بحالے لئے تو باعثِ حزن ہے اور حضور کی وفات سے جو ہم پر نعمت کامل فرمائی ہے جس  
 کو میں نے تشریف میں لکھا ہے وہ دوسرے اعتبار سے ہے پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی قبر پر ایسا اجتماع جائز نہیں تو دوسروں کی قبر پر ایسا اجتماع کیونکر جائز ہو گا۔  
 اور عجیب برکت ہے کہ جب تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر اجتماع کا کوئی خاص  
 دن معین نہیں ہوا۔ بھلا اللہ اس مسئلہ کی تحقیق کافی ہو گئی۔

### عیدِ مطلوب

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث سے ہم کو انتظارِ اکبر پر عید کرنے کا حکم ہے اور  
 اس میں یہ باتیں ہونی چاہئیں۔ غلات کمرہ خوش ہو انکا صدقہ کر د  
 سب مجتمع ہو کر عید گاہ میں دو گانہ ادا کر د۔

حاجو! غور کیجئے کہ خدا تعالیٰ ہماری خوشی کو بھی کس انداز پر دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان  
 میں نماز کا حکم فرمایا انکا صدقہ کا حکم فرمایا کہ یہ زکوٰۃ کے مشابہ ہے اور نماز کی بھی ایک  
 خاص ہیئت مقرر فرمائی کہ اس میں چند عجیب برہادیں کہ امتیازِ علامت ہے اہتمام  
 شان کی اور اسی لفظ سے قرآن میں بھی ارشاد ہے۔ وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ قُلُوبٌ مَّا هَذَا كَقَوْلِ  
 اس میں ایک لطیف اشارہ اس طرف ہو گیا کہ لَتَكُنْ لَكُمْ مِنْكُمْ قُلُوبٌ میں بحیل رمضان مراد ہو  
 اور لَتَكُنْ لَكُمْ قُلُوبٌ سے عید اور ایک حکمت دیکھئے مسلمان میں دو چیزیں ہیں ایک دین اور  
 ایک طبیعت اور جس طرح اس کی طبیعت میں بعض امور کا جوش اور تقاضا پیدا ہوتا ہے اسی  
 طرح اس کے دین کو بھی جوش ہوتا ہے اور ان دونوں کی متقل متقل ہوتی ہے۔  
 پس خدا تعالیٰ نے جو شریعتیں دین کا تو یہ انتظام فرمایا کہ نماز مقرر فرمائی اور جوشِ طبیعت  
 کا یہ انتظام فرمایا کہ ان دن اچھے سے اچھا کر کے جہانگیر بننے کی اجازت دی سبحان اللہ شریعت کا کیا



پاکیزہ انتظام ہے کسی نے خوب کہا ہے گویا جمال شریعت ہی کی شان میں ہے۔

زفر قیام بقدم ہر گاہ کہ می نگریم • کمر شہ دامن دل میکش کہ جا بجا است

افسوس اس شریعت کو لوگوں نے بھیا نک صورت میں نظر اہر کیا اور

## احکام عید

لوگوں کو اس سے منحش بنا دیا ورنہ وہ تو عجیب و غریب ہے یہ

احکام تھے عید کے متعلق لیکن عید متعلق فرعی احکام میں نے اس وقت اس لئے بیان نہیں کئے کہ متعدد بار بیان ہو چکے ہیں مثلاً چاند دیکھنے میں کوشش کرنا خبروں کے اعتبار کرنے میں احتیاط کرنا وغیرہ۔ لیکن صدقہ فطر کے متعلق اس وقت اتنا بیان کرنا ہوں کہ جس کے پاس پچاس دینار کی مالیت اپنی حاجت سے زیادہ ہو اس پر واجب ہے کہ اپنی اور اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے پونے دو سیر بختہ گندم مساکین کو دید و مگر تنخواہ میں دینا درست نہیں کیونکہ تنخواہ دار کی تنخواہ میں لینے سے صدقہ فطر ادا نہیں ہوتا۔

اس ایک فضیلت یوم عید کی اور یاد آئی حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں کے عید گاہ میں جمع ہونے کے بعد خدا تعالیٰ فرشتوں کو مخاطب بنا کر فرماتے ہیں۔ ما جزاء اجیر و فخر علیہ یعنی اس مزدور کو کیا بدلہ دیا جائے جس نے اپنے عمل کو پوری طرح کیا ہو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ جزاء ان یوفی اجورہ کما سکی جرایسہ کہ اسے پوری مزدوری دی جائے خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دعوتی و جلالی و ارتفاع شانی لا غفر لہم فیہ و جوعی و مغفورا لہم یعنی خدا تعالیٰ فرمادیں گے کہ اپنے جلال اور عزت کی قسم آج میں ان کی مغفرت کئے دیتا ہوں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس گفتگو کو نقل فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ بس لوگ بھٹے بن جائے واپس آتے ہیں تو اس حدیث کے سننے کے بعد اب لوگوں کو غور کرنا چاہیے کہ عید گاہ میں کیسی ہیبت بنا کر چلنا چاہیے کہ اس کرامت کے اہل تو ہوں۔

افسوس ہے کہ اکثر لوگ نافرمانوں کی صورت بنا کر جاتے ہیں بہتر بلکہ ضروری بات ہے کہ ہر لوگ دائرہ منڈاتے ہیں یا تر شلتے ہیں آج سے توبہ کر لیں ہمیشہ کے لئے نہ ہو سکے تو عید بقر عید کے گزرنے تک تو اس سے بچے رہیں کہ ان وقتوں میں بڑی ماضی ہوتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ اگر دائرہ منڈائی جائے تو کوئی نقصان بھی تو نہیں اور منڈانے سے کوئی

نفع بھی تو حاصل نہیں ہوتا پھر اس بے لذت گناہ سے کیا نتیجہ کہ خدا کے سامنے ذلیل بنی ہوئے دنیا میں کچھ مزا تک بھی نہ آیا۔  
 اسی طرح بعض لوگ ریشی لباس پہن کر عید گاہ میں جاتے ہیں ان لوگوں کو سمجھنا چاہیے کہ ان کی نماز مقبول نہیں ہوتی، نیز اپنے لڑکوں کو بھی ایسا لباس نہ پہنا دیں۔  
 صاحبو! کیا کسی بادشاہ کے دربار میں جاتے ہوئے کوئی شخص بغاوت کے تمنے سے کمر ماسکتا ہے پھر کیا خدا کی عظمت شاہان دنیا کے برابر بھی نہیں اس کو سوچو۔ اور خدا تعالیٰ کے عذاب کو پیش نظر رکھ کر ان سب خرافات سے باز آ جاؤ۔  
 اب خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ کوئی عمل دے  
 آمین یا رب العالمین

بِالْخَيْرِ

